بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

اور یہ مثالیں (تشبیہات و استعارات) ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے تاکہ وہ غور کریں

سِرِّ دلبراں

جسمیں اصطلاحات تصوف پر تشریحی بحث کی گئی ہے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں

گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

• مصنفہ •

* حضرت شاہ سید محمد ذوقی *

* محفلِ ذوقیہ *

ذوقی ہاؤس، ہلی روڈ، کراچی کینٹ (پاکستان)

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

مکتبہ [illegible] مجددیہ
نور آباد۔ فتح گڑھ۔ سیالکوٹ

* اشاعت طبع اوّل : تعداد ۵۰۰۔ ۱۳۷۱ھ۔
* طبع ثانی : تعداد ۸۵۰۔ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
* سائز کتاب : $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$
* صفحات : چار سو اسی (۴۸۰)
* کتابت : عاشق طرازی تلمیذ رشید رستم قلم
* طباعت : مشہور آفسٹ پریس۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی
* ناشرین : محفلِ ذوقیہ۔ ڈون ہاؤس۔ بلی روڈ۔ کراچی (کینٹ)
* قیمت : آدمجی آفسٹ۔ عمدہ جلد : ۲۵ روپے
کرنافلی۔ مجلد : ۱۵ روپے
ارزاں قسم۔ مجلد : ۱۰ روپے

Marfat.com

پیشِ لفظ

حمد اً للہِ وشکراً وصلوٰۃً وسلاماً علیٰ سیدنا محمدٍ وآلِ سیدنا محمدٍ دائماً ابداً

کوئی علم اور کوئی فن ایسا نہیں ہے جس کے لئے اصطلاحات وضع نہ ہوئی ہوں۔ فہم انسانی کی رہنمائی اور بطونِ حقیقت تک رسائی کے لئے ہر فن کی فنی اصطلاحات مُمد و معاون ہوتی ہیں۔ گویا ہر علم و فن اپنی اپنی اصطلاحات کا محتاج ہے۔ راہِ تصوّف میں جن امور سے سابقہ پڑتا ہے وہ محسوسات سے بالاتر ہیں اور انکے ذریعہ رموز و حقائقِ الٰہیہ کے صحیح طور سے سمجھنے پر سالک کی ترقی کا انحصار ہے اس لئے اِس علم میں اصطلاحات کی اشد ضرورت ہے۔

تا نہ گردی آشنا زیں پردہ بوئے نشنوی ❊ گوشِ نامحرم نباشد جائے پیغامِ سروش

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت شاہ سید وارث حسن رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجلّ حضرت شاہ سید محمد ذوقی قدس سرہٗ کی بابرکت تصنیف موسوم بہ "سرِّ دلبراں" جو مصطلحاتِ صوفیہ میں نہایت تفصیلی کتاب ہے بسرپرستی حضرت شاہ شہید اللہ فریدی عم فیوضہ بارِ دوم حُسنِ طباعت سے مزیّن ہو کر سالکانِ راہِ حقیقت کے لئے متعلقاتِ روحانیت و تصوف کے خزینۂ معرفت کی حفاظت کا باعث بنی۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ

ساقی بیا کہ شاہدِ رعنائے صوفیاں ❊ دیگر بجلوہ آمد و آغازِ ناز کرد

ایں مطرب از کجاست کہ سازِ عراق ساخت ❊ و آہنگِ بازگشت ز راہِ حجاز کرد

خداوندِ قدوس قارئینِ کتاب کو وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا کے زمرہ میں شامل فرما کر لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی عنایت سے نوازے اور اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کی نعمتِ لازوال سے سرفراز فرمائے۔

سالک از نورِ ہدایت طلبد راہ بدوست ❊ کہ بجائے نرسد گر بضلالت برود

طبعِ اوّل میں وقتی ناگزیر حالات کی وجہ سے جو نقائص کتابت و طباعت میں پیدا ہوئے تھے خُدا کا شکر ہے کہ طبعِ ثانی میں ان تمام نقائص کا ازالہ ہو گیا۔

ادارۂ محفلِ ذوقیہ جناب حسن مینائی صاحب کا خصوصی طور پر شکر گزار ہے کہ موصوف نے باوجود عدیم الفرصتی کتابت کی تصحیح میں خالصۃً لوجہ اللہ ہماری اعانت فرمائی۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ

خوشنویس میاں عاشق ظفر فی سلمہٗ شاگردِ رشید رستمِ قلم لائقِ تحسین و مبارکباد ہیں جنھوں نے نہایت تندہی اور خوش اسلوبی سے کتاب کے شایانِ شان کتابت کے فرائض ادا کئے۔

خادمِ سلسلۂ وارثِ حسنی
محمد حسین بورے عفی عنہ

Marfat.com

مُقدّمہ

از

عالمِ علومِ یزدانی کاشفِ رموزِ پنہانی قطبِ زمان غوثِ دوراں سراج السالکین تاج العارفین عمدۃ الکاملین مولانا و مقتدانا و مرشدنا حضرت الحاج الحرمین الشریفین سید شاہ وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوڑہ جہان آبادی۔

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلِیِّ الذَّاتِ عَظِیْمِ الصِّفَاتِ رَفِیْعِ الدَّرَجَاتِ خَالِقِ الْکَائِنَاتِ وَالتَّحِیَّاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْمُعْجِزَاتِ الْبَاھِرَاتِ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاَقْصَی الْغَایَاتِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مَنْبَعِ الْبَرَکَاتِ وَالْحَسَنَاتِ:۔

اما بعد فقیر وارث حسن چشتی مدعا نگار ہے کہ لوگوں نے عربی فارسی اُردو میں اصطلاحاتِ صوفیہ میں کتابیں لکھی ہیں لیکن جو خصوصیت اس تصنیف میں یعنی سید محمد ذوقی سلمہ اللہ میں ہے وہ اور کُتب میں نہیں۔ اس میں نہایت فصاحت اور عمدہ عبارت ہے اس لئے کہ ذوقی سلمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے ذوقِ صحیح عطا کیا ہے جو کم مصنفین میں ہو گا۔ اس کتاب سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک ذوقِ صحیح جو اصل اسلام ہے اس کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو حاصل ہو گا۔ دوسرے بہت سی غلطیاں جو لوگوں میں مشہور ہیں دور ہو جائیں گی۔

*

Marfat.com

دیباچہ

*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ دُنیا چند روزہ ہے اور اس دُنیا کی ہر چیز عارضی ہے۔ لامذہبی اور دہریت کا موجودہ دور دورہ بھی بالکل عارضی ہے۔ غلبۂ مادیت کا یہ جنون جس نے ساری دُنیا کو پاگل خانہ بنادیا ہے اب پا بہ رکاب ہے۔ دَورِ جدید کی بے اصولیاں، نفسانیت، مبتذل نوعیت کی خود غرضیاں، بداخلاقیاں، بداعمالیاں، حقائق سے گریز، صداقت سے روگردانی، انسانیت سے بغاوت، بربریت حیوانیت اور بہیمیت سے شغف یہ اور اس قسم کی جملہ خرابیاں جو خالقِ ارض و سما سے قلبی بے تعلقی کی پیداوار ہیں اس درجہ اشد ہوگئی ہیں اور ایسے ایسے تلخ مہیب اور ناقابلِ برداشت حالات پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ دُنیا اب ان کو زیادہ عرصے تک برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں، ایک عظیم الشان انقلاب سروں پر منڈلا رہا ہے جو گمراہ کُن اور غلط نظریوں کے تارِ عنکبوت کو پارہ پارہ اور خیالاتِ فاسد کے فریب دینے والے طلسمی گنبد کو چکنا چُور کر دے گا۔ دُنیا کے بہاؤ کے موجودہ رُخ کو پلٹ دے گا اور انسانی روش میں خوشگوار تغیر پیدا کر دے گا۔ دُور اندیشی کا تقاضا ہے کہ لوگ پہلے سے اس کے لئے تیار ہو جائیں۔

مذہب و اخلاق کے دشمن اور للّٰہیت سے بغض رکھنے والے تو درکنار، جنھیں مذہب کی طرفداری کا دعویٰ ہے وہ بھی اس دَورِ تاریک میں بکثرت مذہبی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ مذہب ہو یا کوئی اور چیز، کسی مضمون پر پوری طرح حاوی ہونے کے لئے سخت ضرورت ہے کہ اس کے ظاہر و باطن، الفاظ و معانی، پوست و

Marfat.com

مغز، صورت وکیفیات سے کما حقہٗ آگاہی ہو۔ انسان مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا۔ ظاہر اس کا جسم ہے اور باطن اس کی رُوح۔ جب تک جسمانی اور رُوحانی نشو ونما پہلو بہ پہلو جاری نہ رہیں انسانی ترقی کا دعویٰ غلط ہے۔ مذہب چند بے معنی رسُوم کا مجموعہ نہیں بلکہ مالکِ حقیقی اور شاہنشاہِ ازلی کی جانب سے ہماری فلاح و بہبود کے لئے ایک مکمل دستور العمل ہے جس کی قبولیت میں ہمارا فائدہ اور جس سے روگردانی میں ہمارا نقصان ہے۔ اس دستور العمل کے مفید اور موثر ہونے میں اس کا وہ حصہ جو ہماری اندرونی اصلاح سے متعلق ہے اور جس کے بغیر ہماری ظاہری اصلاح چنداں مفید نہیں ہوسکتی ہماری توجہات کا بڑی قوت سے مطالبہ کرتا ہے۔ اس اندرونی اصلاح ہی کے متعلقات کو رُوحانیت اور تصوّف کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں آجکل پھیل رہی ہیں جن کی وجہ سے بنی نوع انسان کا بڑا حصہ فلاحِ دارین کے صحیح راستہ سے محروم رہتا ہے۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دُور کیا جائے۔ اور صحیح معلومات بہم پہونچائی جائیں۔

اس کتاب یعنی **سِرِّ دلبراں** میں مصطلحات صوفیہ پر بحث کی گئی ہے، عاشقانِ الٰہی کی سرگزشتِ عشق کے رموز وکنایات پر روشنی ڈالی گئی ہے، سالکانِ راہِ طریقت اور شہسوارانِ میدانِ معرفت کے اندازِ بیان کی خصوصیات کو آشکارا کیا گیا ہے اور فنا و بقا کی منزلوں کو عبور کرنے والے پہلوانوں کی زبان اور بولیوں کی باریکیوں کی تشریح کر دی گئی ہے۔ ان مصطلحات کے تحت میں جو بحثیں آگئی ہیں ان سے تصوّف کے مختلف پہلوؤں کی ملفوظی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ گو تصوّف ایک عملی چیز ہے جس تک شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر رسائی تقریباً محال ہے۔ تاہم اس کتاب کے بغور مطالعہ سے اس فن کی مشکل کتابوں پر بھی عبور آسان ہو جائے گا۔

اس کتاب کے آخر میں چند ضمیمات بھی درج ہیں :-

ضمیمہ نمبر ۱ میں مراتبِ وجود کے زیرِ عنوان چار مضامین کا مجموعہ درج ہے۔ یہ مضامین رسالہ "انوار القدس" میں جو کسی زمانہ میں بمبئی سے نکلتا تھا شائع ہو چکے ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۲ اگرچہ اصطلاحات کی ترتیب میں حروف تہجی کی ترتیب کا عموماً لحاظ رکھا گیا ہے لیکن بعض اصطلاحات کی تحت میں متعدد دیگر اصطلاحات کی بھی وضاحت ہوگئی ہے۔ چنانچہ جملہ اصطلاحات کو اس ضمیمہ میں

Marfat.com

"انڈیکس اصطلاحات" کے تحت جمع کردیا گیا ہے۔

ضمیمہ نمبر۳ میں ان مفید مضامین کا انڈیکس دے دیا گیا ہے جو اصطلاحات پر بحث کے دوران میں آگئے ہیں۔

ضمیمہ نمبر۴ میں وہ آیاتِ قرآنی مع حوالجات جمع کردی گئی ہیں جو "سرِ دلبراں" میں مختلف مواقع پر لائی گئی ہیں۔

ضمیمہ نمبر۵ میں جملہ احادیث اکٹھی کردی گئی ہیں جو اس کتاب میں جابجا درج ہیں۔

ضمیمہ نمبر۶ میں وہ سب اشعار ایک جگہ دے دیئے گئے ہیں جو مختلف مواقع پر آگئے ہیں۔

کوشش کی گئی ہے کہ مشکل مضامین حتی الوسع آسان عبارت اور عام فہم پیرایہ میں بیان کئے جاویں۔ الفاظ کے معنی الفاظ میں بیان کرنا درحقیقت بہت مشکل ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ نار کے معنی آتش۔ آتش کے معنی فائر۔ فائر کے معنی اگنی۔ اگنی کے معنی آگ، تو یہ حقیقۃً معنی کا بیان کرنا نہ ہوگا۔ ایک لفظ کی جگہ محض دوسرا لفظ استعمال کردینا بیان معنی نہیں۔ نار کے معنی تو حقیقۃً وہ سرخ اور بھڑکنے والی چیز ہے جو روزانہ آپ کے باورچی خانہ میں سلگائی جاتی ہے۔ اسے دیکھ لیجئے بس آگ کے معنی معلوم ہوجائیں گے۔ اور اگر آگ میں جلنے کے معنی مطلوب ہوں تو انگلیوں کو انگاروں پر رکھ کر معلوم ومحسوس کرلیجئے کہ جلنا کسے کہتے ہیں۔ جلنے کے معنی بس اسی طرح معلوم ہوسکتے ہیں نہ کہ غیاث اللغات کی ورق گردانی سے۔ لیکن "سرِ دلبراں" میں اسی مشکل کام کی کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ کے معنی الفاظ ہی کے ذریعہ ادا کئے جائیں کیونکہ دوسری صورت کتابت وطباعت کے ذریعہ ممکن نہیں جو طریقہ بیان اس کتاب میں استعمال کیا گیا ہے ان حضرات کے لئے مفید ثابت ہوگا جو اس مضمون سے کسی حد تک عملی تعلق رکھتے ہوں بہرحال عبارت وانداز بیان سے جس حد تک مدد مل سکتی تھی اس سے کام لینے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔

ذوقی

*

Marfat.com

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

تصوّف

تعریف تصوّف کی تعریف مختلف حضرات نے مختلف پہلوؤں کو مدِّنظر رکھ کر مختلف طور پر کی ہے۔

اقوالِ مختلف بعض کہتے ہیں کہ اہلِ تصوّف وہ لوگ ہیں جو صوف کا کپڑا پہنتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جو اصحابِ صُفّہ کے مشرب پر ہوں۔

اصحابِ صُفّہ صحابۂ کرام کی وہ جماعت تھی جو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتی تھی، یہ لوگ قریب نشر اسّی کے تھے، کم وبیش ہوتے رہتے تھے، علمِ دین حاصل کیا کرتے تھے، اخلاقِ حسنہ اخذ کرتے تھے، مشکوٰۃِ نبوّت سے اِقتباسِ انوار کرتے رہتے تھے، دُنیا سے بے تعلّق تھے، مفلس و نادار تھے نہ گھر رکھتے تھے نہ دَر، مسجد نبوی کے باہر ایک سایہ دار چبوترہ پر قیام رکھتے تھے، فقر و فاقہ پر قانع رہتے، متوکّلانہ بسر اوقات ہی ان کا شیوہ تھا، اغنیاء ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ اسمِ صوفی 'صفا' سے مشتق ہے اور صوفی اہلِ صفا سے ہوتے ہیں۔ حضرت ممشاد علی

Marfat.com

دینوریؒ فرماتے ہیں کہ "بیکار چیزوں کو ترک کرنا تصوف ہے"۔ حضرت ابوعلی احمدؒ بن محمدؒ رودباریؒ فرماتے ہیں کہ "اون کا لباس پہننا اور نفس پر جفا کرنا اور دُنیا ترک کرنا اور سنّت کی پیروی کرنا تصوف ہے"۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ "کم کھانا خلق سے بھاگنا اور خالق کی عبادت کرنا تصوف ہے"۔

حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ "تصوف اس کو کہتے ہیں کہ تمام تکالیف کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرے اور ماسوائے اللہ کو ترک کر دے"۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں" صوفی وہ ہے جو نصیحت ایسی کرے جس پر خود عامل ہو چکا ہو" اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ" صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو، اور اللہ اُسے دوست رکھتا ہو۔"

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں :۔" جو شخص خدا کے ساتھ دل صاف رکھے اسی کو صوفی کہتے ہیں"۔ ؎

صاف شو با حق نہان و آشکار

صوفیانِ صاف را این ست کار"

حضرت ابو محمد مرتعشؒ فرماتے ہیں :۔ "حُسنِ خُلق تصوف ہے۔"

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں :۔ حقائق کا اعتبار اور دقائق کا بیان کرنا اور خلق سے نا اُمید ہونا تصوف ہے۔"

حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں :۔" درگاہ الٰہی میں بے غم زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔" تصوف مشتق ہے اصطفا سے، جو برگزیدہ ہوا وہی صُوفی ہے۔"
ایک دُوسرے موقع پر فرماتے ہیں :۔"صوفی وہ ہے جو خلّت ابراہیم علیہ السّلام اور تسلیم اسماعیل علیہ السّلام اور اندوہ داؤد علیہ السّلام اور صبر ایّوب علیہ السّلام اور شوق موسیٰ علیہ السّلام اور اخلاص حضرت نبی کریم علیہ التحیّۃ والتّسلیم حاصل کرے؛ فرماتے ہیں :۔" تصوف ایسی نعمت ہے کہ بندہ کا قیام اس پر منحصر ہے، اس کی حقیقت نعمتِ حق اور رحمت نعمتِ خلق ہے"۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ :۔

" ماسوی اللہ کو ترک کرنا اور خود فنا ہو جانا تصوف ہے۔"

Marfat.com

امرِ تحقیقی

امرِ تحقیقی یہ ہے کہ تصوّف کی اصل ہے احسان جو عبارت ہے صدق توجّہ الی اللہ سے، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے احسان کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (یعنی یہ کہ عبادت کرے تو خُدا کی گویا کہ تو اُسے دیکھتا ہے پس اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو پس تحقیق وہ دیکھتا ہے تجھ کو) وہ تمام علوم اور اعمال اور احوال جو رجوع الی اللہ کے لئے ضروری یا مفید ہیں تصوّف کے تحت میں آتے ہیں. اور تصوّف کے جمیع معانی راجع ہیں طرف اسی اصل کے جسے اصطلاحِ شریعت میں اِحسان کہتے ہیں۔

جملہ کمالات کی اصل

جملہ کمالاتِ ظاہری و باطنی کی اصل ہے دل کو ماسوائے اللہ سے پاک رکھنا اور محبوبِ حقیقی کے سوائے کسی کا اپنے دل میں گزر نہ ہونے دینا، جب محبوبِ حقیقی اپنے بندہ کے خانۂ دل میں آباد ہو جاتا ہے، تو اس محبوب کے سارے خزانے اور اس کا سارا جاہ و جلال اور اس کی قدرت و عظمت غرضیکہ وہ سب کچھ جو محبوبِ حقیقی کا ہے، بندہ کے دل میں اُتر آتا ہے اور بندہ اپنی ذات اور صفات سے فنا ہو کر حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے زندہ اور باقی ہو جاتا ہے، تو گویا تصوّف نام ہے اس زینہ کا جس پر چڑھ کر انسان جملہ کمالاتِ صوری و معنوی کی معراج پر سرفراز ہوتا ہے اور اس دُنیا میں حیات مستعار لے کر اپنے آنے کے مقصد کو کما حقہٗ پورا کرتا ہے۔

عِلم و عمل و احسان لازم و ملزوم ہیں

احکامِ الٰہی کے علم کے بغیر عمل ممکن نہیں اور عمل کے بغیر علم بے سُود ہے اور علم و عمل دونوں بِلا احسان کے ناقص ہیں. جب تک صدق توجّہ نہ ہو گی عمل سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا، اور جب تک عمل سُود مند سرزد نہ ہو گا علم کا مقصد حاصل نہ ہو گا. اس لئے اِحسان کا علم و عمل سے وہ تعلّق ہے جو جان کا جسم سے ہوتا ہے، چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ :- مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَہُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ ۔ یعنی جو صوفی بنا اور علم سے بے بہرہ رہا زندیق ہوا اور جس نے علمِ دین حاصل کیا مگر تصوّف حاصل نہ کیا فاسق بنا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا پس اس نے تحقیق سے کام لیا۔

Marfat.com

اسمِ صُوفی اسمِ صوفی بعد کی چیز ہے لیکن یہ اسم جس بات پر دلالت کرتا ہے وہ بعد کی چیز نہیں۔ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں نہ کسی کو صوفی کہتے تھے نہ عالم نہ حافظ نہ قاری، نہ فقیہ نہ محدّث نہ مفسّر۔ اُس زمانہ کی بڑی صفت یہی تھی کہ حضورِ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت حاصل ہو، جسے یہ صحبت نصیب ہوئی، وہ صحابی ہوا اور یہی وہ بڑا وصف تھا جس سے اس دَور کے لوگ ممتاز تھے اور اسی نام سے وہ پکارے جاتے تھے۔ بعد کے دَور میں سب سے بڑی خوبی یہ ٹھہری کہ صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہو، چنانچہ اس دَور کے لوگوں کا نام تابعی ہوا۔ اس کے بعد کے دَور میں بڑی صفت اور خوبی یہ ہوئی کہ تابعین کی صحبت نصیب ہو۔ چنانچہ ان کا نام تبعِ تابعین ہوا۔

اِن تینوں زمانوں کے بعد جب اسلام دُنیا کے مختلف حصّوں میں پھیلا اور فتنوں کا بھی دَور شروع ہوا اور بدعات بھی پھیلنے لگیں، تو اہلِ حق کے گروہ نے اپنے کو صوفی سے ممتاز کیا اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اور باطنی پیروی میں اپنے کو مستحکم رکھا اور بلاخوفِ لومۃ لائم دین کی خدمت اور اس کے فیضان و انتشار میں منہمک رہے، لفظ صوفی دوسری صدی ہجری کے اختتام سے قبل شہرت پا چکا تھا، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو ہم دقائق ریا کو نہ پہچانتے۔

مغالطہ بعض لوگ اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ تصوف ایک جُداگانہ شے ہے، جسے اِسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر یہ مغالطہ لاعلمی یا قلّتِ معلومات یا کج فہمی کا نتیجہ ہے۔

تصوّف کلیۃً اِسلام ہے اسلام کی رُوح ہے، اسلام کا حُسن وجمال ہے، اِسلام کا کمال ہے أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ[1] کی تصدیق ہے۔ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ[2] کی تفسیر ہے۔ وَتَبَتَّلْ[3] إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کی تعمیل ہے۔ إِلَىٰ رَبِّكَ[4] مُنْتَهَاهَا کو صوفی ہمیشہ پیشِ نظر رکھتا ہے۔

---

[1] یاد رکھو کہ واسطے اللہ کے ہے عبادت خالص (الزمر) ع ۱)
[2] طرف رب اپنے کے (یعنی اس کی ملاقات کے لئے) خوب محنت کر (کیونکہ) پس ملنے والا ہے تو ساتھ اس کے۔ (الانشقاق) ع ۱) [3] اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی (یعنی اللہ کی) طرف ہو جا۔ (المزمل) ع ۱)
[4] تیرے رب کی طرف ہے، انتہا اُس کی۔ (النّٰزعات) ع ۲)

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا سے عبرت پکڑتا ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ؕ سے متاثر ہوکر ہوائے نفس کی گردن پر مجاہدہ کی چھری پھیرتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ کی بشارت سے ازخود رفتہ ہوکر آگے بڑھتا ہے۔ اور اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اور لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کے حصار میں محفوظ اور متمکن ہوکر تاج مقبولیت سے سر بلندی پاتا ہے۔ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

---

۱ تحقیق فلاح پائی اس نے جس نے تزکیہ نفس کیا۔ (الشمس)

۲ اور تحقیق گمراہ ہوا جس نے بگاڑ دیا اپنے نفس کو (الشمس)

۳ اور جو ڈرا اس بات سے کہ اسے (ایک دن) اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا پڑے گا اور (بوجہ اس خوف کے) جس نے ہوائے نفس سے اجتناب کیا، پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی۔ (النزعات۔ع ۲)

۴ اے نفس مطمئنہ چلا آ طرف اپنے رب کے (کیونکہ) تو اس سے خوش ہے۔ اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ پس شامل ہو ساتھ میرے خاص بندوں کے اور داخل ہو جا درمیان بہشت کے۔ (الفجر)

۵ یقیناً میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور میرا جینا اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ (الانعام ع ۲۰)

۶ رنگ دیا تم کو اللہ نے۔ (البقرہ۔ع ۱۶)

۷ ان کے لئے نہ خوف ہے نہ غم۔ (البقرہ۔ع ۱۳)

۸ بلکہ کوئی بھی ہو جو اپنا رُخ اللہ کی جانب کر دے (اور اپنی ذات کو اس کے آگے جھکا دے) اور ہو وہ شخص مخلص پس اسی کو اس کے رب کی طرف سے اجر ملے گا اور ایسے لوگوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔ (البقرہ۔ع ۱۴)

Marfat.com

حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اسی برگزیدہ جماعت کا ذکر اس آیت میں فرماتا ہے :-

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ط

(الانعام۔ ع ۱۵)

"ایسا شخص جو کہ پہلے مُردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا، اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ ایسی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہو جن سے کہ وہ نکلنے نہ پاتا ہو۔"

یہی وہ لوگ ہیں جن کی بابت فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞

(الانفال۔ ع ۱)

"ایمان والے تو صرف وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے (یا اللہ کی یاد آتی ہے) تو دل ان کے ڈر جاتے ہیں۔ اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو ترقی دیتی ہیں یہ لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو ایمان لاتے ساتھ حق کے ان کے لئے (بڑے بڑے) درجے ہیں، ان کے رب کے پاس اور (ان کے لئے) بخشش ہے اور رزق باکرامت۔"

یہی لوگ ہیں جن کی بابت ارشاد ہوتا ہے :-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ

"اور اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رہیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں اور اس کی رضامندی کے

Marfat.com

زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

(الکہف ع ۴)

طلب گار ہیں۔ (یا اس کی ذات کے طلب گار ہیں) اور حیات دنیوی کی زینتیں آپ کی نگاہ کو اُن کی طرف سے کہیں ہٹا نہ دیں اور آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات نفسانی پر چلتا ہے اور اپنے اس حال میں حد سے گزر گیا ہے"

اسی مقبول و متبرک گروہ کے وہ لوگ ہیں جن کی بابت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :۔

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

(مسلم)

"بہت پراگندہ بال غبار آلودہ (بوجہ اپنی ظاہری خستہ حالی کے یا محبتِ الٰہی میں سرشاری کے) دروازوں سے ہکائے ہوئے (اللہ کی نگاہ میں اس درجہ برگزیدہ و مقبول ہوتے ہیں کہ) اگر (کسی معاملہ میں) قسم کھا جاویں اللہ پر تو بلاشبہ اللہ سچا کر دے ان کو قسم میں"

ان ہی کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ :۔

مَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ

(ابن ماجہ)

"جو شخص کہ عداوت رکھے کسی ولی اللہ سے پس تحقیق اس نے مقابلہ کیا اللہ کا ساتھ جنگ کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو پرہیز گاروں پوشیدہ حالوں کو۔ یہ لوگ جب غائب ہوتے ہیں (تو عوام میں) اُن کی پرسش ہی نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتے ہیں تو انھیں نہ کوئی بلاتا ہے نہ پاس بٹھاتا ہے۔ اُن کے دل چراغ ہیں ہدایت کے۔ نکلتے ہیں ہر فتنہ تاریک سے (یعنی بوجہ نورانیت قلب کے کسی فتنہ کی تاریکی سے انھیں ضرر نہیں پہنچتا اور

Marfat.com

ہر فتنہ میں سے یہ صاف بچ کر نکل آتے ہیں۔"

خود اپنی بابت حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فرماتے ہیں:۔

مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَکُوْنَ مِنَ التَّاجِرِیْنَ وَلٰکِنْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ

(شرح السنہ بغوی و ابونعیم فی الحلیہ)

" نہیں وحی کی گئی طرف میرے یہ کہ جمع کروں میں مال اور ہو جاؤں میں تاجروں میں سے بلکہ وحی کی گئی ہے طرف میرے کہ تسبیح کر تو ساتھ حمد پروردگار اپنے کے اور ہو تو سجدہ کرنے والوں میں سے اور عبادت کر تو رب اپنے کی یہاں تک کہ آوے تجھ کو موت۔"

اللہ تعالیٰ نے ھدایت کا دارومدار شرح صدر پر رکھا ہے۔ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام ع ۱۵) یعنی پس جبکہ ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت فرماوے کسی کی تو شرح صدر عطا فرماتا ہے یعنی کشادہ فرما دیتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے اور جب کسی کو شرح صدر کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اپنے نورِ خاص سے ممتاز فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر۔ ع ۳) یعنی کیا پس جس شخص کا سینہ کشادہ کیا ہے اللہ نے واسطے اسلام کے پس وہ ہوتا ہے اوپر نور کے طرف پروردگار اپنے سے۔ رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب نُور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھُل جاتا ہے جب اس حالت کی شناخت کے لئے آپ سے ظاہر نشانیاں پُوچھی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ نشانیاں یہ ہیں کہ دار الغرور یعنی دُنیا سے دل ہٹتا ہے اور آخرت کی جانب رجوع ہوتا ہے اور ایسا شخص موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے تیّار رہتا ہے۔ پیغمبرِ خُدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ "جس وقت دیکھو تم بندہ کو کہ دیا جاتا ہے بے رغبتی دُنیا میں اور کم گوئی پس نزدیکی ڈھونڈو اس سے اس لئے کہ تحقیق وہ سکھایا جاتا ہے حکمت۔" (بیہقی فی شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت۔ ع ۷) یعنی اور جن لوگوں نے کہ مجاہدہ کیا ہماری راہ میں یقیناً ہم دکھا دیں گے اُن کو راہ اپنی۔ اس وعدہ پر اعتمادِ کلی کے ساتھ صوفی مجاہدہ کرتے ہیں اور ہدایت پاتے ہیں۔ ہدایت کا انحصار ہے شرح صدر پر اور شرح صدر کا نتیجہ ہیں وہ انوارِ الٰہی جو غیب سے

Marfat.com

قلب پروارد ہوتے ہیں۔ ان انوارِ الٰہی کی برکت سے اور اس حکمت کی بدولت جو زہد فی الدنیا اور قلتِ کلام کی وجہ سے سینہ میں اُبلتی ہے صوفی منجانب اللہ وہ بصیرت پاتے ہیں جس سے اور لوگ محروم ہوتے ہیں اور انھیں وہ فہم و ادراک عطا ہوتا ہے جو اوروں کی پہونچ سے بالاتر ہے۔ اس بصیرت و فہم و ادراک کی بدولت کشف حقائق اور رموز معرفت کی جو بارش عالم قدس سے اُن پر ہوتی ہے وہ بلا شبہ اُن ہی کا حصہ ہے جس میں غیر کو دخل نہیں۔ پس صوفیائے کرام حدودِ الٰہی پر تجاوز نہیں کرتے بلکہ اپنی بصیرت پر لوگوں کو مدعو کرتے ہیں اور اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ[1] کہنے والوں کے زمرہ میں داخل ہوتے ہیں۔

محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت گزری ہے جنھوں نے ایک عرصہ تک گروہ صوفیہ سے اختلاف رکھا مگر بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی وہ بصیرت عطا فرمائی تو اپنی روش سابقہ سے تائب ہوئے اور صوفیائے کرام کی جانب رجوع لائے۔ ان میں سے بعض نے اس رجوع کو ظاہر کیا اور بعض نے بنظر مصلحت عوام سے مخفی رکھا یہی راز ہے اختلافِ اقوال ائمہ اربعہ بابت مدح و قدح امورِ صوفیہ میں۔ اہلِ ظواہر نے اس بات کو نہ پہچانا اور مغالطہ میں مبتلا ہوگئے۔ امام احمدؒ آخر ہیں ائمہ اربعہ میں۔ انھوں نے اوائل حال میں اپنے بیٹے کو جماعتِ صوفیہ کے ساتھ مجالست سے منع فرمایا تھا۔ ایک شب صوفیارِ کرام کی ایک جماعت ہوا میں اُڑ کر آپ کے پاس آئی اور چند مسائل شرعیہ میں آپ سے گفتگو کرنے لگی یہاں تک کہ آپ کو عاجز کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ اس گروہ کے ساتھ مجالست کو لازم پکڑو کیونکہ خوفِ خدا کی بدولت ان پر وہ اسرار شریعت منکشف ہوتے ہیں جو ہم پر نہیں منکشف ہوتے۔ بعد میں آپ اکثر مسائل میں شیخ ابی حمزہ بغدادی صوفیؒ سے تفحّص فرمایا کرتے تھے اور آپ کی بات مان لیا کرتے تھے حضرت امام مالکؒ کو بھی پہلے صوفیارِ کرام سے اعراض رہا مگر بعد میں رجوع پیدا ہوئی۔ چنانچہ آپ کا ایک قول تصوف کے بارے میں اُوپر درج ہو چکا ہے۔ ائمہ اربعہ چاروں کے چاروں علمار باطن بھی تھے۔ اور اس عالم سے کوچ فرمانے کے قبل اوتاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ امام غزالیؒ بھی انھیں علمار میں سے ہیں جنھیں اوائل حال میں صوفیار سے اعراض تھا مگر بعد میں رجوع پیدا ہوئی۔ امام ابوالحسن ابن حزم کو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے تازیانہ نے تائب کیا۔ ابن جوزی بھی بہت شدت کے ساتھ منکر تصوف تھے۔ اور ایک مدت تک تلبیس ابلیس

---

[1] بلاتا ہوں میں (لوگوں کو) طرف اللہ کے اُوپر بصیرت کے میں اور میرے متبعین بھی (سورۃ یوسف ع ۱۲)

Marfat.com

میں مبتلا رہے مگر حسب روایت فصول الستہ تہ خانہ میں پانچ سال مقید رہنے کے بعد ان کا بھی رنگ پلٹا۔ تصوف میں صفوۃ الصفوۃ اور ثبات عند الممات آپ کی بعد کی تصانیف ہیں۔

ابن تیمیہ اور ان کی جماعت کے لوگ مثل قاضی شوکانی وغیرہ صوفیائے کرام کے ساتھ مخالفت میں غلو رکھتے تھے بلکہ دُنیا میں انھیں منکر تصوّف ہونے کی شہرت حاصل ہے۔ مگر قاضی شوکانی کے متعلق رئیس الغیر مقلدین نواب صدّیق حسن خاں القنوجی ثم البھوپالی اپنی کتاب المعتقد المنتقد کے صفحہ ۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہمارے شیخ امام محمد بن علی شوکانیؒ پہلے حق میں شیخ کے (یعنی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے) منکر تھے۔ پھر چالیس برس بعد رجوع کیا اور کہا کہ اُن کے بعض الفاظ محتمل اور ماؤّل ہیں اور تکفیر کو روا نہ رکھا۔ وللہ الحمد۔" ونیز نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت شیخ (یعنی شیخ اکبرؒ) امام ولی اللہ تھے کسی مُسلمان کو ان کی تکفیر کرنے کا حق نہیں پہونچتا۔"

یہ اور اس قسم کی بے شمار مثالیں صاف بتلا رہی ہیں کہ منکرین تصوّف کے علم وفہم میں جب وسعت اور پختگی پیدا ہوتی ہے اور کثرت عمل سے جب قدرے صفاتِ باطنی ان میں آجاتی ہے تو صوفیائے کرام کے اقوال و افعال اُن کی سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور اُن کا انکار مبدل بہ رجوع ہو جاتا ہے۔

اقسامِ صوفیہ بعض نے گروہ صوفیہ کو تین اقسام میں منقسم کیا ہے:۔
(۱) صوفی (۲) متصوّف (۳) مستصوف

صوفی:۔ صاحبِ وصول ہے جو مقتضیات طبائع سے آزاد ہو کر حقیقت سے پیوستہ ہو گیا ہو اور اپنی ذات سے فانی ہو کر حق سے باقی ہو۔

متصوّف:۔ صاحبِ اصول ہے جو مجاہدہ سے مرتبۂ وصول تک پہونچنے کی کوشش میں مصروف ہو۔

مستصوف:۔ صاحبِ فضول ہے جس نے دُنیا کمانے کے لئے صوفیوں کی سی صُورت بنا رکھی ہو مگر کمالاتِ صوفیہ میں سے کوئی حصّہ نہ حاصل کیا ہو۔

علاوہ تقسیمِ متذکرۂ بالا کے اور بھی نام ہیں جن سے صوفیہ پکارے جاتے ہیں مثلاً ملامتیہ اور قلندر۔

Marfat.com

ملامتیہ :۔ صوفیہ کی وہ جماعت ہے جو اخلاص میں بے حد کوشش کرتی ہے ریاء سے بہت بچتی ہے اور اپنے کمالاتِ باطنی کو ظاہری شکستہ حالی کے تحت میں پوشیدہ رکھتی ہے۔

قلندر :۔ رسالہ غوثیہ میں مذکور ہے سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قلندر ہے۔ بعض کا مقولہ ہے کہ قلندر اور صوفی ہم معنی الفاظ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ قلندر وہ ہے جو حالات اور مقامات و کرامات سے تجاوز کر جائے خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موانعات سے مجرّد ہو کر اپنے کو گم کر دینے کا نام قلندری ہے۔

شاہ نعمت اللہ ولی رح رسالہ قلندریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفی منتہی جب اپنے مقصد پر جا پہونچتا ہے قلندر ہو جاتا ہے۔

بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زمین و آسماں ہر دو شریفند ٭ قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست
نظر در دیدہا ناقص فتادہ ٭ وگرنہ یارِ من از کس نہاں نیست

شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قلندر پرتوِ نورِ الٰہی ست ٭ قلندر مطلعِ انوارِ شاہی ست
قلندر را مقامِ کبریائی ست ٭ قلندر دُرِّ بحرِ آشنائی ست
قلندر موجِ بحرِ لایزالی ست ٭ قلندر نورِ شمعِ ذوالجلالی ست
قلندر ذرّہ صحرائے عشق ست ٭ قلندر قطرۂ دریائے عشق ست

محمد قلندر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ما ندریا ئیم و دریا ہم زماست ٭ ایں سخن داند کسے کو آشنا ست

شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بوعلی نوائے قلندر نواختے ٭ صوفی بُدے ہر آنکہ بعالم قلندر است

میر سید محمد مکی رحمتہ اللہ علیہ جو اعظم خلفائے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے ہیں فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

اندر رہِ عشق سرسری نتواں رفت ؛ بے دیدہ رہِ قلندری نتواں رفت
خواہی کہ پس از کفر بیابی ایماں ؛ تا جاں ندہی بکافری نتواں رفت

خواجہ مسعود بکؒ مرید و خلیفہ شیخ رکن الدینؒ ابن شیخ شہاب الدینؒ امام حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؓ فرماتے ہیں ؎

مجرد شداز دین و دُنیا قلندر ؛ کہ راہِ حقیقت ازیں ہر دو برتر

سُلطان جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مشرب قلندریہ تھا فرماتے ہیں ؎

من مست مے عشقم ہشیار نہ خواہم شد ؛ از رندی و قلاّشی بیزار نخواہم شد

شاہ گلشن نقش بندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر ؛ ذکر تسبیح و ملک در حلقۂ زنّار داشت

شاہ حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قلندر کے بباید در عبارت ؛ قلندر کے بگنجد در اشارت

ایک اور صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ ع

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید

یوں تو ہر سلسلہ میں قلندر ہوا کرتے ہیں اور ہر سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ قلندر گزرے ہیں لیکن ہندوستان میں مشربِ قلندریہ نے حضرت شاہ خضر رومیؒ سے انتشار پایا۔ حضرت شاہ خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ اس مُلک میں سُلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں آئے اور حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خرقہ حاصل کیا چنانچہ اس سلسلہ کو چشتیہ قلندریہ بھی کہتے ہیں۔

تصوف و فقر میں فرق

صوفی کا مرتبہ فقیر سے بالاتر ہے۔ فقیر دُنیا میں اپنے کو کسی چیز کا مالک نہیں قرار دیتا اور اس کے فقر اختیار کرنے کا باعث ان تین میں سے ایک ہوتا ہے :-

(۱) حلال مال کا حساب دینا پڑے گا اور حرام کمائی پر گرفت ہوگی۔

(۲) توقعِ فضیلت و ثواب۔ اور دخولِ جنت میں امراء پر پانچ سو برس کی سابقت۔

Marfat.com

(۳) طلب جمعیت خاطر اور فراغت قلبی طاعات کے لئے اور عبادات میں حضورِ دل کا حصول۔

یہ حالت فقیر اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے اپنے اوپر لاتا ہے حالانکہ صوفی اپنے ارادہ کو حق تعالیٰ کے ارادہ میں بالکل فنا کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ چاہتا ہے تو اس پر فقر طاری کر دیتا ہے اور چاہتا ہے تو اسے اہل غنا کے لباس میں پوشیدہ فرماتا ہے اور وہ ہے کہ فقر و غنا میں اپنے آپ کو یکساں رکھتا ہے۔

خلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ تصوف اسلام کا ایک نہایت ہی ضروری جزء ہے۔ اسلام مجموعہ ہے ظاہری اور باطنی خوبیوں کا۔ چونکہ تصوف بیشتر اسلام کی باطنی خوبیوں سے متعلق ہے تصوف کو شریعت سے وہی تعلق ہے جو جان کو جسم سے۔ جن سمجھدار لوگوں نے تصوف سے ابتداءً گریز کیا۔ وہ سمجھ میں پختگی آنے کے بعد اور کثرتِ عبادت سے صفائے قلب حاصل ہونے کے بعد اس کے گرویدہ ہو گئے۔ گو اُن میں سے بعض نے مناسب یا نامناسب مصلحتوں کی بناء پر گرویدگی کے اظہار سے پہلوتہی کی ہو۔

گروہِ صوفیہ میں عام طور پر تین قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ایک وہ جو صاحب وصول ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔ دُوسرے وہ جو صاحبِ اصول ہیں اور مقصد تک پہونچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ چونکہ درمیانی منزل کے لوگ ہوتے ہیں۔ دُوسروں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے۔ اور اُن کے احوال و اطوار تصوف کے متعلق کسی قسم کی رائے قائم کرنے کے لئے سند نہیں۔ تیسرے وہ فضول لوگ ہیں جنھیں تصوف کی ہوا تک نہیں لگی۔ دُنیا کمانے یا حصولِ وجاہت یا پیرزادگی کی شان کی نباہ کی خاطر وہ صوفیوں کی سی قطع وضع اختیار کر کے اپنے کو صوفی مشہور کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً بدنام کنندۂ تصوف ہوتے ہیں۔ ان میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں وہ تصوف کا نہیں بلکہ تصوف سے معرا ہونے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اصطلاحاتِ صوفیہ

اظہارِ خیالات کے طریقے

انسان اپنے خیالات کے اظہار کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے :-
(۱) عبارت کا اور (۲) اشارات کا۔

عبارت بامعنی اور مربوط الفاظ کا مجموعہ ہے جسے تحریر میں بھی لا سکتے ہیں اور تقریر میں بھی۔

اشارات صرف بدنی حرکتیں ہیں جنھیں نہ تحریر میں لا سکتے ہیں اور نہ تقریر میں۔ مثلاً چشم و ابرو کے اشارے یا سر اور ہاتھوں کی حرکتیں۔ گونگے اور بہرے اشارات ہی کے ذریعہ تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ شیرخوار بچے اشارات اور چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہارِ مطالب کرتے ہیں۔

زبان محدود ہے

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ اشارات میں جو وسعت اور لوچ ہے وہ زبان میں نہیں غصہ کے تیور جو انسان کے چہرہ پر نمایاں ہوتے ہیں غصہ کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ دیتے ہیں جس سے عبارت قاصر رہتی ہے۔ یاس اور حسرت کی جو تصویر ایک مایوس حسرت زدہ کی صورت میں کھنچ جاتی ہے اُسے غیاث اللغات کے الفاظ کی الٹی سیدھی ترکیبیں اس خوبی سے نہیں کھینچ سکتیں۔ شوخی کی ادائیں شوخی کا جو مجسمہ بنا کر کھڑا کر دیتی ہیں وہ مُردہ الفاظ اور بے جان عبارت کی قدرت سے باہر ہے۔ اگر عبارت کو ان چیزوں کا خاکہ کھینچنے میں کسی حد تک جزوی کامیابی ہوتی بھی ہے تو ان ہی تیوروں اور اشارات کی جانب اشارہ کرنے سے۔ جب زبان میں گونگوں اور بہروں کے اشاروں کے برابر بھی وسعت نہیں تو اعلیٰ اور ادق علوم کی باریکیوں، حقائق اور معارف کی بلندیوں اور جذبات اور کیفیات کی لطافتوں کے اظہار کی قدرت اس میں کہاں سے آسکتی ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی لطافت اور قوت پیدا کرنے کے لئے الفاظ کو لغوی قیود سے کسی قدر آزاد کر دینا پڑتا ہے مثلاً زید نے عمر

Marfat.com

کے دانت کھٹے کر دیئے۔ زمین پیٹ کے نیچے سے نکل گئی۔ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ کیسی مرچیں لگیں وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے فقروں میں لغت سے سراسر گریز ہے۔

قیودِ لغوی

معانی کو الفاظ پر تقدم حاصل ہے۔ معانی کا وجود پہلے سے تھا۔ الفاظ بعد میں وضع ہوتے۔ الفاظ کا مقصد ہے معانی کی طرف رہنمائی۔ مگر معنی میں بمقابلہ الفاظ کے وسعت بہت زیادہ ہے۔ عالمِ الفاظ مثل عالم اجسام کے مقید اور محدود ہے۔ عالم معانی مثل عالم ارواح کے وسیع بلکہ تقریباً غیر متناہی ہے۔ اِس لئے معانی کو مثل صورِ ملفوظی محدود کر دینا غلطی ہے۔ ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد

در کلبۂ گدایان سلطان چہ کار دارد

لغت نے بس یہی کیا کہ معانی کو ایک قید سے نکال کر دوسری قید میں جکڑ دیا۔ مشکل الفاظ سے نکال کر آسان الفاظ میں محصور کر دیا ایک لفظ کی قید سے رہائی دی مگر فوراً ہی ایک جملہ کی قید میں مقیّد کر لیا۔ نہ اُن قیود وحدود میں وسعت پیدا کی۔ نہ معانی کو آزادانہ طور پر آشکارا کیا جو قیود اور حدود لغت نے قائم کی ہیں اس قدر تنگ اور کمزور ہیں کہ خفیف سی ضرورت یا ذرا سی دِقّت پیش آنے پر انھیں توڑ دینا عام طور پر جائز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً لغت میں آگ صرف ایک ہی جلانے والی چیز کو کہتے ہیں جس پر کھانا پکایا جاتا ہے۔ لیکن اہلِ زبان کے نزدیک ہر جلانے والی چیز آگ ہے۔ رشک وحسد بھی آگ ہے۔ غصہ بھی آگ ہے۔ عشق بھی آگ ہے اور آگ بھی آگ ہے۔

اِصطلاحات کی ضرورت

اصطلاحات کے وضع کرنے والوں نے یہ کیا کہ لغت ہی کو بُنیاد قرار دے کر اپنی علمی ضرورتوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے معانی کی وسعت پر نگاہ دوڑائی اور مختلف پہلوؤں کے اِظہار کے لئے مختلف الفاظ متعین کئے۔ کہیں تشبیہ واستعارہ سے کام لیا۔ کہیں نئے الفاظ وضع کئے۔ کہیں پُرانے الفاظ کو لغوی بندشوں سے آزاد کر کے جدید پیرایوں میں استعمال کیا اور اس استعمال میں نہ تو لغت سے بالکل بے تعلقی برتی نہ لغوی حدود کی کوتاہیوں کو اپنے لئے سدِّ راہ ہونے دیا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ ہر فن کی جُداگانہ اصطلاحات سے گویا ایک ایک جدید لغت مرتب ہوگئی۔ جو وسعت میں معمولی لغت سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ مضامینِ خاص کیلئے اس وسعت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہر فن میں کلام کرنے والے اپنے لئے جُداگانہ اصطلاحات کے محتاج ہوتے۔

Marfat.com

بخاری، معماری، آہنگری غرض کہ کوئی سا بھی فن ہو اصطلاحات سے مستغنی نہ ہو سکا۔ طب، قانون، ہندسہ، منطق، فلسفہ، سائنس غرضیکہ جملہ علوم اصطلاحات کے محتاج ہوتے۔ فقہ، حدیث علم کلام بھی اصطلاحات سے خالی نہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان میں ید، ساق، قدم، استواء، ضحک، وجہ، حیاء، غضب، لطف وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں جو سب مصطلحات ہیں، اور جنھیں اصطلاحاتِ شریعت میں متشابہات سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذرا نظرِ غائر سے کام لیجئے تو زمین و آسمان، عرش و کرسی، شمس و قمر، ستارے اور سیارے، جنگل اور پہاڑ، تری اور خشکی سب اللہ تعالیٰ کی اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ایک ایک اصطلاح کے تحت میں حقائق و معارف کے بے شمار بحارِ ذخار موجیں مار رہے ہیں اور قدرتِ الٰہی اور کمالاتِ لامتناہی کی تفسیر اور تشریح کر رہے ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (آل عمران۔ ع ۳۸)	اس میں شبہ نہیں کہ آسمانوں اور زمینوں میں (اور جو کچھ ان میں ہے ان کی) پیدائش میں البتہ (سبق آموز) نشانیاں ہیں واسطے عقلمندوں کے۔

تصوّف میں اصطلاحات کی سب سے زیادہ ضرورت

تصوّف کا تعلق چونکہ ان اُمور سے ہے جو محسوسات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہیں اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئی۔ جو فن کہ انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے نامعلوم کی جانب لے جاتا ہے اسکے اظہار و بیان کے لئے اصطلاحات سے کیونکر استغنا برتا جاسکتا ہے۔

وجوہِ ضرورت

تصوّف میں اصطلاحات کی ضرورت ایک تو اس وجہ سے ہے کہ معمولی زبان محدود اور اپنی لغوی حیثیت سے محدود تر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تصوّف میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ بعض مضامین رموز و کنایات ہی میں ادا کئے جائیں تاکہ اغیار اور نااہلوں سے پوشیدہ رہیں ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ٭ ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

معانی کی جو تصویریں دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں ان کی جانب رموز و کنایات ہی سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ رموز و کنایات پر قناعت نہ کی جاوے اور ان امور کو صاف صاف روزمرہ کی گفتگو میں بیان کر دیا جاوے تو عوام جو حقیقت تک پہونچنے

Marfat.com

سے قاصر ہیں۔ کچھ کا کچھ سمجھ لیں اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ نوبت کفر تک پہونچے اور خرابی اور تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنے۔ خدا نے ضروریاتِ دین میں کوئی پردہ نہیں رکھا۔ اوامر و نواہی کو صاف صاف اور کھول کھول کر بیان کر دیا اور ان کی عام اشاعت کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن دقائق عمیق یعنی اصولِ اعتقادی اور ہدایاتِ عمل کے ماورئی جو اور بالائی ہیں ان کی جانب آیاتِ متشابہات میں اشارہ فرما کر صرف اُن ہی نفوس کے لئے اُن میں حصہ رکھا ہے جو تحصیلِ کمالاتِ فاضلہ اور مراتبِ عالیہ پر پہونچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حق الیقین کے ان بلند میناروں تک جو انسان کے لئے اقصائے مراتب سے ہیں ان ہی دقائق و حقائق کی معرفت کے ذریعہ رسائی ہوتی ہے۔ اسرارِ علمیہ سارے کے سارے بدیہیات سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام موٹی سمجھ پر ختم نہیں ہوتا۔ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اُسے جس قدر کریدوگے باریکیاں نکلیں گی۔ جس قدر زیادہ کریدتے جاؤگے اسی قدر زیادہ باریکیاں نکلتی آویں گی اور ترقی کا میدان وسیع ہوتا جائے گا۔ اسرارِ علمیہ سارے کے سارے بدیہیات سے ہوتے تو بعض کو بعض پر فضیلت کی کوئی صورت نہ ہوتی اور دانا اور نادان میں کوئی فرق نہ رہتا۔ بلکہ علوم ہی برباد ہو جاتے۔ انسان کی قوتِ مدرکہ کی ترقی اور اُس کے استکمالِ نفس کے ذرائع مسدود ہو جاتے اور دُنیا کی رنگارنگی اور زینتِ اختلاف جاتی رہتی۔ اِس رنگارنگی ہی میں خدا کی حکمت ہے۔ اور اِس اختلاف ہی میں اُس کی مصلحت کا راز پوشیدہ ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔ (الروم ع ۳)	اور منجملہ اللہ کی نشانیوں کے ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمینوں کا اور (پیدا کرنا) اختلاف کا تمہاری بولیوں میں اور تمہارے رنگوں میں تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے عالموں کے۔

کارخانۂ عالم کی بُنیاد ہی اِس اختلاف پر واقع ہوئی ہے۔ بلکہ اختلافات ہی کے مجموعہ کا نام عالم ہے۔

مصلحتِ الٰہی کا مقتضا یہ بھی ہے کہ اشیاء کے ظواہر کے ساتھ ان کے بواطن بھی قائم رہیں۔ حقائق کو رموز میں نہ بیان کیا جاتا تو بواطن کا سلسلہ ہی ٹوٹ جاتا اور بواطن کا سلسلہ ٹوٹنے سے نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا۔

بس مصلحتِ الٰہی یہی ہے اور سنۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ رموز و اسرار کے علوم ان ہی پر منکشف ہوں جو اُن علوم کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ہمیشہ تعداد میں کم اور عوام سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اِن رہ روانِ طریقت

Marfat.com

کے لئے اصطلاحات کا تقرّر و تحفظ ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے وہ نقصانات سے بچتے ہیں۔ اور اُن کی ترقی کے لئے آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اصطلاحاتِ صوفیہ کے سمجھنے کا طریقہ

تصوّف میں کلام کرنے کے لئے اصطلاحات سے واقفیت کماحقہٗ حاصل ہو نہیں سکتی جب تک کہ اُن کے معنی صحیح طور پر سمجھ میں نہ آجاویں۔ معانی چونکہ حقائق سے تعلق رکھتے ہیں اور حقائق باطن سے متعلق ہیں بغیر کشف کے اُن تک رسائی محال ہے۔

تو چہ دانی زبانِ مرغاں را ٭ کہ ندیدی گہے سلیماں را

عقل کو ان ادراکات سے بہت بُعد ہے۔ عقلِ انسانی ایک محدود قوّت ہے جو حواسِ خمسۂ ظاہری کی پابند ہے۔ جب حواسِ خمسۂ ظاہری خود اپنی قوّت اور اپنے فعل میں محدود ہیں تو وہ لونڈی (عقل) جو حواسِ خمسہ کے دروازوں کے بھیک کے ٹکڑوں پر اپنی زلیست بسر کر رہی ہے۔ کیونکر قیود سے آزاد ہو سکتی ہے ؎

نالۂ زنجیرِ مجنوں ارغنونِ عاشقاں ٭ ذوقِ آں اندازۂ گوشِ اولوالالباب نیست

(خسرو)

اس لئے علومِ عقلی میں انہماک رکھنے والے اور بڑے فلسفیانہ مذاق کے خشک اور خالی لوگ جو کشفِ حقائق سے محروم ہیں خواہ کتنے ہی بڑے عقلمند سمجھے جاتے ہوں اصطلاحاتِ صُوفیہ کے سمجھنے سے عاجز ہیں ؎

فلسفی را چشمِ حق بیں سخت نا بینا بود ٭ گرچہ بکین باشد و یا بوعلی سینا بود

ان لوگوں کو اگر ان اصطلاحات کے صحیح طور پر سمجھانے کی کوشش بھی کی جاوے تب بھی وہ ان کے سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ اس لئے اہلِ عقلِ معاش کے سامنے ان کا استعمال ہی ناجائز ہے۔ کیونکہ ان کا غلط استعمال یا ان کے غلط معنی سمجھ لینا کبھی کُفر اور کبھی کُفر کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی اپنا وجود اس دُنیا میں رکھتا ہے جسے تصوّف سے صرف کتابی تعلق ہوتا ہے۔ یہ لوگ بزعمِ خود صُوفی ہیں۔ اصطلاحاتِ صُوفیہ کے جا و بیجا استعمال میں بہت غلو رکھتے ہیں۔ محسوسات میں ہنوز مقیّد ہیں۔ کشف و سلوک کے راستہ میں قدم تک نہیں رکھا۔ کتابی معلومات اور عقل کی طبع آزمائیوں کے زور سے اُڑنے کی سعیِ لاحاصل میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ بھی ان اصطلاحات کے صحیح معانی اور ان کی باریکیوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ

Marfat.com

بسا اوقات ان کی سعیِ لاحاصل ان کے لئے بہت مضر ثابت ہوتی ہے۔ تصوف علم و عمل کا مجموعہ ہے۔ جب تک عمل اور کیوف کے میدان میں قدم نہ بڑھایا جاوے۔ نہ تصوف سے کچھ ہاتھ آسکتا ہے نہ تصوف کی اصطلاحات سے ؎

بقفکرت خواستم از سرِّ وحدت یابم آگاہی

خطاب آمد کہ از پیرِ مغاں خواہ آنچہ میخواہی

احتیاط کی ضرورت وہ عبارات جو حالاتِ وجدانی کی تعبیر کے لئے مخصوص ہوں اُن ہی کا حصّہ ہیں جو اصحابِ حال و مواجید ہیں۔ نہ اہلِ عقل کو اُن میں کوئی دخل ہے نہ اہلِ تقلید کو۔ عقیدتمند جماعت کے لئے بھی اہلِ کمال اور صاحبِ کیف و کشف کی اصطلاحات کا تبرکاً یا تقلیداً استعمال خطرہ سے خالی نہیں۔ مقلّد صحیح حالات اور کیفیات سے لاعلم ہوتا ہے۔ ان اصطلاحات کی تعبیر میں افراط و تفریط سے بچنا اُسکی قوت سے باہر ہے۔ وہ احوالِ حقیقت جو انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فرمودہ ہیں اگر اصطلاحاتِ مجازی میں بیان کئے جائیں تب بھی وہ مجازی اور غیر واقعی نہیں ہوتے۔ مگر اُن اسرار تک پہونچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں کیونکہ وہ اُن شرائط کی نگہداشت سے قاصر ہے جو اُس کے لئے ضروری ہیں ؎

مجازی نیست احوالِ حقیقت ❊ نہ ہر کس یابد اسرارِ طریقت

ان اصطلاحات کے استعمال میں اس قدر احتیاط برتی جاتی ہے کہ اربابِ شہود اپنے ہم مشرب اور ہم مذاق حضرات ہی کے رُوبرو اپنی کیفیاتِ قلبی اور اپنے ادراکات و محسوسات کا اظہار، ان اصطلاحات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ عوام کے سامنے ان کا استعمال جائز نہیں رکھتے اور اپنی کتابوں کو نااہل کے لئے حرام قرار دے دیتے ہیں۔ اس احتیاط کے برتنے سے صرف وہی لوگ معذور سمجھے گئے ہیں جو مغلوب الحال ہیں اور جن کا تصرّف اُن کی ذات پر سے مطلقاً یا عارضی طور پر اُٹھ گیا ہے۔

تقسیمِ عارفین اصطلاحاتِ صوفیہ کے اِستعمال میں عارفین عام اس سے کہ وہ اصحابِ تمکین ہوں یا تلوین۔ تین روشوں پر منقسم ہیں۔

(۱) بعض غوّاصانِ بحرِ حقیقت اُس قوت اور بصیرت کی مدد سے جو حق تعالیٰ انھیں مرحمت فرماتا ہے احکامِ ظاہری سے گوہرِ اسرارِ الٰہی نکالتے ہیں اور انھیں بے باکی کے ساتھ لوگوں کے سامنے بالکل برہنہ کرکے پیش

Marfat.com

کر دیتے ہیں اور نشانۂ طعن و ملامت بننے کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔

(۲) بعض اپنے مشاہدات و مکاشفات کو رموز و چیستان میں بیان کرتے ہیں تاکہ اصلیت نااہلوں سے پوشیدہ رہے۔

(۳) بعض کا عمل اس پر رہتا ہے ؎

بہ خاطر ہیچ مضموں بہ زلب بستن نمی آید ❊ خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

یہ حضرات اپنی گفتگو میں شریعت کے حدود ظاہری ہی میں مقیّد رہتے ہیں اور مخفی کو مخفی رہنے دیتے ہیں۔ کبھی کچھ بیان فرماتے بھی ہیں تو شریعت ہی کی اصطلاحات میں۔ احتیاط کا پہلو برتنے میں انھیں انتہائی مرتبہ حاصل ہے۔ بعض ان قیود کو اپنے اوپر کسی قدر تشدّد کے ساتھ عائد کر لیتے ہیں جس سے انھیں اپنے کمالات باطنی کا اخفا بھی مقصود ہوتا ہے۔ ؎

برلبش قفل است و در دل رازہا ست ❊ لب خموش و دل پُر از آوازہا ست

تصدیق کی صُورتیں

اس نکتہ کو خوب طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ شریعت کا سر طریقت اور طریقت کا سرِ حقیقت ہے۔ طریقت بلا شریعت وسوسہ اور حقیقت بلا طریقت زندقہ ہے۔ اہلِ تحقیق جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ امرِ واقعی ہی کو بیان کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کے کلام کا مضحکہ اُڑانا لغویت ہے وہ کلام مستحقِ تصدیق ہے۔ تصدیق کی دو صُورتیں ہیں۔ پہلی صُورت جو اعلیٰ اور افضل ہے یہ ہے کہ بطریقِ سلوک مقامِ کشف میں پہنچ کر اُن احوال کا مشاہدہ کیا جائے اور محقّقانہ طور پر اُن کی تصدیق کی جائے اور دُوسری صورت جو ادنیٰ ہے۔ اور ہر شخص کیلئے ممکن ہے یہ ہے کہ حُسنِ ظن کی بناء پر اُن کے کلام کی تصدیق کی جائے۔ اور سمجھا جائے کہ بادی النظر میں جو اختلاف مابین شریعت اور اُن احوال کے نظر آتا ہے وہ اپنی ہی نظر کی کوتاہی اور اپنے ہی فہم کے قصور سے ہے۔

مصطلحاتِ صُوفیہ حقائقِ عیانی ہیں

جو چیزیں کہ حواسِ خمسۂ ظاہری کے ذریعہ محسوس ہوتی ہیں وہ ظاہر ہیں جو ان حواس سے محسوس نہیں ہوتیں وہ معقول ہیں۔ اور جملہ معقولات باطن ہیں۔ حقائقِ الٰہیہ سب کے سب باطن سے متعلق ہیں۔ اصطلاحاتِ صوفیہ اُن کے لئے ایسے ہیں جیسے معانی کے لئے الفاظ۔ معانی باطن ہیں اور الفاظ ظاہر۔ اسی طرح حقائقِ الٰہیہ باطن ہیں اور اصطلاحات ظاہر۔ ظاہری چیزیں سب عیاں ہیں۔ اس بناء پر مصطلحاتِ صُوفیہ حقائقِ عیانی ہیں۔

Marfat.com

اقسام مصطلحات

صوفیائے کرام کی مصطلحات عموماً دو اقسام پر منقسم ہیں۔
(۱) علمی اور (۲) شاعرانہ۔

(۱) علمی اصطلاحات کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

احدیت، وحدت، واحدیت، برزخ، عروج، نزول، وجود، شہود، تجدّدِ امثال کمون وبروز، سکر وصحو، قبض وبسط، وغیرہ۔

(۲) شاعرانہ اصطلاحات کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

قد، قامت، زلف، خط، خال، چشم، ابرو، رُخسار، لب، دہن وغیرہ۔

شاعرانہ اصطلاحات بھی نہایت بلیغ اور معنی خیز ہیں۔ عالم امکان میں ہر چیز عکس ہے ذات وصفات و اسمائے الٰہی کا۔ یہاں ایک بھی چیز ایسی نظر نہ آئے گی جس کی اصل عالمِ بالا میں نہ ہو۔ ذات اور اسماء وصفات کا ظہور ہی صور ممکنات کے ذریعہ ہوا ہے۔ صُورتِ اِنسانی جامع ہے جمیع اسماء وصفات کی اور خلاصہ ہے جُملہ صورِ اکوان کا۔ چشم وابرو اور زُلف وخط وخال صُورتِ انسانی کے کمال کا باعث ہیں اور ان کے بغیر انسانی صُورت ناقص رہتی۔ اس لئے لازمی طور پر اس نیتجہ پر آنا پڑے گا کہ عالمِ امکان میں یہ تمام چیزیں مظہر ہیں واحدِ حقیقی کی ان خاص خاص صفات کی جن سے کمالاتِ الٰہی کا ظہور ہے۔ صاحبِ گلشنِ راز فرماتے ہیں کہ ؎

ہر آں چیزے کہ در عالم عیان است ❊ چو عکسے ز آفتابِ آں جہان است
جہاں چوں خط وخال وچشم وابروست ❊ کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکوست
تجلّی گہ جمال وگہ جلال ست ❊ رُخ وزلف آں معانی را مثال ست
صفاتِ حق تعالیٰ لُطف وقہر است ❊ رُخ وزلفِ بتاں را زاں دو بہرست
ہر آں معنیٰ کہ شد از ذوق پیدا ❊ کجا تفسیرِ لفظی یابد اورا

حضرت خواجہ فریدالدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از برائے غریب خود خود گشت ❊ جلوہ در قدّ و در قدم رفتار
تاب در زُلف و وسمہ بر ابرو ❊ سُرمہ در چشم وغازہ بر رُخسار

Marfat.com

رنگ در آب و آب در یاقوت ❊ بوئے در مشک و مشک در تاتار

ایک اور صاحب فرماتے ہیں ؎

ہمہ رابستہ گیسوئے پریشاں داری ❊ غمزۂ خاص بہر گبر و مسلماں داری

شئے ہست کہ اَلجِنسُ اِلَی الجِنسِ یَمِیل ❊ بہر دل بردن من صورتِ انساں داری

اس قسم کے الفاظ کی تعبیر میں اس امر کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ تصوف میں ان کا استعمال بہ طور استعارہ اور مجاز کے جائز رکھا جاتا ہے۔ اسمار و صفات میں انھیں انسانی پیرایہ میں استعمال کرنا مستلزم کفر ہے۔ معانی میں بے انتہا وسعت ہے۔ مراتبِ معانی میں بے شمار اختلافات ہیں۔ ہر مرتبہ کی رعایت کو ملحوظ رکھو۔ جہاتِ تشبیہ و تنزیہہ کو معین کرو۔ مقصود کو زوائد سے جدا کرو۔ پھر تشبیہہ کی وجہ کو مختص کرکے بقیہ وجوہ سے تنزیہ کردو۔ محسوس اور غیر محسوس کے درمیان تشبیہ من کلِّ الوجوہ محال ہے۔ ہمیشہ ایک یا چند وجوہ سے تشبیہ جائز ہوتی ہے۔ اور بقیہ وجوہ سے ناجائز، مثلاً چشم سے کسی جگہ صفت بصری یعنی بینائی یا بصیرت مراد ہو تو بقیہ وجوہ کو جیسے کہ جسمیت وغیرہ ہے نظر انداز کردینا پڑے گا۔ ان الفاظ کے استعمال اور ان کی تعبیر میں ان امور کی رعایت نہایت ضروری ہے کہ کن اعتبارات سے تشبیہ مقصود ہے اور کن اعتبارات سے تنزیہہ۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

شاعرانہ اصطلاحات کے سلسلہ میں مناسب معلوم ہوا کہ اُس اعتراض کا بھی جواب دے دیا جائے جو شاعرانہ اندازِ بیان کے متعلق بعض موقعوں پر پیش کیا جاتا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں شعراء کی مذمت فرمائی ہے۔ تو صوفیائے کرام نے اظہارِ خیالات کا ذریعہ شاعری کو کیوں بنایا۔

جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن میں شعراء کی مذمت آئی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس مذمت سے صُوفیائے کرام کو مستثنیٰ فرما دیا ہے۔ سورۃ الشعراء کے آخر میں وہ فرماتا ہے:۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

"اور شاعروں کی پیروی کیا کرتے ہیں گمراہ۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ وہ (پریشان خیالی کے) جنگل اور وادیوں میں (کس طرح) سرگرداں رہتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ

Marfat.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔
(الشعراء۔ ع ۱۱)

(بڑے جھوٹے ہوتے ہیں) جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں مگر (ان تمام باتوں سے مستثنیٰ ہیں) وہ لوگ جو ایمان لاتے اور (جنھوں نے) عمل صالح کئے اور اللہ کو بہت یاد کیا۔"

اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے اور بالخصوص وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا سے صوفیائے کرام صاف طور پر شعراء مذموم سے جدا کر دیئے گئے۔ اللہ کو بہت یاد کرنے کی شرط کو ان حضرات نے (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) باحسن وجوہ پورا کیا۔ غفلت کی ایک ساعت کو بھی وہ موت سے بدتر سمجھتے ہیں اور صلوٰۃ دائمون میں رہنا اپنا شعار رکھتے ہیں۔ ان کے ایمان اور عملِ صالح اور کثرتِ ذکرِ الٰہی نے شاعری کو ان کے لئے بجائے مذموم ہونے کے محمود اور بجائے قبیح ہونے کے حسین بنا دیا۔

Marfat.com

ا

اللّٰہ:۔ اسمِ ذات ہے جس میں جُملہ اسمائے الٰہی جمالی ہوں یا جلالی، فعلی ہوں یا صفاتی، شامل ہیں۔ یہ اسم جُملہ اسماء کا جامع ہے۔ تمام اسماء پر مقدم ہے۔ اور تمام اسماء اسی کے مظاہر کی تجلّی ہیں۔ اس اسم میں دو اعتبارات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر اسم میں ظاہر ہے۔ دُوسرا یہ کہ وہ جُملہ اسماء پر شامل ہے۔ چنانچہ اسمِ اللّٰہ کا اشتمال دُوسرے اسماء پر ایسا ہے جیسے حقیقت واحدہ کا اشتمال اپنے انواع کے افراد پر ہوتا ہے۔ و نیز اس کا اشتمال دُوسرے اسماء پر ایسا بھی ہے جیسے کل مجموعی طور پر اپنے اُن اجزا پر مشتمل ہوتا ہے جو بلحاظ ظہور اُس کے عین ہیں۔

اسمِ اللہ: میں چونکہ جامعیت ہے اس کی مظہریت کا شرف صرف حقیقتِ انسانی ہی کو حاصل ہے اور جامعیتِ الٰہی کا پرتو حقیقتِ محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے آئینہ میں رُونما ہوا۔

بعض کا قول ہے کہ یہ اسم جامد ہے اور مشتق اور مشتق منہ کے پیدا ہونے سے پہلے سے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مشتق ہے الٰہ یالہ سے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسم کی اصل آلہ تھی اور معبود کے واسطے وضع کیا گیا تھا۔ اس پر الف لام تعریف کا داخل ہوا تو وہ الالٰہ ہو گیا۔ کثرت استعمال سے بیچ کا الف گر گیا تو اللہ ہو گیا۔

اسم اللہ دراصل لفظ پنج حرفی ہے اَ۔ لِ۔ لّ۔ اَ۔ ہٗ۔ ھائے ھوز سے قبل کا الف تلفّظ میں ثابت ہے اور کتابت میں اس کے گر جانے کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ تلفّظ کتابت پر غالب ہوتا ہے۔

(ا) پہلے الف سے احدیت مراد ہے جس میں کثرت گم ہے۔ چونکہ احدیت تجلّیاتِ ذات سے بالذات پہلے تھی یہ الف بھی اسم سے پہلے آیا جس طرح احدیت اپنی احدیت سے منفرد ہے۔ یہ الف بھی اپنی ذات میں منفرد ہے۔ اور کسی دُوسرے حرف سے متعلّق نہیں ہوا جس طرح احدیت میں کثرت مخفی ہے اس الف میں بھی (ال ف)

Marfat.com

مخفی ہیں۔ یہ مخفی الف بساطتِ ذات کی طرف اشارہ ہے۔ مخفی لام صفات اور افعالِ قدیمہ کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مخفی ف اپنی شکل کے اعتبار سے مفعولات پر دلالت کرتی ہے۔ اور اپنے نقطہ کے اعتبار سے خلق کی ذات کو عین حق کے وجود میں ظاہر کرتی ہے ف کے سر کے گول ہونے سے اس کے غیر متناہی ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ یعنی یہ کہ ممکنات بے انتہا ہیں۔ کیونکہ دائرہ کی ابتدا اور انتہا نہیں ہوتی۔ سر کے خالی ہونے سے اشارہ ہے فیضان کے قبول کرنے کی صلاحیت کی جانب۔ ف کے سر کا نکتہ گویا اُس سر کا دائرہ ہے اور ایک لطیف اشارہ ہے کمالِ الوہیت کی اُس امانت کی جانب جس کا متحمل انسان ہے۔

(۲) پہلے لام سے مراد جلال ہے۔ کیونکہ جلال کو ذات سے زیادہ قریب ہے بمقابلہ جمال کے۔

(۳) دوسرے لام سے مراد جمالِ مطلق ہے۔

(۴) الف جو کتابت میں گرا ہوا ہے لیکن تلفظ میں ثابت ہے۔ کمال کا الف ہے۔ کتابت میں اُس کا گرا ہونا کمالات کے بے انتہا ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کوئی آنکھ اُس کا ادراک نہیں کر سکتی۔

(۵) ہ سے اُس کی ھویت مراد ہے۔ دائرہ، ہ کو حق سے تشبیہ دی جائے تو جوف کو خلق سے تشبیہ دی جائے گی۔ اور دائرہ کو خلق سے تشبیہ دی جائے تو جوف کو حق سے تشبیہ دی جائے گی۔ گویا ہ کے گول ہونے سے وجودِ حقی و خلقی کی چکی کا انسان پر گھومنا ایک لطیف مگر کھلا ہوا اشارہ ہے۔

اِنسانِ کامل:۔ وجود کے تمام مراتب میں انسان اکمل ہے۔ اور جملہ افراد انسانی میں مُحمّد رسُولُ اللہ صلّی اللہُ علیہِ وآلہٖ وسلّم سب سے اکمل اور ارفع ہیں اور مظہرِ اتم ہیں حق تعالیٰ کے۔ بس آپ ہی اِنسان کامل ہیں اور آپ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ دوسروں کو یہ مرتبہ آپ ہی کی برکت اور آپ ہی کی پیروی و متابعت اور آپ ہی کی محبت سے ظلی طور پر حاصل ہوتا ہے۔

حقیقتِ انسانی

اِنسان عالم کا خلاصہ ہے۔ بلحاظ ارتباط معنوی موجودات کو انسان سے وہ نسبت ہے جو جسم کو رُوح سے ہے۔

اپنے آپ کو کسی آئینہ میں دیکھنا اُس سے مختلف ہے کہ اپنے پر براہِ راست نظر ڈالی جائے جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے اسماءِ حُسنیٰ کے اعتبار سے اپنا معائنہ ایک ایسے آئینے میں کرے جو جملہ شیون الٰہی کے پرتو کو قبول کرنے کی

Marfat.com

صلاحیت رکھتا ہو تو اس نے عالم ایجاد کیا اور اُس عالم میں اپنا خلیفہ حضرت آدم علیہ السّلام کو بنایا۔ سُنّتِ الٰہی اسی طور پر جاری ہے کہ پہلے جسم کو درست اور آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب جسم میں رُوح کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تو اس میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ (الحجر ع ۳ و ص ع ۵)	پس جب تسویہ کر لوں میں اس کا (یعنی جسم آدم علیہ السلام کا) اور پھونک دوں بیچ اس کے اپنی رُوح۔

پہلے تسویہ بدن ہوتا ہے پھر نفخِ روح۔ اور تسویہ سے مراد ہے روح کے قبول کرنے کی صلاحیت کا پیدا ہونا۔ چنانچہ جب عالم میں جو بمنزلہ بدن کے ہے رُوح قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تو آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا گیا جو رُوحِ عالم ہیں اور جب آدم علیہ السّلام میں رُوح قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح پھونکی۔ رُوح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات اور صفات کا پرتو آدم پر ڈالا۔ چونکہ آدم کا تسویہ پُورا ہو چکا تھا انھوں نے اس پرتو کو قبول کر لیا اور امانتِ الٰہی کے متحمّل ہو گئے۔ کائنات کی کسی اور چیز میں یہ استعداد نہ پائی گئی کہ اس جامعیت کی متحمّل ہو سکے۔ چنانچہ جُملہ اسماء و صفاتِ الٰہی خلقتِ انسانی میں ظاہر ہوئے اور وجودِ انسانی نے جمیع مراتبِ علوی و سفلی کو گھیر لیا ؎

ما جامِ جہاں نمائے ذاتیم ٭ ما مظہرِ جملہ صفاتیم
ما نسخہ نامۂ الٰہیم ٭ ما گنجِ طلسمِ کائناتیم
ہم صورتِ واجب الوجودیم ٭ ہم معنیِ جانِ ممکناتیم
برتر ز مکان و در مکانیم ٭ بیروں ز جہات و در جہاتیم
ہر چند کہ مجملِ دو کونیم ٭ تفصیل جمیع مجملاتیم (مغربیؒ)

جس قدر صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اُسی قدر صفات انسان میں ہیں بہ استثنائے وجوب ذاتی۔ اللہ تعالیٰ حیّ اور سمیع و بصیر ہے۔ انسان حیّ اور سمیع و بصیر ہے۔ فرق یہ ہے کہ انسان اپنی حیات اور اپنے سمع و بصر میں اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں۔ اخبارِ الٰہی ترجمانِ حق کی زبانوں پر اُن ہی صفات کے پیرایہ میں ظاہر ہوتے ہیں جو انسان اپنے نفس میں پاتا ہے لیکن دراصل اس کی حیات ہماری حیات سے مختلف

Marfat.com

اور اس کا سمع و بصر ہمارے سمع و بصر سے مختلف ہے۔ اس اختلاف کا باعث اُس کا وجوب اور ہمارا حدوث ہے۔ اُس نے اپنے نفس کو ظاہر و باطن کی صفات سے موصوف فرمایا ہے۔ عالم کو بھی غیب و شہادت میں تقسیم کیا۔ اپنے کو رضا و غضب سے موصوف ظاہر فرمایا۔ عالم کو بھی خوف و رجا کے درمیان رکھا اپنے کو جمال و جلال سے موصوف فرمایا۔ انسان کو بھی ہیبت اور اُنس پر وضع کیا۔ یہی حال جُملہ صفات کا ہے۔ ان ہی صفات متقابلہ کو دو ہاتھوں سے تعبیر کیا گیا۔

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ. (صٓ ع ۵)	کس چیز نے منع کیا تجھ کو اُس سے کہ سجدہ کرے تُو اُس کو جس کو کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔

علاوہ اس کے کہ اسمائے متقابلہ آدم علیہ السّلام میں مجتمع ہُوئے۔ دو ہاتھوں سے اشارہ اُس جامعیت کی جانب بھی ہے جو اُن میں صورتِ حق اور صورتِ خلق کے جمع ہونے سے پیدا ہوئی۔ آدم علیہ السّلام باعتبار اپنے ظاہر کے خلق کی صورت اور باعتبار اپنے باطن کے حق کی صورت ہیں۔ اسی جامعیت نے انھیں مستحق خلافت بنایا۔ موجوداتِ عالم کے ذرّہ ذرّہ میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے۔ اگر یہ ظہور نہ ہوتا تو موجوداتِ صوری کا وجود ہی نہ ہوتا۔ لیکن حق تعالیٰ کا اِن ذرّوں میں ظہور ہر ذرّہ کی استعداد کے مطابق ہے۔ ظہورِ اتم سوائے انسان کے کسی اور چیز میں نہیں۔ جُملہ صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ مجموعی طور پر سوائے انسان کے اور کوئی فائز نہیں۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقر ع ۴)	اور تعلیم کئے آدم کو اسما سب کے سب۔

سے اسی جانب اشارہ ہے کہ جُملہ اسماء و صفات کا آدم علیہ السلام پر پرتو ڈالا اور انھوں نے اُس پرتو کو قبول کر لیا۔ اسی صلاحیت کی بدولت انھیں فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور وہ مسجودِ ملائک بنے جس طرح اسم اللہ جملہ اسماء الٰہی کا جامع ہے۔ اسی طرح اِنسان جملہ صفاتِ الٰہی کا جامع ہے۔ پس حقیقتِ اِنسانی مظہر ہے اسم اللہ کی۔ جب کائنات میں اُن اسماء کا ظہور ہے جن کا جامع اسم اللہ ہے تو حقائقِ عالم علمی اور عینی اعتبارات سے حقیقتِ انسانی ہی کے مظاہر ہیں۔ گویا عالم میں انسان ہی کی حقیقت ظاہر ہے ؎

بادہ از ما مست شد نے ما ازو ٭ قالب از ما هست شد نے ما ازو

Marfat.com

اسی بنا پر عالم کو انسانِ کبیر اور انسان کو عالمِ صغیر کہتے ہیں۔ حقیقتِ انسانی کا تفصیلی ظہور عالم میں ہے۔ اور عالم کا اجمالی ظہور انسان میں ہے۔ یا انسان کی تفصیلی صورت عالم ہے۔ اور عالم کی اجمالی صورت انسان ہے۔ جو کچھ عالم میں ہے سب اجمالی طور پر انسان میں ہے اور جو کچھ انسان میں ہے سب تفصیلی طور پر عالم میں ہے ؎

مرا بہ ہیچ کتابے مکن حوالہ دگر ٭ کہ من حقیقتِ خود را کتاب می بینم (مغربیؒ)

حقیقتِ محمدی

حقیقتِ انسانی کی اصل حقیقتِ محمدی ہے۔ حق تعالیٰ نے سب سے پہلا تنزل حقیقتِ محمدی میں فرمایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔ ونیز فرمایا کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاۤءِ وَالطِّیْنِ۔ یعنی میں نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ آپؐ کل موجودات سے اسبق اور کل مخلوقات سے اکمل ہیں۔ بلحاظ تخلیق کے آپؐ اوّل اور بلحاظ ظہور کے آپؐ آخر ہیں۔ بلحاظ حقیقت آپ خلقِ اوّل۔ تعینِ اوّل۔ برزخِ کبریٰ۔ اور رابطہ بین الظہور والبطون ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں جو سب سے پہلے چمکا اور جس سے تمام کائنات کی تخلیق ہوئی۔ آپؐ اصل ہیں جملہ کائنات کی۔ آپؐ خلاصۃ الموجودات ہیں۔ آپؐ جانِ عالم ہیں۔ آپؐ اجمال ہیں اُن اسماء وصفات کا جن کا ظہور تفصیلی کائنات میں ہے۔ آپؐ ہی عقلِ اوّل ہیں۔ آپؐ ہی نورِ نبوت ہیں۔ آپؐ ہی حقیقت ہیں آدم علیہ السلام کی۔ آپؐ ہی اصل ہیں جملہ انبیاء علیہم السلام کی۔ جس طرح آدم علیہ السلام پر تخلیقِ کائنات ختم ہوئی آپؐ پر تکمیلِ انسانی ختم ہوئی۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں جو اسماء وصفات کے ظہور سے پہلے درخشاں ہوا۔ زمان اور مکان کے پیدا ہونے سے پہلے چمکا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس نور کو عقلِ اوّل کے اندر اس طرح جگہ دی جیسے انجنیئر کے دل میں مکان کا نقشہ قبل تعمیرِ مکان جگہ پکڑتا ہے۔ عقلِ اوّل روحانیات کی عمارتوں کے لئے بمنزلہ انجنیئر کے ہے۔ مکان کی تعمیر کے لئے اینٹ پتھر چونہ لکڑی وغیرہ سامان جو فراہم کیا جاتا ہے وہ سب اُسی نقشہ کے تابع ہوتا ہے جو انجنیئر کے دل میں محفوظ ہے۔ اُسی نقشہ پر مکان کی بُنیاد پڑتی ہے۔ اور اُسی نقشہ سے مکان کی تکمیل ہوتی ہے۔ غرضیکہ مکان کی ابتدا اور انتہا اور جملہ درمیانی مراتب اُسی نقشہ کے تابع ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے عالمِ روحانی کا ابداع کیا اور عالمِ جسمانی کی تخلیق فرمائی تو نورِ نبوت کو عقلِ اوّل کی ذات سے اس طرح نکالا جس طرح مکان کا نقشہ انجنیئر کے ضمیر سے نکلتا ہے۔ چنانچہ اسی نور سے چاند سورج روشن ہوئے۔ اور اسی نور سے عرش وکرسی اور لوح وقلم کو قیام ملا۔ اور اسی نور سے آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ رونق

Marfat.com

دی گئی اور اسی نُور سے زمینیں بچھائی گئیں اور انھیں آباد کیا گیا۔ یہی نُورِ ربّانی آدم کے قلب میں امانت بن کر آیا اور منتقل ہوتے ہوتے پہلوئے آمنہ سے ہویدا ہوا اور صُورتِ محمّدی اُس نے اختیار کی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اِس نُور سے عالمِ روحانی کا ابداع فرمایا اسی طرح اِس نُور سے عالمِ جسمانی کو مجسّم فرمایا۔

گویا یہ نُور ابتدا میں انجنیر کے دل کے اندر کا نقشہ تھا جو آخر میں مثل اُس آخری اینٹ کے ظاہر ہوا جس پر مکان کی تعمیر ختم ہوئی۔ جب یہ نُور ہیکلِ جسمانی میں ظاہر ہُوا اور مکان کی آخری اینٹ کی طرح دُوسری اینٹ میں مل جُل کر اللہ تعالیٰ کے قول

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف ع ۱۲)

کہدو کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں۔

کے مُطابق دوسری اینٹوں کی صُورت میں نمایاں ہوا تو گویا ایک آفتاب تھا جس پر ابر آگیا اور بوجہ اُس ابر کے دیکھنے والوں کے لئے اُس کا دیکھنا آسان ہوگیا۔ جُملہ اسماء و صفات ایک جامع اسم یعنی اسم اللہ میں مجتمع ہوکر صُورت بشری میں ظاہر ہوتے ہیں اور جو دیکھنے والے ہیں انھیں موقعہ ملتا ہے کہ اسم اللہ کی صورت ظاہری کو وہ دیکھیں اور مراد کو پہونچیں۔ مگر اس دیکھنے کا حق وہی ادا کرتے ہیں جن کی نظر دو نوں جہتوں پر ہو۔ آپ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت حقیقت سے متعلق ہے اور دُوسری جہت بشریت سے۔ جس نے ایک جہت پر نظر کی اور دُوسری جہت کو نہ پہچانا اُس نے آپ کو نہ دیکھا اور وہ حق تعالیٰ کی اس تنبیہ میں آگیا کہ

وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ (الاعراف ع ۲۴)

اور تم دیکھتے ہو ان کو کہ تمہاری جانب نظر کرتے ہیں مگر کچھ نہیں دیکھتے۔

خود اللہ تعالیٰ آپ کی جہتِ اولیٰ کو مدِّ نظر رکھ کر فرماتا ہے کہ

لَعَمْرُكَ (الحجر ع ۵)

قسم ہے تیری زندگی کی۔

اور فرماتا ہے کہ

وَاِنَّكَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الشوریٰ ع ۵)

اور بے شک آپ سیدھی راہ کی جانب ہدایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ (الاحزاب ع ۵)	محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

ونیز آپ خود اپنی شان میں فرماتے ہیں:۔

اِنِّیْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّیْ يُطْعِمُنِیْ وَيَسْقِيْنِیْ (البخاری)	میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں بلکہ اپنے رب کے پاس رہتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:۔

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِیْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔	مجھ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں ملک مقرب اور نبی مرسل نہیں سماتے۔

اور آپ کی جہتِ ثانی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ (الکهف ع ۱۲)	کہدو کہ میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں۔

اور فرماتا ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (الزمر ع ۳)	بے شک تم بھی مرنے والے ہو اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:۔

لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ (القصص ع ۳)	تم ہدایت نہیں کر سکتے جسے چاہو۔

آپ کا دل تنگ ہونا اور شکستہ خاطر ہونا صفاتِ بشری سے تھا نہ کہ آپ کی جہتِ اصلی سے۔ آپ کا یہ قول کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ (تم اپنی دُنیا کے امور کو زیادہ جانتے ہو) بھی بشریت کی جہت سے تھا۔ عجز و مسکینی اور نقائص امکانی کے کل لوازمات آپ میں بشریت کی جہت سے تھے جو آپ کو عالم سفلی میں نزول فرمانے اور عناصر کی قید میں متقید ہونے سے حاصل ہوتے تھے۔ تاکہ آپ اپنے ظاہر سے عالمِ ظاہر کے خواص پر محیط ہوں اور اپنے باطن سے عالم باطن کے خصائص پر حاوی ہوں آپ مجمع البحرین ہیں اور آپ کی ذات مظہر العالمین ہے۔ آپ کا اس عالم میں نزول فرمانا

Marfat.com

بھی آپ کا کمال ہے اور اپنے اصلی مقام پر لیلت المعراج میں عروج فرمانا بھی آپ کا کمال ہے ؎

شاہدِ ما بجز از خال وخط وغبغبِ خویش ✤ خال وخطِ دگر وغبغبِ دیگر دارد !

ظہورِ حقیقتِ محمدیہ باوقاتِ مختلفہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے خلیفہ کا ہونا قرار دے دیا تو ہر زمانے میں خلیفہ کا ہونا لازم ٹھہرا خلیفہ کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے ایک گونہ مناسبت رکھے تاکہ لوگ اُس کے ذریعہ سے کمال حاصل کر سکیں اور وہ خلافت کے منصب کو انجام دے سکے۔ رفتارِ زمانہ سے لوگوں کے حالات میں تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔ مختلف زمانہ کے لوگ یکساں صلاحیت نہیں رکھتے اور ان کے حالات یکساں قسم کے نہیں ہوتے۔ ان جملہ وجوہات کی بناء پر حقیقتِ محمدی کا ظہور اِن کمالات کے ساتھ پہلے ممکن نہ تھا اس لئے وہ حقیقت وقتاً فوقتاً مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی۔ ہر ہر صورت خاص خاص شان اور خاص خاص مرتبہ سے مخصوص ہوئی۔ وہ تمام صورتیں اپنے اپنے زمانہ اور اپنے وقت کے حالات سے بہت مناسب تھیں۔ اور اپنے اپنے زمانے کی مناسبت سے جو کمالات کہ اقتضائے زمانہ کے مناسب تھے اُن سے وہ صورتیں سب کی سب مزین تھیں۔ وہ صورتیں انبیاء علیہم السلام ہیں اور اُن کی اصل حقیقتِ محمدی ہے۔ ؎

لباسِ بو البشر پوشیدہ مسجودِ ملک گشتم ✤ بتصویرِ محمد حامد و محمود بودستم
گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہہ یونس ✤ گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم
گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحٰق گہ یحییٰ ✤ گہے عیسیٰ گہے موسیٰ گہے داؤد بودستم
برائے میکشاں امروز نقدِ وقتِ شان گشتم ✤ زبہرِ دیگراں روزِ جزا موعود بودستم
بدریائے حقیقت بہرِ غواصانِ دریادل ✤ بہر عہدے وعصرے گوہرِ مقصود بودستم (نیاز)

اُن تعینات وتشخصات کا اعتبار کروگے تو تم اُن میں غیریت کا حکم لگاؤ گے اور اُن صورتوں کو حقیقتِ محمدی کا غیر قرار دو گے لیکن جب تم اُن کی حقیقت کو متحد جانو گے اور حکم وحدت کے غلبہ سے اُن سب کے مرجع کو ایک ہی اصل کی جانب رجوع کرو گے تو اُن سب کو حقیقت متحد سمجھو گے اور دلی تصدیق سے کہنے لگو گے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرۃ ع ۴۰) | ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے

Marfat.com

دراصل وہ قطب جس پر احکامِ عالم کا دار و مدار ہے اور جو ازل سے ابد تک دائرۂ وجود کا مرکز ہے حقیقتہً ایک ہی ہے اور وہ حقیقتِ محمّدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ صرف باعتبارِ حکمِ کثرت جو اعتباری ہے وہ متعدد ہے۔

نبی کے ورثار

انقطاعِ نبوّت کے بعد قطبیتِ مطلقہ اولیار اللہ میں منتقل ہو کر آگئی یہ حالت خاتم الاولیار کے ظہور تک رہے گی۔ پھر اُس کے بعد یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اور دائرہ پورا ہو جائے گا۔ پھر حشر و نشر و جنّت و نار کا دور شروع ہوگا۔

وہ یہی اولیار اللہ ہیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت اور محبّت سے ظلّی طور پر انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہو کر خلافتِ الٰہی اور نیابتِ رسُول کے منصب پر ممتاز ہوتے ہیں اور امام آخر الزمان کے ظہور تک ہر زمانہ میں رہیں گے۔ یہ لوگ اس زمین پر اللہ کے قائم مقام اور رسُول اللہ صلعم کے وارث ہوتے ہیں۔ زمین پر تصرّف کی قوتیں وہ اللہ تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں اور اسمار و صفات کے متولی ہوتے ہیں۔ اس کے لئے وہ معرفتِ الٰہی کے محتاج ہوتے ہیں، اس لئے کمالِ انسانی کا اظہار اس پر ہے کہ انسان اللہ اور اس کے فضل و کمال کو بقدرِ قوّتِ بشری معلوم کرے۔ گویا کمالِ خلافت یا کمالِ انسانی کا دار و مدار کمالِ معرفت پر ہے۔ سالک مسافتِ بُعد کو طے کرتا ہے۔ کثرتِ تعیّنات کی منازل کو عبور کرتا ہے۔ صفاتِ بشری سے دُور ہو کر اصل حقیقت سے واصل ہوتا ہے۔ تجلّیٔ ذات سے متحقّق ہو کر مظہرِ جمیع اسماء و صفاتِ الٰہی بنتا ہے۔ اور تاجِ خلافت پہن کر اطلاق سے تقیید کی جانب واپس آتا ہے اور دُوسروں کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ گویا خواجۂ دوجہاں بنکر کارِ غلامی انجام دیتا ہے۔ متابعت اور عبودیت کے مقام میں تمکین اختیار کرتا ہے۔ جادۂ انقیاد سے تجاوز نہیں کرتا۔ جملہ مراتب و شیونات کے حقوق ادا کرتا ہے اور ان کی محافظت کرتا ہے طریقت اس کی روش ہوتی ہے شریعت اس کا شعار۔ اور حقیقت اس کا مقامِ اصلی۔ ایسا شخص اس زمین پر اخلاقِ الٰہی کی چلتی پھرتی تصویر اور اس دُنیا کے رہنے بسنے والوں کے لئے رحمت اور برکت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (الانعام۔ ع ۱۵)	یعنی اور ہم نے اُسے ایک نُور دیا ہے جسے لے کر وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

بندے کے لباس میں خُدائی ❊ نازل ہے زمین پر کبریائی

ابداع :- بغیر مادّہ و مثال کے اور بلا کسی ذریعہ یا وسیلہ کے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلِ اوّل کو

Marfat.com

بلا کسی واسطے کے خلق فرمایا۔ افعالِ الٰہی کے جملہ مراتب میں پہلا مرتبہ ابداع ہے جس میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ انسان میں یہ قدرت نہیں۔ افعالِ انسانی مادّہ اور مدّت اور آلہ اور غرض اور مقصد اور حرکت اور قوّت کے محتاج ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے مستغنی ہے۔

ابر :۔ وہ حجابات جو مشاہدات میں مانع آئیں۔ یا وصول الی اللہ میں سدِّ راہ ہوں۔

ابرو :۔ صفات حق تعالیٰ جبکہ اشارہ یہ ہو کہ اُن صفات کا ذات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

ذات کے رُخِ زیبا پر اسماء وصفات کی نقاب ہے نقاب پردہ پوشی بھی کرتی ہے اور نشاندہی بھی۔ تا وقتیکہ نقاب سے سابقہ نہ پڑے رُخِ زیبا تک رسائی نہیں ہوتی۔ جب نقاب کی صفتِ پردہ پوشی کی جانب اشارہ مقصود ہو تو ابرو سے کنایہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ابرو بھی چشم پر پردہ ڈالے ہوتے ہے۔

ابرو کی حرکت سے کبھی کوئی اشارہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس بنا پر ابرو سے کبھی الہام غیبی مراد ہوتا ہے جو سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے۔

قَابَ قَوْسَیْنِ کی جانب بھی کبھی اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ابرو دو کمانوں سے مشابہ ہیں اور آنکھ سے انھیں قرب ہے۔ جس طرح کہ قاب قوسین کو ذات سے بہت قرب ہے۔

آبِ رواں :۔ رُوح میں طیران پیدا ہونے سے دل میں جو فرحت حاصل ہوتی ہے۔

ابن الوقت :۔ وہ مبتدی صوفی جو تابعِ حال ہو یا حال کا آنا اور جانا اُس کے اختیار میں نہ ہو۔ اسے مغلوب الحال اور صاحبِ تلوین بھی کہتے ہیں۔

ابوالوقت :۔ وہ منتہی صوفی جو تابعِ حال نہ ہو اور حال کا آنا قائم رہنا اور چلا جانا اُس کے اختیار میں ہو۔ اسے ابوالحال اور صاحبِ تمکین بھی کہتے ہیں۔

اِتّصال :۔ جملہ اعتبارات کا ذاتِ احدیت میں گم ہو جانا۔ مشاہدۂ معیّتِ حق۔ بندہ کا حق تعالیٰ کو اپنے سے متّصل پانا۔ نفسِ رحمانی کا علی الدّوام بلا انقطاع اپنے سے اتّصال پانا۔

اتّصالِ بے تکیف بے قیاس ❊ ہست ربُّ النّاس را باجانِ ناس (مولانا رومؒ)

اثبات :۔ حق کا ظہور اور خلق کا مخفی ہونا۔

Marfat.com

اثر :۔ اسمار وصفات کے جمال وکمال کے مظاہر مثلاً معلومات اسمِ علیم کے اور مرحومات رحمت کے آثار ہیں۔

احسان :۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (متفق علیہ) یعنی احسان یہ ہے کہ عبادت کرے تو اللہ کی اس طرح کہ گویا تو اسے دیکھتا ہے پس اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو تو وہ یقیناً تجھ کو دیکھتا ہے۔

احسان وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسمار وصفات کے آثار کو دیکھتا ہے اور اپنی عبادت میں یہ تصوّر کرتا ہے کہ میں خدا کے سامنے ہوں۔ اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھتا ہے۔ یہ مراقبہ کا پہلا زینہ ہے۔ محسن کا ہر کام خاص اللہ ہی کے واسطے ہوتا ہے۔ وہ اللہ ہی کے جلال سے ڈرتا ہے اور اللہ ہی کے جمال کی طرف رغبت کرتا ہے۔ گویا تصوّف کو شریعت کی اصطلاح میں احسان کہتے ہیں۔ احسان کو عملی صورت میں لانے کا نام دراصل تصوّف ہے۔

اخلاص :۔ صرف خدا کے لئے کسی فعل کو انجام دینا۔ نہ کہ معاوضہ کی نیت سے۔

اخیار :۔ صوم وصلوٰۃ اور تلاوت وحج وجہاد وغیرہ میں بکثرت مشغول رہنے والے۔

ادب :۔ شریعت کی رعایت، شعائر اللہ کی حرمت، آقا کی حق شناسی، خدمت شیخ، رویت حق میں فنا ہو جانا بھی ادب ہے۔

ادراک :۔ بصیرت، احساسِ باطنی۔

حواسِ خمسۂ ظاہری سے کسی چیز کے معلوم کرنے کو احساس کہتے ہیں۔ اور جو چیزیں کہ حواسِ ظاہری سے معلوم کی جا سکتی ہیں انھیں محسوسات کہتے ہیں۔ ان حواسِ ظاہری کے مقابل باطن میں حواسِ باطنی ہیں جو باطنی طور پر کیفیات اور معانی کا ادراک کرتے ہیں۔ ان باطنی قوتوں ہی کی تہذیب پر کشفِ حقائق کا انحصار ہے۔

قوّتِ لامسہ کے مقابل باطن میں ذوق وشوق ہے۔

قوّتِ باصرہ کے مقابل باطن میں ادراک ہے۔

قوّتِ سامعہ کے مقابل باطن میں القار والہام ہے اور اخذ کرنے کی صلاحیت ہے۔

Marfat.com

قوتِ ذائقہ کے مقابل باطن میں محویت ہے۔

ذائقہ کے مختلف اقسام ظاہری اور باطنی ہیں۔ مثلاً

مٹھاس اس کے مقابل باطن میں ہے۔ ذوق وشوق

کھٹاس اس کے مقابل باطن میں ہے۔ مسرّت اور خوشی۔

تلخی اس کے مقابل باطن میں ہے۔ غیر مفید اشیاء سے پرہیز اور صحبتِ ناجنس سے اجتناب میں شدّت۔

نمک اس کے مقابل باطن میں ہے دلائل اور براہین اور کشف۔

سوندھاپن جیسے گیہوں کی روٹی میں ہوتا ہے کہ وہ کھٹی ہوتی ہے نہ میٹھی۔ اس کے مقابل باطن میں ہے محویت۔ جسے حضور بھی کہتے ہیں۔ اور نایافت بھی کہتے ہیں۔

جس طرح بچوں کو ابتداء میں عموماً میٹھی چیزسے رغبت ہوتی ہے اسی طرح مبتدیوں کو ابتدا میں ذوق وشوق کا فیضان کیا جاتا ہے تاکہ ان کا جی لگے اور وہ ترقی کریں۔

جب بچے عمر میں کسی قدر ترقی کرتے ہیں تو انھیں طبعی طور پر کھٹی چیزسے رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ترشی کی اس رغبت کے قائم مقام باطن میں وہ مسرّت اور خوشی ہے جو مبتدی کو ذرا آگے چل کر حاصل ہوتی ہے۔

اس مسرّت اور خوشی کا لطف تلخی کے باطنی قائم مقام یعنی غیر مفید اشیاء اور صحبت ناجنس سے گریز و نفرت کو جو کہ پہلے سے طالب میں موجود ہوتی ہے مشتعل کر دیتا ہے۔

جب عمر میں ذرا اور ترقی ہوتی ہے تو نمک سے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ گو ترشی اور شیرینی سے بھی رغبت رہتی ہے مگر سیری نمکین غذا ہی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح جب سالک ترقی کرتا ہے تو اس پر دلائل و براہین کی بارش ہوتی ہے اور کشفِ حقائق کی امواج میں وہ تیرتا پھرتا ہے۔

بڑی عمر میں جاکر ترشی اور شیرینی کی رغبت میں بہت کمی واقع ہو جاتی ہے اور اس وقت جو سیری گیہوں کی روٹی کے سوندھے پن سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح منتہی کا مقام محویت ہے جہاں پہونچ کر کشف وکرامات وغیرہ سب بند ہو جاتے ہیں۔ اور لذتِ حضوری سے سیری ہی نہیں ہوتی۔

ادراکِ بسیط :- حق تعالیٰ کے وجود کا ادراک، لیکن اس ادراک سے غفلت اور ذہول سبحانہ تعالیٰ کے

Marfat.com

وجود سے باوجود ادراک کے غافل ہوجانا۔ یہ ادراک ہر شخص کو حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص اور ہر چیز کے درمیان حائل ہے۔ لیکن شدتِ ظہور نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ ؎

ہر کس نہ شناسندۂ راز ست وگرنہ ٭ اینہا ہمہ راز ست کہ معلومِ عوام ست

ارادہ:۔ تجلّی ذات برائے ایجادِ معدوم۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ[1]۔ اور یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ[2]۔ اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور وہ حکم دیتا ہے جس بات کا کہ ارادہ کرتا ہے۔ کائنات کا ظہور اُسی کے حکم کے تابع ہے۔ اُس کا حکم اس کے ارادہ کے تابع ہے۔ اُس کا ارادہ حُبِّ ظہور کے تابع ہے۔

یہ حُب ارادہ بالقوۃ ہے۔ اور ارادہ حُب بالفعل۔ گویا اُس کی حرکتِ ارادی سب سے پہلی عنایت ہے جو کائنات کے ظہور کا باعث ہوئی۔

ارتفاعِ نسبتِ زمان و مکان:۔ انتہائے جبروت میں سالک کی سمع و بصر اور اس کی جملہ صفات تقیدات سے تجاوز کر کے رنگِ اطلاق کی جانب مائل ہوجاتی ہیں اور سالک کی نظر سے نسبتِ زمان و مکان اُٹھ جاتی ہے۔ پھر وہ اشیاء قریبہ و بعیدہ کو یکساں طور پر دیکھتا ہے۔ اور ان کی آوازیں یکساں طور پر سنتا ہے۔

ارتقاء:۔ تصوف میں اس لفظ سے مراد ہوا کرتی ہے ارتقائے نفس ناطقہ انسانی بمراتب عالیہ۔ دنیا میں قاعدہ یہ ہے کہ طفلِ شیر خوار شیرِ مادر سے پرورش پاتا ہے اور اپنی ماں کے پاس گہوارہ میں محبوس رہتا ہے۔ جب بڑا ہوتا ہے تو ماں سے جُدا ہوکر باپ کی تربیت میں آتا ہے، اور سفر اختیار کر کے تحصیل علوم میں منہمک ہوتا ہے، اور مراتب عالیہ پر فائز ہوتا ہے۔

اسی طرح رُوحانی طفل شیر خوار جسے نفسِ ناسوتی سے خلاصی نہیں پائی شیرِ مالوفاتِ طبع پیتا ہے اور مادرِ اسفل السافلین یعنی عناصر کی گود میں اور بدن کے گہوارہ میں محبوس رہتا ہے۔ جب بالغ ہوتا ہے یعنی آثارِ رشد اُس میں نمودار ہوتے ہیں اور نیک و بد کی تمیز اس میں پیدا ہوجاتی ہے تو وہ سفرِ معنوی اختیار کرتا ہے۔ اور کسبِ امورِ صوری و معنوی میں مشغول ہوتا ہے۔ تحصیلِ علمِ حقائق کے بعد مادرِ طبیعت سے اسے بُعد ہوجاتا ہے اور پدرِ علوی سے اُسے قرب حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ مراتبِ عالیہ پر فائز ہوتا ہے۔

---

[1] الحج ع ۲۔ [2] المائدہ ع ۱۔

Marfat.com

عناصرِ اربعہ مرتبہ سفلی رکھتے ہیں اور مثل ماں کے ہیں۔ افلاک علوی ہیں اور باپ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان دونوں کے ازدواج سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ اس ارتقاء میں نسبِ مجازی کوئی چیز نہیں ؎

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی ٭ کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

وہ نسبت جو شہوت سے حاصل ہو۔ بجز کبر و نخوت کے کچھ اور پیدا نہیں کرسکتی۔ شہوت کو درمیان سے نکال دو تو جملہ انساب فسانہ ہوجاتے ہیں۔ ان افسانوں میں مقید رہنا کمالِ انسانی پر پہونچنے سے مانع آتا ہے۔ کیونکہ کمالِ انسانی عالمِ تجرّد اور مقامِ اطلاق سے متعلق ہے۔ انسان کا مقصدِ اصلی معرفتِ الٰہی ہے جس کا حصول حجابِ خودی دُور ہوئے بغیر ممکن نہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ (المؤمنون ۔ع ۶)	جس دن صور پھُونکا جائے گا اُس دن نہ اُن میں آپس میں کوئی نسب قائم رہے گا۔ اور نہ اُن سے اس بارے میں کوئی پرسش ہوگی۔

ارتقائے تحلیلی :۔ کائنات میں ہر چیز ایک دُوسرے میں تحلیل ہوتے ہوتے بالآخر انسان میں تحلیل ہوکر قابلیتِ معرفت پیدا کرتی ہے۔ جو ایجادِ عالم کی غایت ہے۔ حدّتِ آفتاب سے بخارات سمندر سے بلند ہوتے ہیں۔ طبقۂ زمہریر میں پہونچ کر ابر بنتے ہیں۔ متقاطر ہوتے ہیں تو باران بنتے ہیں۔ زمین پر آکر نمی بنتے ہیں۔ خاک سے مل کر گِل بن جاتے ہیں۔ زمین سے صورتِ ترکیبی پاکر نبات کا نام اختیار کرکے برآمد ہوتے ہیں۔ جانور کی غذا بن کر حیوان ہوجاتے ہیں۔ انسان کی غذا بن کر نطفہ بنتے ہیں۔ پھر علقہ پھر مضغہ۔ حتّٰی کہ رحمِ مادر میں صورتِ انسانی اختیار کرتے ہیں۔ پھر متولّد ہوتے ہیں اور انسانِ کامل الحقیقت ہوجاتے ہیں۔ جب مدتِ عمرِ صوری ختم ہوتی ہے۔ تو مبداءِ اصلی کی طرف رجوع ہوکر پاکی پاکی میں مل جاتی ہے۔ اور خاک خاک میں۔ جس طرح سے کہ ایک قطرہ سے یہ کچھ ہوگیا اسی طرح جملہ عالم دریائے وحدتِ حقیقی کے ایک قطرہ سے ظہور میں آیا۔ باوجود ایک قطرہ سے ظہور میں آنے کے اجزائے موجودات کا ہر جزو قطرہ ہے بحرِ توحید میں اور ہر قطرہ سمندر ہے معرفت کردگار کا۔

ارکان :۔ عناصرِ اربعہ۔ یعنی آب و آتش و خاک و باد۔

آزاد :۔ وہ انسان جو کسی مخلوق کا غلام نہ ہو۔ نہ اُس پر کسی مخلوق کا غلبہ قبضہ یا اقتدار ہو۔ اپنی ذات میں کامل

Marfat.com

اور فرد ہو۔ نہ لذاتِ دُنیا اُسے اپنا قیدی بنائیں۔ نہ خواہشاتِ نفس اُسے اپنا غلام بنائیں۔ نہ کسی آرزو کے آئندہ بر آنے کی تمنّا اسے اپنی جانب کھینچے۔ تکلیف و راحت سے اس میں کوئی ایسا تغیر پیدا نہ ہو جو اُس کو اُس کی جگہ سے گرادے، سونا اور مٹی اس کے نزدیک یکساں ہو۔ باوجود علم وفضل وکمال کے اور باوجود اُن تمام وسائل واسباب کے جن سے دنیوی جاہ وحشمت کا حصول ممکن ہو قیودِ بشری اور تعریفات جسمی سے وہ چھٹکارا پاجائے۔ اسباب وآراستگی دُنیا سے دل برداشتہ ہوکر خلق سے روگردان اور ذاتِ حق تعالیٰ کی جانب ہمہ تن متوجہ ہو۔ تقیدات سے تجاوز کرکے اطلاق کی جانب رُخ کرلے۔

ازل۔ابد:۔ ازل سے مراد وہ معقول قبلیہ ہے جو حق تعالیٰ کا ایک حکم ذاتی ہے جس کا کہ وہ بوجہ اپنے کمال کے مُستحق ہے۔ یہ ازل دراصل ازل الآزال ہے اور اس میں اس کے غیر کو کسی طرح کا استحقاق نہیں۔ نہ حکمی طور پر۔ نہ غیبی طور پر۔ نہ اعتباری طور پر۔ اُس کا ازل اب بھی ایسا ہی موجود ہے جیسا کہ ہمارے وجود سے پہلے موجود تھا۔ وہ اپنی ازلیت میں متغیر نہیں ہوتا۔

ابد سے مراد ہے بعدیت خدا جو کہ سمجھی گئی ہے۔

قبلیت اور بعدیت اس کے حق میں دونوں حکمی ہیں نہ کہ زمانی۔ کیونکہ زمانہ کا اس پر گزرنا محال ہے۔ اُس کا ازل اور اس کا ابد اس کے وجود کی ہمیشگی ہے۔ یہ اس کی شان ذاتی ہے جس میں تغیّر وتبدّل کو مطلق دخل نہیں۔ زمانہ کے آغاز سے قبل اور زمانے کے دوران میں اور زمانے کے انقطاع کے بعد اُس کی جو شان تھی وہی ہے اور وہی شان رہے گی جیسے اُس کا ازل ازل الآزال ہے اور مخلوق کے ازل سے مختلف ہے ویسے ہی اس کا ابد ابد الآباد ہے اور مخلوق کے ابد سے مختلف ہے۔ اضافتِ زمانی کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو جو اُس کا ازل ہے وہی اس کا ابد ہے۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ نہ ازل ہے نہ ابد ہے۔ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْئًا۔ خدا ہی تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔

ایک ازلیت خدا کی ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں۔ دُوسری ازلیت ممکنات کی ہے جس کی ابتدا حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ اسی طرح ایک ابدیت خدا کی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں —— دُوسری ابدیت ممکنات کی ہے جس کی انتہا حق تعالیٰ کی ذات ہے۔

Marfat.com

حق تعالیٰ کے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود پر متقدّم ہونا قِدَم ہے اور مخلوق کا اپنی ایجاد میں ایک موجد کا محتاج ہونا حدوث ہے۔

استتار:۔ پردہ میں ہونا۔ تصوّف میں اس سے اشارہ ذاتِ بحت کی جانب ہوتا ہے جو ہمیشہ پردہ میں رہتی ہے۔ مُشَاهَدَةُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیِ وَالْاِسْتِتَارِ۔ یعنی مشاہدۂ ابرار درمیان تجلّی اور استتار کے ہے۔ تجلّی سے ظہورِ ذات کی جانب اشارہ ہے اور استتار سے اصل ذات کی جانب جو ہمیشہ اور ہر جگہ پوشیدہ رہتی ہے۔

استجلا:۔ ظہورِ ذات برائے ذات درمیانِ تعیّنات۔

اور ذات میں ذات کے لئے ذات کے ظہور کو جِلا کہتے ہیں۔

استقامت:۔ عہدِ وفا اور اعمالِ دین و دُنیا میں ثابت قدم رہنا برعایات حدودِ اوسط۔ اس کے تین درجے ہیں:۔

(۱) **تقویم:۔** اس کا تعلّق تأدیبِ نفس سے ہے۔

(۲) **اقامت:۔** اس کا تعلّق تہذیبِ قلب سے ہے۔

(۳) **استقامت:۔** یہ ذریعہ ہے تقریبِ اسرار کا۔

استقامت سب سے بڑی کرامت ہے اور دلیل ہے مقبولیت کی۔ کیونکہ توفیقِ استقامت کا فیضان حق تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے۔ ؎

براہلِ استقامت فیض نازل میشود مظہر ؛ نمیدانی تجلّی گردِ کوہِ طور میگردد

(مرزا مظہر جانِ جاناںؒ)

اسلامِ حقیقی:۔ صوفیہ کے نزدیک مُراد یہ ہوتی ہے کہ ممکن اور واجب میں غیریت نہ جانی جائے۔

اسلامِ مجازی:۔ صوفیہ کے نزدیک مراد یہ ہوتی ہے کہ ممکن اور واجب میں غیریت کا امتیاز کیا جائے۔

اسماؤ صفات:۔ اسم اس لفظ یا عبارت کو کہتے ہیں جس سے حق تعالیٰ سُبحانہٗ کی جانب اشارہ کیا جائے۔ وہ اشارہ باعتبار اس کی ذات کے ہو خواہ باعتبار اس کی کسی صفت کے۔

Marfat.com

اسم مسمّٰی کی تخصیص کرتا ہے اور صفت موصوف کی حالت بیان کرتی ہے ۔

اصل | صفات کی اصل الٰہیت ہے اور اسماء کی اصل ربوبیت ۔کل اسماء کا اشتقاق رب سے ہے ۔اور کل صفات کا استخراج اللہ اور الٰہ سے ہے ۔یہ حجابات ہیں جمالی اور جلالی جن میں ذات سبحانہٗ تعالیٰ پوشیدہ ہے جو شخص ان حجابات پر نظر ڈالتا ہے اُس کا سامنا صفات کی نشانیوں اور اسماء کے آثار سے ہوتا ہے ۔اور جو ان حجابات سے آگے نظر بڑھاتا ہے وہ الٰہیت اور ربوبیت سے تجاوز کرکے حق وحدہ لاشریک کا امتیاز معلوم کرلیتا ہے ۔

اسماء وصفات کے حجاب ہونے کے متعلّق مندرجہ ذیل مثال قابل غور ہے ۔

مثال | فرض کرو کہ زید ایک انسان ہے ۔اب زید کے پہچاننے کی کوشش کرو کہ زید کس چیز سے مراد ہے ۔ہاتھ ، پیر، آنکھ ، ناک ، کان وغیرہ کا مجموعہ ، زید نہیں ۔یہ جسمِ عنصری تو ایک مکان ہے جس میں زید مقیم ہے ۔ مکان ومکین ایک نہیں ہو سکتے ۔اگر زید بلا حس وحرکت پڑا ہے ۔نہ تمھیں دیکھتا ہے نہ تمہاری سُنتا ہے نہ تم سے کلام کرتا ہے کروٹ تک نہیں لیتا ۔نبضیں اس کی ساقط ہیں ۔دل کی حرکت اس کی بند ہے ۔تو تم اسے زید ہرگز نہ کہو گے ۔ بلکہ زید کی نعش کہو گے ۔اور یہ کہو گے کہ زید تو مرگیا ۔اور اللہ کے پاس گیا یا دارالآخرت کی جانب منتقل ہوگیا ۔گویا یہ جسم عنصری جو تمہارے سامنے پڑا ہے تمہارے نزدیک بھی زید نہیں ۔لیکن نبض میں حرکت ہے ۔تو تم نتیجہ نکال لیتے ہو کہ زید زندہ ہے ۔اگر وہ زندہ ہے اور اُسے اپنا اور اپنی قوتوں کا اور تمہارا علم ہے اور اس میں تمھیں دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ تمہارے دیکھنے کا ارادہ کرتا ہے ۔چنانچہ وہ اپنی قوّت بینائی کو اپنے مکان کی ان کھڑکیوں میں سے جنھیں تم آنکھ کہتے ہو تم پر پھینکتا ہے ۔یا بالفاظ دیگر وہ اپنی صفت بینائی کی تم پر تجلّی کرتا ہے اور تم دیکھ لیتے ہو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے ۔ پھر وہ تم سے باتیں کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی قدرت کلام کو زبان کی وساطت سے تمہارے کانوں پر ڈالتا ہے ۔یہ اس کی تجلّیٔ کلام ہے ۔پھر وہ تمہاری باتوں کے سُننے کے لئے اپنی قدرت سماعت کو اپنے کان کی کھڑکیوں کی جانب رجوع کرتا ہے تو تم معلوم کرلیتے ہو کہ وہ تمہاری باتیں سُن رہا ہے ۔تم اُس کی ان تمام حرکاتِ صفاتی سے پہچان لیتے ہو کہ زید موجود ہے اور تمہارے ساتھ یہ تمام معاملات کر رہا ہے ۔باوجود اس کے تم زید کو یعنی زید کی ذات کو نہیں دیکھتے ۔ بلکہ اُس کے دیکھنے اور سُننے اور کلام کرنے کو دیکھتے ہو ۔اُس کی حیات کو بھی تم نہیں دیکھتے بلکہ اُس کی حیات کا جو اثر نبض وغیرہ پر پڑ رہا ہے اُسے دیکھتے ہو ۔ان تمام باتوں سے تم نتیجہ نکال لیتے ہو کہ زید موجود ہے لیکن زید کو اپنی ہستی کا جو ذاتی احساس ہے وہ تمھیں اُسکے

Marfat.com

متعلق مطلق نہیں۔ تمھیں ذاتی طور پر صرف اپنی ہی ہستی کا احساس ہے نہ کہ زید کی ہستی کا۔ زید کی قوتیں جو زید کی ذات میں پہلے سے پوشیدہ ہیں عمل میں آتی ہیں۔ اُن قوتوں کے آثار یعنی اُن قوتوں کے عمل میں آنے سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ تمہارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اپنے اس مشاہدہ سے یعنی اُن قوتوں کے نتائج کو دیکھ کر تمھیں ان قوتوں کا علم ہوتا ہے۔ اور اُن قوتوں سے تمھارا ذہن اُس کی اُس ذات کی جانب منتقل ہوتا ہے جس میں وہ قوتیں پوشیدہ ہیں۔ بس اس سے زیادہ ادراک تمھیں زید کی ذات کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ زید کی اُن قوتوں کو زید کے اسماء و صفات قرار دو تو یہی کہا جائے گا کہ زید کی ذات پر زید کے اسماء و صفات کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان پردوں پر اسماء و صفات کے آثار کے نقش و نگار اُن پردوں کو نمایاں کئے ہوئے ہیں۔

اسی پر حق تعالیٰ کی ذات کا اسماء و صفات کے پردہ میں پوشیدہ ہونا قیاس کرلو فرق یہ ہے کہ زید ایک جسم میں مقید ہے اور حق تعالیٰ جسمیت اور مکانیت سے پاک و منزہ ہے۔ زید اپنی قوتوں کو عمل میں لانے کے لئے ہاتھ پیر، آنکھ، ناک، کان، منھ، زبان وغیرہ کا محتاج ہے۔ اور حق تعالیٰ کسی کام میں کسی آلہ کا محتاج نہیں۔ مادہ مدت غرض مقصد حرکت اور قوت سے بھی وہ مستغنی ہے۔

ایک اور بات قابلِ غور ہے۔ زید کی قوتِ سماعت زائل ہو جائے۔ یا اُس کی بینائی جاتی رہے۔ یا اس کے ہاتھ پیر کٹ جائیں۔ تب بھی زید زید ہی رہے گا۔ بچپن میں اُس کے جسم عنصری کے جو اجزاء تھے وہ جوانی میں نہ رہے۔ جوانی میں جو اجزاء تھے وہ پیرانہ سالی میں متغیر ہو گئے۔ مگر ذات میں فرق نہ آیا۔ نہ صفات کے تکثر سے ذات کی وحدت میں کوئی فرق آیا۔ نہ صفات کے تغیر و تبدل سے ذات میں کوئی تغیر واقع ہوا۔

زید چونکہ بینائی کے لئے آنکھ کا محتاج ہے۔ اور سماعت کے لئے کان کا۔ اس لئے اُس کی آنکھوں کے جاتے رہنے سے یا اُس کے کانوں میں خلل ہونے سے تم کہتے ہو کہ اس کی بینائی جاتی رہی یا وہ بہرا ہو گیا لیکن حق تعالیٰ اپنی کسی قوت یا کسی صفت کے اظہار میں کسی آلہ کا محتاج نہیں۔ تمام صفتیں اس کی ذات میں موجود تھیں اور موجود ہیں اور موجود رہیں گی۔ یہ جو کہتے ہیں کہ خالقیت مخلوق کی اور ربوبیت مربوب کی محتاج ہے اس کے صرف یہی معنی ہیں کہ مخلوق کے وجود میں آنے سے اس کی صفتِ خالقیت کا اظہار ہوا اور مربوب کے وجود میں آنے سے اُس کی صفتِ ربوبیت پہچانی گئی۔ ورنہ صفتِ خلق اور صفتِ ربوبیت اور جملہ صفات اس میں ہمیشہ سے ہیں۔ اور اس نے جس صفت کو جب چاہا اور جس پر چاہا

Marfat.com

ظاہر فرمایا گویا اسماء وصفات حق تعالیٰ کی مختلف نسبتیں ہیں جن کے آثار یہ ساری کائنات ہے ؎

از ذاتِ اوست ایں ہمہ اسماء عیاں شدہ ؎ از نُورِ اوست ایں ہمہ انوار آمدہ
ایں نقشہا کہ ہست سراسر نمائش است ؎ اندر نظر چوں صورتِ بسیار آمدہ
ایں کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ ؎ ویں وحدتیست لیک باطوار آمدہ
عالم مثالِ ذات و ظلال و صفاتِ اوست ؎ نقشِ دوئی چو صورتِ پندار آمدہ

(مغربیؒ)

اسماء وصفات غیر متناہی ہیں حق تعالیٰ کے اسماء وصفات غیر متناہی ہیں۔ کیونکہ اس کے افعال غیر متناہی ہیں۔ بہ سبب اُس وسعت کے جو حضرتِ الٰہیہ کی شان کے شایاں ہے۔ کوئی شے کبھی مکرّر وجود میں نہیں آتی۔ مگر ان نسبتوں اور اضافتوں کی جو بسلسلۂ غیر متناہی ظاہر ہوتی رہتی ہیں اصل ایک ہی ذات ہے جو اُن تمام نسبتوں اور اضافتوں کو قبول کرتی ہے۔ لیکن جب نسبتیں اور اضافتیں متعدّد اور متکثّر ہیں تو ضروری ہے کہ اُن کے درمیان ایک ایسی امتیازی کیفیت اعتباری بھی ہو جو ایک نسبت کو دُوسری نسبت سے متمیّز اور ایک اضافت کو دُوسری اضافت سے جُدا کر دے۔ یہ امتیاز پیدا کرنے والی حقیقتیں اسماء کی تخصیص کو قائم رکھتی ہیں۔

اسمائے حسنیٰ اسماء وصفات اگرچہ لامتناہی ہیں لیکن اُن سب کا مرجع اصولِ متناہی کی جانب ہوتا ہے جو تعداد میں ایک کم سو ہیں۔ انھیں اسماء حسنیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امّہات اسماء پھر ان اسماء حسنیٰ کا مرجع بھی سات اصُولوں کی جانب ہے جنھیں امّہاتِ اسماء کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) حیات (۲) علم (۳) قدرت (۴) ارادہ (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام

اشتمال ان صفاتِ امّہات میں سے بعض بعض کے ساتھ مشروط ہیں۔ مثلاً جب تک حیات نہ ہو علم نہیں ہوسکتا یا جب تک قدرت نہ ہو ارادہ نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک ارادہ نہ ہو کلام کی نوبت نہیں آتی۔ صفات کے باہم اس طرح مشروط ہونے کو اشتمال کہتے ہیں۔

اسم جامع جب اسماء وصفاتِ غیر متناہی کا مرجع ننانوے (۹۹) اصولِ متناہی کی جانب ہے جنھیں اسماء حسنیٰ کہتے ہیں اور اسماء حسنیٰ کا مرجع سات (۷) امّہاتِ اسماء کی جانب ہے تو لازمی طور پر یہ ساتوں امّہاتِ اسماء بھی حقیقۃً

Marfat.com

ایک ہی اصل کی جانب راجع ہوں گے اور وہ اللہ ہے۔ جو اسم کہ جامع ہے جمیع اسماء الہٰی کا اور شامل ہے جمیع صفات الٰہیہ پر۔

تقابل و تکثر وہ اسماء جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً۔ یَا مُنْعِمُ۔ یَا مُنْتَقِمُ۔ یَا قَابِضُ۔ یَا بَاسِطُ۔ یَا ضَارُّ۔ یَا نَافِعُ۔ یا اسی قسم کے دیگر اسماء جو ایک دوسرے کے مقابلہ پر آتے ہوں۔ اسمائے متقابلہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

اسمائے متقابلہ کے درمیان ایک اسم ذوالوجہین ہوتا ہے جو اُن دونوں اسموں سے حاصل ہوتا ہے۔ اُس کا رُخ دونوں کی جانب رہتا ہے اور وہ دونوں کے درمیان برزخ کا کام دیتا ہے۔

پھر مختلف اسماء کی ترکیب سے غیر متناہی اسماء پیدا ہوتے ہیں جو حدِّ حصر سے باہر ہیں۔

اعیانِ ثابتہ و اعیانِ ممکنات اسماء الہٰی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں انھیں مظاہر اسماء کہتے ہیں۔ وہ صورتیں یا وہ مظاہر جن میں کہ اسمائے الہٰی علمِ الہٰی میں ظاہر ہوتے ہیں اعیانِ ثابتہ اور صورِ علمی کے نام سے موسوم ہیں۔ اور وہ مظاہر جو خارج میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اعیانِ ممکنات اور وجودِ عینی اور عالمِ شہادت کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

احصائے اسماء رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ:-

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃٌ اِلَّا وَاحِدَۃٌ مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (الترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) (یعنی) ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کا احصا کر لیا وہ جنّت میں جائے گا۔

احصائے اسماء سے مراد ہے اسماء حق تعالیٰ سے متحقق ہونا۔ صفاتِ الہٰی سے موصوف ہونا۔ اخلاقِ الہٰیہ کا خوگر بننا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے اپنے باطن کو آراستہ کرنا۔ جو شخص اسماء باری تعالیٰ سے صرف اسی قدر بہرہ یاب ہے کہ ان اسماء کو اُس نے صرف ملفوظی حیثیت سے سُن لیا ہے اور کتابوں میں ان کی تشریح پڑھ لی ہے اور دل میں یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں ان اسماء کے معنی موجود ہیں۔ اُس کو ان اسماء سے سب سے کم حصّہ ملا۔ اور اُس کے اس سرمایۂ علمی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس شخص کی اصلی کامیابی کا باعث ہو سکے۔ کیونکہ صرف الفاظ

Marfat.com

کا سُن لینا اس کی قوّت سامعہ کی سلامتی کی دلیل ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس میں چوپائے بھی اُس کے ساتھ شریک ہیں۔ اسماء کے لغوی معنوں کو سمجھ لینا زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کر دے گا کہ وہ شخص عربی بھی جانتا ہے اور یہ بھی ایک ایسا مرتبہ ہے جس میں ایک لغت دان ادیب یا جاہل عرب اُس کا ہم مرتبہ ہے۔ اب اگر ان امور کے ساتھ اُسے یہ اعتقاد بھی ہے کہ ان اسماء کے معنی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں لیکن یہ اعتقاد کشف و تحقیق کے بغیر ہو تو اس مرتبہ میں بھی وہ عوام بلکہ ایک مُسلمان بچّے کے ہم پلہ ہے۔ اس سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کو اوّل الذکر دونوں جماعتوں پر ترجیح ہے۔ لیکن اس میں مطلق شبہ نہیں کہ یہ ترجیح یا یہ فضیلت اس کو معراجِ کمال پر پہونچانے کے لئے کسی طرح کافی نہیں۔

حَسَنَاتُ اَلْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ جو باتیں کہ نیک لوگوں کے لئے نیکیاں محسوب ہوتی ہیں وہ مقرّبین کے لئے جن کا مرتبہ بلند تر ہے بُرائیوں کی حدود سے تجاوز نہیں کرتیں۔ نیکی اور بدی اعتباری الفاظ ہیں جو باتیں کہ نیچے کے درجے والوں کے لئے مستحسن ہیں وہ اوپر کے درجے والوں کے لئے اُس طرح مستحسن نہیں ہو سکتیں۔ مقرّبین کی شان اس کی مقتضی ہے کہ اسماء وصفاتِ الٰہی سے وہ اِن دو امور کو حاصل کریں:۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا عرفان انھیں کشف وشہود کی راہ سے حاصل ہو۔ علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین تک سالک اسی راہ سے پہونچتا ہے۔ اور صفات الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا اُس پر اس درجہ منکشف ہو جاتا ہے جیسے کہ خود اپنے صفات سے اُس کا موصوف ہونا اُس پر عیاں ہوتا ہے۔ لیکن اسماء وصفاتِ الٰہی کا عرفان اُسے اجمالی طور پر ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔ اور اسی عرفان کی کمی وبیشی پر عارفوں کے مراتب کا متفاوت ہونا موقوف ہوتا ہے۔ اسماء وصفات ہی کے از روئے تحقیق ومکاشفہ جاننے والے کو عارف کہتے ہیں۔ اور ذات کے عارف کو موحّد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عارف کے اعتقاد میں جو کہ حق الیقین کے مرتبہ پر فائز ہے اور اُس شخص کے اعتقاد میں جس نے والدین کی تربیت اور اُستادوں کی تعلیم سے بطور تقلید کے اعتقاد حاصل کیا ہو، زمین وآسمان کا فرق ہے ؎

الٰہی دیدۂ تحقیق دہ ہر یک مقلّد را ❊ چو عینک تا بکے ہر سو بچشم دیگراں بیند

(دوم)

دُوسرے یہ کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کی پیروی کی جاوے۔

Marfat.com

اُس کے اسماء وصفات کے انوار سے اپنے باطن کو آراستہ و پیراستہ کر کے بقدرِ امکانِ بشری قربِ الٰہی حاصل کیا جاوے۔ قربِ الٰہی مشابہتِ صفاتی سے حاصل ہوتا ہے۔ قربِ مکانی اور بُعدِ مکانی کو اللہ اور بندے کے درمیان کوئی دخل نہیں چونکہ مشابہت صفاتی میں کمی و بیشی ممکن ہے قربِ الٰہی میں بھی اختلافِ مدارج کا ہونا یقینی ہے۔

موجودات بلحاظ حیات کے تین درجوں میں منقسم ہے۔ پہلا درجہ ملائکہ کا ہے۔ دُوسرا انسان کا ہے۔ اور تیسرا بہائم کا۔ زندگی کے صحیح مفہوم کو پیشِ نظر رکھ کر حیات کے نقص و کمال کے متعلق اندازہ کرنے کے لئے زندہ چیز کی عقل اور اس کی قوت مدرکہ اور جو افعال کہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں اُن پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ اس معیار سے بہائم کی زندگی سب سے زیادہ ناقص اور ملائکہ کی زندگی سب سے زیادہ کامل اور انسان کا مرتبہ ان دونوں کے مابین ہے۔ بہائم کا ادراک ناقص یوں ہے کہ اُنکے حواس ناقص ہیں۔ اور اُن کے آلاتِ حس اپنے افعال میں نہایت درجہ محدود ہیں۔ اُن کے افعال تابعِ شہوت و غضب ہوتے ہیں اس لئے ناقص ہیں۔ اور چونکہ عقل و قوت امتیازی سے وہ معرّا ہیں شہوت و غضب کو روکنے یا اُن میں اعتدال پیدا کرنے سے بھی وہ قاصر ہیں۔ ملائکہ قوت ادراکیہ میں تینوں اقسام میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ قُرب و بُعد کی چیزوں کا یکساں طور پر ادراک کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کا ادراک ان اشیاء تک پہونچتا ہے جو قُرب و بُعد کے تقیّد سے آزاد ہیں۔ قُرب و بُعد اُن ہی اشیاء میں متصوّر ہوتا ہے جو اجسام ہیں اور اجسام موجودات میں خسیس ترین چیزیں ہیں۔ پھر ملائکہ شہوت و غضب کے مقتضیات سے پاک ہیں۔ اُن کے افعال کی محرک وہ چیز ہے جو شہوت و غضب سے بہت برتر ہے۔ اور وہ قُربِ الٰہی کی طالب ہے۔

انسان مرکب ہے بہیمیت اور ملکوتیت سے۔ ابتدا میں اُس پر بہیمیّت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس وقت وہ بیشتر اپنے حواس ہی میں مقیّد رہتا ہے۔ اور وہ اپنی حس و حرکت سے محسوسات ہی کا قرب تلاش کرنے پر قناعت کرتا ہے۔ جب وہ اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو عقل کا نور اُس میں چمکتا ہے اور اُس نور کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بلا حرکتِ بدنی عالمِ بالا میں تصرّف کرنے لگتا ہے اور اُن امور کا ادراک کرنے لگتا ہے جو قُرب و بُعد مکانی سے برتر اور ماوراء ہیں۔ حرص و ہوا اور شہوت و غضب کے تنگ و تاریک کوچہ سے اُسے آزادی ملتی ہے۔ عاقبت بینی اور طلب کمال کی اُس میں رغبت پیدا ہوتی ہے اور فرشتوں کے ساتھ اُسے ایک قسم کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ جب اُس کا نفس خیالات و محسوسات کو ترک کر کے اُن امور کے ادراک سے مانوس ہو جاتا ہے جو حس و خیال سے بالاتر ہیں تو فرشتوں کے ساتھ اس کی مشابہت اور بھی ترقی کرتی ہے۔ ان اوصاف میں وہ جیسی جیسی ترقی کرتا جاتا ہے بہیمیّت سے اُس کو بُعد ہوتا جاتا ہے اور ملکوتیت سے قرب۔ یہاں تک کہ وہ فرشتگانِ ملاءِ اعلیٰ

Marfat.com

کا رفیق بن جاتا ہے اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ قربِ الٰہی سے یہی مراد ہے اور یہ
بات اسماء و صفاتِ الٰہی سے اپنے کو متصف کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اسیر: جو مجاز میں مقید ہو۔

اسراف: بے اندازہ خرچ کرنا۔ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ بے محل خرچ کرنا۔
سلوک میں اسراف اُسے کہتے ہیں کہ بے اندازہ اور بے موقع اور بے تکے پن سے ریاضت کی جاتے۔ سے

چو از حد در گذشتن شرطِ رہ نیست ❊ اگرچہ طاعت آمد جز گنہ نیست
باسراف آنکہ گفتارش بلند است ❊ اگرچہ دُر فشاند ناپسند است

اشتیاق: طلبِ تمام اور عشقِ مدام کی وہ کیفیت جو یافت و نایافت میں یکساں رہے۔

آشنائی: اللہ تعالیٰ کا تعلّق مخلوق کے ساتھ صفتِ خالقیت کی جہت سے۔

اشیاء: جمع ہے شَے کی اور شَے مصدر ہے شَاءَ یَشَاءُ سے جس کے معنی چاہنے اور مشیّتِ الٰہی کے ہیں۔ اس میں
یہ اشارہ مرکوز ہے کہ کوئی چیز بغیر ارادۂ الٰہی اور بغیر خدا کے چاہے ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کے ظہور میں
آنے سے قبل اس کا کوئی وجود خلقی ہوتا ہے۔ مگر ہر چیز اپنے خلقی وجود سے قبل خدا کے علم میں ہوتی ہے۔ مشیت اور
ارادۂ الٰہی سے اُسے ظہور کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ اس سے قبل نہ کوئی اُس کا مادّہ ہوتا ہے۔ نہ کوئی اُس کی اصلیت ہوتی
ہے۔ لفظِ شَے میں خدا تعالیٰ کے خالق الکُل ہونے کا ایماء ہے۔ ہر چیز زبانِ حال سے پُکار رہی ہے کہ میں خود بخود
ظہور میں نہیں آئی۔ بلکہ ایک قادرِ مطلق کی مشیّت اور قدرت کا نتیجہ ہوں۔

اطوار: جمع ہے طَور کی۔ وجودِ حقیقی کے وہ شیون و حالات جو عرش سے فرش تک عالمِ حوادثات کے جُملہ
تعیّنات میں جھلک رہے ہیں سب اطوار ہیں۔ ذات نے احدیت سے عالمِ شہادت کی جانب اور اطلاق سے انسانِ کامل
میں تنزلات کے جن جن مراتب میں ہو کر نزول فرمایا وہ سب اطوار ہیں۔ حقیقۃً ذاتِ اقدس جُملہ اطوار و شیون و
مراتب و حالات سے بحکم اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ بالذات منزّہ و پاک ہے۔ لیکن جن تنوعات کا ظہور زیرِ حکم کُلَّ یَوْمٍ
هُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر آن ہوتا رہتا ہے۔ وہ سب اعتباری ہیں اور تمکینِ حقیقی ذاتی سے جُدا ہیں۔ عالم کے ہر فرد اور ہر جزو
پر ان اطوارِ اعتباری کا ایک سلسلہ ہے جو جاری رہتا ہے۔ مثلاً زید پہلے ذاتِ بحت میں مخفی تھا۔ وہاں سے باطوارِ مراتبِ تنزلات

Marfat.com

اپنے باپ کی پشت میں آیا پھر اپنی ماں کے رحم میں منتقل ہوا۔ وہاں نطفہ کی صورت میں اس کی ابتدا ہوئی پھر علقہ بنا، پھر مضغہ ہوا۔ پھر اُس میں ہڈیاں نمودار ہوئیں۔ پھر گوشت پُر کیا گیا۔ پھر اُس پر پوست چڑھایا گیا۔ اُس وقت تک عاجز و مضطر اور بے حس و حرکت رہا۔ پھر حق تعالیٰ نے اُس میں رُوحِ انسانی پھُونکی۔ اس رُوحِ انسانی کا اس پر وہ پرتو پڑا جسے رُوحِ حیوانی کہتے ہیں۔ پھر اُس میں قوائے طبعی اور نفسانی اور حیوانی جو سب رُوحِ انسانی ہی کے پرتو ہیں ظاہر ہوتے۔ پھر وہ شکمِ مادر سے باہر آیا۔ اور اُس کا نام زید رکھا گیا۔ پھر بچپن، شباب اور بڑھاپے کے اطوار سے گزر کر موت کی وادی میں اترا۔ پھر اطوارِ برزخ سے گزر کر اور قبر اور حشر سے تجاوز کر کے اُس نے جنّت یا دوزخ کی راہ لی۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا کو پورا کیا۔ اسی کو سیرِ اطواری وجودی انفسی کہتے ہیں۔ اور آفاق میں حقائقِ الٰہیہ اور تنزلاتِ کونیہ کی سیر کو سیرِ اطواری وجودی آفاقی کہتے ہیں۔

اعتبار :۔ تصوف میں اس لفظ کا استعمال عموماً حقیقت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو حقیقی نہیں اعتباری ہے۔ ہر وہ چیز جو ظنّی وہمی اور فرضی ہے اعتباری ہے۔

ایک رسّی کا ٹکڑا لو۔ اور اُس کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں رکھو اور دُوسرے سرے میں ایک شعلہ یا روشن لٹّو باندھو اور تیزی سے رسّی کو گھماؤ تو بے شمار دائرے بنتے چلے جائیں گے۔ یہ دائرے سب اعتباری ہیں۔ حقیقتہً ایک ہی نقطہ ہے جو تیزئ حرکت سے دائرے کی صورت میں نمودار ہو کر اعتبارات کا طلسم پیشِ نظر کرتا ہے۔

صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی ذات حقیقی ہے اور اُس کے ماسوائے جو کچھ ہے سب اعتباری ہے ؎

تو یقینی و جہاں جملہ گماں من بہ یقین ؛ مدتے شد کہ یقیں را بگماں می بینم

ہر تنزل، ہر تعین، ہر تقید اعتباری ہے۔ ساری کائنات اعتبارات ہی کا مجموعہ ہے ؎

وجود اندر کمالِ خویش ساریست ؛ تعیّنہا امورِ اعتباری است

امورِ اعتباری نیست موجود ؛ عدد بسیار و یک چیز است معدود

جہاں را نیست ہستی جز مجازی ؛ سراسر حالِ او لہوست و بازی

کائنات پر نظر ڈالو تو بہت سی چیزیں تمھیں خود بھی نظری دھوکہ معلوم ہوں گی۔ آسمان میں جو بے شمار چھوٹے چھوٹے تارے نظر آتے ہیں تمہاری ہی دُور بینیں اور تمہاری ہی عقل اور تمہاری ہی علمی تحقیقات تمہیں یقین دلاتی ہیں کہ تمہاری

Marfat.com

آنکھیں انھیں غلط دیکھتی ہیں۔ یہ تارے چھوٹے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے ہیں جن کا طول و عرض ہزاروں لاکھوں میل کا ہے۔ ان میں شب کے وقت جو روشنی نظر آتی ہے۔ اُس کی بابت بھی تمہاری تحقیقات نے تمھیں بتا دیا ہے کہ یہ روشنی ان کی نہیں ہے بلکہ کہیں اور سے آتی ہے۔ پھر دن میں یہ ستارے نظر نہیں آتے تو عوام سمجھتے ہیں کہ کہیں چلے جاتے ہیں لیکن جو علم و فہم میں عوام سے کسی قدر بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دن میں بھی یہ ہمارے سامنے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ رات میں مگر آفتاب کی روشنی ان پر حجاب ڈال دیتی ہے عوام سمجھتے ہیں کہ زمین ایک جگہ پر قائم ہے اور مثل تختہ مسطح کے بچھی ہوئی ہے اور آفتاب روزانہ طلوع ہوتا ہے اپنی مسافت طے کرتا ہے اور غروب ہو جاتا ہے۔ مگر سائنس کا ہر ادنیٰ طالب علم اپنی پوری قوت سے کہتا ہے اور کہے جاتا ہے کہ عوام کا مشاہدہ بالکل غلط ہے کیونکہ زمین مثل نارنگی کے گول ہے اور ہمیشہ دوہری دوہری گردشوں میں رہتی ہے۔ زمین کی گردش سے آفتاب کی حرکت کا دھوکہ ہوتا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارے علوم ابھی ناقص ہیں۔ تمہاری دُور بینیں محدود ہیں۔ تمہارے قیاسات آئے دن غلط ثابت ہوتے رہتے ہیں۔ اور تمہاری تحقیقات جُملہ امور کی بابت برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ناقص ہے۔ ابھی تک کامل نہیں ہوئی اور ترقی کی بڑی گنجائش ابھی باقی ہے۔ اگر تمہارے علوم ذرا اور ترقی کر جائیں اور تمہاری عقل میں ایک جدید روشنی کا اضافہ ہو جائے اور اس روشنیٔ جدید میں تمہاری مزید تحقیقات آیندہ چل کر تمھیں اس نتیجہ پر پہونچا دے کہ جن امور کو تم حقیقی سمجھے ہوئے ہو وہ سب ظنّی وہمی اور اعتباری ہیں اور جن باتوں پر تم نے اب تک اپنے علم اور تحقیقات کی بُنیاد رکھی ہے اُن کی اصلیت کچھ اور ہی ہے تو اس میں کون سے تعجب کی بات ہوگی۔ بس اتنا ہوگا کہ جن خوش نصیب خوش قسمت اور برگزیدہ ہستیوں کو اس انکشافِ حقیقت کا شرف تم سے صدیوں قبل حاصل ہو چکا ہوگا وہ تمھیں دیکھ کر یہ شعر پڑھ دیں گے ؎

آنچہ دانا کند، کند ناداں ✽ لیک بعد از خرابیِ بسیار

منجملہ مختلف امور کے مثال کے طور پر ایک اسی بات کو لے لو کہ کائنات میں جو کچھ اب تک ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے وہ باعتبار زمانہ کے بس تین ہی حصّوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ ماضی، حال اور مُستقبل۔ ماضی گیا اور وجود نہیں رکھتا۔ مُستقبل ابھی آیا نہیں اور اُس کا وجود اب تک نمودار ہی نہیں ہوا۔ رہا حال جس میں تم اپنے کو پاتے ہو اور جس میں تم مقید ہو اور جس پر تمہاری ہستی کا دار و مدار ہے۔ تم جب اور جہاں اور جس حالت میں ہوتے ہو اسی حال کو اپنے اوپر مسلط پاتے ہو۔ ماضی ماضی نہ تھا بلکہ حال تھا جس وقت کہ تمہیں اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ اور مستقبل مستقبل نہ ہوگا بلکہ

Marfat.com

حال کی صورت میں آئے گا اور تم سے مصافحہ کرے گا۔ یہی حال وہ نقدِ وقت ہے جس پر تمہارا قبضہ ہے اور جس کی بنیاد پر تمھیں یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ تم بھی کوئی ہستی رکھتے ہو اور اپنے دَورِ حیات کو پورا کر رہے ہو۔ لیکن ذرا اس حال کی بھی چھان بین کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ حال ماضی کی نہایت اور مستقبل کی بدایت ہے۔ دونوں کے درمیان حدِّ فاصل اور دونوں میں مشترک ہے۔ جسے تم حال سمجھے ہوئے ہو اسکے وسط میں ایک باریک سے باریک خط کھینچو تو ایک جانب ماضی اور دُوسری جانب مستقبل ہوگا گویا دو موہومات کے اتّصال اور انفصال کا نام حال ہے۔ یعنے حال ایک نکتہ وہمی ہے جو ایک غیر متناہی خطِ مفروضہ پر فرض کر لیا گیا ہے۔ اس نکتہ وہمی نے تجدّدِ تعیّنات سے نہرِ رواں جاری کر رکھی ہے جو سُرعتِ تجدّد سے مثل قطراتِ باران کے ایک نہر جاری متوہّم ہوتی ہے۔

کائنات کے دیگر پہلوؤں پر بھی اسی طرح نظر ڈالی جائے تو مفروضات و موہومات و ظنّیات و اعتبارات اور نظری مغالطوں کا ایسا ہی سلسلہ ہر طرف پھیلا ہوا نظر آئے گا۔ اور ثابت ہو جائے گا کہ یہ ساری کائنات ایک عظیم الشّان خواب ہے نمودِ بے بود ہے ؎

هستیم جملہ خیالست کامثالِ سراب! ؛ بالیقیں من نیَم و وہم و گمانم باقیست

(نیاز ؒ)

کائنات کی اعتباری ہونے کی حقیقت سے کسی قدر آگاہ ہونے کے لئے مندرجہ ذیل تمثیل کسی حد تک مفید ثابت ہوگی۔

تمثیل اگر تم حسنِ تخیّل رکھتے ہو اور اُس تخیّل میں کسی قدر قوت اور قیام اور استقلال بھی ہے تو تم اپنی آنکھیں بند کر کے ایک نئی دُنیا اپنے تصوّر میں ایجاد کرو یا چھوٹے پیمانے پر ایک شہر یا ایک باغ و محل اور اُس کے مکیں یا ایک مجلس ہی کا نقشہ اپنے تخیّل کی آنکھ کے سامنے کھینچو اور اُسے کچھ دیر قائم رکھو تو تمھیں اپنی نگاہِ تخیّل کے سامنے اپنی پیدا کی ہوئی دُنیا جیتی جاگتی، چلتی پھرتی، ہنستی بولتی، روتی چیختی، چلّاتی، کھاتی پیتی دکھائی دے گی۔ تمہاری یہ مخلوقِ مجازی تمہاری ہی قوت سے قائم ہے۔ تمہارے ہی تخیّل کی موجیں کسی کو ہست اور کسی کو نیست کرتی ہیں۔ کسی کو ہنساتی، کسی کو رُلاتی ہیں۔ کسی کو عزت دیتی ہیں کسی کو ذلت۔ تمہارے ہی خیال نے اس دُنیا کو وجود بخشا اور تمہارا ہی خیال اسے عدم کی جانب لے جاتا ہے۔ تمہارا ہی خیال اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ کسی دُوسرے کا اس میں دخل نہیں۔ بلکہ تمہاری اس دُنیا میں

Marfat.com

جسے تم نے ہی پیدا کیا ہے تمہارے خیال کے سوائے کسی اور چیز کا وجود ہی نہیں۔ تمہارے ہی خیال نے کہیں کوئی صورت اختیار کی کہیں کوئی۔ کہیں بادل کی صورت میں گرجا۔ کہیں بجلی کی صورت میں چمکا۔ کہیں مینہ کی صورت میں برسا۔ کہیں آگ کی صورت میں بھڑکا۔ کہیں گل بنا کہیں بلبل۔ کہیں ناز کہیں نیاز۔ کہیں حسن کہیں عشق۔ کہیں طالب کہیں مطلوب۔ کہیں ناظر کہیں منظور۔ تم نے جو چاہا کیا۔ کوئی تمہیں روکنے والا نہیں۔ تم نے جو ارادہ کیا فوراً پورا ہوا۔ کوئی رکاوٹ سدِ راہ نہ ہوئی۔ کسی آلہ یا ذریعہ یا معاون و مددگار کے تم محتاج نہ ہوئے۔ اس کام میں تمہارا کوئی شریک نہیں۔ اپنی اس دنیا کی تخلیق میں تمہیں کوئی شے اپنے باہر سے نہیں لانی پڑی۔ اس کی ہر چیز میں تم نے اپنے کو ڈھونڈھا اور اپنے ہی کو پایا۔ اپنے ہی حسنِ تخیل کی سیر کی اور اپنی ہی مستیوں میں سرشار رہے۔ بایں ہمہ تم میں کوئی تغیر نہ واقع ہوا۔ نہ اس دنیا کی بارش نے تمہیں بھگویا۔ نہ اس کی آگ نے تمہیں جلایا۔ نہ اس کی نجاستوں نے تمہیں نجس کیا۔ نہ اس انقلاب نے تمہیں منقلب کیا۔ نہ اس کی ہستی سے تم ہست ہوئے۔ نہ اس کی نیستی سے تم نیست ہوئے۔ نہ اس کے وجود میں آنے سے تم میں کوئی چیز کم ہوئی۔ نہ اس کے معدوم ہونے کے بعد تم نے اپنے میں کوئی زیادتی پائی۔ تم جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ تم اس سے بالکل مستغنی ہو۔ گو وہ تم سے کسی طرح مستغنی نہیں۔ تم اس دنیا سے نہ متحد ہو نہ منفصل۔ نہ تم اس میں حلول کئے ہوئے ہو نہ وہ تم میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اس کا کوئی وجود ہی نہیں جو حلول و اتحاد اور اتصال و انفصال کی گفتگو تک درمیان میں آسکے۔ اس کا وجود محض اعتباری ہے اور تم سے قائم ہے۔ تم نے جب تک چاہا اسے قائم رکھا اور جب چاہا سارا کھیل بگاڑ دیا۔ مگر باوجود اس کے تم سے زیادہ کوئی چیز اس کے قریب نہیں۔ تم جس قدر اپنے سے قریب ہو اسی قدر اپنے تخیل سے قریب ہو اور جس قدر اپنے تخیل سے قریب ہو اسی قدر اپنے تخیل کی لہروں سے قریب ہو۔

"مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ"

اب اپنے خود ساختہ گھروندے سے نکلو اور خدا کی پیدا کی ہوئی عظیم الشان کائنات پر نظر ڈالو۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

کجا تم۔ کجا وہ ذاتِ مقدس۔ تم محدود وہ لامحدود۔ تم ہر بات کی قدرت نہیں رکھتے۔ وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے۔ تم بعض باتیں چاہتے ہو مگر نہیں کر سکتے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کا چاہنا ہی امرِ کن ہے اور اس کا امر کرنا ہی کام کا ہو جانا ہے۔ تم نے ایک محدود اور چھوٹی سی دنیا بنائی اور تھک گئے۔ اس نے ایک عجیب و غریب اور عظیم الشان دنیا بنا کر کھڑی کر دی اور نہ تھکا

Marfat.com

نہ آ پائے ہو گے. تم شاید اپنی دُنیا کے لئے بہت سے نمونے باہر سے لاتے۔ وہ کوئی نمونہ اور کوئی چیز باہر سے نہیں لایا۔ تمہاری پیدا کردہ دُنیا کا وجود صرف تمہیں تک محدود رہا اور تم میں اتنی قدرت بھی نہ ہوئی کہ تم اس کے باشندوں کو احساسِ حیات بخشو کہ وہ بھی اپنے کو جیتا جاگتا چلتا پھرتا ہنستا بولتا محسوس کر سکیں۔ اس نے یہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کر دکھایا۔ جو دُنیا تم نے بنائی اس سے تمہارے حُسنِ تخیّل اور تمہاری وسعتِ نظری، حُسنِ ترتیب وسلیقہ اور انتظامی قابلیت پر روشنی پڑتی ہے۔ جو دُنیا اُس نے ایجاد کی اُس سے اُس کی وسعتِ قدرت اور اُس کے جمال وجلال اور اُس کے کمالاتِ لامتناہی کا پتہ چلتا ہے۔ گویا تمہاری دُنیا ایک آئینہ تھی جس میں تمہارے کمالات رونما تھے۔ اور اُس کی دُنیا ایک آئینہ ہے جس میں اُس کے کمالاتِ لامتناہی جھلک رہے ہیں ؎

"دریں دریا کہ من ہستم نہ من ہستم نہ دریا ہم ۞ نہ داند ہیچ کس ایں سِر مگر آں کو چنیں باشد"

دُوسرا استعمال لفظ اعتبار کا ایک اور بھی استعمال ہے جو تصوّف کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کسی وقت کوئی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی سُنتا ہے تو اُس کا ذہن کسی معرفت کی جانب منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر عبارتِ نص اور اشاراتِ نص اور ایماتِ نص سے اُس معرفت کی جانب دلالت وضعی نہ پائی جاتی ہو۔ اِس انتقالِ ذہنی کو اعتبار کہتے ہیں۔

مثلاً کوئی شخص لیلیٰ مجنوں کا قصہ پڑھ رہا ہے اور ایک عاشق اُس قصہ کو سُنتے ہی بیتاب ہو گیا یا اُس پر گریہ طاری ہو گیا یا اُس میں مستی پیدا ہو گئی۔ وہ خود مجنون نہیں۔ نہ لیلیٰ پر عاشق ہے۔ نہ اُس کے دردِ عشق کا قصہ پڑھا جا رہا ہے۔ نہ اُس قصہ سے کوئی استدلال یا کچھ استنباط کیا گیا ہے۔ بلکہ اس قصہ سے اُس عاشق کو اپنے واقعات یاد آ گئے۔ اور ان واقعات اور حالات میں اُسے اپنے واقعات اور حالات سے تطبیق یا کسی قدر مناسبت نظر آئی اور دفعۃً اُس کی حالت میں تغیّر واقع ہو گیا۔ گویا یہ تغیّر اُس عاشق کی اندرونی کیفیات کے مشتعل ہونے سے وقوع میں آیا اور اُس کے مقام سے پیدا ہوا۔ اور لوگوں نے بھی اُس قصہ کو سُنا مگر اُن کے حالات متغیّر نہ ہوئے۔

یا مثلاً کسی نے یہ حدیثِ نبوی بیان کی کہ "جس گھر میں کُتا اور تصویر ہو اُس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا"۔ اور یہ سُن کر ایک صوفی جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن میں منہمک ہے بول اُٹھے کہ سچ ہے۔ جس خانۂ قلب میں حرصِ دُنیا کا کُتا اور ماسوِیٰ کی تصویر ہو اُس میں قدس کا فرشتہ نہیں آتا۔ تو اس قسم کا اِنتقالِ ذہنی بالکل جائز ہو گا۔

Marfat.com

یا مثلاً کسی نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

"اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً" (النمل۔ ع ۳)

یعنی تحقیق بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی شہر میں تو خراب کرتے ہیں اس کو اور کر دیتے اس کے عزت داروں کو ذلیل۔

اور اس سے ایک سالک کو یہ تنبیہہ حاصل ہوئی کہ جب سلطانِ ذکر شہرِ بدن میں داخل ہوتا ہے تو بدن کو تاخت و تاراج سے زیر و زبر کر دیتا ہے اور نفس کو جو کہ باعزت تھا ذلیل کر دیتا ہے۔ یا کسی نے اُن کیفیات کو جو سلطان الذکر سے روح و بدن میں پیدا ہوتی ہیں سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پر منطبق کر دیا۔ یا سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کے قصہ[1] میں کسی نے ہدہد کو قوتِ متفکرہ۔ اور شہرِ سبا کو مدینۂ جسد۔ اور سلیمان علیہ السلام کو دل۔ اور بلقیس کو نفس۔ اور اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کو عقلِ فعال۔ اور عرشِ بلقیس کو طبیعتِ مدنیہ سے تشبیہہ دی تو اس قسم کے جملہ انتقالات ذہنی اعتبار کی قبیل سے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"آگاہ رہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صنعتِ اعتبار کو تدبرِ قرآن کے وقت نگاہ رکھا ہے اور اس کے موافق ایک دریا چھوڑ دیا ہے اور یہ علم اس کتاب (یعنی الطافِ قدس) کے لائق نہیں۔ غرضیکہ اعتبار ایک فن ہے بہت بڑا اور عمدہ اور بہت وسیع میدان اُمید کا کہ تفسیرِ عرائس اور حقائقِ سلمی اور اکثر کلام شیخ اکبر اور شیخ الشیوخ سہروردیؒ سب اسی مقولۂ اعتبار سے ہیں۔"

اعتدال:۔ نفسِ ناطقۂ انسانی میں دو قوتیں ہیں۔ ادراک اور تحریک۔ ان دونو قوتوں کی دو دو اقسام ہیں۔

ادراک کی دو قسمیں یہ ہیں:۔ (۱) ادراک بقوتِ فطری۔ اور (۲) ادراک بقوتِ عملی تحریک کی دونوں قسمیں یہ ہیں:۔ (۱) تحریک بقوتِ شہوی۔ اور (۲) تحریک بقوتِ غضبی۔

یہ سب مل کر چار مختلف قوتیں ہوئیں۔ (۱) فطری۔ (۲) عملی۔ (۳) شہوی۔ (۴) غضبی۔ ان چاروں مختلف قوتوں میں اعتدال اور تناسب رکھنا باعث فضیلت ہے۔

[1] یہ قصہ سورۃ النمل۔ ع ۲۔۳ میں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

قوتِ فطری کی تہذیب کو حکمت کہتے ہیں۔

قوتِ عملی کی تہذیب کو عدالت کہتے ہیں۔

قوتِ غضبی کی تہذیب کو شجاعت کہتے ہیں۔

قوتِ شہوی کی تہذیب کو عصمت کہتے ہیں۔

اخلاق کے اصولِ اربعہ میں اعتدال کو محمود اور افراط و تفریط کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔ یہی حدِ وسط جو افراط و تفریط سے بچی ہوئی ہے صراط المستقیم ہے جس کے دونوں جانب دوزخ ہے اور درمیانی خطِ مستقیم سیدھا جنّت کو گیا ہے حُسن بھی اسی اعتدال اور حدِ اوسط کا نام ہے۔ یہی اعتدال اور تناسب مختلف اور متضاد اجزار کی ترکیب میں مساوات پیدا کر کے مرکب چیز میں ہیئتِ وحدانی پیدا کر دیتا ہے اور بدن اور روح جیسی مختلف الخاصیت اشیار کو مجتمع کر کے ایک دوسرے میں ایسا پیوند کر دیتا ہے کہ ایک بسیط الذّات شئ پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے نفسِ ناطقۂ انسانی کہتے ہیں۔

اعتکاف :۔ قلب کو دُنیا کے مشاغل سے فارغ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر دینا۔

اعیانِ ثابتہ :۔ صُورِ معانی ۔صُورِ علمیہ حق تعالیٰ جو جمیع موجوداتِ غیب وشہادت پر شامل ہیں۔ آئینۂ عالم جو کہ علمِ الٰہی میں قبل تخلیق موجود تھا اور اب بھی موجود ہے اور آیندہ بھی موجود رہے گا۔

اسمار وصفات کی وہ صورتیں جو علم حق تعالیٰ میں ہیں اعیانِ ثابتہ کے نام سے موسوم ہیں اور اسمار وصفات کی وہ صُورتیں اور وہ مظاہر جو خارج میں وجودِ عینی رکھتے ہیں۔ اعیان ممکنات کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

آغوش :۔ احاطۂ وجود۔

آفتاب :۔ اس سے عموماً روح مراد لی جاتی ہے کیونکہ روح بدنِ انسانی میں آفتاب کے اور نفس مہتاب کے مشابہہ ہے۔

افتادگی :۔ حالات اور کیفیات کا مخفی نہ رہ سکنا بلکہ ظاہر ہو جانا۔

افعالِ الٰہی :۔ جُملہ افعالِ الٰہی آثار ہیں قدرتِ الٰہی کے۔ اور جُملہ افعال وہ جزوی ہوں خواہ کُلّی حقیقتہً حق تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ مگر جزویات بوجہ اپنی احتیاج اور ضرورت کے اور بلحاظ اپنے ظہورِ دفعاتی کے زمانہ سے متعلق ہیں۔ اس لئے جزویات تدبیر کی جہت سے بندے کی طرف منسوب ہیں۔ اور کلّیات تقدیم کی جہت سے حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ[1] وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ[2] (کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے جس کا کہ ارادہ کرتا ہے)

---

[1] النجم۔ ع [2] المائدہ۔ ع

Marfat.com

انسان اپنے فعل کو عمل میں لانے کے لئے مادہ، مدت، آلہ، غرض، مقصد، قوت اور حرکت کا محتاج ہے۔ مگر حق تعالیٰ مادہ، مدت، آلہ، حرکت وغیرہ سب کا خالق ہے اور اپنے افعال میں ان جملہ اسباب سے مستغنی ہے۔ مثلاً انسان کو ایک صندوق بنوانے کی ضرورت ہے تو اُسے لکڑی اور لوہے کی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر وہ ایک بڑھئی یا کاریگر کا محتاج ہوگا۔ پھر اُس کاریگر کے لئے آلات اور اوزار کی ضرورت ہوگی۔ پھر ایک نمونہ ذہن میں اور خارج فی الذہن ہونا چاہیئے۔ جس کے مُطابق وہ صندوق بنایا جائے۔ پھر کاریگر اپنی قوت اور اپنا وقت صندوق کے بنانے پر صَرف کرے گا اور اپنے ہاتھوں کو حرکت میں لائے گا اور محنت و مشقت کرے گا۔ کاریگر اُجرت کا خواہشمند تھا جس کے حصول کی لالچ اور کوشش میں اُس نے اس مشقت کو گوارا کیا۔ حق تعالیٰ ان اسباب میں سے کسی کا بھی حاجتمند نہیں۔ وہ بغیر اسباب کے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اُس نے اپنی قدرت کا بھی اظہار فرمایا اور اپنی حکمت کا بھی۔ قدرت کے اظہار کے لئے تو اُس نے جو چاہا بلا اسباب کے پیدا کر دیا۔ اور حکمت کے اظہار کے لئے اس نے مادہ پیدا کیا۔ آلہ بنایا۔ زمانہ پیدا کیا۔ حرکت پیدا کی۔ اور ان کو اسباب قرار دے کر جن اشیاء کو چاہا ان اسباب کے ذریعہ پیدا کیا مگر حقیقتہً خود ہی ہر چیز کا فاعل ہوا۔

افعالِ الٰہی کے کئی مرتبے ہیں:۔

ابداع پہلا مرتبہ ابداع ہے۔ ابداع کہتے ہیں بغیر واسطہ یا وسیلہ کے کسی چیز کے پیدا کرنے کو جیسے کہ اُس نے عقلِ اوّل کو بلا کسی واسطہ کے ایجاد کیا۔ انسان میں یہ قدرت نہیں۔

خلق دُوسرا مرتبہ خلق کا ہے۔ یعنی ایک واسطے سے دُوسری چیز پیدا کرنا جیسے کہ حق تعالیٰ نے بلا واسطہ اور بلا کسی وسیلہ کے عقلِ اوّل کا ابداع فرمایا۔ پھر عقلِ اوّل کے وسیلہ سے نفسِ کل کو خلق فرمایا۔

صنعت تیسرا مرتبہ صنعت کا ہے۔ جو خلق کے بھی نیچے ہے۔ پھر صنعت بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کسی چیز کو دُوسری چیز کے ساتھ ترتیب دے دی جائے یا اس کی صُورت میں کوئی تبدیلی کر دی جائے۔ جیسا کہ نجاری، خیاطی، نوربافی، وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس قسم کی صنعت میں اسمِ صانع بندہ اور خدا کے درمیان مشترک ہے۔ جب بندہ کسی چیز کو بنائے گا تو اُسے خالق نہ کہا جائے گا۔ بلکہ صانع کہا جائے گا۔ اس اشتراک اسمِ صانع سے وہ اشتراک مراد نہیں جو مستلزمِ شرک ہے۔ بلکہ یہ ایک اصطلاحی استعمال ہے اور اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صنعت کا بندہ پر ایسا پرتو ڈالا ہے کہ بندہ بھی اپنے محدود دائرہ میں خدا کی دی ہوئی اُس قوت سے صنّاعی کا کام لے سکتا ہے۔ دُوسری قسم صنعت کی یہ ہے کہ کسی چیز کو ایجاد کیا جائے

اور اُسے عدم سے وجود میں لایا جائے۔ یہ بات خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ صُنْعَ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ صَانِعُ کُلِّ شَیْءٍ۔ اس صورت میں صانع کے معنی خالق اور صنع کے معنی خلق کے ہوں گے۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

فعل چوتھا مرتبہ افعالِ الٰہی کا وہ ہے جسے عام طور پر فعل کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ صُنع کے قریب مگر اس سے کسی قدر نیچا ہے۔ کیونکہ صانع کو تو کبھی فاعل کہہ بھی دیتے ہیں۔ مگر فاعل کو صانع کبھی نہیں کہتے۔

عمل فعل سے نیچے عمل کا مرتبہ ہے۔ فاعل خود مختار ہوتا ہے۔ لیکن عامل خود مختار نہیں ہوتا۔ بلکہ فاعل کا مطیع ہوتا ہے۔ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔ (وہی قاہر ہے اپنے بندوں پر) درحقیقت فاعل خداوند تعالیٰ ہے۔ اور عامل اس کی عبادت کرنے والا اور اس کا مطیع بندہ ہے۔ صنع اور فعل لوازماتِ ربوبیت سے ہیں اور خلق اور ابداع ملحقاتِ الٰہیت سے۔

اقسامِ افعالِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے افعال دو اقسام پر منقسم ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری محسوس ہیں۔ باطنی معقول ہیں۔ آسمان زمین پہاڑ عناصر و مرکبات، معدنیات، نباتات، حیوانات، انسان وغیرہ محسوسات میں شامل ہیں جو حق تعالیٰ کے افعالِ ظاہری کی نشانیاں ہیں۔ یہ افعالِ ظاہرہ آیاتِ باطنہ کا آئینہ ہیں اور اُن کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ گویا افعالِ محسوسہ وہ صورتیں ہیں جن میں حقائقِ باطنہ اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح الفاظ میں معنی۔ اس لئے حقائق کے مطالعہ اور اسرارِ باطنہ تک رسائی کے لئے صُوَرِ محسوسہ بمنزلہ حروفِ تہجی کے ہیں۔ اُستاد جب اپنے شاگرد کو پڑھانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے حروفِ تہجی ہی کا سبق دیتا ہے۔ جب شاگرد حروف پر حاوی ہو جاتا ہے تب اُسے حروف کی ترکیب اور الفاظ بنانے کے قاعدے سکھلائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد طالبِ علم کو کتابوں کے مخفی ذخیروں تک رسائی ہوتی ہے۔ طبیعتِ انسانی کا میلان حس کی جانب زیادہ ہے اور ذہنِ انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے باطنی کمالات کے اظہار کے لئے اپنے بندوں کو پہلے اپنی قدرت کے آثارِ حسی کی جانب توجہ دلائی۔ فرمایا کہ:-

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ○ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ○ وَاِلَی الْجِبَالِ

"یہ لوگ کیا اونٹ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ اُسکی پیدائش کس طرح کی گئی ہے۔ اور آسمانوں کو نہیں دیکھتے کہ اُنھیں کیسا

لہ النمل ع ۴ ۔ لہ المومنون ع ۱ ۔ سہ الانعام ع ۲ و ع ۸

Marfat.com

كَيْفَ نُصِبَتْ ○ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○ (الغاشیہ)

بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے جمائے گئے ہیں۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسی بچھائی گئی ہے۔"

قدرت کی ان نشانیوں میں سب سے پہلے اونٹ کا ذکر آیا ہے جو بہ لحاظ کثرت منفعت و رفاقت و اطاعت اور نرم دلی کے صاحب ایمان سے اقرب ہے چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ اِنْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ (الترمذی)

یعنی مومن نرم مزاج اور نرم دل ہیں مانند سدھے ہوئے اونٹ کے کہ جب اُسے چلائیں تو چلنے لگتا ہے اور جب کسی پتھر کے پاس بٹھائیں اُترنے کے لئے تو بیٹھ جاتا ہے۔

اس شریف النفس جانور کے ذکر کے بعد آسمان کا ذکر آیا ہے جس کی علویت و رفعت و لطافت اور جس کے عجائبات ہر سمجھ دار شخص کے لئے قابلِ غور ہیں۔ اس کے بعد زمین کا ذکر آیا ہے جو اپنے اندر جواہرات و معدنیات کے خزانے رکھتی ہے اور اُن کی حفاظت کرتی ہے، اور جس میں روئیدگی کی صلاحیت ہے اور جس کے اخلاق کا دسترخوان ہر نیک و بد کے لئے یکساں فراخدلی کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ پھر پہاڑوں کا ذکر ہے جن کا وقار اور استحکام اور جن میں مفید اور منفعت بخش چیزوں کے ذخیرے قابلِ غور ہیں۔ اونٹ کے تحت میں تمام حیوانات آگئے۔ آسمان کی جانب اشارے سے تمام چیزیں پیش کردی گئیں جو آسمانوں میں شامل ہیں۔ زمین کے ذکر میں وہ تمام باتیں شامل ہیں جو زمین میں پائی جاتی ہیں۔ اور پہاڑوں میں وہ سب کچھ آگیا جو پہاڑوں میں ہوتا ہے۔ گویا ان چار چیزوں کے ذکر میں اجمالاً قدرتِ الٰہی کے تمام آثار آگئے۔ اجمالاً کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ قدرتِ الٰہی کے آثار کے تمام جزئیات کا تفصیلی احصار محال ہے۔ افعال باری تعالیٰ لامحدود ہیں۔ جس قدر افعال اُس سے ظہور پذیر ہوتے ہیں سب اُس کی نعمتیں ہیں۔ سب سے بڑی نعمت کسی چیز کو اُس کا وجود عطا فرمانا ہے۔ پھر شرف اور کمال کا عنایت کرنا بھی نعمت ہے۔ اُس کی نعمتوں اور اُس کے افعال کا شمار کرنا قوتِ بشری سے باہر ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[1]

یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کا شمار نہ کر سکو گے۔

نعمائے باطنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو ظواہرِ عالم کی طرف نظر کرنے کا حکم دیا بوجہ اس کے کہ یہ چیزیں حواس

[1] ابراھیم۔ع ۵۔

Marfat.com

فہم سے اقرب ہیں تو اُس کے یہ معنی نہیں کہ امورِ باطنی کی جانب نظر ڈالنے سے اُنھیں روک دیا ہو۔ اللہ کی نعمتیں پُوری نہیں ہوتیں جب تک کہ ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی شامل نہ کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ط (لقمان ۔ ع ۳)	"کیا نہیں دیکھا تم نے یہ کہ اللہ نے مسخر کیا واسطے تمہارے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور پُورا کیا اوپر تمہارے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو۔"

تکمیلِ ایمان کے ذرائع محسوسات کے پردہ میں معقولات نمایاں ہیں۔ جملہ آثارِ ظاہری اپنے دامنوں میں آیاتِ باطنی لپیٹے ہوتے ہیں۔ جب تک ان آیات باطنی تک نظر نہیں پہنچتی ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ [1]	یعنی جب مومنوں کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان کو وہ بڑھا دیتی ہیں۔

اور فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○ [2]	یعنی اور اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم (علیہ السلام) کو بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی تاکہ وہ (پختہ) یقین لانے والوں میں ہو جائیں۔

ونیز فرماتا ہے:۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط [3]	یعنی عنقریب ہم اُن کو آفاق میں اور اُن کے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھلا دیں گے تاکہ اُن پر ظاہر ہو جائے کہ تحقیق طور پر وہ حق ہے۔

صوفیائے کرام میں سیرِ انفسی اور سیرِ آفاقی کی جو اصطلاحیں مروج ہیں ان کی سند اسی آیت قرآنی سے حاصل ہوتی ہیں۔

انفس و آفاق نفسِ انسانی مع اپنے ظاہر و باطن کے انفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ملاحظ و مطالعہ کو سیرِ انفسی کہتے ہیں۔ کائنات میں جو کچھ از قسم ظاہر و باطن ہے آفاق ہے اور اس سے بطریق کشف و شہود آگاہ ہونا

---

[1] الانفال ۔ ع ۱ [2] الانعام ۔ ع ۹ [3] حٰم السجدۃ ۔ ع ۶

Marfat.com

سیرِ آفاقی ہے۔ چونکہ عالم حقیقتِ انسانی ہی کا ظہورِ تفصیلی ہے آفاق میں جو کچھ ہے وہ سب اجمالی طور پر انفس میں بھی ہے۔ جو کچھ یہاں ہے وہی وہاں ہے۔ اور جو کچھ وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ سیرِ انفسی سیرِ اجمالی ہے اور سیرِ آفاقی سیرِ تفصیلی۔ انفس و آفاق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے محل و منظر ہیں جن سے حق تعالیٰ کا پتہ چلتا ہے۔ جس نے ان نشانیوں کے دیکھنے کی صلاحیت پیدا کرلی اور حق تعالیٰ کی ظاہری و باطنی قوّتوں کو جو پہچاننے لگا اُس نے اپنے ایمان کی تکمیل کی اور انسان ہونے کا حق ادا کیا لیکن جو اس مرتبے تک پہنچنے سے رہ گیا وہ اِنسانیت سے گر گیا اور جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ○	یعنی بلاشبہ جانوروں سے بدتر خُدا کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

انسان خلافتہً فاعل ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے ان نشانیوں کے دیکھنے کا حکم دیا جو آفاق میں ہیں۔ پھر اُن کا جو نفوس میں ہیں تاکہ آفاق و انفس دونوں کی نشانیاں جمع ہو جائیں پھر اپنے افعال میں سب سے زیادہ لطیف اور چیدہ افعال کو قالبِ انسانی کے اندر ظاہر فرمایا۔ حیات۔ حسِّ حقیقی۔ حسِّ مشترک۔ حرکتِ اصلی۔ حرکتِ فروعی۔ تمیز۔ تذکیر۔ حفظ۔ خیال۔ فکر۔ وہم۔ وغیرہم وہ باطنی قوّتیں ہیں جن میں حق تعالیٰ ہی کے افعالِ خفیہ کا انعکاس پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بوجہ اُن قوّتوں کے جو کہ اُس نے اِنسان کو مرحمت فرمائی ہیں فعل کو انسان سے منسوب فرما دیا۔ اور حقیقتِ فعل کو اپنے ہی سے نسبت دی منبع و مخزن ان تمام قوّتوں کا اللہ ہے اس لئے فاعلِ حقیقی وہی ہے۔ اِنسان اُس کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اور اللہ کی طرف سے افعال پر فاعل بنایا گیا ہے۔ اس لئے خلافتہً اور نیابتہً فاعل انسان ٹھہرا۔ اور اُس کے لئے صنعت کا بھی دروازہ کھول دیا گیا۔

خلیفہ کا کام مُلک میں امن و اِنتظام قائم رکھنا اور مالکِ حقیقی کی نیابت کا انجام دینا ہے۔ چونکہ ان خدمات کے انجام دینے کے لئے چند قوّتوں اور اختیارات کی ضرورت تھی وہ چیزیں سب انسان کو عطا ہوئیں بمعلومات بہم پہنچانے کے وسائل۔ نیک و بد کی تمیز۔ ارادہ۔ قوّت۔ ارادہ کو عمل میں اور قوّت کو حرکت میں لانے کا اختیار یہ سب کچھ اور اُن کے علاوہ رہنمائی بندہ کو مرحمت فرمائی گئی۔ ان عنایات اور ان قوّتوں کے بے جا اور غلط اِستعمال کی ذمّہ داری لازمی طور پر بندہ ہی پر عائد ہوتی چنانچہ وہ اپنے افعال کا ذمّہ دار قرار پایا۔ اپنی قوّتوں کے صحیح استعمال میں جدوجہد کرنا اُس کا کام

ہ الانفال ۔ ع

ہے۔ اور اس جد وجہد میں کامیابی انعام الٰہی ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا[1] | اور جن لوگوں نے کہ جد وجہد کی ہماری راہ میں یقیناً ہم دکھادیں گے اُن کو اپنی راہ۔

افقِ اعلیٰ:۔ رُوح کا انتہائی مقام ہے۔

افقِ مبین:۔ قلب کا انتہائی مقام ہے۔

القاء۔ الہام۔ وحی:۔ ہر وہ چیز جو بطریق استدلال حاصل نہ کی گئی ہو۔ بلکہ قلبِ سالک پر حق تعالیٰ کی جانب سے یقینِ کامل کے ساتھ وارد ہوئی ہو۔ القاء ہے یا الہام ہے یا وحی ہے۔

ابتداءً سالک کے قلب پر خطراتِ رحمانی وارد ہوتے ہیں۔ انتہا میں جاکر حق تعالیٰ سے مکالمت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ابتدائی حالت کو القا اور انتہائی حالت کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی ہے۔ الہام حق تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر بلاکسی فرشتہ کی وساطت کے اُس جہت سے فائز ہوتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کو ہر موجودات کے ساتھ ہے۔ وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا[2] (اور واسطے ہر کسی کے ایک جہت ہے کہ وہ منہ پھیرتا ہے اُس طرف) سے اسی جہت کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وحی فرشتہ کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حدیثِ قدسی کو وحی وقرآن نہیں کہتے۔ وحی کشفِ شہودی ومعنوی دونوں ہے۔ الہام صرف کشفِ معنوی ہے۔ وحی مخصوص بہ نبوت ہے اور ظاہر سے متعلق ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط ہے۔ الہام ولایت سے مخصوص ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط نہیں۔

یہ اجمال کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے جو حسبِ ذیل ہے:۔

حق تعالیٰ کا تعلق کائنات کے ساتھ اُس نوع کا نہیں جس نوع کا تعلق کہ ایک گھڑی ساز یا گھڑی رکھنے والے کا گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے۔ گھڑی ساز گھڑی کے کل پرزوں کو بناتا ہے، درست کرتا ہے اور اُنھیں ترتیب دے کر گھڑی کو چلا دیتا ہے اور اس کے بعد گھڑی سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ یا گھڑی رکھنے والا رات دن میں ایک بار گھڑی کو چابی دیتا ہے اور چوبیس گھنٹہ تک کے لئے فراغت پالیتا ہے۔ گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے اور دُوسرے دن تک اپنی رفتار قائم رکھنے

[1] العنکبوت۔ ع ۷ [2] البقرہ۔ ع ۱۸

Marfat.com

کے لئے اپنے مالک کے چابی دینے یا گھڑی ساز کی نگرانی کی محتاج نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ کو کائنات کے ساتھ اس قسم کا تعلق نہیں۔ بلکہ کائنات اپنی ابداع اور اپنی تخلیق کے بعد بھی اپنے قیام کے لئے ہر لمحہ اور ہر ساعت حق تعالیٰ کی توجہ کی محتاج رہتی ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی نظرِ حق اُس کی جانب سے ہٹ جاوے تو ساری کائنات نیست و نابود ہو جاوے۔ حق تعالیٰ ہر وقت کائنات کی جانب متوجّہ رہتا ہے۔ اس متوجّہ رہنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی ذات و صفات سے کائنات پر متوجّہ رہتا ہے۔ صفات میں ایک بہت بڑی صفت صفتِ کلام بھی ہے جس سے حق تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب ہر وقت متوجہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی وقت بھی معطّل نہیں رہتی۔ وہ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے اُس فرد کی استعداد کے مطابق ہمکلام ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو براہ راست ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔ جیسے وَكَلَّمَ[1] اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب گفتگو کی۔ کسی سے وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے۔ کسی سے مِنْ[2] وَّرَآءِ حِجَابٍ یعنی پردہ کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے۔ کسی سے ہمکلامی کی یہ شان اظہار فرماتا ہے کہ فرشتہ کے ذریعہ اس کے دل میں جو چاہتا ہے القاء فرماتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ کے دل میں القاء فرمایا تھا۔ کسی کے دل میں براہ راست یعنی بلا وساطتِ فرشتہ جو چاہتا ہے القاء فرماتا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی کو القاء ہوتا ہے اور اس القاء کو بھی وحی سے تعبیر فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَوْحٰى[3] رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (اور وحی فرمائی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف)۔ کسی سے بذریعہ خواب اور رویائے صالحہ میں باتیں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ ہمکلامی کی جتنی شانیں اور ذرائع ہیں خواہ وہ القاء کے نام سے موسوم ہوں خواہ الہام کے نام سے خواہ کسی اور نام سے وہ سب حقیقتاً وحی ہی کی مختلف اقسام یا مختلف فروع ہیں۔ صرف قوت اور کمزوری یا کشف و حجاب کے اختلافات سے مختلف ناموں سے وہ مختلف فروع موسوم ہیں۔ سب سے قوی اور سب سے زیادہ واضح طریقہ ہمکلامی کا وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس وحیِ اصطلاحی کی صحیح تعریف حسبِ ذیل ہوگی۔

وحی کلامِ الٰہی ہے جو عالمِ غیب سے عالمِ شہادت کی جانب بذریعہ ایک مقرّب فرشتے کے جنھیں جبرئیل علیہ السّلام کہتے ہیں رسولوں کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا

"اور نہیں طاقت کسی بشر میں یہ کہ کلام کرے (بالمشافہ)

[1] النساء ع۲۳۔ [2] الشوریٰ ع۵۔ [3] النحل ع۹۔

Marfat.com

اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشورىٰ ع۵)

اُس سے اللہ مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی (فرشتہ) کو پیغامبر بنا کر بھیجے پس وہ اس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے جی میں ڈال دیوے تحقیق وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف آپ کے واسطے محمدؐ رُوح کو ساتھ حکم اپنے کے۔ نہ جانتے تھے آپ کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان و لیکن کیا ہے ہم نے اُس کو نور۔ ہدایت کرتے ہیں ہم ساتھ اُس کے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور تحقیق آپ البتہ ہدایت کرتے ہیں طرف سیدھی راہ کے۔"

بلحاظ ضعف وقوت اور بلحاظ زیادہ واضح اور کم واضح ہونے کے وحی کے تین مراتب ہیں :-

پہلا مرتبہ[۱] سب سے زیادہ قوی اور اکمل وہ ہے جس کے ذریعہ علوم غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کی عقل پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسُول کے نفس میں اُن علوم کو اس طرح منقّش کیا جاتا ہے کہ رسُول اُنھیں اپنے دل میں یاد رکھ سکے اور دُوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے جیسا کہ موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے :-
وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا[۱] (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب گفتگو کی۔) اور ہمارے حضور کے متعلق فرماتا ہے :-
فَاَوْحٰۤى[۲] اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى. (اپنے بندہ کی طرف جو کچھ وحی کرنی تھی وہ کر دی)۔ اسے وحیِ صریح کہتے ہیں۔

وحی کے پہلے مرتبہ کی دُوسری قسم یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام کلماتِ مقرّرہ اور عباراتِ معیّنہ کے ساتھ نازل ہوں اور حروف وصوت رسُول کے کانوں تک پہنچادیں اور معانی اُن کے قلب میں القا کریں۔ یہ دونوں صورتیں انبیاء کے لئے مخصوص ہیں۔

دُوسرا[۲] مرتبہ جو پہلے مرتبہ کے مقابلہ میں کمزور اور کم تر درجہ کا ہے یہ ہے کہ کلامِ الٰہی اُس نفس تک پہنچ جاتے جو اُس کلام کے قبول کرنے کی صلاحیت واستعداد رکھتا ہو۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات

[۱] النساء ع۲۳۔ [۲] النجم ع۱۔

Marfat.com

ڈال دی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلا کر صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں۔ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ مَا یُوْحٰٓی ۝ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (جس وقت کہ وحی ڈالی ہم نے طرف ماں تیری کے وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے اب یہ کہ ڈال دے اُس کو بیچ صندوق کے پس ڈال دے اس کو بیچ دریا کے)۔ اس وحیِ خفی اور تعلیمِ سِرّی کے القاء نے اُن کی والدہ کے نفس کو خوابِ جہالت سے بیدار کر دیا اور اُن کا دل اپنے بیٹے کے متعلق تردّد اور دشمنوں کے خوف سے مامون ہو گیا۔ اسی نوع کی وحی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو بھی ہوئی تھی جب کہ درخت کے نیچے سے اُن کو آواز آئی کہ غمگین مت ہو۔ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ۝ (پس پکارا اُس کو (یعنی مریم کو) نیچے اُس (درخت) کے سے کہ مت غم کھا۔ تحقیق کر دیا ہے پروردگار تیرے نے نیچے تیرے چشمہ)۔ یقینی امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیغمبر نہ تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا یہ مرتبہ جسے القا اور الہام کہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے بھی حق تعالیٰ نے رکھا ہے جو نبی یا رسُول نہیں۔ خضر علیہ السلام کو اسی ذریعہ سے علمِ لدُنّی کی تعلیم ہوئی جن کی بابت حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:- وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (اور ہم نے اُن کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا)۔ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ عِبَادٌ یُّحَدَّثُوْنَ وَفِیْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثُوْنَ وَاَشَارَ اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِهٖ۔ (یعنی بے شک ہر ایک اُمت کے اندر اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوتا ہے اور میری اُمت میں بھی ایسے بندے ہیں جن سے وہ ہم کلام ہوتا ہے) اور آپ نے اپنے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا۔ بعض روایات کی رُو سے حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔

تیسرا مرتبہ وحی کا جو دُوسرے مرتبہ سے بھی ضعیف تر ہے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نفوس کو اُن کاموں کی تعلیم فرماتا ہے جو اُن نفوس کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب سے اُن صنائع و بدائع کا استخراج کرتے ہیں جو ان کی قوت اور استعداد کے اندر ہیں۔ جیسے مکڑی کا جالا بُننا۔ ریشم کے کیڑے کا ریشم تیار کرنا۔ شہد کی مکھی کا چھتہ بنانا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (وحی کی تیرے رب نے طرف شہد کی مکھی کے کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنا)۔ مکھی پر کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا نہ اللہ تعالیٰ نے حروف و صوت سے اُسے خطاب فرمایا۔ بلکہ اُس میں ایک بات کی استعداد پیدا کر کے اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنی استعداد کو

۱؎ طٰہٰ ع ۔ ۲؎ مریم ع ۔ ۳؎ الکھف ع ۔ ۴؎ النحل ع ۔

Marfat.com

جنبش میں لاتے اور اپنا کام کرے۔

نفوسِ ناطقہ جب ایک حد تک کمالاتِ معنوی حاصل کر لیتے ہیں، طبیعت کی کدورتوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کی قیود سے آزاد اور بشریت کے مقتضیات سے برتر ہو جاتے ہیں۔ تو فطرتاً ان کی توجہ عالمِ سفلی سے ہٹ کر عالمِ علوی کی جانب مائل ہوتی ہے۔ خصائلِ ملکوتی کا اُن پر غلبہ ہوتا ہے۔ اور علومِ آسمانی کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ کی ہم نشینی کا اُنھیں شرف حاصل ہوتا ہے اور اس ہم نشینی سے وہ راحت پاتے ہیں۔ اِن ہی ملائکہ کے واسطہ سے خوش قسمت نفوس کو کلامِ الٰہی سُننے کی دولت نصیب ہوتی ہے اور صحبتِ ملائکہ کے اثرات سے متاثر ہو کر وحی کی مختلف شاخوں اور عالمِ قدس کے مختلف پھُول پتّوں اور علومِ غیب کے مختلف پھلوں سے وہ شکم سیر ہوتے ہیں۔

علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری طریقہ تو وہ ہی معمولی طالب علمی کا طریقہ ہے جو بہت عام ہے۔ اور باطنی طریقہ مراقبہ اور تفکّر کا ہے۔ مراقبہ اسے کہتے ہیں کہ دل کو دُوسرے خیالات سے ہٹا کر ایک ہی خیال پر جما دیا جاتے۔ اور اُسی خیال کے اندر فکر میں منہمک ہو جاتے۔ اور تفکّر یہ ہے کہ نفس اُن علوم کو جو کہ اپنے سے مخفی ہیں مدّت اور حیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ ایک تیسری چیز اور ہے جسے حدس کہتے ہیں۔ تفکّر اور حدس میں یہ فرق ہے کہ تفکّر میں تو غور و خوض سے اور طبیعت پر زور ڈال کر کوئی بات معلوم کی جاتی ہے۔ اور حدس میں بغیر سوچے سمجھے اور بلا غور و خوض اور بغیر آلہ یا حیلہ کے دفعتاً ایک بات قلب میں القا ہو جاتی ہے۔ صاحبِ حدس یک بیک غیب کی جانب متوجّہ ہو جاتا ہے اور یکبارگی علم مطلوبہ اُس پر منکشف ہونے لگتا ہے بغیر اس کے کہ عرصہ گزرے اور بغیر اس کے کہ ریاضت میں مشغول ہو۔ حدس بمقابلہ فکر کے نفوس کاملہ سے اقرب ہے۔ حدس سے فراست پیدا ہوتی ہے۔ اور فکر سے کیاست۔ کیاست اُس زیرکی و دانائی کو کہتے ہیں جس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اور فراست اللہ کا ایک نُور ہے جس سے مومن دیکھتا ہے اور فائدہ اُٹھاتا ہے۔ فرمایا رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ:-

"ڈرو تم مومن کی فراست سے کیونکہ وہ دیکھتا ہے اللہ کے نُور سے۔"

یہی فراست ہے جو حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ حدس ہی الہام کا زینہ ہے اور نبوّت زینہ ہے وحی کا۔

جب نفسِ انسانی حدس کی قوّت سے عالمِ بالا کی جانب متوجّہ ہوتا ہے اور علومِ غیبیہ کے انوار اُس پر چمکنا شروع

Marfat.com

ہوتے ہیں تو ان علوم کا اظہار اُس پر رمز کے حجاب اور اخفاء و ابہام کے پردوں کی آڑ میں ہوتا ہے۔ پھر اگر نفس میں اتنی قوت نہیں کہ حالتِ بیداری میں اس ظہور کا متحمّل ہو سکے تو یہ جلوے اُسے خواب میں دکھلائے جاتے ہیں اور غیب کے اسرار عالمِ رویا۔ کی صورتوں اور شکلوں اور مثالوں میں متمثّل کر کے اُس پر منکشف کئے جاتے ہیں۔

عالمِ رویا کے ذریعہ انکشاف حاصل کرنے کا مرتبہ الہام سے بھی کمتر ہے۔ الہام کا مرتبہ فرشتہ کے نازل ہونے سے جسے وحی کہتے ہیں کمتر ہے۔ اور وحی کا مرتبہ صریح مکالمہ سے جسے وحیِ صریح کہتے ہیں کمتر ہے۔ اسرارِ غیب کے ظہور کی انتہائی شان صریح مکالمہ کی شکل میں اولوالعزم رسُولوں کے لئے مختص ہے۔ وحی انبیاء میں سے رسُولوں کے لئے مختص ہے۔ وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا محض انبیاء کے لئے ہے۔ الہام کی دولت سے اولیاء اللہ نوازے جاتے ہیں۔

ان اولیاء اللہ کے نفوسِ طاہرہ جب اپنے عنصری قالبوں کی قید سے رہائی پاکر آسمانِ مکاشفہ کی بلندیوں پر پرواز فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کے مقامِ معاد میں خطابِ صریح کے ساتھ کلام فرماتا ہے جیساکہ رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَسَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ الرَّبِّ تَرْجُمَانٌ وَّلَا وَاسِطَۃٌ

(متفق علیہ)

یعنی ہر ایک مومن بندہ سے خداوند تعالیٰ کلام فرماوے گا اور اُس وقت خدا اور بندے کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا نہ کوئی واسطہ۔

القا اور الہام میں کسب کو کسی قدر دخل ہے مگر وحی میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ سے یہ دولت ہاتھ نہیں آتی جس طرح نبوّت محنت اور مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتی وحی بھی کوششِ انسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ الہام کے ذریعہ صرف معانی کا انکشاف ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعہ معانی کا بھی انکشاف ہوتا ہے اور کثائفِ تنزیلات کا بھی اور نزولِ رُوح القدس یعنی جبرئیل کا بھی۔ رُوح القدس اور جبرئیل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جبرئیل میں لطافت کا جب غلبہ ہوتا ہے تو رُوح القدس ہو جاتے ہیں۔ اور جب ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ مکشوف ہو سکیں تو وہ جبرئیل ہو جاتے ہیں۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو رُوح القدس یا رُوح الامین معانی کو رسُول کے قلب میں منقّش کرتے ہیں اور الفاظ و عبارت کو جبرئیل رسُول کے کان میں القاء کرتے ہیں۔ پھر مسموع اور معقول کان اور دل کی راہ سے ذاتِ رسُول میں مجتمع ہو جاتے ہیں اور رسُول کی زبان و توجّہ ان دونوں چیزوں کے فیضان

Marfat.com

میں مصروف ہوجاتی ہیں۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ۝ (الشعراء۔ ع ۱۱)	روح الامین نے (یعنی جبرئیل نے اپنی شان لطافت سے) اس کو تمہارے قلب پر نازل کیا ہے تاکہ تم عذاب الٰہی سے ڈرانے والوں میں سے ہو اور اُس کو عربی زبان میں جو سب زبانوں میں روشن اور بیّن ہے نازل کیا ہے۔

انبیاء وحی کی قوت سے اُن چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جن چیزوں کو اولیاء اللہ الہام کی قوت سے نہیں دیکھ سکتے۔ انبیاء کلماتِ وحی کو اپنے کانوں سے سُنتے ہیں۔ معانی کو دل میں سمجھتے ہیں۔ اور فرشتوں کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ الہام میں سوائے انکشافِ معنیٰ مجردہ مخفیہ کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

القائے سبوحی:۔ وہ القائے رحمانی ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے بلا کسی واسطہ کے بندہ کے قلب پر وارد ہوتا ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے آقا کی جانب رجوع کرتا ہے۔ اس القاء کو داعی الی اللہ بھی کہتے ہیں۔

الیاس وخضر:۔ الیاس سے عموماً کنایہ کیا جاتا ہے۔ حالتِ قبض کی جانب اور خضر سے حالتِ بسط کی جانب۔

امانت:۔ ؎

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اُٹھالیا

وہ بارِ امانت جس کے متحمّل ہونے کی صلاحیت آسمان و زمین نے اپنے میں نہ پائی۔ جس کی تاب پہاڑ نہ لا سکے۔ جو بوجھ نہ صرف آسمان بلکہ آسمان والوں سے بھی نہ اُٹھ سکا۔ اور حضرت انسان نے اس بوجھ کو اُٹھالیا وہ ظہورِ وجود ہے۔ ظہورِ وجود یعنی ظہور ذات مع الاسماء و الصّفات کا حامل صرف انسانِ کامل ہے۔ ذات و اسماء و صفات کے پرتَو کی قبولیت کی استعداد و صلاحیت صرف انسانِ کامل ہی میں پائی گئی۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (الاحزاب۔ ع ۹)	"تحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر آسمانوں اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا سب نے اس سے کہ اُٹھا دیں اُس کو اور ڈر گئے اُس سے اور اُٹھالیا اُس کو اِنسان نے۔ تحقیق وہ تھا ظلومی اور جہولی۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا مگر انھوں نے اور اُن میں کے رہنے والوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ ہم ایک کثیف دیوار کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے چہرہ کو اس پر عرض کرتے ہیں، یعنی اُس کے سامنے پیش کرتے ہیں مگر وہ دیوار ہمارے چہرہ کے عکس کو قبول نہیں کرتی۔ ہم اُسے ایک لطیف اور شفاف آئینہ کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن وہ بھی پرتو کو قبول نہیں کرتا۔ پھر ہم اپنے چہرہ کو ایک ایسے آئینہ کے سامنے پیش کرتے ہیں جو ایک طرف سے تو نہایت اُجلا صاف اور چمکدار ہے اور دُوسری طرف اُس کے زنگار لگی ہوئی ہے، تو وہ فوراً اُسے قبول کرلیتا ہے اور ہمارے چہرہ کا عکس اُس میں نہایت صفائی اور سچائی کے ساتھ آجاتا ہے۔ قبول کرلینے کے معنی یہ ہیں کہ آئینۂ زنگاری میں عکس کے نمایاں ہونے کی صلاحیت ہے جس کا اظہار اُس نے ہمارے چہرہ کے سامنے آتے ہی کردیا۔ شفّاف آئینہ یا دیوار میں یہ صلاحیت نہ تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے پرتو کو نہ آسمان نے قبول کیا نہ آسمان والوں نے کیونکہ وہ مثل شفّاف آئینوں کے تھے۔ اور نہ زمین اور زمین والوں اور پہاڑ اور پہاڑ کی چیزوں نے اُسے قبول کیا کیونکہ وہ مثل کثیف دیوار کے تھیں۔ انسان نے اُسے فوراً قبول کرلیا کیونکہ انسان مثل آئینۂ زنگاری کے ہے۔ اُس کی ایک جانب لطافتِ ملکوتی ہے اور دُوسری جانب کثافتِ حیوانی۔ ایک جانب وجود کا نُور ہے اور دوسری جانب عدم کی ظلمت۔ ایک جانب علم کی روشنی ہے اور دُوسری جانب جہل کی تاریکی۔ اس جامعیت نے انسان کو اس قابل بنادیا کہ امانتِ جامعیتِ ذات وصفات کو اُٹھائے ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ٭ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند (حافظ)

ظلوماً جہولاً سے یہی مراد ہے کہ انسان میں اس بارِ گراں کے تحمّل کی استعداد تھی۔ ظلومی سے یہاں مراد ظلم نہیں بلکہ ظلمت ہے۔ ظلمت ضد ہے نُور کی۔ تخلیقِ کائنات میں انسان سب سے آخری مخلوق ہے۔ تنزّلات کا انتہائی مرتبہ ہے۔ انسان کے بعد کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ اس لئے اُس کے ایک جانب ظلمتِ عدمی ہے۔ جہل بھی تاریکی ہے جو ضد ہے علم کی اور علم نور ہے۔ اس ظلمت وجہل نے زنگار کا کام دیا اور انسان نے الہٰیت کے پرتو کو قبول کرلیا ؎

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ٭ چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

انسان جہول اس حیثیت سے بھی ہے کہ وہ غیرِ حق سے جاہل ہے بوجہ معرفتِ تامّہ کے جو کہ نتیجہ ہے جامعیت کا۔ وہ ماسویٰ سے روگرداں ہے اور ہر چیز کو حق کی جانب سے پہچانتا ہے اور حق ہی کی روشنی سے دیکھتا ہے اور مراتب

Marfat.com

ممکنات کو اعتباری جاننا ہے. تو ظلوماً جہولاً گویا ذم کے پردہ میں انتہا درجہ کی مدح ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کے حق میں فرمائی ہے ؎

ظلومی و جہولی ضدِّ نور اند ❊ ولیکن مظہرِ عینِ ظہور اند
چو پشتِ آئینہ باشد مکدّر ❊ نماید روئے شخص از عکسِ دیگر
شعاعِ آفتاب از چارم افلاک ❊ نگردد منعکس جز بر سرِ خاک
تو بودی عکسِ معبودِ ملائک ❊ وزاں گشتی تو مسجودِ ملائک
تو مغزِ عالمی زاں در میانی ❊ بداں خود را کہ تو جانِ جہانی
جہان و عقل و جاں سرمایۂ تست ❊ زمین و آسماں از سایۂ تست
بزرگاں اندریں گشتند حیراں ❊ فرو ماندند از تشریحِ انساں
نبردہ ہیچ کس رہ سوئے ایں کار ❊ بعجزِ خویش ہر یک کردہ اقرار
ازاں دانستۂ تو جملہ اسماء ❊ کہ ہستی صورتِ عکس مسمّا
ظہورِ قدرت و علم و ارادت ❊ بہ تست اے بندۂ صاحب سعادت
سمیعی و بصیری حیّ و گویا ❊ بقا داری نہ از خود بل از آنجا
زہے اوّل کہ عینِ آخر آمد ❊ زہے باطن کہ عینِ ظاہر آمد
تو از خود روز و شب اندر گمانی ❊ ہماں بہتر کہ تو خود را بدانی

جب یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ امانت کیا ہے جس کا انسان حامل ہے تو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ امانت ہمیشہ پرائی ہوا کرتی ہے. امین کو حق حاصل نہیں کہ وہ پرائی امانت میں اپنا کوئی ذاتی تصرف کرے. مالکِ امانت کی مرضی کے مطابق اُس امانت کا استعمال تو جائز ہوگا مگر مالک کی مرضی کے خلاف اُسے استعمال میں لانا صریح خیانت ہوگی. پرائی چیز کو اپنا سمجھ لینا انتہا درجہ کی حماقت ہے.

امانت کے استعمال کرنے اور نہ کرنے کے متعلق امانت کے آقا کی جانب سے جو ہدایات صادر ہوتی ہیں انھیں شریعت کہتے ہیں. امانت کے جائز اور ناجائز اور مفید و غیر مفید اور ضروری و غیر ضروری استعمال کا علم حاصل

Marfat.com

کرنے کے لئے علمِ شریعت کا جاننا ضروری ہے۔ اور خیانت کے الزام سے بچنے اور امانت کی کما حقہ، حفاظت کے لئے شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ جب تک شریعت کا حق نہ ادا کیا جائے ذات وصفات کی مظہریت کا حق بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ زینہ ہے جس کے بغیر عروج کی انتہائی منزلوں تک رسائی محال ہے۔

آمدن :۔ عالمِ بشریت کی جانب واپسی۔ عالمِ ارواح سے واپس آنا۔ سکر سے صحو کی جانب منتقل ہونا۔ استغراق سے ہوش میں آنا۔

امر و خلق :۔ وہ عالم جو کہ موجد کے امر سے دفعتاً بے مادّہ و مدّت کے موجود ہو گیا عالمِ امر ہے۔ برعکس عالمِ خلق کے جو مادّہ اور مدّت کے ساتھ مقیّد ہے۔

بسیط چیز کا عدم سے وجود میں لانا امر ہے۔ اور مرکب چیز کا پیدا کرنا کسی چیز سے ساتھ تبدیل صورت کے خلق ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الاعراف۔ ع)	خبردار ہو جاؤ کہ واسطے اسی کے ہے خلق اور امر بہت برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا۔
اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (یٰسین۔ ع)	بے شک حکم اس کا جب ارادہ کرے کسی چیز کا یہ ہے کہ فرماتا ہے واسطے اس کے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا امر ہی موجودات کی علّت ہے جو چیز نہ تھی۔ پھر ہو گئی۔ وہ امرِ الٰہی سے ہوئی۔ اس نے معدوم کو عدم سے وجود میں آنے کا حکم دیا اور وہ آگیا۔ اس کا امر حقیقی ہے۔ مجاز سے آلودہ نہیں۔ اس کا امر مخلوق کے امر پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مخلوق یعنی محدثات جب کسی چیز کا امر کرتے ہیں تو امر کرنے سے قبل بہت سی چیزوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ پھر اس میں ان کی خواہشات اور اغراض بھی شامل ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ انکے امر کی تعمیل ہو یا نہ ہو۔ بخلاف امرِ باری تعالیٰ کے کہ وہ غرض اور مدّت اور فتور اور قصور اور طمع اور خوف سب سے پاک ہے۔ جب وہ کسی چیز کی اختراع اور ایجاد کا ارادہ فرماتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ اس چیز کا یہ موجود ہونا حکم کے ساتھ بلا تقدم و تاخر وقوع میں آتا ہے۔ اور یہ بات کسی اور کے لئے ممکن نہیں۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ اس کا ارادہ ہی اس کا امر ہے اور اس کا امر ہی "کُن" کا کہنا ہے۔ اور اس کے کُن کا کہنا چیز کا ہو جانا ہے۔

Marfat.com

یہ فرقِ لفظی صرف تفہیم کے لئے ہے۔ ورنہ علمِ توحید میں ان سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا لفظِ کُنْ حروف اور صورت کا مجموعہ نہیں۔ نہ کاف و نون کی صورتِ ترکیبی کو اُس میں دخل ہے۔ بلکہ اس کا کُنْ دراصل عقل کا فیضان ہے، اور کبھی منقطع نہیں ہوتا کیونکہ قدرت کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ بلکہ قدرت کی شعاعیں کبھی حِس میں ظاہر ہوتی ہیں کبھی عقل میں مخفی۔

امرِ الٰہی کے تین مراتب ہیں۔ حقیقتُ الامر (۱)۔ اثرُ الامر (۲)۔ صورتُ الامر (۳)۔

(۱) حقیقت الامر علمِ ذاتی ہے جو شامل ہے کُل چیزوں پر۔ یعنی اُن پر بھی جو ہو چکی ہیں اور اُن پر بھی جو ہونے والی ہیں اور اُن پر بھی جو ہونے والی نہیں ہیں۔ اُس کا امر اُس کے علم و صفات کے لوازمات سے ہے۔ اور اس کی صفات اُس کی ذات کے لوازمات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا امر فعل و اِنفعال نہیں۔ نہ اُس میں اِنقطاع و اِتّصال ہے۔ بلکہ اُس کا امر اُس کی مراد ہے اور اُس کی مراد اُس کے علم کا ایک بھید ہے۔ چنانچہ حقیقت الامر کو علمِ الٰہی بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۲) اثر الامر جبرئیل علیہ السّلام ہیں۔ امرِ الٰہی کا اثر یہ ہے کہ اجسام کو حرکت ہو اور رُوح کی پیدائش ظہور میں آئے۔ امر کی حقیقت الٰہیت سے ہے۔ اور امر کا اثر ربوبیت سے متعلّق ہے۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ [۱]۔ سے ارواح کا جو امر سے مستفاد ہونا پایا جاتا ہے اُس سے مراد امرِ ذاتی نہیں۔ بلکہ امر کے آثار ہیں۔ امر کے آثار یہ ہیں کہ احکامِ الٰہی کی تبلیغ ہو اور اشیاء میں اُن کے مراتب کے لحاظ سے ترتیب قائم رہے اور یہ خدمت جبرئیل علیہ السّلام کے سپرد ہے۔

(۳) صورت الامر محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ علمِ الٰہی اور مشیّتِ الٰہی اور ارادۂ الٰہی اور احکامِ الٰہی کی آپ صورت ہیں۔ آپ ہی اصل ہیں جملہ انبیاء کی۔ آپ ہی اوّلِ خلق ہیں۔ آپ ہی خاتم الرُّسل ہیں۔ آپ ہی افضل البشر ہیں۔ آپ ہی سرورِ کائنات ہیں۔ آپ ہی خلاصۃ الموجودات ہیں۔ آپ بندگانِ خدا کے مصلح۔ اُن کے رہبر و رہنما۔ اُن کو اللہ کی جانب اللہ کے حکم سے مدعو فرمانے والے۔ اللہ کی جناب میں اُن کی شفاعت فرمانے والے۔ اُن کے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

[۱] بنی اسرائیل ع

Marfat.com

وَجَمِيعِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ فِي اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

اوست ایجادِ جہاں را واسطہ ❊ درمیانِ خلق وخالق رابطہ
شاہبازِ لامکانی جانِ او ❊ رحمتہ للعٰلمین درشانِ او
عارفِ اطوارِ سرِ جزو کُل ❊ خلقِ اوّل رُوحِ اعظم عقلِ کُل
علّتِ غائی ز امرِ کُن فکاں ❊ نیست غیر از ذاتِ آں صاحبقراں
رہنمائے خلق وہادی سُبل ❊ مقتدائے انبیاء ختمِ رُسل

اُمنَاء :۔ ملامتیوں کو کہتے ہیں۔ ملامتیوں کا گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آراستہ وپیراستہ باطن کو ظاہری خواری اور خستہ حالی کے پردہ میں مخفی رکھتے ہیں۔

امّہاتِ حقائق :۔ اسمائے ذات وصفات وافعال جو مبادیاتِ معرفتِ حق ہیں۔

امیری :۔ اپنی ارادت کو سالک پر جاری کرنا۔

اَنا :۔ "جسمِ آدم میں ایک مضغہ ہے۔ اُس مضغہ میں فواد ہے۔
فواد میں رُوح ہے۔ رُوح میں سِرّ ہے۔ سِرّ میں خفی ہے۔
خفی میں اخفا ہے اور اخفا میں انا ہے۔

اس انا سے اشارہ ہے ذاتِ مطلق کی جانب۔ بندہ میں جو انانیت ہے وہ انائے حقیقی کی آوازِ بازگشت ہے ؎

زمہرش سینہ ہا جولانگہِ برق ❊ دلِ ہر ذرّہ در جوشِ انا الشّرق

ہر چیز جو عبد سے متعلق ہے حقیقتاً حقیقتِ عبد سے منسوب ہے اور حقیقتِ عبد کی اصل ذاتِ مطلق ہے۔ خواہ وہ تعیّنِ رُوحانی میں متعیّن ہو، خواہ تعیّنِ جسمانی میں۔ خواہ اطلاق کی حیثیت سے اُس پر نظر ڈالی جائے خواہ تقیید کے اعتبار سے۔ انا کی حقیقت وہی مطلقہ واحدہ ہے جو بحسبِ اختلافاتِ مختلف عباراتِ مختلفہ میں ظاہر کی جاتی ہے مثلاً مَن وتُو و ھُوَ حقیقت ایک ہی ہے جو باعتبار تعیّنات اعتباری مَن وتُو ہے اور بلحاظ اطلاق ھُو ہے ؎

حقیقت کز تعیّن شُد معیّن ❊ تو او را در عبارت گفتہ من

Marfat.com

من و تو عارضِ ذاتِ وجودیم ؛ مشبکہاے مشکوٰۃِ وجودیم

ہمہ یک نور داں اشیا و ارواح ؛ گہ از آئینہ پیدا گہ ز مصباح

عامی سمجھتا ہے کہ مَن سے مراد میرا جسم ہے۔ حکیم سمجھتا ہے کہ اس سے روح مراد ہے لیکن اہلِ کشف جانتا ہے کہ مَن سے نہ تنہا یہ مراد ہے نہ تنہا وہ۔ بلکہ وہ حقیقت مراد ہے جو شامل ہے تمام حقائق و ہُویات پر۔ رُوح ہو یا بدن سب کچھ اُسی حقیقت کے مظاہر ہیں۔ دراصل مَن سے مراد ہے ذاتِ واحد، اعم از جسم و جان۔ کیونکہ جسم و جان گویا اجزاء ہیں اُس حقیقت کے جو تعینات کے ہر فرد میں مَن سے معتبر ہے۔ تنہا انسان اُس سے مخصوص نہیں ؎

من و تو برتر از جان و تن آمد ؛ کہ ایں ہر دو ز اجزائے من آمد

بلفظِ من نہ انسان است مخصوص ؛ کہ تا گوئی بداں جانست مخصوص

یکے رہ برتر از کون و مکاں شو ؛ جہاں بگذار و خود در خود جہاں شو

جب عارف انا کا استعمال کرتا ہے تو اُس کی مراد ہوتی ہے وجودِ خارجی کی انانیت متعیّن باعتبارِ مرتبۂ ذاتیہ۔ پس وہ انانیت حق تعالیٰ کی خبر دیتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے کیونکہ عارف حق تعالیٰ میں فانی ہوتا ہے۔ وہ ھُوَ الحق کہے یا انا الحق تعبیر اُس کی ایک ہی حقیقت ہوتی ہے۔ تعیّن کے دُور کر دینے سے انا اور ھو ہم معنی ہو جاتے ہیں ؎

قُم باذنی و قُم باذنِ اللہ ؛ ہر دو یک نغمہ آمد از لبِ یار

صاحبِ گلشنِ راز فرماتے ہیں ؎

در آ در وادیٔ ایمن کہ ناگاہ ؛ درختے گویدت اِنّی انا اللہ

روا باشد انا اللہ از درختے ؛ چرا نبود روا از نیک بختے

ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست ؛ یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست

انانیت بود حق را سزاوار ؛ کہ ہُو غیب است و غائب وہم و پندار

جنابِ حضرتِ حق را دوئی نیست ؛ دراں حضرت من و ما و توئی نیست

من و ما و تو و او ہست یک چیز ؛ کہ در وحدت نباشد ہیچ تمیز

Marfat.com

ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد ٭ انا الحق اندر اُو صوت و صدا شد
شود با وجہ باقی غیر ہالک ٭ یکے گردد سلوک و سیر و سالک

لیکن جب جاہل انا کا استعمال کرتا ہے تو اُس سے اُس کی مراد انانیتِ رُوحِ عبد سے ہوتی ہے۔ اور آوازِ بازگشت کو صدائے اصلی سمجھتا ہے۔

چونکہ پہلا تنزل انا میں ہوا ہے اس لئے لفظ انا سے کبھی تعینِ اوّل کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور تعینِ اوّل مقامِ محمدی ہے۔

انتباہ :۔ سالک کے دل سے غفلت کا دُور ہونا۔

انجمن :۔ عالمِ کثرت۔

انزعاج :۔ سماع یا وعظ کی تاثیر سے دل کا اللہ تعالیٰ کی جانب کھنچنا۔

انصداع :۔ فرق بعد الجمع۔ اطلاق کی بلندی سے تعینات کی جانب اُترنا۔ صحو بعد سُکر کے۔

اَنظار :۔ جمع ہے نظر کی۔ سالک کا حق تعالیٰ کو لباسِ صفات میں دیکھنا۔

انفس و آفاق :۔ (دیکھو زیرِ عنوان افعالِ الٰہی بر صفحہ ۶۵)۔

انگشت :۔ صفتِ احاطت۔

اوباش :۔ جس نے غلبۂ محبت میں بیم مصیبت اور ثوابِ عبادت سے نظر ہٹالی ہو۔

آہ :۔ ایک علامت ہے کمالِ عشق کی جس کے بیان سے زبان و قلم قاصر ہوں ؎

زشوقِ عشقِ محبوبِ الٰہی آنچناں گشتم ٭ کہ تصویرم مصوّر در کشد بر صُورتِ آہے (نیازؔ)

آہو :۔ فردِ کامل جو وادیِ قدس کی فضا میں لذتِ شیوناتِ ذاتیہ کی خوش عیشیوں میں چوکڑیاں بھرتا پھرے۔

ایامِ الٰہی :۔ تجلیاتِ الٰہی۔

ایّام جمع ہے یوم کی۔ یوم کے معنی ہیں دن کے۔ دن کہتے ہیں آفتاب کے ظہور کی مدت کو۔ جب تک آفتاب ظاہر رہتا ہے روشنی رہتی ہے۔ اور چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔ گویا دن صرف اسی قدر مدت کا نام ہے جسمیں نور کا ظہور ہو

Marfat.com

تجلیاتِ الٰہی بھی ظہورِ انوار ہیں۔

ہر تجلی کے لئے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں۔ یہ ایک تنوع ہے جو مقتضی ہے ہر تجلی کا۔ اگرچہ حق سبحانہٗ تعالیٰ بالذّات تغیّر کو قبول نہیں فرماتا لیکن اُس کی ہر تجلّی میں ایک تغیّر ہے جسے تَحَوّل فِی الصُّوَر کہتے ہیں۔ اُس کا متغیّر نہ ہونا حکمِ ذاتی ہے۔ اور تجلّیات میں تنوّعِ امرِ وجُودی عینی ہے۔

ہر تجلّی کی ایک شان ہے اور ہر شان کا وجودِ حادثات میں ایک اثر ہے جو وجود کو متغیّر کر دیتا ہے۔ ہر زمانہ میں وجودِ حادثات کا متغیّر ہونا اثر ہے اُس شانِ الٰہی کا جو ہر تجلّی کو لاحق ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَأْنٍ کے یہی معنی ہیں۔

حق تعالیٰ جب بندے پر متجلّی ہوتا ہے تو اُس تجلّی کا نام حق کے اعتبار سے شانِ الٰہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اُسے حال کہتے ہیں اور وہ ہر آن ایک نئی تجلّی میں ہوتا ہے ؎

ہر لحظہ جمالِ خود نوعِ دگر آرائی ٭ شورِ دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی (جامیؔ)

ایقان:۔ اس حقیقت کا یقینِ کامل کہ حق تعالیٰ ہر شے میں بلا حلول و اتحاد موجود ہے اور اس یقین میں محو ہو جانا۔

ایمان:۔ تصدیقِ قلبی اس شرط کے ساتھ کہ قلب کسی چیز کو بلا دلیل قبول کرے۔ تجدیدِ ایمان کہتے ہیں ایمان کو ہر وقت تازہ کرتے رہنے کو۔ سلوک میں اس کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ سالک ظاہری اور اجمالی اسلام پر قناعت نہیں کرتا بلکہ معرفت میں وسعت کا خواہاں رہتا ہے۔ معروف غیر متناہی ہے۔ اس لئے معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔ لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ ایک مقام پر دو ساعت منزل نہ کرے اور ہر ساعت از سرِ نو مسلمان بنے۔

ایمانِ تقلیدی عوام کا ایمان ہے جو بے دیکھے اور بے سمجھے صرف سُن کر ایمان لے آتے ہیں اور احکامِ شرع کی تعمیل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اُن لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں جو عقل کے پھندوں میں گرفتار ہو کر شک و شبہ کے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور بالآخر جو تھوڑا بہت ایمان رکھتے ہیں وہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ یا ماوراے عقل امورِ اسلامی کو توڑ مروڑ کر اپنی ناقص عقل کے مُطابق بنا لیتے ہیں اور اسلام کی سچی اور اصلی صُورت کو اپنی خام عقل کی خاطر مسخ کر دیتے ہیں۔ ایمانِ تقلیدی خواہ دُنیا کے اہلِ عقول کے نزدیک پسندیدہ اور قابلِ قبول نہ ہو مگر بارگاہِ

(سلہ الرحمٰن۔ ع)

Marfat.com

الٰہی میں مقبول ہے اور سبب بنتا ہے دخولِ جنّت اور خوشنودیٔ الٰہی کا۔ اس نوعیت کا ایمان معاد کے متعلق ذمّہ داری کے بوجھ سے انسان کو سبکدوش کرنے کے لئے کافی ہے۔ ایک بزرگ نے دُعا مانگی تھی کہ مرتے وقت اُنھیں اللہ تعالیٰ مدینہ کی بڑھیوں کا سا ایمان نصیب کرے۔ یہ وہ بزرگ تھے جنھوں نے اپنی عمر کے بڑے حصّہ کو فلسفہ اور معقولات کی اُلجھنوں میں صرف کر دیا تھا۔

ایمانِ حقیقی اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے جو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تمام عالم اعتباری ہے اور نیست و نابود ہے اور صرف حق تعالیٰ ہی موجود اور مُستقلاً قائم بالذات ہے۔ وہی عالم کے ان تعیّنات میں متعیّن ہے اور یہ جملہ تعیّنات اعتباری ہیں۔ اس قسم کا ایمان کشف و شہود ہی کی راہ سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ کتبِ تصوّف کے مطالعہ یا سائنس اور فلسفہ کی اٹکلوں سے۔

Marfat.com

ب

ب :- ثانی مرتبۂ وجود. تعینِ ثانی. تنزلِ دوم. موجوداتِ خارجیہ۔

حروفِ تہجی اور حسابِ ابجد میں جس طرح یہ حرف بعد الف کے آتا ہے اور حرفِ ثانی ہے اور دُوسرے حرف کے لئے سبب بنا۔ اسی طرح تعینِ ثانی ظہورِ تفصیلی یعنی موجوداتِ خارجیہ کے لئے سبب بنا۔ چنانچہ اہلِ اسرار کے نزدیک ب کے معنی سبب کے بھی ہوتے ہیں۔ سبب حجاب ہے مُسبّب تک پہنچنے کے لئے۔ تعین ثانی نہ ہوتا تو حق و خلق کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوتا۔

نکتۂ ب :- وحدت کو کہتے ہیں کیونکہ دائرۂ کثرت کا مرکز وحدت ہی ہے۔

بابُ الابواب :- توبہ کا دروازہ۔ یہ سب سے پہلا دروازہ ہے۔ جب تک سالک اس دروازہ سے نہیں گزرتا کوئی اور دروازہ اُس کے لئے نہیں کھولا جاتا۔

بادِ صبا :- نفحاتِ رحمانیہ جو مشرقِ روحانیات سے آتی ہیں اور سالک کو تروتازہ کر دیتی ہیں۔ اسے بادِ یمانی بھی کہتے ہیں۔

بادہ :- محبت و عشقِ الٰہی کا فیضان جو عالمِ غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے اور اُسے مست و بے خود

Marfat.com

بنا دیتا ہے۔

بادہ فروش :- مرشد۔ پیر۔ شیخ۔ ہادیٔ طریقت۔

باران :- نزولِ رحمت۔

بازو :- مسبّب کی جانب سے کسی سبب کا پیدا ہوجانا یا کسی فعل کا سرزد ہونا جس سے صفتِ مسبّب کا پتہ چلے۔

بازی :- توجّہِ خالص جس میں اس درجہ خلوص ہو کہ اعمال تو کئے جائیں مگر ثواب کی لالچ سے نہیں بلکہ صرف حصولِ رضائے دوست کے لئے۔

باطل :- غیرِ حق۔ ماسوی اللہ۔ معدوم۔ عالمِ وہمی جس کا حقیقتاً کوئی وجودِ ذاتی نہیں۔

بام :- محلِ تجلّیات۔

بامداد :- موہومات کا نظروں میں فنا ہوجانا۔

باھُوت :- عالمِ ناسوت کی وہ سیر جو بعد فنائے تام اور بعد وصول بہ احدیت حقہ حاصل ہو۔

بُت :- تصوّف میں یہ لفظ اور اُس کے مرکّبات مثلاً بُت خانہ۔ بُتکدہ۔ بُت پرست۔ بُت پرستی وغیرہم مختلف مواقع کے لحاظ سے مختلف معنوں میں اِستعمال میں آتے ہیں۔ لفظِ بُت سے کہیں ماسوے اللہ مراد ہوتی ہے۔ کہیں مظہر یا مظہرِ عشق یا تعیّن یا تجلّی۔ یا تجلّیٔ شہودی یا مطلوب کی جانب اس سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ کہیں وحدت یا جمعیتِ وحدتِ ذاتیہ کا مفہوم اس سے ادا ہوتا ہے۔

ماسوے اللہ عام طور پر بُت اس جسدِ بے رُوح کو کہتے ہیں جو سنگ تراش یا بُت گر پتھر تراش کر یا مٹی وغیرہ سے یا کسی اور طرح کسی کی تشبیہِ صوری تیار کرتا ہے اور اہلِ باطل اُس غیر ذی رُوح مجسّمہ کو پُوجتے ہیں یا اس پردہ میں اُس کی پرستش کرتے ہیں جس کی کہ وہ تشبیہ قرار دی گئی ہے۔ لیکن اہلِ مجاز اور عوام کے نزدیک بھی اس لفظ کے اِستعمال نے متعدد اور مختلف پہلو اختیار کر لئے ہیں۔ اور اس کے معنی کسی قدر وسیع ہوگئے ہیں۔ اُن کے نزدیک بھی ہر وہ چیز جو غیرِ خدا ہے اور جس کی پرستش میں لوگ غلطی اور کوتاہ بینی سے مبتلا ہوجاتے ہیں بُت ہے۔ اور یہ ابتلا بُت پرستی کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ کوئی لات و عزّیٰ کی عبادت کرتا ہے کوئی کالی اور بھوانی کی پُوجا کرتا ہے۔ کوئی ہوا و ہوس کی پرستش کرتا ہے۔ کوئی طلبِ دُنیا کا بندہ ہے۔ کوئی حُبِّ جاہ کی زُنّار گلے میں ڈالے ہوئے ہے۔ کوئی صُورت میں مقیّد ہے۔ کوئی الفاظ میں

Marfat.com

گھرا ہوا ہے اور معنی سے روگرداں ہے ؎

قبلۂ شاہاں بود تاج و گہر ⁂ قبلۂ ارباب دنیا سیم و زر
قبلۂ صورت پرستاں آب و گل ⁂ قبلۂ معنی شناساں جان و دل
قبلۂ زہاد محراب قبول ⁂ قبلۂ بد سیرتاں کارِ فضول
قبلۂ تن پروراں خواب و خورش ⁂ قبلۂ انساں بدانش پرورش
قبلۂ عاشق وصالِ بے زوال ⁂ قبلۂ عارف جمالِ ذوالجلال

غرضیکہ ہر وہ چیز جو ماسوی اللہ کے تحت میں ہے اور جس میں اُلجھ کر رہ جانا بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان حجاب ثابت ہو بُت ہے۔ خواہ وہ صُورت ہو یا سیرت، خیال ہو یا عمل، عادت ہو یا رسم۔ اور اُس میں انہماک بُت پرستی ہے۔ ماسوی اللہ کی خواہش حجاب ہے۔ نفس بھی ماسویٰ کے تحت میں ہے۔ اس لیے خواہشاتِ نفسانی کی پیروی بھی بہت بڑا حجاب اور اللہ کے راستہ میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝
(الجاثیہ ع ۳)

"کیا پس دیکھا تو نے اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خُدا بنایا اور (بسبب) اس کے باوجود اس کے جاننے بُوجھنے کے اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا۔ اور اُس کی سماعت اور اُس کے دل پر مہر لگا دی۔ اور اُس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے (اس فعل کے) بعد اُسے کون راہِ راست پر لائے گا۔ پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔"

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خُدا کی ہستی کے تو قائل ہیں مگر اُسے اُن اسماء و صفات کے ساتھ نہیں پہچانتے جن سے کہ اُس نے اپنے آپ کو موصوف فرمایا ہے بلکہ اپنی ہی عقل سے یا اپنے باپ دادا سے سُن کر اُن لوگوں نے اُس کی کوئی خاص صُورت قرار دے لی ہے اور اپنی اُس اعتقادی صورت میں اُسے اپنے نزدیک مقیّد کر لیا ہے۔ حالانکہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ اس سے منزّہ و برتر ہے۔ وہ اعتقادی صورت بھی بُت ہے جسے اُن لوگوں نے خود ہی تراشا ہے ؎

چوں دُور شد نقابِ جلال از جمالِ دوست ⁂ گردد عیاں کہ عابدِ حق بود بُت پرست

Marfat.com

بعض علماء وفضلاء بشدت پابندِ صوم وصلوٰۃ ایسے بھی نظر آئیں گے جن کے لئے اُن کا علم وفضل حجاب ہوگیا ہے۔ اُن کی رسمی عبادت حجاب بن گئی ہے۔ جو چیزیں کہ مقصودِ اصلی تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اُن میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں۔ انھوں نے ذریعہ ہی کو مقصد قرار دے رکھا ہے اور مقصدِ اصلی سے اوجھل ہوگئے ہیں ؎

فقیہان دفترے رامی پرستند ؛ حرم جویان درے رامی پرستند
برافگن پردہ تامعلوم گردد ؛ کہ یاران دیگرے رامی پرستند

استعمالِ مشترک ایک تو لفظِ بُت کا مندرجہ بالا استعمال ہے جس میں صوفی اور غیر صوفی دونوں مشترک ہیں۔ چنانچہ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ؎

خدا زاں خرقہ بیزاراست صدبار ؛ کہ صد بُت باشدش در آستینے

اور خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ؎

چوں تراصد بُت بود در زیر دلق ؛ چوں نمائی خویش راصوفی بخلق

استعمالِ خاص اس کے علاوہ تصوّف میں اس لفظ کے استعمال کے اور بھی متعدد پیرائے ہیں، جن کے متعلق اغیار کو مغالطہ ہوتا ہے۔ صوفی باریک بین اور بلند پرواز ہوتا ہے۔ اُس کے نزدیک ہر چیز جس پر ماسویٰ کا اطلاق ہو مظہر ہے ہستیٔ مطلق کا۔ ہر مصنوع اور ہر صنعت دلیل ہے صانع پر۔ ہر تعیّن رہنمائی کرتا ہے متعیّن کی جانب۔ ہر چیز جو کہ عیاں ہے ایک لفظ ہے جس کے تحت میں معنی ہیں۔ ہر ظاہر اپنے دامنوں میں باطن کو لپیٹے ہوئے ہے۔ ہر صُورت کے اندر رُوح ہے۔ ہر مجاز کی تہ میں حقیقت ہے ؎

درونِ ہر بتے جانے ست پنہاں ؛ بزیرِ کفر ایمانے ست پنہاں

اس لئے صوفی کے نزدیک ہر مظہر بُت ہے عام اس سے کہ مجازی بُت پرست اُس کی پرستش کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ اور یہ کائنات اس کے نزدیک ایک بُت خانہ ہے۔ جو بُتوں سے لبریز ہے ؎

ہست در ہر صورتش صد بتکدہ ؛ ہر طرف صد کعبۂ وصد معبدہ
گہ بطوفِ عالمِ علوی رود ؛ گہ مقامش عالمِ سفلی بود
گہ مجرّد می شود گہ منطبع ؛ گاہ واصل گردد و گہ منقطع

Marfat.com

گہ ملک میگردد وگہ دیو خس ⁂ گاہ محضِ عقل باشد گاہ نفس

گویا اُس کے نزدیک ہر چیز جو خدا کی جانب رہنمائی کرے بُت ہے چونکہ کائنات کی ہر چیز مظہر ہے واحدِ حقیقی کی اور ہر چیز اُسی کی جانب رہنمائی کرتی ہے اس لئے ہر چیز بُت ہے اور جُملہ مظاہر کو مظاہر ہونے کی حیثیت سے دیکھنا اور اُن میں مُنظہر کو ٹٹولنا صوفیاء کی اصطلاح میں بُت پرستی ہے سے

ہر طاقِ ابروئے او محرابِ بُت پرستی ⁂ ہر تارِ موز زلفش زُنّارِ پارسائی

مجاز میں بُت معشوق کو بھی کہتے ہیں۔ صوفیاء بھی اپنے مقصود، اپنے مطلوب، اپنے محبوب کو کبھی بُت سے کنایہ کرتے ہیں۔ ہر وہ صورت جس میں اُن کا مطلوب ظاہر ہوتا ہے ان کے نزدیک بُت ہے۔ ہر مظہر مظہرِ عشق ہے اور ہر مظہرِ عشق بُت ہے۔ ہر تجلّی جس میں کہ شاہدِ معنی سالک کے دل پر متجلّی ہوتا ہے بُت ہے سے

آں بُت نمود عکسِ رُخِ خود در آئینہ ⁂ من بُت پرست گشتم و او خود پرست شد (جامیؒ)

جب کائنات میں جُملہ مظاہر بُت ہیں اور جملہ مظاہر کی اصل ایک ہی ہے تو تمام بُتوں کی اصل بھی لازمی طور پر ایک ہی بُت ہونی چاہیئے سے

چو اشیا ہست ہستی را مظاہر ⁂ ازاں جُملہ یکے بُت باشد آخر

اس لئے بُت سے کبھی وحدت یا جمعیتِ وحدتِ ذاتیہ کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کبھی انسانِ کامل کی جانب بھی اس سے اشارہ کیا جاتا ہے سے

تو آں بتے کہ بتاں جملہ پائے بندِ تو اند ⁂ سہی قداں ہمہ محوِ قدِ بلندِ تو اند (فروغی)

اشیائے درمیانی کے دو پہلو ہر درمیانی چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ مذموم اور محمود۔ مذموم پہلو تو یہ ہے کہ وہ چیز طالب و مطلوب کے درمیان رکاوٹ ہو جاوے اور محمود پہلو یہ ہے کہ وہ دونوں کے مابین واسطہ بن جاوے۔ بُت چونکہ درمیانی چیز ہے اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ مجازی بُت پرست اس کے مذموم پہلو سے تعلق رکھتے ہیں اور خسارہ اُٹھاتے ہیں۔ صُوفی کو اس کے محمود پہلو سے واسطہ ہوتا ہے اور وہ مراد کو پہنچتا ہے۔

ترکِ ناموس بُت و زُنّار و ناقوس و ترسائی یا اس قسم کے دیگر الفاظ سے کبھی ترکِ ناموس اور ترکِ جاہ و منصب کی جانب بھی اشارہ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

عینِ بُت پرستی | بُت پرستی یا عین بُت پرستی سے مراد توحید اور لبا اوقات استغراق فی التوحید ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کو یگانہ گردا ننا عین بُت پرستی ہے ے

چو کفر و دیں بود قائم بہ ہستی ٭ شود توحید عینِ بُت پرستی

بُت کو من حیث الحقیقت غیر جاننا شرک ہے۔ وجود خیر محض ہے جس میں صدہا حکمتیں پوشیدہ ہیں اور عدم شر ہے۔ بُت از روئے وجود کوئی بُری چیز نہیں۔ بُت پرستِ مجازی کی نظر چونکہ حقیقتِ بُت پر نہیں ہوتی بلکہ اُس تعیّن میں محدود رہتی ہے اس لئے شریعت کے نزدیک وہ کافر ہے۔ اگر نظر اُس کی حقیقت پر ہوتی تو شرع کی رُو سے بھی وہ کافر نہ ہوتا۔ خلق کی صُورتِ ظاہری بھی بُت ہے۔ اگر مدّعی اسلام خلق کی ظاہری صورت کو دیکھتا ہے لیکن حق کو جو کہ اس میں پنہاں ہے نہیں دیکھتا تو وہ بھی کافر ہے۔ وجودِ ممکنات کو غیرِ وجودِ واجب سمجھنا اِسلامِ مجازی ہے نہ کہ اِسلامِ حقیقی اور اِسلامِ مجازی سے بیزاری کُفرِ حقیقی نہیں اگرچہ اس بیزاری کی صُورت کفر نما ہو۔ کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ :۔ ے

عاشق و عشق و بُت و بُتگر و عیّار یکیست ٭ کعبہ و دَیر و مساجد ہمہ جا یار یکیست

گر دَرآئی بہ چمن وحدت و یکرنگی بیں ٭ کہ دراں عاشق و معشوق و گل و خار یکیست

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ ے

در کون و مکان نیست عیاں جز یک نُور ٭ ظاہر شدہ آں نور بانواعِ ظہور

حق نور و تنوّعِ ظہورش عالم ٭ توحید ہمیں است دِگر وہم و غرور

بُت پرستی میں کمال پیدا کرنا یا کفر میں یکتا ہونا یا اسی نوعیت کے جُملوں یا اشعار سے ایک تو یہ مراد ہوتی ہے کہ تمام بُتوں پر نظرِ مجموعی ڈال کر اُن کے اصل کی جانب رجوع کیا جائے اور جامعِ جمیع کُفریات بن جاوے ے

ما بُت پرست و ہر رگِ ما تارِ کافریست ٭ زُنّار اگر ہزار بود آں صنم یکیست

اور دُوسرے معنی یہ ہیں کہ کثرتِ اعتباری کو وحدتِ حقیقی میں پوشیدہ کردے، اور اسی کو کُفرِ حقیقی بھی کہتے ہیں چنانچہ ے

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود ٭ کُفر گیرد کاملے مِلّت شود

میں اِسی جانب اشارہ ہے۔

Marfat.com

بُتِ ترسا بچہ | مضامینِ تصوف میں بالعموم اور تصوف کی شاعری میں بالخصوص بُتِ ترسا بچہ سے حقیقتِ محمدیہ مراد ہوتی ہے۔

بُت خانہ۔ بُتکدہ۔ دَیر | جب صوفی کے نزدیک ہر وہ چیز جو وصول الی اللہ میں واسطہ اور ذریعہ بنے بُت ہے تو لازمی طور پر بُت خانہ بُتکدہ اور دیر سے مندرجہ ذیل چیزیں ہی مراد ہو سکتی ہیں:۔

خانقاہِ شیخ۔ مرشد کے رہنے کی جگہ۔ عارفِ کامل کا باطن جو جذباتِ الٰہی اور کیفیاتِ رُوحانی اور ذوق و شوق و معارفِ الٰہی کا گنجینہ ہوتا ہے اور طالبِ الٰہی کے لئے وصول الی اللہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ عالمِ باطن یا ہر وہ مقام جہاں پہنچ کر سالک کے دل میں ذوق و شوق اور جذبۂ ربّانی پیدا ہو اور اسرارِ الٰہی اس پر منکشف ہوں اور یہ انکشاف ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا نعرہ بلند کرنے پر اُسے آمادہ کرے سالک کے لئے ایک بُت کدہ ہے۔ اس اعتبار سے کبھی عالمِ جبروت اور کبھی عالمِ لاہوت کی جانب بھی ان الفاظ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ذاتِ حق تعالیٰ ان دونوں عالموں سے ماوریٰ ہے ؎

چو مستِ خلوتش گشتی فلک را خیمہ برہم زن ÷ ستونِ عرش در جنباں طنابِ آسماں در کش
طریقش بے قدم می رو حدیثش بے زباں می گو ÷ حجابش بے بصر می بیں شرابش بے دہاں در کش

بحرِ مسجور:۔ یہ ایک سِرِّ مکنون ہے درمیان کاف و نون کے اور ایک نہایت بلند و لطیف اشارہ ہے جسے زبانِ عام فہم میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر روز داخل ہوتے ہیں۔ جب وہ اس میں سے نکل کر آتے ہیں اور اپنے پَر جھاڑتے ہیں تو ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ یہ ستر ہزار فرشتے ہر روز بیتِ معمور میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دُوسرے دروازہ سے نکل آتے ہیں پھر کبھی قیامت تک اُن کے وہاں داخل ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

برزخ:۔ وہ چیز جو دو مختلف چیزوں کے درمیان حائل ہو اس طور پر کہ دونوں میں واصل و فاصل ہو۔ ایک جہت سے ایک چیز اور دُوسری جہت سے دُوسری چیز سے متّصل ہو۔

عالمِ مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ اجسامِ کثیفہ اور ارواحِ مجرّدہ کے درمیان ایک عالمِ وسطیٰ ہے۔

Marfat.com

شیخ کی صورتِ محسوسہ کو بھی برزخ کہتے ہیں کیونکہ وہ فیضانِ قدس اور طالب کے درمیان واسطہ ہے۔

برزخ البرازخ۔ برزخِ جامعہ۔ برزخِ اوّل۔ برزخِ اعظم۔ برزخِ اکبر اور برزخِ کبریٰ۔ یہ سب نام حقیقتِ محمدیہ کے ہیں جو واسطہ ہے درمیان ظہور و بطون کے۔

برق :۔ وہ لمعانِ نور جو سالک کے قلب پر وارد ہوتے ہیں اور اسے سیر الی اللہ کی جانب کھینچتے ہیں۔

بروز :۔ کسی عارفِ کامل یا شیخِ مکمل کا کسی شخصِ ناقص کی جانب متوجہ ہونا۔ فیض پہنچانا اور اُسے اپنا سا بنا کر اپنا مظہر بنا لینا۔ اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ فلاں بزرگ کی صُورت میں نمودار ہوتے اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ اُن بزرگ مکمل کا پرتو کامل طور پر دُوسرے بزرگ پر پڑا اور دونوں کی صورتِ معنوی یکساں ہو گئی۔ صورتِ ظاہری کا ایک ہو جانا بھی کچھ بعید نہیں۔ یہ تناسخ نہیں ہے۔ تناسخ کے مدّعی تو اس کے قائل ہیں کہ ایک کی رُوح سے دُوسرے کی زندگی کا قیام ہوتا ہے لیکن بروز سے مقصد نہ تو دُوسرے کی زندگی کا قائم رکھنا ہے نہ اس میں حِس و حرکت کا پیدا کرنا ہے بلکہ کمالاتِ باطنی اور کمالاتِ معنوی کا فیضان مقصود ہوتا ہے۔

بساطت :۔ کسی چیز کا دُوسری چیز کے ساتھ مرکّب نہ ہونا۔

بستان :۔ محلِ کشادگی۔ محلِ بسط۔ وجودِ سالک کیونکہ وہ بھی محلِ کشود اور محلِ بسط ہوتا ہے۔

بصارت۔ بصیرت :۔ آنکھ سے کسی چیز کو دیکھنا بصارت ہے۔ دل سے کسی چیز کو معلوم کرنا بصیرت ہے۔ بصارت سے صرف صُورِ محسوسہ ہی کا احساس ہو سکتا ہے۔ بصیرت دل کی وہ بینائی ہے جو نورِ قدس سے روشنی پاتی ہے اور جس سے حقائقِ اشیاء اور ظواہر کے بواطن پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نُور سے دیکھتا ہے۔

بطون :۔ دیکھو ظہور و بطون بر صفحہ (۲۴۹)

بطونِ ذات فی الذّات :۔ تاریکیِ محض جو جملہ تجلیات کے بعد ہے۔

بقرہ۔ بُدنہ :۔ اصطلاحِ صُوفیہ میں نفسِ انسانی کو بقرہ کہتے ہیں۔ جب ریاضت اور مجاہدہ سے اُسے آراستہ پیراستہ کر لیا جاتا ہے تو اُس کا نام بُدنہ ہو جاتا ہے۔ بُدنہ دراصل اُس شُتر کو کہتے ہیں جو عید الاضحیٰ کو مکہ معظّمہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔ گویا بُدنہ نفس مخالفتِ ہوا و ہوس کی تیغ اور مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کی موتِ اختیاری سے ذبح کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

چونکہ نفس کو اس ذبیحہ پر آمادہ کرنے میں انبیاء کی امداد ضروری ہوتی ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کو ساربانوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

بلا :- موانعاتِ سلوک۔ ہر وہ چیز جو وصول الی اللہ میں مانع ہو۔ توجہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے ہٹانے والی چیز۔

بلبل :- عارفِ ربانی جو نفسِ امارہ سے چھٹکارا پاکر ذکر و فکر مدام میں مشغول رہتا ہو۔

بلوغ :- سالک کی جب تک یہ حالت نہیں ہوتی کہ اشغالِ ظاہری اس کے اعمالِ باطنی کے لئے مانع نہ ہوں اور اعمالِ باطنی اشغالِ ظاہری کے لئے حجاب نہ رہیں اسے نابالغ کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو دعوتِ خلق کی اجازت نہیں۔

جب سالک مقامِ فنا میں پہنچتا ہے اور سیر الی اللہ اس کی ختم اور سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے اور تصرفاتِ جذباتِ الوہیت اور کیفیاتِ آثارِ جذبات کا اپنے میں مشاہدہ کرتا ہے تو وہ صفتِ جذبۂ الٰہی کا مظہر بنتا ہے اور اس صفت سے وہ دوسروں کے باطن میں تصرف کرنے لگتا ہے۔ اس وقت اسے بالغ کہتے ہیں اور اسی وقت اس میں دعوتِ خلق کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

بندگی :- مقامِ تکلیف کو کہتے ہیں۔

بنفشہ :- اس نکتۂ دقیق اور رمزِ لطیف کو کہتے ہیں جس کا ادراک محال ہو۔

بوادرہ :- ایک نسیمِ غیبی ہے جو اچانک عالمِ غیب سے آتی ہے اور دل میں فرحت اور تر و تازگی و انبساط پیدا کر دیتی ہے۔

بوسہ :- عشق و محبت۔ نفخِ روح۔ افاضتِ فیضِ وجودی۔ زندگی کا عطا ہونا۔ فیض جو سالک میں آتا ہے۔ جذبۂ باطن جو سالک میں پیدا ہوتا ہے۔ فیض قبول کرنے کی صلاحیت۔ کیفیتِ کلامِ صوری و معنوی۔ روح کا اپنے مرکوب یعنی جسم سے لذت پانا۔

بوے :- دل کا متعلق ہونا عالمِ حضور کے ساتھ۔ کبھی اس لفظ سے آگاہی کی جانب بھی کنایہ ہوتا ہے۔

بہار :- سالکوں کا ذوق و شوق۔ عالمِ علم۔

بہشت :- صفتِ روحانی۔ مظہرِ جمالِ مطلق۔ رضائے الٰہی کا محل جو خوشنودیٔ پروردگار پر انعامات۔

بیابان :- راہِ طلبِ حق میں سالک پر جو واقعات گزرتے ہیں اور جو معاملات کہ طریقت میں اس کے ساتھ پیش

Marfat.com

آتے ہیں۔

بیتِ معمور:۔ وہ جگہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص فرما کر زمین سے آسمان کی جانب اُٹھالیا مثال اُس کی قلبِ انسانی ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کا محل ہے۔ یہ محل رہنے والے سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ یا تو رُوحِ قدسی اُس میں رہتی ہے۔ یا رُوحِ ملکوتی۔ یا پھر رُوحِ حیوانی (یعنی شیطانی یا نفسانی)۔

بیرون:۔ عالمِ طلب۔

بیداری:۔ عالمِ صحو۔ ہوشیاری۔

بیعت:۔

حقیقتِ بیعت | اپنی جان اور اپنے مال کو خُدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے۔ حقیقتاً سب کچھ حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ جان بھی اُسی کی ہے۔ جسم بھی اُسی کا ہے اور مال بھی اُسی کا ہے۔ بندہ جب خُدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے۔ خُدا کی ملک کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اُس کے جا و بیجا استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بادشاہِ حقیقی کی مملکت میں مقیّد ہونے کے باوجود اُس مالکِ ارض و سماء کے خلاف گویا علمِ بغاوت بلند کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی اس غلطی سے متنبّہ ہوتا ہے۔ جب اس سرکشی اور بغاوت سے نادم ہو کر اپنے خیال اور اپنی روش کی وہ اصلاح کرتا ہے۔ جب اپنے دل میں ہر چیز کو وہ خُدا کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور ایک فرمانبردار عبد کی طرح حق تعالیٰ کی رضاء کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اپنے اس تغیّرِ حال کے متعلق جُملہ شرائطِ ضروری کو پورا کرنا شروع کرتا ہے تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز کسی کو پیش کی جاتی ہے اور اُس کے بدلہ میں دُوسری چیز لی جاتی ہے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ بندہ اپنے غلط خیال سے تائب ہوتا ہے۔ اپنے اعضاء و جوارح کو بخوشی اور بہ رضاء و رغبت اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کربستہ ہو جاتا ہے تو اُس کے بدلہ میں اللہ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اس لین دین کو اللہ تعالیٰ بھی خرید و فروخت کے نام سے موسوم فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط	"تحقیق اللہ نے مول لے لی ہیں مُسلمانوں سے جانیں اُن کی اور مال اُن کے بدلہ میں اس کے کہ اُن کے لئے

Marfat.com

(التوبۃ ع ۱۴) | جنّت ہے۔"

صُورتِ بیعت خرید و فروخت کی تکمیل کے لئے صرف نیت کافی نہیں فروخت کرنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کروں گا اور خریدنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص سے خریدوں گا اور اُس کی یہ قیمت دُوں گا۔ خرید و فروخت کے عمل میں آنے کے لئے کیونکر کافی ہوسکتا ہے جب تک کہ ان خیالات کا اظہار نہ ہو اور اُن پر عمل کا جامہ نہ پہنایا جائے۔ جان و مال کو اللہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے بھی صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ اس نیت کے اظہار کی ضرورت ہے۔ دُنیا میں کسی زمین یا مکان یا گاؤں کی خرید و فروخت کے لئے کس قدر طول طویل کارروائیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ جیسی برتر ہستی کے ساتھ جان و مال جیسی بیش بہا چیز کا معاملہ طے کرنا بچّوں کا کھیل نہیں جو بلا پابندیٔ آداب و شرائط ضروری طے پا جائے۔ بلکہ یہ نہایت مہتم بالشان معاملہ ہے جسے انتہا درجہ کی سنجیدگی اور اعلیٰ درجہ کے اہتمام اور نہایت پختہ عزم بالجزم کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

حق تعالیٰ کے ساتھ یہ بیع ہمیشہ اُس برگزیدہ شخص کی وساطت سے عمل میں آتی ہے جو اس سنجیدہ اور مہتم بالشّان معاملہ میں وسیلہ بننے کا مجاز ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ ع ۶۔) | "اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو طرف اُس کے وسیلہ اور مجاہدہ کرو اُس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

وسیلہ اس آیۃ میں وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے اسی نوع کا توسّل مراد ہے۔ جو لوگ اس وسیلہ سے ایمان مراد لیتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے ساتھ خطاب اُنھیں لوگوں سے کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور مومن ہیں جو تقویٰ مراد لیتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ تقویٰ کی ہدایت اِتَّقُوا اللّٰہَ کے الفاظ سے فرما دی گئی ہے جو اطاعت اور عبادت اور عملِ نیک اس کے معنی کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ یہ تمام باتیں جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ میں آگئیں وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کے ما قبل اور ما بعد واوِ عطف ہے جس کا ہونا معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت پر دلالت کرتا ہے یعنی جس وسیلہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں اشارہ فرمایا ہے وہ تقویٰ

Marfat.com

اور مجاہدہ کے علاوہ ایک اور چیز ہے۔

متقدمین اور اکابر امت کے نزدیک یہاں وسیلہ سے توسل مرشد مراد ہے۔ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ متاخرین میں اُن بزرگوں میں ہیں جن کی ہر معقول پسند گروہ وقعت کرتا ہے۔ ان جملہ حضرات نے وسیلہ کے یہی معنی لئے ہیں۔ بعض لوگوں کو نہایت عجیب بات تو یہ معلوم ہوگی کہ مرشد کا وسیلہ تلاش کرنے والوں کا جو گروہ بہت شد و مد کے ساتھ مخالف ہے وہ گروہ جن مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مذہبی پیشوا اور امام یا اپنا ہم مذہب سمجھتا ہے وہی مولانا اسمٰعیل صاحبؒ اپنی کتاب "منصبِ امامت" مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۵۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ"
ومراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت
کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ
واقرب الی اللہ باعتبارِ منزلت اوّل رسول است بعد ازاں امام کہ نائبِ اوست"

یہ دُوسری آیت سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع (۶) میں واقع ہے۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے بھی شخص اقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس لفظ کا استعمالِ قرآنی معلوم کرنے کے بعد کسی مسلمان کے لئے شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ مقربین بارگاہ ربّ العزت ہی کا وسیلہ وہ وسیلہ ہے جس کے حاصل کرنے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمائی ہے۔

تکمیلِ بیعت | یہ بیعت جبکہ صحیح شخص کے ہاتھ پر پورے آداب و شرائط کے ساتھ کی جاتی ہے تو وہ سلسلہ بسلسلہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے اور خدا پر جا کر منتہی ہوتی ہے۔ اور جب بیعت کرنے والا اپنے عہد پر آخر تک قائم رہتا ہے تو حق تعالیٰ کی بارگاہ سے نوازا جاتا ہے اور بہت بڑا اجر پاتا ہے۔ لیکن اگر اپنے عہد کو توڑ دیتا ہے تو وہ خود ہی خسارہ اُٹھاتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ	اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ (اے محمدؐ) تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے

Marfat.com

عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ہ
(الفتح - ع)

اللہ کا ہاتھ اُوپر ہوتا ہے اُن کے ہاتھوں کے۔ پس جس نے عہد توڑا سوائے اس کے نہیں کہ توڑا اُس نے اپنی جان پر (یعنی اُس کا عذاب اُس پر ہے)۔ اور جس نے وفا کیا اُس چیز کو جس پر کہ عہد کیا اُس نے اللہ سے (یعنی کہ اللہ کے ساتھ اپنا عہد پُورا کیا) پس جلد دے گا (اللہ) اس کو بڑا اجر۔

مسنونیتِ بیعت بعض لوگوں کے نزدیک بیعت واجب ہے۔ مگر گروہِ کثیر کے نزدیک بیعت سنّت ہے۔ اور حضورِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک متواتر اور متوارث چلی آرہی ہے۔

اقسامِ بیعت بیعت کے بھی اقسام ہیں مثلاً بیعتِ اسلام۔ بیعتِ خلافت۔ بیعتِ ہجرت۔ بیعتِ جہاد۔ بیعتِ تقویٰ۔ بیعتِ تمسّک بالسّنۃ۔ بیعتِ شوقِ زیادتیٔ عبادت۔ وہ جملہ امُور جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن سے متعلّق ہیں۔ اور تقرّب الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں بیعتِ تصوّف میں شامل ہیں۔

بیعتِ اسلام خلفائے راشدین کے زمانہ میں بیعتِ اسلام متروک ہوگئی تھی کیونکہ اُن ایّام میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے اور اُس کا امتیاز اُٹھ گیا تھا کہ خالِصتہً لِلّٰہ کون اِسلام قبول کر رہا ہے اور بوجہ شوکت و غلبۂ اسلام کون اُس میں مصلحتاً داخل ہو رہا ہے۔ خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عبّاس کے زمانے میں اس بیعت نے رواج اس لئے نہ پکڑا کہ حکمران عموماً فاسق اور ظالم ہونے لگے تھے۔ اور وہ قیامِ سُنن کی جانب سے لاپرواہ تھے۔

بیعتِ تقویٰ اسی طرح بیعتِ تقویٰ بھی خلفائے راشدین کے زمانے میں متروک تھی بوجہ اس کے کہ وہ دورِ نُورانی تھا۔ اور بسبب قربِ زمانۂ رسالتمآبؐ لوگ بکثرت آخذِ انوار اور فیضانِ باطن سے مالامال تھے۔ علاوہ ازیں خلفائے راشدین کو وقت کا بیشتر حصہ امورِ سیاسی اور تنظیم وتدبیرِ سلطنت اور تدوینِ امورِ شرعی پر صرف کرنا ضروری ہوگیا تھا اسلامی فتوحات کی وسعت نے خلافت کی ذمّہ داریوں کو ایک بارِ عظیم بنا دیا تھا اور جدید معاملات لازمی طور پر ان کی توجّہات کو اپنی جانب کھینچتے تھے۔

اس نُورانی اور متبرک زمانہ کے ختم ہونے کے چند روز بعد تک بھی یہ بیعت اپنی اصلی شکل میں جاری نہ ہوسکی۔ کیونکہ اس کا خوف تھا کہ فتنہ و فساد اس سے نہ بھڑک اُٹھے۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس بیعت پر بیعتِ خلافت کے ساتھ مخلوط

Marfat.com

ہونے کا گمان کیا جائے۔ اور اس غلط گمانی کی بنا پر لوگوں کو ناحق ایذا پہنچائی جائے چنانچہ اُس زمانے میں صوفیائے کرام نے خرقہ دینے کو قائم مقام بیعت قرار دیا تھا۔ لیکن جب ایک مدت بعد ملوک اور سلاطین سے رسمِ بیعت معدوم ہوگئی اور وہ تمام اندیشے جاتے رہے تو حضرات صوفیہ نے اس مُردہ سنت کو زندہ کیا۔ اور بیعتِ تقویٰ کو جاری کر دیا۔ صوفیائے کرام ہی کے اسے زندہ کرنے کی بنا پر بیعتِ تقویٰ انقطاع عن ماسوی اللہ کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعتِ تصوّف کے نام سے مشہور ہوگئی۔

اعتراضات | بیعتِ تصوّف پر آج کل جو اعتراضات ہوا کرتے ہیں اُن میں سے ایک اعتراض تو یہ ہے کہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ سے وسیلۂ شیخ یا وسیلۂ مقربِ بارگاہِ رحمانی مراد نہیں۔ اس کا جواب اُوپر دیا جا چکا ہے۔

دُوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو بیعت صوفیوں میں مروّج ہے وہ شرعاً کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔ یہ اعتراض انتہا درجہ کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں سے بیعت لی کبھی ہجرت پر۔ کبھی جہاد پر۔ کبھی جہاد میں ثابت قدمی پر۔ کبھی ارکانِ اسلام پر۔ کبھی سنّتِ نبوی کے تمسّک پر اور بدعت سے بچنے پر۔ کبھی عبادات پر حریص اور عبادات کے شائق ہونے پر۔ کبھی محتاج مہاجرین سے اس بات پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔ کبھی انصار عورتوں سے اس بات پر کہ میّت پر نوحہ نہ کریں۔ جریرؓ سے آپؐ نے بیعت کے وقت یہ عہد لیا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کو اپنے اوپر لازم پکڑیں۔ قومِ انصار سے بیعت کے وقت آپؐ نے یہ شرط لی کہ نہ ڈریں امرِ خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور جہاں رہیں حق بات بولیں۔ چنانچہ اُن میں بعض لوگ امراء اور سلاطین پر بلا خوف رَدّ و انکار کر بیٹھتے۔ متذکرۂ بالا امور میں علاوہ اُن باتوں کے جنھیں سیاسیات سے تعلّق ہے جتنے امور ہیں سب تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق ہیں۔ بیعتِ تصوّف مشتمل ہے توبہ و تقویٰ و طہارتِ ظاہری و باطنی و اقامتِ ارکانِ اسلام اور تمسّک بالسنۃ اور شوقِ زیادتیٔ عبادات اور اُن تمام امور پر جو تزکیہ و تصفیہ و تجلیہ اور انقطاع عن ماسوی اللہ سے متعلق ہیں اور تقرّب الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ اپنی کتاب قول الجمیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

" رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم خلیفۃ اللہ تھے اُس کی زمین

Marfat.com

میں اور عالم تھے اُس کے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر قرآن
اور حکمت کو اُتارا اور معلّم تھے قرآن اور حدیث کے اور ملت
کے پاک کرنے والے تھے۔ سو جو فعل حضرتؐ نے بنا بر خلافت
کے کیا وہ خلفاء کے واسطے سنّت ہو گیا۔ اور جو فعل بجہت تعلیم
کیا وہ علمائے راسخین کے واسطے سنّت ہوا۔"

علمائے راسخین سے وہ عالم مراد ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے شیخ کی کیا ضرورت ہے۔ اندیشہ ہے کہ اس قسم کے معترضین کسی وقت یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے پابندیِ صوم وصلوٰۃ کی کیا ضرورت۔ اگر نماز روزہ کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں تو وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ بھی تو اسی قرآن کا ایک جزو ہے

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ (النحل ع)	اگر تم نہ جانتے ہو تو اہل ذکر (یعنی جاننے والوں) سے پوچھو۔

بھی تو اسی قرآن میں درج ہے۔ کیا قرآن کے بعض حصّوں کو وہ لوگ قابلِ عمل سمجھتے ہیں اور بعض حصّے صرف تلاوت کے لئے رہنے دیتے ہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج (البقرۃ ع)	کیا پس ایمان لاتے ہو تم قرآن کے بعض حصّوں پر اور کفر کرتے ہو ساتھ بعض کے (یعنی قرآن کے بعض حصّوں کا کیا تم انکار کرتے ہو۔)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے جزو کا منکر کل کا منکر ہے۔

حق تعالیٰ نے بلاشبہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا۔ مگر اُس قرآن پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ایک ہادی بھی مبعوث فرمایا جو ہم میں ہمارے ساتھ مِل جُل کر رہا۔ جس نے اللہ کے کلام کو ہمیں سُنایا اور ہمیں سمجھایا۔ اور ہمیں عقل و دانش کی باتیں سکھلائیں۔ اور اپنی پاکیزہ زندگی کا جیتا جاگتا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ کر اور اپنے انوارِ ہدایت کا پَرتو ہم پر ڈال کر ہماری زندگیوں کو پاکیزہ بنا دیا۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (الجمعہ ع۱)

" (اللہ) وہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں کے درمیان پیغمبر انہی میں سے (جو) پڑھتا ہے اِن لوگوں کے سامنے آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب و حکمت ۔"

کتاب کے ساتھ کتاب کا سکھانے والا بھی بھیجا جاتا ہے ۔ نسخہ کے ساتھ طبیب بھی آتا ہے ۔ بلکہ پہلے طبیب مبعوث ہوتا ہے پھر اُس طبیب کی وساطت سے نسخہ مرحمت ہوتا ہے ۔ پھر وَ یُزَكِّیْهِمْ ۔ وہ طبیب جملہ ظاہری و باطنی بیماریوں کی آلائش سے اُمت کو پاک کر دیتا ہے ۔ پھر وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۔ وہ طبیب اُس نسخہ اور حکمت کی تعلیم کو دُوسروں کو بھی دے دیتا ہے ۔ تاکہ وہ لوگ بھی اسی طرح دُوسروں کی ظاہری اور باطنی بیماریاں دُور کر دیا کریں اور لوگوں کی زندگیوں کو پاک بنا دیا کریں ۔

کسی عقل مند شخص کو انکار نہ ہوگا کہ مریض اپنی صحت کے لئے نسخے اور طبیب دونوں کا محتاج ہے ۔ بلکہ نسخہ سے زائد وہ طبیب کا محتاج ہے ۔ اور طبیب کے نہ ہونے کی صورت میں نسخہ اُس کے لئے بیکار بلکہ لبا اوقات مضر ثابت ہوتا ہے ۔ اس دُنیا کے کارخانہ میں عموماً دیکھا گیا ہوگا کہ ایک طبیب جسے طب کی کتابوں پر پورا عبور ہو اور لوگوں کے علاج میں بھی جس کا تجربہ بڑھا ہوا ہو جب کسی پیچیدہ مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو باوجود اپنی طبی معلومات اور اپنے طبی تجربہ کے وہ اپنے لئے ایک دُوسرے طبیب کا محتاج ہوتا ہے ۔ تمام دُنیا کا طبی ذخیرہ اُس کے لئے بیکار ثابت ہوتا ہے تاوقتیکہ کسی ہم پیشہ کی صُورت برزخ بن کر اُس کے اور طبی ذخیرہ کے درمیان واسطہ نہ بنے ۔ کاغذ کے اوراق اور اُن پر سیاہ اور سپید نقوش رھبر کی کمی کو پُورا نہیں کر سکتے ۔ رُوحانیت میں بھی مفیض اور مستفیض کے درمیان مناسبت کی اشد ضرورت ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا (الانعام ع۱)

" اگر لوگوں کو ہدایت کے لئے ہم کسی فرشتے کو بھیجتے تو اُس کو مرد ہی کی صورت بنا کر بھیجتے ۔"

اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ۔ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ وہ زبردست حکمت والا ہے ۔ اُس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ۔ وہ اگر چاہتا تو صرف قرآن مجید کو بلا وساطتِ رسُول نازل فرما دیتا ۔ لیکن کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت

Marfat.com

کرسکتا ہے کہ محض ایک آسمانی کتاب کا کسی عجیب وغریب طریق سے زمین پر نازل ہو جانا دُنیا میں وہ انقلاب پیدا کر دیتا جو ایک مظہرِ اتم الانسانِ کامل کی زبردست شخصیت اور بابرکت ذات سے پیدا ہو گیا۔ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ ایامِ جاہلیت کے اَن پڑھ عرب اور سادہ لوح بدویوں نے جس قرآن کے ذریعے ہدایت حاصل کی اور خود بہترین قوم بن گئے وہی قرآن بغیر اس کے کہ اس میں ایک زبر یا زیر کا بھی فرق ہُوا ہو اب بھی موجود ہے۔ یورپ کا "علم دوست" طبقہ اُسے پڑھتا ہے۔ اُس کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں شائع کرتا ہے۔ اُس پر حاشیے چڑھاتا ہے۔ بزعمِ خود اس کی تفسیر کرتا ہے۔ مگر اُسے سمجھ نہیں سکتا۔ اُس سے ہدایت نہیں پاتا۔ زمانۂ حال کے تعلیم یافتہ لوگ تسخیرِ برق و دُخان میں ذہنِ رسا رکھنے والے۔ آلاتِ ہلاکت کی ایجاد میں یدِطولیٰ رکھنے کے مدعی۔ زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمانوں کی پیمائش اور ستاروں کے طول وعرض اور رفتارِ گردش کا اندازہ کر لینے والے۔ دُنیا کے تمام علومِ سابقہ کے خزانچی اور نقاد، عرب کے جاہل بدویوں سے بھی کیا عقل وسمجھ میں بودے نکلے کہ جس قرآن مجید کی بدولت دُنیا کی بدترین قوم بہترین قوم بن گئی اُس قرآن مجید کے بیش بہا خزانوں تک رسائی پیدا کرنے میں نہ اُن کی دُوربینیں کسی کام آتی ہیں۔ نہ اُن کی "ایکسریز" سے کوئی مطلب براری ہوتی ہے۔ اس محرومی کی آخر وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ عرب کے لوگوں کو جو معلّم الکتاب والحکمۃ نصیب ہوا تھا وہ اہلِ یورپ کو نصیب نہیں ہوا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُمت کے دیگر افراد پر فضیلت کا باعث اُسی معلّم الکتاب والحکمۃ کی صحبت بافیض ہے۔ قرآن تو جو اصحابِ رسُول نہیں اُن کو بھی ملا۔ اور انھوں نے قرآن کی خدمتیں بھی بڑی بڑی کیں۔ ترجمے کئے۔ تفسیریں لکھیں عمل کیا تعلیم دی۔ مگر صحابہ کے مرتبہ کو نہ پہنچے۔ اصحاب کے بعد تابعین کا مرتبہ ہے کیونکہ انھیں اصحاب کی صحبت نصیب ہوئی۔ پھر اُن کے بعد تبعِ تابعین کا رتبہ ہے کیونکہ اُنھیں تابعین کا فیضانِ صحبت نصیب ہُوا۔ مقربین کی صحبت سے روگردانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بغیر اس کے کہ صحیح بصیرت پیدا ہو انسان اپنے فہمِ ناقص پر بھروسہ کر کے اپنے لئے خود ہی قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنے لگتا ہے اور بزعمِ خود مجتہد بن بیٹھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے پیر پر کلہاڑی مارتا ہے۔ اور مثل اُس جاہل مریض کے جو کتابیں دیکھ کر اپنا علاج خود ہی کرتا ہے اپنی غلط تشخیص اور غلط علاج کی بدولت ہلاک ہو جاتا ہے۔

اِسلام میں جو بہتر فرقے آج کل مسلمانوں کے اِنتشار و اضمحلال کا باعث ہو رہے ہیں۔ اُن میں سے جس فرقے

Marfat.com

سے جا کر پوچھئے اپنے عقائد کی تائید میں قرآن و حدیث ہی سے سند پیش کرے گا۔ ہر فرقے کی ابتدا کسی ایسے شخص سے ہوئی جسے اپنے علم و فضل کے متعلق انتہا درجہ کا گھمنڈ تھا اور جسے ایک گروہ بھی جیّد عالم سمجھتا تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ گیا اور گمراہ ہوگیا اور دوسروں کی بھی گمراہی کا باعث بنا۔ اس خرابی کا اصلی سبب یہی ہوا کہ قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے صَرف و نحو اور لغت دانی ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اور تاویلات کے لئے اپنی ذہانت پر اعتماد کرلیا گیا۔ فہم صحیح اور مذاقِ سلیم اور بصیرتِ صادقہ کے حصول کے لئے جن امور کی ضرورت تھی ان سے استغناء برتا گیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ :- یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۝ اس قرآن کے ذریعہ سے بہت لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اور بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ مگر گمراہ وہی ہوتے ہیں جن کے باطن فسق و فجور کی نجاست سے ملوّث ہوتے ہیں۔ کیونکہ فہمِ قرآن کی چابی اسی وقت ہاتھ آتی ہے جب تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن سے بندہ آراستہ ہوجائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں ہاتھ لگاتے قرآن کو مگر پاک لوگ۔ جس طرح کہ ظاہرِ قرآن کو نجاستِ ظاہری کی حالت میں ہاتھ لگانا منع ہے۔ اسی طرح باطنِ قرآن تک رسائی نجاستِ باطنی کی حالت میں ممتنع قرار دے دی گئی ہے۔ جب تک کہ کفر و شرک و نفسانیت و بغض و حسد و ریا و حبِّ دولت و مال و حبِّ جاہ و حشمت و رغبتِ دنیا و نظر بر ماسوی اللہ کی نجاستوں اور پلیدیوں سے بندہ کا باطن پاک و صاف نہ ہوئے حلاوتِ قرآن اور قرآن کا صحیح فہم نصیب ہونا محال ہے۔ اور یہ وہ روحانی امراض ہیں جن کے دفعیہ کے لئے مریض کسی روحانی طبیب کا محتاج ہے۔ روحانی طبیب سے استفادہ کئے بغیر انسان قرآن پاک کی اصلی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

جس طرح حق تعالیٰ نے یہ نہیں کیا کہ بندوں کی ہدایت کے لئے صرف قرآن نازل فرما دیتا اور رسول کو مبعوث نہ فرماتا۔ اسی طرح رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی یہ نہیں کیا کہ اپنے بعد اپنی اُمّت کو گمراہی سے بچانے کے لئے صرف قرآن کو چھوڑ جاتے اور حکمائے اُمّت کو اپنا وارث نہ بناتے۔ حجۃ الوداع میں حضورؐ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ فرما رہے تھے۔ جبکہ آپ نے یہ فرمایا کہ :-

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَكْتُ فِیْكُمْ مَّاۤ اِنْ	"آگاہ رہو اے لوگو کہ تحقیق میں نے چھوڑی ہیں درمیان

لہ سورۃ البقرہ ع۳۔

اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ (رواہ ترمذی)	تمہارے وہ چیز کہ اگر پکڑے رہو گے تم اس کو تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے تم۔ کتاب اللہ۔ اور عترت اپنی کو اہلِ بیت میری۔"

ایک اور حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا :-

"میری اہلِ بیت تمہارے لئے مانند نوح کی کشتی کے ہے کہ جو اُس کشتی پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی۔ اور جو سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔"

پھر ہر صدی پر اصلاحِ اُمت کے لئے ایک مجدّد کے مبعوث ہونے کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ان الفاظ میں خبر دی کہ :-

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔ علاوہ ازیں علمائے اُمت کو آپؐ نے اپنا وارث فرمایا۔ اور ان ورثاء نے آپؐ سے علومِ ظاہری و باطنی اور منصبِ ہدایت کو ورثہ میں پایا۔

مختصر یہ کہ اُمت کی ہدایت کے لئے ہادی کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے یہ ہادی اصالتاً حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہیں۔ اور نیابتہً آپ کے خلفاء اور ورثاء اور اس نیابت کا سلسلہ ظہورِ امام آخر الزمان تک متواتر و متوارث جاری رہے گا۔

عذرِ لنگ بعض لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ہم مانے لیتے ہیں کہ اہل اللہ سے زمانہ کبھی خالی نہیں ہوتا۔ مگر اُن کا پتہ چلانا بہت دُشوار ہے۔ مکّار اور گندم نما جو فروش لوگوں نے اس کثرت سے پیری مریدی کی دُکانیں کھول رکھی ہیں کہ حقّ و باطل میں امتیاز کرنا مُشکل ہو گیا ہے۔ انتخابِ شیخ کے لئے بڑی بصیرت کی ضرورت ہے جو مبتدیوں کے زمرہ میں بھی داخل نہ ہو وہ اصل کو نقل سے کیونکر جُدا کر سکتا ہے اور دیدہ و دانستہ اپنے دین و ایمان کو ایک مشکوک اور ناقابلِ اعتماد شخص کی حفاظت میں کیسے دے سکتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ مگر مکّاری اور گندم نما جو فروشی کا دَور دَورہ تو آج کل بہت ہی عام ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ان مُشکلات سے خالی نہیں۔ اطبّاء کے جھوٹے اشتہارات کی وہ کثرت ہے کہ سچّے اور جھوٹے میں تمیز کرنا دشوار ہے۔ اشیائے ضروری کی خرید و فروخت میں بے ایمانی اور بد معاملگی کو اس درجہ دخل ہو گیا ہے کہ بڑے بڑے تجربہ کار اور ہوشمند لوگ بھی چرکے پر چرکے

Marfat.com

کھا رہے ہیں۔ بڑے اور متمدن شہروں میں تو دکانوں پر کھانے پینے کی چیزیں مثلاً خالص گھی یا خالص دودھ تک کا ملنا تقریباً محال ہوگیا ہے۔ بعض بڑے بڑے "مہذب" تاجروں کے متعلق اس قسم کی شکایات اکثر سننے میں آیا کرتی ہیں کہ نمونہ تو اعلیٰ دکھلایا گیا مگر مال ادنیٰ دیا گیا۔ باوجود ان دقتوں کے اور باوجود ان بد معاملگیوں اور دغابازیوں کے کوئی کہہ سکتا ہے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو ضرورت کے وقت اطبا کے مشورے سے گریز کرنے لگے ہوں یا جنھوں نے گھی کے استعمال کو ترک کر دیا ہو۔ یا بغیر دودھ کی چائے پینے کا اپنے کو عادی بنا لیا ہو۔ کتنے لوگ اس ملک میں ایسے نکلیں گے جنھوں نے محض تاجروں کی بد دیانتی کے خوف سے بازار کا جانا آنا اور اشیاء ضروری کا خرید نا بند کر دیا ہو۔ جب کسی طبیب کی ضرورت پیش آتی ہے تو پوری سعی کام میں لاکر اپنے اطمینان کا کوئی نہ کوئی طبیب ڈھونڈ ہی نکالا جاتا ہے۔ کوئی ضرورت سامنے آتی ہے تو خواہ کتنی ہی دشواریوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ ہو کوئی نہ کوئی سبیل اس کے رفع کرنے کی پیدا کر ہی لی جاتی ہے۔ ضرورت اور اس ضرورت کا احساس پیدا ہونا شرط ہے۔ امورِ دنیا میں حصولِ مقصد کے لئے بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی سدِ راہ نہیں ہوتی بمسلسل ناکامیاں بھی سعیٔ لاحاصل کے دست و بازو کو سست نہیں پڑنے دیتیں۔ تلاش و انتخابِ شیخ ہی ایک ایسی انوکھی ضرورت ہے کہ باوجود اس اعتراف کے کہ اہل اللہ سے زمانہ خالی نہیں کسی کو کوئی تدبیر ہی اس مرحلہ کے طے کرنے کی نظر نہیں آتی۔ نفس کی چوریوں کو ذرا ٹٹولا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ طلب ہی ناقص ہے۔ اس ضرورت کو ضرورت ہی نہیں سمجھا گیا۔ تلاشِ شیخ کے لئے اتنی بھی زحمت نہیں اٹھائی جاتی جتنی کہ ایک گمشدہ نوٹ بُک کی تلاش میں اٹھائی جاتی ہے۔ اس بارہ میں جتنے بھی عذر پیش کئے جاتے ہیں سب عذرِ لنگ ہیں۔

ضرورتِ شیخ

سنت اللہ یوں ہی جاری ہے اور فطرتِ انسانی اسی طور پر وضع ہوئی ہے۔ کہ جس فن یا جس علم سے انسان نا آشنا ہے اس کے سیکھنے کے لئے وہ ایک استاد کا محتاج ہوتا ہے۔ اجنبی ملک میں ناواقف راستہ چلنے والا ایک واقف راہ نما کا محتاج ہے۔ اس کی ذہانت اور طبّاعی اور دوسرے راستوں سے آگاہی یہاں مطلق کام نہ دے گی۔ ممکن ہے کہ ہزار میں یا دس ہزار میں یا لاکھ میں ایک شخص ایسا بھی نکل آئے جو بلا کسی سے مشورہ لئے ہوئے محض اپنی اٹکل سے کسی نامعلوم میدان میں سے ہو کر گزرے اور منزلِ مقصود پر پہنچ جائے۔ مگر ایسی صورتیں مستثنیات میں شمار ہوں گی۔ جن کا وقوع کلیہ کو ہرگز نہ توڑے گا۔ معدودے چند مستثنیات کی بنا پر کوئی عقلمند شخص اپنے کسی دوست کو یہ مشورہ کبھی نہ دے گا کہ تم جس ملک کے جغرافیہ سے ناواقف ہو اس میں سفر کرتے وقت کسی رہنما سے مدد نہ لینا

Marfat.com

خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اُس ملک میں راستے پُرخطر ہوں۔ اور چور، رہزن، شیر، بھیڑیوں وغیرہ کا خوف ہو۔ عقلمند خیر خواہ تو اس موقع پر بھی یہی کہے گا کہ ؎

قطعِ این مرحلہ بے ہمرہیِ خضر مکن ؛ ظلمات است بترس از خطرِ گمراہی

محسوسات میں جب رہبر کے بغیر چارہ نہیں تو رُوحانیات میں جو کہ حواسِ خمسہ کی زد سے باہر ہیں بلا رہبر کے کیسے کام چل سکتا ہے۔

علاوہ رہنمائی کے صحبت کے قوی اثرات کا بھی سالک ازحد محتاج ہوتا ہے۔ صحبت کے اثر سے جب جانور تک متاثّر ہو جاتے ہیں تو انسان کیوں نہ بدرجۂ اولیٰ متاثّر ہوگا۔ صحابہ کرام آپس میں ایک دُوسرے سے کہا کرتے تھے کہ :-

اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَۃً۔ یعنی ہمارے ساتھ ذرا بیٹھو تاکہ ایمان تازہ کریں۔ مولانا رُوم فرماتے ہیں کہ :-

یک زمانے صحبتے با اولیاء ؛ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن ؛ نمازِ صحبتِ ما را قضا نخواہد بود

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ ارشاد الطالبین میں ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ایک شخص سے کہا کہ بایزید سے صحبت رکھ۔ اُس نے جواب دیا کہ میں خُدا سے صحبت رکھتا ہوں۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ بایزید کی صحبت خُدا سے صحبت رکھنے سے بہتر ہے۔ جنابِ الٰہی سے بقدر اپنی نسبت و حوصلہ تو فیوض و برکات حاصل کرے گا۔ اور بایزید کی صحبت میں بقدر اُن کی علوِّ مرتبت کے۔

انتخابِ شیخ شیخ کی ضرورت تسلیم کر لینے کے بعد انتخابِ شیخ میں کوئی دقّت پیش نہیں آتی۔ شیخ کے باطنی کمالات کا اندازہ تو ایک مبتدی کسی صورت سے کر ہی نہیں سکتا مگر اس کی ضرورت بھی نہیں۔ جب ایک شیخ اوصافِ مشیخت سے متّصف ہے (جن اوصاف کا ذکر آگے آئے گا) تو انتخاب کنندہ کو صرف حسبِ ذیل امور پر نگاہ ڈال لینا کافی ہے۔

(۱) اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو اور یہ دیکھے کہ جتنی دیر وہاں بیٹھا کم از کم اُتنی دیر دُنیا کے خطرات و وساوس اُس کے قلب میں کمی کے ساتھ آئے یا نہیں۔ اور خُدا اور رسُول کے متعلق اُس کے دل میں کچھ ذوق و شوق بھی

Marfat.com

پیدا ہوا۔ اُن کے پاس سے اُٹھ آنے کے بعد اُس کے قلب کی حالت خواہ ویسی ہی ہو گئی ہو جیسی کہ معمولاً تھی مگر جتنی دیر وہ وہاں حاضر رہا اس قسم کا خفیف سا بھی تغیّر اُس نے اپنے اندر محسوس کیا یا نہیں۔

(۲) اُن بزرگ کے مریدین یا بعض مریدین کی حالت میں کوئی بہتر تغیّر واقع ہوا یا نہیں۔ قبل مرید ہونے کے اُن لوگوں کی کیا حالت تھی اور مرید ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اُن میں کس قسم کی تبدیلی واقع ہوئی۔

(۳) جتنی دیر تک اُن بزرگ کی خدمت میں بیٹھا اُن کی زبان سے بعض الفاظ ایسے بھی نکلے یا نہیں جو اس کے حسب حال ہوں یا جن سے اس کو ہدایت یا تسکین ہوئی ہو یا اُس کی کوئی اُلجھن رفع ہوئی ہو یا کوئی عقدہ حل ہوا ہو۔

اگر ان تینوں امور میں اُس کو اچھی رائے قائم کرنے کا موقعہ مل گیا ہو تو وہ شخص آنکھ بند کر کے اُن بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ کیونکہ پھر اُس کو (جہاں تک کہ اُس کی ہدایت و اصلاح کا تعلق ہے۔) اُن سے بہتر کوئی بزرگ دستیاب نہ ہوں گے۔

اوصافِ شیخ | مشیخت کے لئے شیخ میں ان باتوں کا ہونا ضروری ہے :۔

(۱) تقویٰ و پرہیزگاری و اتباعِ قرآن و حدیث کا ہونا شیخ میں لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ[1] | ایسے شخص کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع ہو۔

اور فرماتا ہے :۔

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا[2] ۝ | مت کہا مان اُن میں سے گنہگار یا کفر کرنے والے کا۔

گنہگار کو اس آیت میں کافر پر تقدیم اس سبب سے دی گئی ہے کہ ایک مومن کو گنہگار کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے بہ نسبت کافر کی صحبت کے۔ ونیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا[3] ۝ | اور مت کہا مان اُس شخص کا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اُس کی روش حد سے تجاوز کر گئی ہو۔

(۲) اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ شیخ صاحبِ بصیرت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۱ لقمٰن ع) (۲ الدھر ع) (۳ الکھف ع)

Marfat.com

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (یوسف - ع ۱۲)

کہدو (اے محمدؐ) کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی جانب بلاتا ہوں اُوپر بصیرت کے (یعنی اس حال میں کہ اللہ اور اللہ کے راستہ کی سوجھ بوجھ رکھتا ہوں) میں اور میرا اتباع کرنے والے (یعنی میری یہ روش ہے اور جو میری متابعت کرتے ہیں اُن کی بھی یہی روش ہے) اور اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۔

(۳) اس کی بھی اشد ضرورت ہے کہ شیخ ایسا ہو جس نے کسی صاحبِ نسبت بزرگ کی صحبت میں رہ کر اخذِ فیضان کیا ہو اور ارشاد کی اجازت باقاعدہ حاصل کی ہو اور یہ سلسلہ اُس کا رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچتا ہو۔ اس اجازت کی ابتدا سے ضرورت چلی آرہی ہے۔ حق تعالیٰ اپنے نبی کی شان میں فرماتا ہے:۔

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ (الاحزاب ع ۶)

"اور بُلانے والا طرف اللہ کے ساتھ اُس کے (یعنی اللہ کے) اذن کے اور چراغ روشن۔"

صوفیائے کرام نے ہر امر میں اس اجازت کی شرط کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ سِرَاجًا مُّنِيْرًا میں اشارہ یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں چراغ روشن ہو جاتے ہیں مگر ایک شمس سے دُوسرا شمس یا ایک قمر سے دُوسرا قمر نہیں بن سکتا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دعوت الی اللہ کے امور میں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جائز اور صحیح وارث وہی ہوسکتا ہے جس نے "سراجاً منیراً" کی فیض بخش صفت سے ورثہ پایا ہو۔ یعنی جو نسبتِ متعدّی رکھتا ہو۔ نسبتِ لازمی رکھنے والے بزرگ جو اپنی ذات سے بہت اچھے ہیں مگر دُوسروں کو اپنے سانچے میں نہیں ڈھال سکتے اور دُوسروں پر اپنی نسبت کا مفید اثر نہیں ڈال سکتے مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

جو لوگ مندرجۂ بالا اوصاف سے متّصف نہیں۔ خواہ کتنے ہی بڑے گھرانوں اور خانوادوں سے تعلق رکھتے ہوں، کیسے ہی جلیل القدر بزرگوں کی اولاد میں سے ہوں، کتنی ہی بڑی بڑی خانقاہوں اور درس گاہوں کے سجادہ پر بیٹھے ہوئے نظر آئیں، اور سادہ لوح معتقدین کی کتنی ہی بڑی بڑی جماعتیں اُنھیں گھیرے رہتی ہوں اس قابل نہیں کہ انکے ہاتھ

Marfat.com

پر بیعت کر کے اُنھیں اپنا پیشوائے شریعت وطریقت بنایا جائے۔ اور حقیقت آگاہی کے میدان میں اُن سے کسی مفید رہنمائی کی توقع کی جائے ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند ❊ نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرفِ کُلہ کج نہاد و تند نشست ❊ کلاہ داری وآئینِ سروری داند
ہزار نکتۂ باریکتر زمو اینجاست ❊ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

توحیدِ مطلب اپنے شیخ کی جانب یکسوئی۔ اُس سے انتہا درجہ کی محبت اور جان ومال سے بھی زیادہ اُسے عزیز رکھنا۔ اور یہ سمجھنا کہ دُنیا میں گو ہزاروں لاکھوں بزرگ ہوں مگر میرا مطلب میرے ہی شیخ سے حاصل ہوگا اور میرے فتح باب کی کنجی میرے ہی شیخ کے ہاتھ میں ہے توحیدِ مطلب کے نام سے موسوم ہے۔ اخذِ فیضان کے لئے توحیدِ مطلب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ جب تک اپنے شیخ کے ساتھ اس نوع کی یکسوئی کا تعلّق پیدا نہ ہوگا، اخذِ فیضان نہ ہو سکے گا۔ اپنے شیخ کی موجودگی میں بلا اُس کی اجازت کے کسی دُوسرے کی جانب استفادتاً نگاہ ڈالنا یا اُس سے بیعت کرنا طریقت میں ممنوع ہے۔ ایسی بیعت بیعت ہی نہیں ہوتی بلکہ مصافحہ کا حکم رکھتی ہے۔ بیعت معتبر وہی ہے جو پہلے شیخ کے ہاتھ پر ہو چکی ہے۔ اُس بیعت سے اپنے آپ کو خارج کرنے کا اُس شخص کو کوئی حق حاصل نہیں جو اپنی جان کو اپنے مال کو بلکہ اپنی پوری ہستی کو فروخت کر چکا ہے۔ اب وہ اپنی ملکیت ہی نہیں رہا جو اُسے یہ آزادی حاصل ہو کہ اپنے آپ کو اِدھر اُدھر فروخت کرتا پھرے۔ ایک غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنے آپ کو کسی دُوسرے کے ہاتھ پر فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر فروخت کرے گا تو بیع ناجائز ہوگی اور غلام مجرم ٹھہرے گا ؎

دوئی بمذہبِ عشّاقِ معنوی کفر است ❊ خُدا یکے و پیمبر یکے و پیر یکے

تجدیدِ بیعت اصحابِ طریقت نے بیعت کو نکاح سے تشبیہ دی ہے اور احکامِ بیعت کو احکامِ نکاح پر منطبق کیا ہے۔ جس طرح کہ شوہر کی حیات میں زوجہ کو غیر مرد پر نگاہ ڈالنا حرام ہے۔ اسی طرح مرید کو بھی اپنے شیخ کی حیاتِ ظاہری میں دُوسرے شیخ کی جانب رجوع کرنا حرام ہے۔ مندرجہ ذیل صُورتوں میں تجدیدِ بیعت جائز ہے۔

(۱) شیخ کا وصال ہوگیا ہو اور مرید کا سلوک ناتمام رہ گیا ہو۔ اور مرید میں یہ قابلیت بھی پیدا نہ ہوئی ہو کہ شیخ کے مزار پر حاضر ہو کر اپنے بقیہ سلوک کو تمام کرے۔ تو ایسی صُورت میں سالک کے لئے تجدیدِ بیعت نہ صرف

Marfat.com

جائز بلکہ فرض ہے۔

(۲) شیخ لاپتہ ہو گیا ہو۔ مثلاً کسی غیر ملک میں ہجرت کر کے چلا گیا ہو اور مرید کو معلوم نہیں کہ کہاں گیا۔ یا کہیں سفر میں مثلاً کسی ریل وغیرہ میں کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی اور قبل اس کے کہ اُن بزرگ کا پتہ نشان معلوم ہو اچانک مفارقت واقع ہوگئی اور بعد میں باوجود تلاشِ بسیار کچھ پتہ نہ چلا کہ کون بزرگ تھے اور کہاں رہتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں انسان کسی دُوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور ہے۔

(۳) بیعت کے بعد شیخ کے متعلق اگر صحیح طور پر علم ہو جائے کہ وہ صاحبِ نسبت نہیں۔ یا جو شرائط شیخ میں ہونا ضروری ہیں وہ اُس میں نہیں یا وہ صحیح طور پر مجاز نہیں یا مجاز ہے مگر ناقص ہے اور اجازت اُسے اس اُمید پر دی گئی تھی کہ اپنی کمی وہ جلد پوری کرے گا۔ لیکن اُس کمی کو اُس نے کافی مہلت ملنے کے بعد بھی پورا نہیں کیا۔ تو مرید کو فسخِ بیعت کر لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر وہ شخص جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے صاحبِ نسبت نہیں تو بیعت ہی واقع نہیں ہوتی اور فسخِ بیعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۴) جب شیخ کی جانب سے کسی مرید کے ساتھ مسلسل اور متواتر بے التفاتی برتی جائے اور مرید کی تربیتِ معنوی نہ ہوتی ہو تو شیخ اُس مرید کے حق میں مثل اُس شوہر کے ہو جاتا ہے جو اپنی بیوی کو نان و نفقہ نہیں دیتا۔ جس طرح کہ ایسی صورت میں بیوی کو اُس شوہر سے طلاق لے لینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دُوسرے شیخ کے لئے جائز ہے کہ اگر مناسب سمجھے تو اُس مرید کو اپنی بیعت میں لے کر اس کی تربیتِ معنوی کی جانب متوجہ ہو۔

(۵) بچپن کی ناسمجھی کے زمانے میں یعنی بالغ ہونے سے قبل اگر ماں باپ کے حکم سے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت واقع ہوگئی ہے۔ تو اس قسم کی بیعت بیعتِ تبرک کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ بالغ ہونے اور سمجھ کے پیدا ہونے کے بعد اگر وہ شخص سلوک طے کرنے کی غرض سے کسی دُوسرے بزرگ کی جانب اپنی طبیعت کو مائل پاتا ہے اور ایک گونہ مناسبت اُن کے ساتھ محسوس کرتا ہے تو اُسے اختیار ہے کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرلے۔

آدابِ مریدی تصوف میں ادب کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اَلتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ اَدَبٌ۔ یہ عشق کا کُوچہ ہے۔ عشق میں از اوّل تا آخر ادب کی ضرورت ہے جو مغلوبُ الحالی سے محفوظ ہیں اُنھیں بجز مؤدب رہنے کے چارہ نہیں ؎

دُور بیٹھا غبارِ میرؔ اُس سے ٭ عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

Marfat.com

شیخ واسطہ بنتا ہے درمیان اللہ اور مُرید کے۔ شیخ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ ان ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ مرید ابتداءً محسوسات میں مقید ہوتا ہے۔ محسوس سے اُس کی منزل شروع ہوتی ہے اور غیر محسوس پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ پہلے شیخ ہی سے سابقہ پڑتا ہے جو حق تعالیٰ کے اسم یاھادی کا مظہر ہے۔ اس لئے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہی وہ تمام معاملات شروع ہو جاتے ہیں جو کہ اسم یاھادی کے مظہر کی شان کے شایان ہیں۔ جب مُظہر تک رسائی ہو جاتی ہے تو شیخ درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔ شیخ بہت بڑی چیز ہے اور بہت بڑا کام کرتا ہے۔ اس لئے مرید کا فرض ہے کہ ہر ظاہری اور باطنی طریق سے شیخ کا بہت بڑا ادب کرے۔ اور اُس سے بہت زیادہ محبت رکھے۔ تفردِ شیخ کا معتقد رہے۔ یعنی یہ سمجھے کہ میرے حصول مقصد کے لئے میرے شیخ سے بہتر دُنیا میں کوئی اور نہیں۔ اُس سے اپنا کوئی راز مخفی نہ رکھے۔ اُسے اپنا طبیب سمجھے اور اُس کے حکم پر دیانت داری کے ساتھ کاربند رہے۔ اُس کی کسی بات سے بدظن نہ ہو۔ اس کے متعلق دل میں کسی قسم کے شبہات نہ آنے دے۔ اس کی کسی بات پر دل میں شک نہ لاوے۔ اس کے احکام کے ظاہر پر عمل کرے۔ تاویل کر کے اس کا کوئی حکم اپنی رائے سے بدل نہ دے۔ کسی حکم کی مصلحت سمجھ میں نہ آوے تب بھی اُس پر کاربند ہو۔ کوئی کام بغیر اس کے حکم کے نہ کرے۔ اپنے آپ کو اُس کے ہاتھ میں اس طرح سمجھے جس طرح کہ میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مرید کتنا ہی بڑا عالم ہو مگر وہ ہمیشہ یہی سمجھے کہ شیخ علم میں مجھ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ شیخ کے وہ اسرار از قسم کشف وکرامات یا از قسمِ دیگر جنھیں شیخ مخفی رکھنا چاہتا ہو ظاہر نہ کرے۔ ہر وقت بہت ادب سے پیش آئے۔ نگاہ نیچی اور گردن جُھکی ہوئی رکھے۔ گفتگو اور ذکر کے وقت آواز پست رکھے۔ شیخ کے مصلّے پر قدم نہ رکھے۔ شیخ کے سامنے خود مصلّے پر نہ بیٹھے۔ شیخ کے سامنے نوافل نہ پڑھے۔ شیخ سے مثل برابر کے دوستوں کے بے تکلّفی کی باتیں نہ کرے۔ جب تک کہ شیخ خود ہی کسی اسرار سے پردہ نہ اُٹھائے اُس کے متعلق سوال نہ کرے۔ اور یہ سمجھ لے کہ جب شیخ مجھ میں اس کی صلاحیت پائے گا تو خود ہی پردہ اُٹھا دے گا۔ اس معاملہ میں حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ پر غور کر لیا کرے۔ شیخ کو جن امور سے نفرت ہے یا جو امور اُس کی طبیعت یا اُس کے مزاج کے خلاف ہیں اُن سے اجتناب کرے۔ بے موقع کسی گفتگو کو نہ چھیڑ دے۔ بلا اجازت کچھ عرض نہ کرے۔ یہ اور اس قسم کے جملہ آداب جو بالتفصیل طریقت کی کتابوں میں درج ہیں۔ نہایت ضروری ہیں۔ ان کی پابندی میں کوتاہی فیضان کی کمی کا باعث ہوتی ہے۔ شیخ کے دل میں مُرید کی جس قدر محبت ہو گی اُسی قدر فیضان کی زیادتی ہو گی۔ اور حق تعالیٰ کی نگاہ میں اُس مُرید کی اُتنی ہی زیادہ وقعت

Marfat.com

ہوگی۔ اس لئے مُرید کا فرض ہے کہ اپنی روِش اور خوش ادائی اور فرماں برداری اور خدمت اور ادب اور ایثار اور جاں فروشی سے شیخ کے دل میں گھر کرے اور شیخ کو اپنے سے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہے۔

بیگانگی :۔ صمدیت۔ بے نیازی۔ استغنائے الوہیت جو کسی چیز کی محتاج نہیں یہاں تک کہ مشابہت اور مماثلت تک سے روگرداں ہے۔

بیماری :۔ قلق درونی۔ دردِ دل۔ غمِ ہجراں۔ وہ اخلاقی اور رُوحانی کمزوریاں جو سلوک کا راستہ نہ چلنے دیں۔ ماسوی اللہ کی محبت۔

بے مثالی :۔ حق تعالیٰ کا بے مثل و بے مثال ہونا۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ[1] یعنی کوئی چیز اُس کے مثل نہیں اور وہی سُننے والا دیکھنے والا ہے ؎

خوبانِ دُنیا گو ہمہ خوب اند از سر تا بپا ٭ نامِ خدا آں دلربا دارد سراپائے دگر

موجد بے مثل و بے مثال ہے۔ موجود بھی بے مثل و بے مثال ہے۔ موجودات میں سے ہر موجود ایک تعیّن ہے اور ایک ایسی خاصیت رکھتا ہے جس میں کوئی دُوسری چیز اُس کی شریک نہیں۔ ایسا نہ ہو تو تعیّن تعیّن نہ رہے۔ ہر موجود میں اس وحدت کا ہونا موجد کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

بے نوائی :۔ ناتوانی، کمزوری۔ بے بسی۔ مجبُوری۔

[1] (الشوریٰ ع ۲)

Marfat.com

پ

پارسائی :- مقتضیاتِ طبعی اور شہوی سے اعراض اور صفاتِ حمیدہ سے موصوف ہونا۔ لیکن یہ صفاتِ حمیدہ اگر پندار و خود بینی پیدا کر رہی ہیں تو اہلِ طریقت کے نزدیک سالک ابھی تک مقامِ کفر سے نہیں نکلا۔

پاکبازی :- اِس درجہ خلوص کہ عمل کے بدلے نہ ثواب کا خواہاں ہو نہ غلوّ مرتبت کا۔

پائے کوفتن :- تواجد کرنا۔

پردہ :- اس سے عموماً وہ پردے مراد ہوتے ہیں جو طریقت کے لوازمات سے عاشق و معشوق کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ نہ کہ وہ پردے جو معشوق کی بے نیازی اور عاشق کی بے بسی اور بے چارگی سے پیدا ہوتے ہیں۔

پیالہ :- چشمِ محبوب جس میں خود بھی مستی ہوتی ہے اور دُوسروں کو بھی مست و بے خود بنا دینے کی قوت ہوتی ہے۔ ذراتِ موجودات کا ہر ہر ذرّہ عارف کو شرابِ معرفت پلا پلا کر مست و بے خود کرتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر ہر ذرّہ ایک ایک پیالہ ہے۔ دلِ سالک بھی پیالہ ہے جس میں شرابِ معرفت چھلکتی رہتی ہے اور دُوسروں کو متوالا بنا دیتی ہے ؎

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم ؎ اے بے خبر ز لذّتِ شُربِ مدامِ ما (حافظؒ)

پیام :- اوامر و نواہی۔ دعوتِ حق۔

پیرِ میکدہ :- مرشدِ کامل۔ اسے پیرِ خرابات اور پیرِ مغاں بھی کہتے ہیں۔

پیشانی :- ظہورِ اسرارِ الٰہی۔

پیمانہ :- ہر وہ چیز جس میں انوارِ غیبی کا مشاہدہ ہو۔ اسے ساغر بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

ت

تابستان :۔ مقامِ معرفت۔

تاج :۔ ماہیتِ ذاتِ لامتناہی۔

تاراج :۔ سالک سے جمیع احوال اور اعمالِ ظاہری و باطنی میں اختیار کا اُٹھ جانا۔

تجدّدِ امثال :۔ تجدّدِ تجلّیاتِ رحمانی۔

فیضانِ وجود نتیجہ ہے اسمِ رحمٰن کی تجلّی کا۔ چنانچہ تجلّیاتِ رحمانی کا فیضان موجودات پر علی الدّوام فائز رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالم ہر آن خلقِ جدید میں تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ ہر تجلّی ایک خلقِ جدید کو لاتی ہے اور خلقِ ماسبق کو لے جاتی ہے۔ خلقِ ماسبق کا جانا فنا ہے۔ اور خلقِ جدید کا آنا بقا ہے۔ جدید اشیاء بمقتضاء امکانِ ذاتی آناً فاناً نیست اور آناً فاناً ہست ہوجاتی ہیں۔ سرعتِ تجدّد اور تیزیٔ تسلسل کی وجہ سے اس رفتن و آمدن کا ادراک نہیں ہوتا۔ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ بلکہ وہ لوگ ہمیشہ خلقِ جدید کے لباس میں ہیں۔ یا خلقِ جدید میں ملتبس ہیں۔ لیکن یہ التباس اہلِ حجاب ہی کو ہوتا ہے۔ اہلِ کشف از روئے ادراک جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر دم اور ہر ساعت تجلّی فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ۝ اور اُس کی تجلّی ایک صورت میں مکرّر کبھی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک صورت غائب ہوتی ہے اور اُس کی جگہ مثل اُس کے دُوسری صورت آتی ہے۔ ایک صورت کے عدم کا زمانہ بعینہٖ اس کے مثلِ ثانی کے وجود کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے آمدن عین رفتن اور

(لہ ق ع۱) (لہ الرّحمٰن ع۲)

Marfat.com

رفتن عین آمدن ہوا کرتا ہے۔ فی الحقیقت یہ رفتن و آمدن اعتباری ہے نہ کہ محقق الوقوع۔ ورنہ مرتبۂ اوّل مرتبۂ دومّ میں تنزّل کرنے کے بعد کلیتۂً معدوم ہو جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

تجدّدِ امثال کو کمون و بروز اور آمد و شد بھی کہتے ہیں ؎

ہر نفس نَو می شود دُنیا، و ما ؛ بے خبر از نو شدن اندر بقا

تجرید و تفرید :- تجرید ہے ازالۂ ماسوےٰ از قلب۔ اور سیر بسوئے رویتِ ظہورِ حق در کل۔ تجرید کی ظاہری صورت ہے ماسوی اللہ سے اعراض۔ اور اُس کی باطنی کیفیت ہے معاوضہ اور اُجرت اور انعام کی تمنّا سے اپنے باطن کو مجرّد کر لینا حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں ؎

خرد و ضمیر و ہوش و دل و جان و چشم من شد ؛ ز ہمہ خیال خالی بجز از خیالِ رویت

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جان و دلِ تو حافظا بستۂ دامِ آرزوست ؛ اے متعلّقِ خجل دم مزن از مجرّدی

تفرید یہ ہے کہ اعتبارات کے لباس کو ممکنات کے حقائق سے اُتار کر حقیقتِ واحدہ منفردہ کی جانب رجوع کیا جاوے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ تجرید خلائق و علائق سے بے تعلّقی کا نام ہے۔ اور تفرید خودی سے بے تعلّق ہونے کو کہتے ہیں۔ اور بعض موقعوں پر خودی سے بے تعلّق ہونے کو تفرید۔ اور اس بے تعلّقی سے بھی بے تعلّق ہو جانے کو یعنی اس بے تعلّقی تک کے احساس کو گم کر دینے کا نام تجرید ہے ؎

تو ز تو گم شو کہ تفرید این بود ؛ گم شدن گم کُن کہ تجرید این بود

تجلّی :- ذات و اسماء و صفات و افعال الٰہی کا کسی پر بھپنکا جانا تجلّی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لغت میں تجلّی ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ ذاتِ مطلق کا اظہار لباسِ تعیّن ہی میں ممکن ہے۔ اس لئے حضراتِ صوفیہ کی اصطلاح میں لباسِ تعیّن کو تجلّی کہتے ہیں۔ ہر وہ شان اور وہ کیفیت اور وہ حالت جس میں حق تعالیٰ کا یا اُس کی کسی صفت یا اُس کے کسی فعل کا اظہار ہو تجلّی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں لاانتہا ہیں تجلّیات بھی مختلف اور متعدّد اور خارج از حد و دِ حصر ہیں۔

Marfat.com

ہر شخص پر اُس کی استعداد کے مُطابق جُداگانہ تجلّیات ہوتی ہیں۔ جو تجلّی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اُس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں ہوتی۔ یعنی تجلّیات میں تکرار نہیں۔ ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں متجلّی ہوتا رہتا ہے۔ جیسے کہ اُس کی ذات لامتناہی ہے ویسے ہی اُس کی تجلّیات کا بھی نئی نئی شان میں پے در پے وارد ہونا کوئی انتہا نہیں رکھتا ہے

اے ترا بر طورِ دل ہر دم تجلّائے دگر ؛ طالبِ دیدارِ تو ہر لحظہ موسائے دگر (معینیؒ)

موسیٰ علیہ السّلام کے دل میں آگ کی طلب پیدا ہوئی تھی۔ گویا آگ اُن کی مطلوبِ مجازی تھی۔ معشوقِ حقیقی نے معشوقِ مجازی کی صورت میں اپنا جلوہ دکھایا اور اُنھیں اپنی جانب کھینچا۔ جب مسافتِ بُعد طے کر کے وہ احاطۂ قرب میں داخل ہوئے تو انوارِ حقیقت کا غلبہ ہوا اور وہ مجاز سے حقیقت کی جانب منتقل ہوئے۔ جب اُن انوار کا مزید غلبہ ہُوا تو بے ہوش ہو گئے۔ یعنی اپنی ہستیِ مجازی سے بھی کنارہ کش ہو گئے۔ پھر نبوّت اور رسالت سے سرفراز ہوتے اور کلیم اللہ بن گئے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ج (الاعراف ع ۱۷)

پھر جب تجلّی فرمائی موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

موسیٰ علیہ السّلام چونکہ مقامِ تلوین میں تھے اور تمکین تک ابھی نہ پہنچے تھے اور پہاڑ اپنی اِستقامت میں متمکّن تھا اس لئے ربوبیت کی یہ تجلّی پہاڑ پر ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ یعنی پہاڑ پھر پہاڑ نہ رہا۔ چونکہ اُس تجلّی کا پرتو موسیٰ علیہ السّلام پر بھی پڑا اس لئے وہ بھی بے ہوش ہو کر اپنی ہستی سے بے تعلّق ہو گئے۔ یہی قاعدہ عام ہے۔ تجلّی کے لئے استقامت کی ضرورت ہے ہے

بر اہلِ استقامت فیض نازل می شود مظہر ؛ نمی دانی تجلّی گرد کوہِ طُور می گردد

(مرزا مظہر جانِ جاناںؒ)

پھر جب حق تعالیٰ کسی بندہ پر اسمِ اللہ کے اعتبار سے تجلّی فرماتا ہے تو عبد بالذّات فنا اور حق اُس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ صفات میں بھی یہی ہوتا ہے۔ تجلّیاتِ صفات میں بندہ صفات کے انوار کی بارش کے تحت

Marfat.com

میں آجاتا ہے۔ گویا ایک صفت کی کشتی میں یہاں تک تیرتا ہے کہ اُس کی حد کو بطور اجمال کے نہ کہ بطور تفصیل کے پالیتا ہے۔ کیونکہ صفات کے عرفان میں بندہ کے لئے اجمال کے ماوریٰ تفصیل کو کوئی دخل نہیں۔ جب سالک صفات کے اُڑن کھٹولے پر اُڑتا ہوا اُس صفت کے عرش پر پہنچتا ہے تو وہ اُس صفت کے ساتھ موصوف ہوجاتا ہے اور اُس صفت کا مظہر بن جاتا ہے۔ پھر دُوسری صفت اُس پر لاحق ہوتی ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے صفات کی تکمیل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ قُربِ نوافل اور قُربِ فرائض کی منزلوں میں پہنچتا ہے۔ جہاں حق تعالیٰ بندہ کی سمع و بصر بن جاتا ہے۔ اور جہاں نُورِ عبد گُم ہوجاتا ہے۔ اور رُوحِ خلقی فنا ہوجاتی ہے۔ اور ہیکلِ عبدی میں حق سُبحانہٗ تعالیٰ قائم ہوجاتا ہے۔

اقسامِ تجلّیات سالک پر جو تجلّیات راہِ فنا میں وارد ہوتی ہیں وہ علی التّرتیب مندرجہ ذیل چار قسم میں بالعموم منقسم ہوتی ہیں۔

(۱) **تجلّیِ آثاری** یہ تجلّی صوری ہے۔ وجود جسمانیات کی صورت میں متمثّل ہوتا ہے۔ اور جس پر تجلّی کی جاتی ہے وہ جان لیتا ہے اور اُس کے دل میں اس بات کا پختہ یقین ہوجاتا ہے کہ وہ حضرت حق کو اس صُورتِ تمثیلی میں دیکھ رہا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السّلام پر ابتداء میں تجلّی بصُورتِ نار ہوئی۔ پھر اُنھوں نے یہ بھی پہچان لیا کہ اس صُورت میں کون متجلّی ہے۔

خواب بھی تجلّی صُوری ہے جو عالمِ خیال میں وارد ہوتی ہے۔ اور تعبیر کی محتاج رہتی ہے۔
تعبیر وہ علم ہے جس سے معلوم ہو کہ اُس تجلّیِ صوری سے حق تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔
تجلّیاتِ آثاری میں اکمل تجلّی صُورتِ انسان میں ہوتی ہے ؎

ہمہ را بستۂ گیسوئے پریشاں داری ✽ غمزۂ خاص بہر گبر و مُسلماں داری
مثلے ہست کہ اَلجِنسُ اِلَی الجِنسِ یَمِیل ✽ بہر دل بردنِ من صورتِ انساں داری

(۲) **تجلّیِ فعلی** اس تجلّی میں سالک صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو تجلّی پاتا ہے۔ اس مشہد میں بندہ سے حول و فعل و ارادہ سلب ہوجاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کے جاری ہونے کو دیکھتا ہے۔

(۳) **تجلّیِ صفاتی** اس تجلّی میں سالک حق تعالیٰ کو اُمّہاتِ صفات میں متجلّی پاتا ہے۔ اُمّہاتِ صفات حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام ہیں جنھیں صفاتِ سبعہ ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

۴. **تجلی ذاتی** | جب ذات کی تجلی سالک پر ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم و شعور و ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد گم ہو جاتا ہے اور حق باقی رہتا ہے۔ تجلیٔ ذاتی میں اس فنائیتِ عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں۔ اس میں سالک اپنے آپ کو بلا تعینِ جسمانی اور روحانی کے اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے۔ اُس وقت اُس کا علم (جو کہ دراصل اُس کا نہیں بلکہ تجلی ہے حق تعالیٰ کی) جملہ ذراتِ کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ خود جمیع صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو غیرِ خود یا اپنے سے خارج نہیں پاتا۔ کمالِ توحیدِ عیانی سے یہی مراد ہے۔

اقسامِ دیگر | مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جو غیر متناہی ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ جس صورت میں اور جس چیز کے ساتھ اور جس طرح اور جس طور پر چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے۔ وہ ہر معقول و مفہوم و موہوم و مسموع و مشہود میں متجلی ہوتا ہے جس بندہ پر تجلی فرماتا ہے اس بندہ کی قابلیت ہی کے مطابق تجلی فرماتا ہے۔ اس لئے کسی کا اُن تجلیات پر جو اس پر ہوتی ہیں قانع ہو کر بیٹھ رہنا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کی صدا بلند نہ کرنا یا دُوسروں کے مکشوفات کا انکار کرنا غلطی ہے۔

وجوہِ تفاوت | تجلیات کا متفاوت ہونا علاوہ اختلافِ صفائیِ باطن کے اختلافِ زمان و مکان پر بھی حصر رکھتا ہے۔

اکمل تجلی | حضرتِ حق کو متجلی دیکھنا تجلی ہے اور اپنے کو مظہرِ حق پانا اتم و اکمل تجلی ہے۔

تجلیٔ ظہوری | کائنات بھی تجلیٔ حق ہے ساتھ اسماء و صفات کے۔

تجلیٔ جمالش رامظہر در وجود آرد ÷ وے چوں پردہ بکشاید عدم برمظہر اندازد

تجلیٔ حق بہ اسماء و صفات سبب ہے ظہورِ تعینات کا۔ اس بناء پر اس تجلی کو تجلیٔ ظہوری بھی کہتے ہیں۔ تجلیٔ ظہوری کی دو قسمیں ہیں۔ تجلیٔ رحمانی[1] اور تجلیٔ رحیمی[2]۔

(۱) **تجلیٔ رحمانی** | تجلیٔ رحمانی عام ہے جس کے تابع ہے افاضۂ وجود بر جملہ موجودات بلا عِلِ سابق۔ اسی کو فضل بھی کہتے ہیں۔ اسی تجلیٔ فضلی سے ہر دو عالم یعنی عالمِ غیب و شہادت نے انوارِ وجود کی روشنی پائی۔

(۲) **تجلیٔ رحیمی** | یہ خاص تجلی ہے جس کے ذریعہ سے مومنین و صدیقین و اربابِ قلوب کے دلوں پر کمالاتِ

Marfat.com

معنویہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے۔ اس تجلّی میں کافر مومن سے اور عاصی مطیع سے اور ناقص کامل سے جُدا ہوجاتا ہے۔ کمالاتِ انسانی اسی فیضِ خاص کے تحت میں ظہور اور پرورش پاتے ہیں۔

چند دیگر تجلّیات کی بھی شرح اجمالی طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

تجلّی شہودی | ہستیِ مطلق کا آئینۂ نیستی کے مقابل ہونا اور حق تعالیٰ کا اعیانِ ثابتہ یعنی صُورِ علمیہ میں اور صُورِ ممکنات میں ظہور فرمانا تجلّی شہودی ہے۔

اس کے تحت میں تجلّیِ جمادی اور تجلّیِ نباتی اور تجلّیِ حیوانی وغیرہ بے شمار تجلّیات ہیں۔

تجلّیِ جمادی | یہ تجلّی جلالی ہے۔ جماداتِ بے شعور خاکِ مذلّت پر سر اوندھائے پڑے ہیں۔ اور جامِ تجلّیِ ذات سے دائماً بے خود و بے ادراک ہیں۔

تجلّیِ نباتی | اس تجلّی میں پرتوِ محبّت ہے جس کے باعث نباتات اپنے پیروں پر کھڑے ہوگئے اور جوش و خروش کے عالم میں منتظر ہیں۔

تجلّیِ حیوانی | اس میں حکمتِ ظہور و اظہار اور بقائے جنسِ نوع و افراد ہے۔ حیوانات کا بالطبع مقتضائے حرکت اور مشتاقِ میل یا جفت ہونا اُس کی دلیل ہے۔

احدیّت میں تجلّی نہیں | مقامِ احدیّت میں تجلّی ممتنع ہے۔ اگر ناظر و منظور کا فرق باقی ہے تو یہ اثنینیت ہے اور اثنینیت احدیّت کو زائل کر دیتی ہے۔ اگر یہ فرق اُٹھ گیا تو پھر تجلّی کیسی۔ کیونکہ اس صُورت میں تو وہی ناظر ہے اور وہی منظور۔

تحقیق :۔ شہودِ حق در صُورِ اسمائے کونی۔

جسے ہر چیز میں شہودِ حق ہو وہ محقق ہے۔ وہ نہ بسبب خلق کے حق سے اور نہ بسبب حق کے خلق سے محتجب ہوتا ہے۔

تخت :۔ مرتبۂ رحمانیت۔ اللہ تعالیٰ عرش پر اپنے اسمِ رحمان ہی کے ساتھ مستوی ہے۔

تدانی و تدلّی :۔ تدانی معراجِ مقربین کو کہتے ہیں۔ اور تدلّی نزولِ مقربین کو۔ یہ وہ نزول ہے جو بعد معراج کے ہوتا ہے اور علامت ہے تکمیلِ انسانی کی۔

Marfat.com

تدبّر و تفکّر :۔ تصوّرِ عقلی اور توجّہِ دلی سے مقصودِ اصلی کی جانب بڑھنا اور مطلوب کو طلب کرنا صفات وافعال و نعماتِ الٰہی میں اور عینیت و نسبتِ حق میں غور و خوض اور تدبّر و فکر کرنا۔ نہ کہ ذاتِ حق تعالیٰ میں کیونکہ ذات میں فکر کرنا ناجائز اور لاحاصل ہے۔ خفیف سا فرق ان دونوں الفاظ میں یہ ہے کہ تفکّر تصرّفِ دل ہے فہم و ادراک اور دلائل و براہین کے میدان میں۔ اور تدبّر تصرّف دل ہے اپنے کام کو انجام تک پہنچانے میں ؎

تفکّر رفتن از باطل سوئے حق ٭ بہ جُزاندر بدیدن کُلِّ مطلق

ترانہ :۔ آہنگِ محبّت۔

ترسا :۔ مردِ رُوحانی جس کا نفسِ امّارہ مردہ ہو چکا ہو۔ اور جس کے صفات ذمیمہ مبدّل بہ صفاتِ حمیدہ ہو گئے ہوں۔

ترسا بچہ :۔ شیخِ مکمّل جو خود بھی کامل ہو۔ اور دوسروں کو بھی کامل بناتا ہو۔ وارداتِ غیبی جو سالک کے قلب پر وارد ہوں۔ حقیقتِ وحدتِ ذاتیہ۔ حقائق معانیٔ دقیقہ۔

ترسا بچہ کو کبھی ترسازادہ بھی کہتے ہیں۔

ترسائی :۔ عموماً مسلکِ عیسوی پر چلنے والے کو ترسائی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام پر بمقابلہ تشبیہ کے تنزیہہ کا غلبہ تھا جو اس مسلکِ عیسوی پر تجرید و تفرید سے اپنے باطن کو آراستہ کرتا ہے اور علائقِ دنیوی و عوائق طبیعی و قیودِ تقلید و رسوم و عادات سے آزادی حاصل کرتا ہے اُسے تصوّف کی زبان میں ترسائی کہتے ہیں۔

قوم ترسا کی عبادت گاہ کو دیر کہتے ہیں۔ اس لئے صوفیا کی اصطلاح میں دیر سے قدسِ وحدتِ ذاتی کی جانب اشارہ ہوتا ہے جو منزّہ ہے جمیع الواثِ کثرات سے۔ یہ معبد جانِ انسان میں ہے۔ اور جانِ انسان سے مراد رُوحِ انسانی ہے۔ اور رُوح متعلّق ہے عالمِ تجرّد سے۔

ترقّی :۔ ایک حال سے دُوسرے حال اور ایک مقام سے دُوسرے مقام اور معارف سے معارف کی جانب منتقل ہونا۔ سالک کا فرض ہے کہ ہر دم آگے بڑھے کسی جگہ قیام نہ کر بیٹھے۔ قدم بڑھاتے چلا جاتے جو قدم پڑے آگے ہی کی جانب پڑے۔ سالک اُسی کو کہتے ہیں جو ساعت بساعت ترقی کرتا رہے۔ جو سالک کسی مقام پر رُک جاتا ہے اور اپنی حالت میں جمود پاتا ہے اُسے واقف کہتے ہیں۔ جب ایسا شخص کسی مقام پر دیر تک اَڑا رہے تو لازمی نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ

Marfat.com

پیچھے کو ہٹنے لگتا ہے۔ اُس وقت اُسے راجع کہتے ہیں۔ اس رجعت کا فوراً ہی کوئی معقول اِنتظام نہ کیا جائے تو حالت مبدّل بہ مایوسی ہو جاتی ہے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر ٭ یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دُور شد

ترکتاز :- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سالک محنتِ شاقّہ اور مجاہدۂ شدید اور زحمتِ طویل کے بعد بھی کشود کی کوئی صُورت نہیں پاتا تو وہ اپنے دل میں ایک درد اور قلق محسوس کرتا ہے۔ اُس وقت اچانک جذبۂ الٰہی وارد ہوتا ہے۔ اور سالک کو مقبولین کی صفوں میں لے جا کر اُسے مقصدِ اصلی تک پہنچا دیتا ہے۔ اس جذبۂ الٰہی کو ترکتاز کہتے ہیں ؎

مژدگانے کہ مرا یار سوئے خویش کشید ٭ دست در گردنِ من کردہ مرا پیش کشید (معینیؒ)

تزکیہ :- نفس کو ذمائم سے پاک کرنا۔

تصفیہ :- قلب کو خیالاتِ ماسوٰی سے صاف کرنا۔

تجلیہ :- رُوح کو منزّہ کرنا کدوراتِ جسدیہ سے جو قالبِ عنصری کی مجاورت سے عارض ہو گئی ہوں۔ اور اُسے چمکانا اور جِلا دینا۔

تخلیہ :- اللہ کے سوا اور کسی چیز کا باقی نہ رہنا۔

سالک کی پہلی منزل تزکیہ ہے۔ پھر تصفیہ۔ پھر تجلیہ۔ پھر تخلیہ۔

تشبیہ و تنزیہ :- تشبیہ سے مراد ہے اشیاء ظاہری میں ظہورِ ذات اور تنزیہ سے مراد ہے ذاتِ حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفاتِ ممکنات سے پاک و منزّہ ہونا۔

موسیٰ علیہ السلام کی اپنی اُمّت کو تعلیم بحکمِ غلبۂ اسمِ ظاہر بیشتر بجہتِ افعالِ جسمانی تھی اور مائل تھی بجانب تشبیہ کے۔ اور عیسٰے علیہ السلام کی تعلیم اپنی امت کو بحکمِ غلبۂ اسمِ باطن تقدیس و تطہیرِ دل و سیرِ کمالاتِ معنوی وخلوت و انقطاع عن ماسوٰی کی جہت سے مائل بجانب تنزیہ تھی۔

جس نے تنزیہ کیا اور وہیں ٹھہر گیا اُس نے بے ادبی کی اور خُدا کو محدود ٹھہرایا۔ اُس نے ذاتِ حق کے آثار کو مظاہر میں ظہور کی حیثیت سے نہ پہچانا۔ ایسے شخص کو صرف آدھی معرفت حاصل ہوئی گویا وہ بعض پر ایمان لایا اور بعض پر ایمان نہ لایا۔ صحیح راہ درمیان تشبیہ و تنزیہ کے ہے جس نے دونوں کو جمع کیا۔ اس نے حق تعالیٰ کو مجملاً پہچانا

Marfat.com

مجملاً کی قید اس لئے ہے کہ عالم کی تمام صورتوں کا احاطہ تفصیلی چونکہ بندہ کے لئے ناممکن ہے تفصیلی تشبیہ و تنزیہ بھی اس کے لئے محال ٹھہرا۔

یہ جامعیت تشبیہ و تنزیہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم میں رونما ہوئی۔ آپ جامعیت الٰہی کے مظہر ہیں۔ اور آپ کی مبارک تعلیم میں روحانیات و جسمانیات اور مشاہدۂ انوارِ تجلّیاتِ الٰہی در جمیع موجودات شامل ہیں۔ آپ کے مسلک پر چلنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے بحرِ انوارِ تجلّیاتِ جمالی و جلالی میں مستغرق ہیں اور تنزیہ میں تشبیہ اور عین تشبیہ میں تنزیہ مشاہدہ کرتے ہیں۔

تصوّرِ شیخ:۔ صحیحین کی روایت ہے کہ:۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَاَدْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْھِہٖ وَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥

(متفق علیہ)

"روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ کہا گویا میں دیکھتا ہوں طرف رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کہ حکایت فرماتے ہیں حال ایک نبی کا منجملہ انبیا کے کہ مارا اُن نبی کو اُن کی قوم نے پس لہولہان کیا اُن کو درآنحالیکہ پونچھتے جاتے تھے خون اپنے مُنہ سے اور فرماتے تھے کہ یا اللہ بخش دے تو میری قوم کو کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

اس روایت کا یہ جزو کہ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یعنی گویا کہ میں دیکھتا ہوں طرف رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے) اُس حالت کی جانب اشارہ ہے جو حقیقت ہے تصوّرِ شیخ کی۔ یہ حالت کبھی خود بخود طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی بہ تکلّف پیدا کی جاتی ہے۔ تصوّر بھی محبّت کی ایک شاخ ہے۔ جس سے محبّت ہوتی ہے اُس کا تصوّر آپ سے آپ بندھ جاتا ہے جس سے محبّت جائز ہے۔ اُس کا تصوّر بھی جائز ہے۔ جو محبّت مستحسن بلکہ ضروری ہے جب اس میں کمی ہوتی ہے تو وہ بہ تکلّف بڑھائی جاتی ہے۔

وحدتِ خیال کے حصول کے لئے بھی تصوّرِ شیخ کا طریقہ مفید ہے۔ لیکن اس طریقہ کو اب مشائخ عظام ترک فرماتے جاتے ہیں کیونکہ ناواقف اور پست ہمت لوگ حقیقت کو فراموش کر کے اسی منزل میں رہ جاتے ہیں۔ اختصار تیز روی اس زمانے کے مناسب ہے۔ اور درمیانی کڑیوں میں جس قدر تخفیف اور الجھاؤ کی کمی ہو اسی قدر بہتر ہے۔

Marfat.com

تظلّم :- شیطان اور نفسِ امّارہ کی شرارتوں اور اپنی خطاؤں کے مقابلہ کے لئے حق تعالیٰ سے امداد حاصل کرنا۔

تعیّن :- حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔

تعیّنات کی دو اقسام ہیں۔ داخلی[۱] اور خارجی[۲]

تعیّنات داخلی کی دو قسمیں ہیں۔ اجمالی اور تفصیلی۔

تعیّناتِ داخلی :-

اجمالی :- تعیّنِ اوّل۔ وحدت جہاں حق تعالیٰ نے اپنے وجود کو پایا اور آنا فرمایا۔

تفصیلی :- واحدیت جہاں ذات نے ذات میں صفاتِ ذات کو پایا۔

تعیّناتِ خارجی :- بقیہ تعیّنات جو کہ ظہور ہیں اسمار و صفات و افعال کے مثلاً ارواح و امثال و اجسام وغیرہ۔

تقویٰ :- ہر اُس چیز سے نفرت و بیزاری جو دل میں متعیّن ہو۔ یا وصول الی اللہ میں مانع آوے۔

اختلاف حالات کے اعتبار سے کیفیات تقویٰ میں بھی تفاوت ہوتا ہے چنانچہ :-

تقوائے عوام ترک کفر و شرک ہے۔

تقوائے متقی ترک معاصی اور منہیات شرعیہ سے پرہیز اور اجتناب ہے۔

تقوائے خواص عبادات و ریاضات میں وساوس کا قلع و قمع کرنا ہے۔

تقوائے خواص الخواص یہ ہے کہ ہر دم اور ہر لحظہ ترک ماسوی اللہ سے متصف رہے اور خطرۂ دنیا کو کسی وقت اور کسی حال میں اپنے قلب میں نہ آنے دے۔

تکبّر :- اعمال سے بے نیازی۔

تلخ :- ایسا امر جو سالک کی طبیعت کے خلاف ہو۔

تلوین و تمکین :- تلوین مقامِ طلب ہے جس میں حالتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں اور مغلوب الحالی کے دورے رہتے ہیں ؎

گہے گریاں گہے خنداں گہے حیراں گہے نالاں ٭ بجز این شغل یک لحظہ نبودے روزگارِ من

Marfat.com

تمکین مقامِ رسوخ و استقرار ہے جس میں سالک صاحبِ مقام ہوتا ہے اور مغلوب الحال نہیں ہونے پاتا ۔

مرداں درمن وبیہوشیِ من حیرانند ؎ من در آنکس کہ ترا بیند وحیراں نشود

زنانِ مصر جنھوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مدہوشی میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ تلوین میں تھیں۔ زلیخا بھی اُس وقت وہیں موجود تھی۔ یوسف علیہ السلام کے حُسن کی مبصّر تھی اور اُن تمام عورتوں سے زائد ان کی عاشق اور اُن پر فریفتہ تھی۔ مگر رات دن کے مشاہدہ نے اسے اس قسم کے مناظر کا متحمّل بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہ نہ بے ہوش ہوئی نہ اُس نے اپنے ہاتھ کاٹے۔ نہ اُس کی زبان سے کوئی بے ساختہ کلمہ نکلا۔ حالانکہ اُس کا عشق روز افزوں ترقی پر تھا اور ترقی پر رہا۔ زلیخا مقامِ تمکین میں تھی۔

مقامِ تمکین میں سالک انبیاء علیہم السلام کے کمالاتِ معنوی سے فیض یاب ہوتا ہے۔ لیکن مقامِ تلوین میں وہ ان کمالات سے محروم رہتاہے۔

تندی :۔ صفتِ قہاری۔

تندرستی :۔ دل کا برقرار رہنا۔

تواجد :۔ تکلّف وتصنّع سے وجد لانا۔ استدعائے وجد واظہارِ حالتِ وجد بدون وجد۔

توانائی :۔ صفتِ فاعلی مختاری۔

تواضع :۔ جنابِ الٰہی میں بندہ کا پست ہوجانا۔

توبہ :۔ نقص سے کمال کی جانب بازگشت۔ خدائے تعالیٰ کی جانب رجوع ہونا۔ ندامت جو خوف سے پیدا ہو۔ سیرِ رجوعی کا پہلا مقام۔ اصطلاحِ تصوّف میں اسے بابُ الابواب بھی کہتے ہیں کیونکہ تمام دروازے اس دروازہ ہی کے کھلنے کے بعد کھلتے ہیں۔

توبہ کے لوازمات حسب ذیل ہیں :۔

(۱) دل میں ندامت کا پیدا ہونا اور گناہ سے طبعی نفرت کا ہوجانا۔ صرف زبان سے توبہ واستغفار کا رٹنا اور دل کا اُس سے غافل رہنا یا دل میں معصیت کی حسرت کا پوشیدہ ہونا اس باب الابواب کے کھلوانے کیلئے کافی نہیں ۔

Marfat.com

سبحہ در کفِ توبہ برلب دل پُر از ذوقِ گناہ ٭ معصیت راخندہ می آید ز استغفارِ ما

(۲) عزمِ مصمّم کہ اب کبھی عمر بھر اس گُناہ کا اعادہ نہ کیا جائے گا۔ اس عزم کی پختگی کے ساتھ جو توبہ کی جاتی ہے اسے توبتہُ النصوح کہتے ہیں۔

(۳) گناہوں سے جو ظاہری اور باطنی نقصانات پہنچ چکے ہیں اُن کی تلافی کے لئے کچھ زائد عبادت کرنا۔ توبہ کرنے والے کو تائب کہتے ہیں۔

انابت اُس توبہ کو کہتے ہیں جس میں ایسی ندامت ہو جو رغبت سے پیدا ہوتی ہے۔ انابت کرنے والے کو منیب کہتے ہیں۔

اوبہ اُس توبہ کو کہتے ہیں جس میں ایسی ندامت ہو جو عظمت و جبروت سے پیدا ہو۔ اوبہ کرنے والے کو اوّاب کہتے ہیں۔

گناہِ کبیرہ سے طاعت کی جانب رجوع کرنا توبہ ہے۔

گناہِ صغیرہ سے محبّت کی جانب رجوع انابت ہے۔

نفس کو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اوبہ ہے۔

توجّہ:۔ جمیع ماسوی اللہ سے روگرداں ہو کر حق تعالیٰ کی جانب متوجّہ ہو جانا۔

توکّل:۔ خدا پر بھروسہ کرنا اور اپنے جملہ امور خدا کے سپرد کر دینا۔ اس کے بھی مختلف مدارج ہیں۔

صالحین اور اُن سے کم تر درجہ کے لوگ خدا پر توکّل کرتے ہیں مگر اس خواہش کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے امور کو اُن کی مصلحتوں کے مطابق انجام دے۔

محسنین کا توکّل یہ ہے کہ وہ اپنے جملہ امور خدا کی طرف رجوع کر دیں اور خدا کے کئے ہوئے پر معترض نہ ہوں بلکہ خوش ہوں کہ اللہ کا چاہا پورا ہوا۔

صدیقین کا توکّل یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے حال سے خدا کی ذات کے حال کی طرف پھر جاویں۔ اُن کی نظر اپنی ذات پر نہیں پڑتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے شہود میں مستغرق اور اُس کی ذات میں فنا رہتے ہیں بس یہی اُن کا توکّل ہے۔

Marfat.com

محققین کا توکل یہ ہے کہ وہ لبساط میں جگہ پکڑنے کے بعد بے چین رہتے ہیں۔

توکل مقدمہ ہے احسان کا کیونکہ احسان کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خدا کی نظر کو اپنی جانب دیکھے۔ اور جو شخص حق تعالیٰ کی نظر کو اپنی جانب دیکھتا ہے اُسے لازم ہے کہ اپنے جملہ امور حق تعالیٰ ہی کی جانب رجوع کرے کیونکہ حق تعالیٰ بندہ کی مصلحتوں کو بندہ سے بہتر جانتا ہے۔ متوکل خوب سمجھتا ہے کہ بے فائدہ محنت میں اپنا نفس ہلاک کرنا حماقت ہے۔

توکل کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ غلام اُس امر پر خوش ہو جو اُس کا آقا اُس کے لئے پسند فرماتا ہے۔ لیکن یہ عوام کا کام نہیں بلکہ مومنین ہی کا کام ہے۔ اس لئے توکل کا حکم بھی مومنوں ہی کو دیا گیا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (المائدہ ع)	اور اُوپر اللہ کے پس بھروسہ کرو۔ اگر تم ہو ایمان والے۔

عوام جن میں صالحین اور متقین بھی شامل ہیں۔ اللہ پر اس لئے توکل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مصلحتوں کے مطابق امور کو انجام دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کے اس قول میں اس کی جانب اشارہ ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (الطلاق ع)	اور جو کوئی تقویٰ کرے اللہ سے پیدا کرے گا واسطے اُس کے مشکل سے نکلنے کی راہ اور رزق دے گا اُس کو ایسی جگہ سے کہ گمان تک نہ ہوگا اُس کا۔

اور جو لوگ اللہ پر اس لئے توکل کرتے ہیں کہ اللہ اُن کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے اُن کا ذکر بھی اسی آیت کے آخر میں ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔	اور جو کوئی توکل کرے اللہ پر پس وہ کافی ہے اُس کیلئے۔ تحقیق اللہ پہنچنے والا ہے اپنے ارادہ کو۔ تحقیق مقرر کیا ہے اللہ نے واسطے ہر چیز کے اندازہ۔

اور یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرماتا ہے اُسے پورا کرتا ہے۔ توکل اور تفویض میں یہ فرق ہے کہ وکالت میں موکل کے لئے ملکیت کی بُو ہوتی ہے۔ حالانکہ تفویض اس سے خارج ہے۔

Marfat.com

مبتدی کی تفویض یہ ہے کہ وہ اپنے جملہ امور خدا سے متعلق کرکے ملکیت کے دعوے سے بری ہو جاوے۔ یہاں تک کہ اپنے اعمال میں بھی فاعلیت کے دعوے سے بَری ہوکر اجر و معاوضہ کی اُمید سے کنارہ کش ہو جاوے۔

منتہی کی تفویض یہ ہے کہ وہ جب اس امر پر اطلاع پاوے کہ مخلوقات میں قلم کسی پر چل گیا ہے تو پریشان نہ ہو۔ موجودات میں کسی قسم کا تصرّف نہ کرے بلکہ سب کچھ خدا پر چھوڑ دے کہ وہ اپنے مُلک اور اپنی مِلک میں جس طرح چاہے تصرّف فرماتے۔ اس قسم کے لوگ خُدا کے امین ہوتے ہیں۔ اور مؤدّب رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار کو فاش نہیں کرتے اور اس رازدانی کی بنا پر لوگوں میں اپنی بلندی نہیں چاہتے۔ نہ لوگوں کے کاموں میں فساد ڈالتے ہیں۔ بلکہ مخلوقات کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ آپس میں کرتے ہیں اور کسی کا پردہ فاش نہیں کرتے۔ اور کسی امر کے جاری کرنے میں خوض بھی نہیں کرتے۔ بلکہ خلق میں اپنے اجسام کے ساتھ رہتے ہیں اور اپنی ارواح کے ساتھ حضرتِ قربِ الٰہی میں خلق سے جُدا رہتے ہیں۔

تسلیم و تفویض ایک ہی چیز ہیں۔

تسلیم و رضا میں یہ فرق ہے کہ تسلیم قضا سے پہلے ہوتی ہے۔ اور رضا کا وقوع قضا کے بعد ہوتا ہے۔

قضا کہتے ہیں حکمِ الٰہی کو پس حکمِ الٰہی یعنی قضا پر راضی رہنا واجب ہے نہ کہ لازمی طور پر اُس چیز پر جس پر کہ قضا جاری کی گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شقاوت کا حکم کیا تو اس قضا یعنی صرف حکمِ الٰہی پر راضی ہونا چاہیے نہ کہ شقاوت پر کیونکہ شقاوت پر راضی نہ رہنا ہی واجب ہے۔

حکمِ الٰہی سے راضی رہنے کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں کسی حالت میں بھی فرق نہ پڑنے پاوے۔ خوشی ہو یا غم۔ تکلیف ہو یا عیش۔ قرب ہو یا بُعد۔ قبض ہو یا بسط۔ وصل ہو یا فراق۔ عروج ہو یا نزول۔ زندگی ہو یا موت۔ بلکہ مصیبت کی ہر ٹھوکر محبت میں ایک نئی رُوح پھونک دے اور نسیمِ سرور انگیز کا ہر جھونکا رُوح میں ایک جدید انبساطی کیفیت پیدا کردے۔

تونگری:۔ حصولِ جمیع کمالات اور ان کے اظہار کی قدرت۔

تیمم:۔ تصفیۂ ظاہر و باطن۔

Marfat.com

ج

جابلسا :- عالمِ برزخ جہاں ارواح بعد مفارقتِ اجسامِ عنصری جاتی ہیں۔ یہ برزخ اُس عالمِ مثال سے مختلف ہے جہاں ارواح اس دُنیا میں آنے سے قبل ہوتی ہیں۔ وہ مشرقِ اجسام میں واقع ہے اور یہ مغربِ اجسام میں۔ وہ مراتبِ تنزلات سے ہے اور یہ مراتبِ معارج سے۔ یہاں ارواح اعمال کی صورِ مثالی اختیار کرتی ہیں۔ یہ عالم بھی عالمِ رُوحانی جوہرِ نورانی غیر مادّی ہے۔ عالمِ مثال کی صُورتیں یہاں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ نشاءِ انسانی مجلائے جمیع خلائقِ الٰہیہ وکونیہ ہے۔

جابلقا :- وہ عالمِ مثالی جہاں ارواح اس دُنیا میں آنے سے قبل ہوتی ہیں۔ مرتبۂ مجمع البحرینِ وجوب و امکان۔ یہاں بھی عالم کی مثالی صُورتیں پائی جاتی ہیں۔

جام :- باطنِ عارف۔ حقیقتِ جامعیہ۔ ہر مستی پیدا کرنے والی چیز۔ مستی۔ حال۔

جان :- رُوحِ انسانی جوکہ معانی کا ادراک کرتی ہے۔ اور علومِ ربّانی کو سیکھتی سکھاتی ہے۔ ارواحِ مجرّدہ کو بھی جان کہتے ہیں۔

جانِ جان :- صفتِ قیّومی جوکہ سب جانوں کی جان ہے اور جس سے جملہ موجودات کا قیام ہے۔ اسے جاناں بھی کہتے ہیں۔

جان افزا :- وہ ذکر جوکہ مذکور تک پہنچا دے۔

جان فزا :- صفتِ بقائے ابدی۔

Marfat.com

جاہل :۔ تصوّف میں جاہل اُسے کہتے ہیں جو حق کو اشیاء کے وسیلے سے جانے۔

جبروت :۔ مرتبۂ وحدت۔ مرتبۂ صفات۔ حقیقتِ محمدیؐ۔

جذبہ :۔ وہ حالت جو فراق کے بعد پیدا ہوتی ہے اور طلب کا باعث بنتی ہے طلبِ معشوق۔

جرس :۔ صوتِ سرمدی۔ بانگِ جرس۔ صلصلۂ جرس۔ وہ گھنٹہ کی سی آواز جو سالک کو گوشِ ظاہری بند کرنے کے باوجود بھی سُنائی دیتی ہے۔ یہ انکشافِ صفتِ قادریتِ عالمِ بالا کی ایک چیز ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ جاری وساری رہتی ہے۔ اور باطنی سماعت کے ذریعہ سُننے میں آتی ہے۔ اسی صوتِ سرمدی کی جانب مندرجۂ ذیل اشعار میں اشارہ ہے۔

کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست ؛ ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید (حافظؒ)

صدائے شہپرِ جبریلِ عشق ہر ساعت ؛ ز جنبشِ دلِ پُر اضطراب می شنوم "

دَر راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست ؛ ہُشدار گوشِ دل بہ پیامِ سروش را "

دلیلِ کارواں بانگِ جرس ہے ؛ گواہِ دردِ دل اِک نالہ بس ہے (ترابؒ)

جرعہ :۔ مقامات واحوالِ سلوک کے وہ اسرار جو سالک سے ابھی تک پوشیدہ ہوں۔

جزو :۔ کثرات وتعیّنات۔

جمال وجلال :۔ تصوف میں ان الفاظ کے استعمال سے جمالِ الٰہی اور جلالِ الٰہی کی جانب اشارہ ہوتا ہے اس کائنات میں حقیقتاً حُسنِ مطلق ہی کا ظہور ہے اس بنا پر فی الاصل ہر چیز ملیح ہے۔ وجود مع اپنے کمال کے ایک صُورتِ حسنہ ہے اور تمام چیزیں اُسی کے حُسن و جمال کی صُورتیں اور اُسی کے کمالات کا پرتو ہیں بُرائی کا وجود مطلقاً مفقود ہے کوئی چیز اپنی ذات کے لحاظ سے بُری نہیں۔ بُرائی کا جب اُس پر حکم لگایا جاتا ہے تو وہ محض اعتباری ہوتا ہے کسی وجہ سے وہ بُرائی اُس چیز پر عارض ہوتی ہے۔ جب وہ وجہ جاتی رہتی ہے تو بُرائی کا حکم بھی اُٹھ جاتا ہے۔

اسماء وصفات کو جمال وجلال میں جو تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں بھی اعتبارات کو دخل ہے ورنہ ہر اسم جلالی بھی ہے اور جمالی بھی۔ بعض اعتبارات سے جلالی ہے اور بعض اعتبارات سے جمالی۔ جلال اور جمال میں ایسے ا

Marfat.com

استر کا تعلق ہے۔ ہر جلال کے لئے جمال اور ہر جمال کے لئے جلال لازمی ہے۔ ہر جمال شدتِ ظہور سے جلال اور ہر جلال خفتِ ظہور سے جمال ہو جاتا ہے۔ آفتاب کی روشنی میں نسبتاً جلال ہے مگر جب آفتاب میں کسی قدر بُعد ہو جاتا ہے اور اُس کی روشنی زیادہ فاصلہ سے چل کر آتی ہے اور چاند کے پردہ میں سے اپنا منہ دکھلاتی ہے۔ تو اُس روشنی میں جواب چاندنی کے نام سے موسوم ہوگئی ہے ایک جمال پیدا ہو جاتا ہے انگارہ دور سے کس قدر خوشنما نظر آتا ہے اور اس میں کیسا جمال چمکتا ہے۔ جب قریب آکر ہاتھ کو اس سے متصل کر دیا جائے تو یک لخت جلال چمک اُٹھتا ہے۔ ان مثالوں سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ جلال کو ذاتِ حق سے زیادہ قرب ہے بہ نسبت جمال کے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ یہ اس طور پر ہے کہ اسمائے جلالی بعض موجودات کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض کے ساتھ نہیں۔ برخلاف اسمائے جمالی کے کہ وہ جملہ موجودات کے لئے عام ہیں۔ موجودات میں سے بعض چیزیں مظہرِ جلال ہیں اور ہر چیز مظہرِ جمال ہے۔ صرف انسان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مظہر ہے۔ اسمائے ذاتیہ کا مع جملہ اسمائے مشترکہ کے جو جمالی بھی ہیں اور جلالی بھی۔ کبھی ظہورِ ذات کو جمال اور اخفائے ذات کو جلال سے تعبیر کرتے ہیں۔

کمالِ معشوقیت کا اظہار بغرضِ کششِ عاشق۔ انوارِ ایمان کا کشف۔ الہام کا سالک کے دل پر وارد ہونا۔ اور دیگر اقسام کی دلنوازیوں کو بھی جمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بے نیازی کی شان کا اظہار۔ استغنائے معشوقیت کے اظہار سے عاشق کو کچلنا معشوقانہ بزرگی کا اس شان سے اظہار فرمانا کہ ہم تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہم تک نظروں کا پہنچنا محال ہے اور ہم کو سوائے ہمارے کوئی نہیں جان سکتا۔ اور عاشقوں کا دل توڑنے والی اس نوعیت کی باتوں کو عموماً جلال سے موصوف کیا جاتا ہے۔ صفاتِ قہاری و جباری اور وہ اسماء جو کہ اہلِ ضلالت اور اہلِ حجاب سے متعلق ہیں سب جلال کے تحت آتے ہیں۔ (دیکھو "حسن و جمال" صفحہ ۱۳۲)

ح :- مشاہدۂ حق بے خلق۔ حق تعالیٰ میں اس درجہ محو ہو جانا کہ کسی اور کی خبر نہ رہے۔ جمع ضد ہے فرق کی۔ فرق کہتے ہیں حق سے محجوب ہونے کو بوجہ خلق کے۔ یعنی یہ کہ خلق ہی کو دیکھے اور حق کو من کلِ الوجوہ غیر جانے۔

Marfat.com

جمعُ الجمع :- اس حقیقت کا انکشاف کہ خلق حق سے قائم ہے اس مقام پر حق کا جمیع موجودات میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ سالک یہاں حق کو خلق سے اور خلق کو حق سے دیکھتا ہے۔ اور حق و خلق کو خلق میں دیکھتا ہے۔ یعنی خلق کو خلق اور حق کو حق دیکھتا ہے اور ایک کو دُوسرے کا "عین" پاتا ہے ؎

کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزّہ ؛ کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں (کاظمؒ)

اس مقام کو فرقِ بعد الجمع اور فرقِ ثانی اور صحو بعد المحو بھی کہتے ہیں۔ یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے اور سلوک میں اس سے برتر کوئی دُوسرا مقام نہیں۔

جلاوت :- ظہورِ انوار۔ انوارِ مجرّد از مادّہ کا مشاہدہ۔

جنگ :- امتحاناتِ الٰہی جو انواع و اقسام کی ظاہری اور باطنی بلاؤں کے ذریعہ ہوتے رہتے ہیں۔

جور و جفا :- سالک کے دل کو محجوب کرنا اور سیرِ عروجی سے اُسے روکنا۔

Marfat.com

چ

چاہِ زنخ :۔ مُشکلاتِ اسرارِ مشاہدہ۔

چشم :۔

مست گشتم از دو چشمِ ساقیؔ پیمانہ نوش ؎ الفراق اے ننگ وناموس الوداع اے عقل وہوش

شمعِ حُسنِ مجاز کے پروانو! سچ کہنا۔ کہیں تم نے چشمِ محبوب سے بھی زیادہ جادو بھری کوئی چیز دیکھی ہے۔ تمہارے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں تو ذرا یاد توکرو کہ اس آنکھ نے کتنی قیامتیں تم پر برپا کی ہیں کتنی مرتبہ تم کو ہنسایا اور کتنی مرتبہ رُلایا ہے کتنی مرتبہ ہلاکت اور بربادی کا سامان تمہارے لئے مہیا کیا۔ اور کتنی مرتبہ ایک ادنٰے اشارہ میں تم میں جان ڈال دی۔ ذرا بتلاؤ تو سہی کہ تم میں اور تمہارے محبوب میں آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا کیا باتیں ہوتی رہی ہیں جن کے متضاد اثرات نے تم کو اُمید وبیم کے گرداب میں مدتوں بے چین اور بے قرار رکھا اور موت وزیست کا معرکتہ الآرا مسئلہ بالآخر تمہارے لئے بازیچۂ اطفال بن گیا۔ ان آنکھوں نے اگرچہ کالا گایا۔ گھائل کیا۔ تڑپایا۔ بسمل کیا۔ تو تینوں کو تم نے کٹاری سے تشبیہ دی۔ ابروئے خمدار کو شمشیرِ برّاں کہہ دیا۔ مژگاں کو برچھی اور نیشتروں سے زیادہ خونخوار کہنے لگے ؎

اُدھر اُن کی نگہ کا ناز سے آکر پلٹ جانا ؎ اِدھر مرنا تڑپنا غش میں آنا۔ دم اُلٹ جانا

اگر میٹھی میٹھی نگاہوں نے قلب کو سہلانا اور گرمانا شروع کردیا۔ تو مُردہ بدن میں جان پڑگئی۔ دلِ حسرت زدہ میں ارمانوں کا پھر ہجوم ہونے لگا۔ جانِ ناتواں میں بجلی کی ایک لہر دوڑگئی ؎

Marfat.com

کس منہ سے شکر کیجئے اس لُطفِ خاص کا ؎ پُرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

اگر چشمِ سیہ مست کی گہرائیوں تک رسائی ہوگئی تو مستی ہے کہ سنبھلنے نہیں دیتی ؎

دیکھ کر چشمِ مست جی ڈوبا ؎ غوطے کھائے شراب میں ہم نے

اگر چشم وابرو کے معنی خیز اور ولولہ انگیز اشارات نے بلاغت کا اظہار شروع کر دیا تو آنکھوں کے سامنے ایک نئی دُنیا پھرنے لگی ؎

تمھیں غمزوں میں آساں ہے معانی کا ادا کرنا ؎ مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدّعا کرنا

کوئی ہے جو از سرتا پا حُسنِ مجسّم کی برق افشاں چشمِ سرمگیں کی گہرائیوں اور ان کی برق افشانیوں کی وسعت کا صحیح اندازہ کر سکے۔ جو کچھ یہاں ہے وہ سب کچھ بلکہ اُس سے بہت زیادہ وہاں بھی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو کچھ یہاں ہے وہ پرتو ہے اُس کا جو کہ وہاں ہے ؎

ہمہ اسمار مظاہرِ ذات اند ؎ ہمہ اشیا مظاہرِ اسمار

حق تعالیٰ کا ظہور اسماء وصفات میں ہُوا۔ اور اسماء وصفات کے آثار تمام کائنات میں ظاہر ہیں۔ جو کچھ یہاں ہے ظہور ہے اُس کا جو کہ وہاں ہے۔ اور اس کائنات میں ایک بھی چیز ایسی نہیں جس کی اصل وہاں نہ ہو۔ کائنات عالمِ کبیر ہے۔ اور انسان عالمِ صغیر ہے جو کچھ کائنات میں تفصیل کے ساتھ ہے۔ وہ سب کچھ انسان میں بطورِ اجمال کے موجود ہے۔ انسان مظہرِ اتم ہے حق تعالیٰ کا۔ اور انسان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر نہ ہو۔ چونکہ آنکھ ناک اور خط وخال حُسنِ انسانی کی تکمیل کا باعث ہیں اور ان کے بغیر صورتِ انسانی میں نقص رہ جاتا ہے لازمی طور پر ان چیزوں کی اصل حق تعالیٰ کی اُن صفاتِ کمال کو ہونا چاہیئے جن کے اظہار کے بغیر کمالِ الٰہی کا اظہار مشاہدہ میں نہیں آسکتا۔ جس طرح کہ حُسنِ مجاز کا دلدادہ چشم و ابرو۔ زلف و رُخسار۔ قدوقامت۔ خط وخال سے اپنی آنکھ نہیں بند کر سکتا اسی طرح جمالِ الٰہی کا متوالا اُن صفاتِ کمال کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو جمالِ الٰہی کے اظہار اور جذباتِ رحمانی کے عمل میں لانے کے لئے ضروری قرار دیدی گئی ہیں۔ چنانچہ شعرائے مجاز کی طرح صوفیائے کرام بھی اپنی حق پرستانہ شاعری میں چشم و زُلف خط وخال اور اس قسم کی دیگر اصطلاحات کا اِستعمال اپنے مخصوص معنوں میں کرتے ہیں۔ نہ کہ اُن معنوں میں جو جسمیت یا صفاتِ نقص کی

Marfat.com

جانب اشارہ کریں کیونکہ یہ صورتیں ذاتِ حق تعالیٰ کے لئے ناجائز ہیں۔

تصوّف کی شاعری میں لفظِ چشم سے کبھی بصارتِ ازلیہ کی جانب اشارہ ہوتا ہے کبھی شہودِ حق حسبِ استعداد سالک کی جانب اور کبھی نظرِ حق تعالیٰ اور اُس نظر کے اثرات کی جانب۔ دلبر کی چشمِ شوخ کا ایک اثر یہ ہے کہ عشاق کے دلوں میں بُعد و فراق و پندارِ خودی سے بیماری کا احساس پیدا ہوتا ہے کبھی خمارِ غم سے جسم ٹوٹتا ہے۔ کبھی محبوب کی نظر کو اپنی جانب ملتفت پاکر ایک مستی پیدا ہوتی ہے۔ لوازمِ چشم سے استغنار اور بے التفاتی بھی ہے جو عالم کو ایک نظر میں ہستی سے نیستی کی جانب بہا دیتی ہے اور تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ باوجود اس کمالِ استغنار کے چشمِ مست اور چشمِ شوخ اور چشمِ بے باک ہی کی عشاق نوازیاں ہیں جو عشاقِ دل سوختہ کو مشاہدۂ جمال سے نوازتی ہیں۔ اور جسم و جان میں تر و تازہ رُوح ڈال دیتی ہیں۔ اور اُن میں قبولیتِ فیضان کی استعداد پیدا کردیتی ہیں۔ گویا چشمِ محبوب کی ان متضاد خاصیتوں یعنی استغنار و بے التفاتی اور شوخی و بے باکی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عالم ایک نظر میں نیست اور دُوسری نظر میں ہست ہو جاتا ہے۔ ایک نظر میں فنا ہو جاتا ہے اور دُوسری نظر میں فیضانِ وجود سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ایک نظر میں سکڑ جاتا ہے اور دُوسری نظر میں اُبھر آتا ہے۔ ایک نظر میں خشک ویران اور دُوسری میں سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔ ایک نگاہ میں مر جاتا ہے دُوسری نگاہ میں ازسرِ نو زندہ ہو جاتا ہے۔

آنکھوں کی بے شمار اداؤں میں سے ایک ادائے خاص ہے جسے غمزۂ چشم کہتے ہیں۔ غمزۂ چشم اندازِ خاص کے ساتھ آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنے کو کہتے ہیں جس طرح غمزۂ چشم میں دو حرکتیں متضاد ہیں اسی طرح ان کے اثرات بھی متضاد ہیں۔ چشم کا بند کرنا عدمِ التفات ہے اور کھولنا دلسوزی۔ ان دونوں کی ترکیب سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اُس کا نتیجہ خوف و رجا کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان غمزوں سے دلِ عُشاق کی گرفتاری کے لئے دام بچھایا جاتا ہے اور دانے پھیلائے جاتے ہیں۔ التفات و عدمِ التفات اور دلنوازی و استغنار کے تواتر سے ایک چکر پیدا ہوتا ہے جو خون کو ہر وقت جوش میں لاتا رہتا ہے۔ غمزہ میں ظہور و خفار دونوں کناتے ہیں۔ دل میں کبھی ظہورِ محبوب سے سرور اور کبھی اُس کے خفار کا خمار ہوتا ہے۔ ایک ہی غمزہ سے جہان کو مستی کی بے ہوشی میں لاکر نیستی کی تاریک وادی میں اُتار دیا جاتا ہے۔ اس غمزۂ خاص کو نیم نگہی بھی کہتے ہیں۔ نیم نگہی ایک کرشمہ ہے تجلّیِ جلال کا جس سے غنچہ پیدا ہو جاتا ہے اور تفرقہ و کثرت کی جانب سے عالم سمٹ کر وحدت کی جانب آجاتا ہے اور موجودِ حقیقی کے ماسوٰی

Marfat.com

جو کچھ ہے سب فنا ہو جاتا ہے اور سارا کھیل مٹی میں مل جاتا ہے۔

بیمارِیِ چشم :۔ بُعد و فراق کے غم کو بھی کہتے ہیں اور پندارِ خودی کو بھی۔

خمارِیِ چشم :۔ سالک کی لغزشوں اور تقصیروں پر پردہ ڈالتی ہے۔

کرشمۂ چشم :۔ التفات ہے۔ تجلیِ جمال ہے۔ پرتوِ انوارِ معرفت ہے۔

کرشمۂ چشم وہ مستی ہے جو موجودات میں شہودِ تفصیلی کی محبت کے پرتو سے پیدا ہوتی ہے۔ جو مستی کہ خوابِ پندار میں پیدا ہوتی ہے کرشمۂ چشم ہے اور جو مستی اس خواب سے بیدار ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور تیزی میں آتی ہے وہ بھی کرشمۂ چشم ہے۔

چشمِ عالم سے انسان مراد ہوا کرتا ہے۔ اس چشم کا نُور حق تعالیٰ ہے۔

چشم کا ایک جزو ہے ابرو۔ ابرو صفات کو کہتے ہیں جبکہ صفات کو حاجب ہونے کی حیثیت سے پیش کرنا مقصود ہو جس طرح ابرو سے چشم پوشیدہ رہتی ہے اور چشم پر ابرو کا پردہ پڑا رہتا ہے اسی طرح ذات کے لئے صفات حجاب بن جاتی ہیں۔ ابرو سے کبھی قابَ قوسین کی جانب بھی اشارہ کیا جاتا ہے۔ سالک کے جمیع احوالِ خیر و شر پر حق تعالیٰ کے مطلع ہونے کو لفظ دیدہ سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

مژہ سے مندرجہ ذیل امور کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے :۔

رویتِ حق تعالیٰ سے سالک کا حجاب میں رہنا۔ اعمال میں تقصیر، سنان، نیزہ، تیر، پیکان، بلکہ ہر کرشمہ اور وہ غمزۂ معشوق جو عشاق کے سینوں کو مجروح کرتا ہے۔ اور جس کی لذت سے عشاق ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

دو چشم سے بعض وقت جمال اور جلال کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔

مست گشتم از دو چشمِ ساقیِ پیمانہ نوش ؛ الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش۔

دو چشم سے یہاں مراد جمال اور جلال ہے۔ ساقی سے خدا کی جانب اشارہ ہے۔ پیمانہ نوش سے کنایہ ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے ساغروں کا فیضان کرنے والا۔ الفراق اے ننگ و ناموس کے معنی یہ ہیں کہ انانیت کو اب سلام ہے۔ الوداع اے عقل و ہوش سے مراد یہ ہے کہ بس محویت طاری ہو گئی۔ کیونکہ محویت میں عقل و ہوش کا پتہ نہیں چلتا اور دونوں چیزیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ گویا ہر آن نئی شان میں جلوہ افروز ہونے والے کے جمال و جلال

Marfat.com

کی چمک دمک والی آنکھوں نے مجھے بے خود و بدمست بنا دیا ہے۔ آنکھوں کو دیکھ کر بے خود و بدمست وہی ہوگا جو آنکھ کی خوبیوں سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ از خود رفتگی پیدا کرنے والی مستانہ آنکھیں کیسی ہوتی ہیں۔ ان خوبیوں سے جو واقف نہیں وہ جادو بھری متوالی آنکھوں سے کیونکر متاثر ہو سکتا ہے۔ متاثر ہونے کے لئے عرفان کی ضرورت ہے۔

چلیپا :۔ عالمِ طبعی۔

چوگان :۔ وہ تقدیری امور جو قہر کے تحت میں پیش آتے ہیں۔ اور عشاق جنھیں صبر سے برداشت کرتے ہیں۔ یہ بطریقِ جبر و قہر وارد ہوتے ہیں۔

چہرہ :۔ تجلیاتِ قابلِ اطلاعِ سالک۔

چہرۂ گلگوں :۔ وہ تجلیات جو غیر مادی اشیاء میں ظاہر ہوتی ہیں اور جنھیں سالک خواب میں یا بیداری کی حالتِ بے خودی میں مشاہدہ کرتا ہے۔

Marfat.com

ح

حال ومقام:۔ حق تعالیٰ کی جانب سے جو واردات سالک کے دل پر مثل قبض وبسط یا حزن وطرب یا ہیبت وانس یا مستی وبےخودی یا از اقسامِ دیگر اچانک وارد ہوں حال ہے۔ سالک کی بےعملی اور بے التفاتی سے حال زائل ہو جاتا ہے۔

جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملکۂ راسخہ بن جاتا ہے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔

حال آتا ہے اور جاتا ہے۔ مقام میں استقلال ہوتا ہے۔ حال سے سابقہ اصحابِ تلوین کو رہتا ہے۔ اور مقام اصحابِ تمکین کا حصّہ ہے۔ اس لئے حال سے مقام اعلیٰ ہوتا ہے۔

حُب (مقام):۔ مقامِ محمّدی۔ تعشّقِ ذاتی اتحادی کہ ایک دُوسرے کی صورت میں ظاہر ہو سکے۔ رُوح وجسم میں بھی آپس میں تعشّقِ ذاتی اتّحادی ہے۔

حباب:۔ صُوَرِ ممکنات۔ کیونکہ بحرِ توحید میں یہ مثل حباب کے ہیں۔

حبیب:۔ وہ عاشق جس میں محبوبیت کا غلبہ ہو اور افعالِ حق تعالیٰ جس کی رضا کے موافق ہوں۔ یہ مقام اصالتاً اور مخصوص طور پر حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہے۔ اور آنحضرت کی محبّت اور متابعت کی برکت سے ظلّی طور پر اوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

حج :- من از بوسِ حجر در کعبہ دل را شادمی کردم ؛ مسی مالیدہ دندانِ کسے را یاد می کردم

درین دار الامان مشتاقِ تیغِ قاتلے بودم ؛ زبیتابی طوافِ خانۂ صیاد می کردم

ایک عاشق کے سینۂ گنجینۂ محبت سے جب کوئی صدا نکلے گی ہمیشہ عشق ہی کی رنگینیوں میں رنگین ہو کر نکلے گی۔ وہ صدا حج سے متعلق ہو یا زکوٰۃ سے یا روزہ سے یا نماز سے یا کسی اور چیز سے۔ یہ دُنیا بھی بزمِ عشاق ہے۔ یہاں جسے دیکھو عشق میں ڈوبا ہوا اور طلبِ مطلوب میں سرشار ہے۔ طلب میں سب متفق ہیں۔ تخصیصِ مطلوب میں اختلافات رُونما ہیں۔ تفاوتِ نظران اختلافات کا باعث ہے۔ کسی کی نظر کہیں اور کسی کی کہیں جا کر رُک جاتی ہے اور آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتی۔ ہر شخص اپنی حدِ نظر میں مقیّد ہے اور اس قید سے آزادی کی تمنّا کو بھی اپنے دل میں دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ بایں ہمہ ہر شخص مجنوں ہے اور کسی نہ کسی لیلیٰ کا دیوانہ ہے۔ کوئی پیٹ کی لیلیٰ پر قربان ہے۔ کوئی حُبِّ جاہ اور طلبِ دُنیا کی لیلیٰ کا متوالا ہے۔ کوئی شہرتِ لاحاصل پر مفتوں ہے۔ کوئی خواہشاتِ نفس کی لیلیٰ پر مٹا ہوا ہے۔ کوئی پست ہمّت اور کم حوصلہ مجنوں ہے۔ اور کسی مبتذل اور حقیر لیلیٰ پر فریفتہ ہے۔ کوئی عالی ہمّت مجنوں ہے۔ اور کسی اعلیٰ وارفع لیلیٰ کا پرستار ہے۔ ہر مجنوں اپنی ہی لیلیٰ طلبی کی عینک سے ہر چیز پر نظر ڈالتا ہے اور اُس سے سرِمو بھی تجاوز نہیں کرتا۔ جو سیاسی لیلیٰ کے دیوانے ہیں اُنھیں اس دُنیا کی ہر چیز میں سیاسی پہلو ہی نظر آتے ہیں۔ دیگر مفید پہلوؤں کو وہ نظر انداز کر جاتے ہیں۔ نماز میں اُن کے نزدیک صرف یہی خوبی ہے کہ اس کی بدولت محلے کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ مجتمع ہو جاتے ہیں جس سے اُنھیں تبادلۂ خیالات اور قومی معاملات میں مشاورت و مشارکت کا نہایت اچھا موقعہ ہاتھ آسکتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے طفیل شہر کے مسلمانوں کی ہفتہ وار کانفرنس ہو جاتی ہے۔ عیدین کے موقعہ پر گرد و نواح کے مواضعات کے مسلمان بھی شامل ہو کر کانفرنس کی اہمیت بڑھا دیتے ہیں۔ زکوٰۃ سے پبلک فنڈ کو تقویت ہوتی ہے۔ روزہ سے انھیں صرف اس لئے اتفاق ہے کہ اُس کے ذریعہ بھوکوں کی تکلیف کا ذاتی احساس لوگوں میں عام طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آڑے وقت میں بھوک پیاس کی موجودگی کے باوجود اُنھیں قومی مفاد کے کاموں میں مستعدی سے حصّہ لینے کی مشق بہم پہنچتی رہتی ہے۔ حج کا فلسفہ اُن کے نزدیک بس اسی قدر ہے کہ تمام دُنیا کے مُسلمانوں کی ایک عظیم الشان سالانہ کانفرنس منعقد ہو تاکہ مسلمانوں کی ملّی وملکی مصالح کی گتھیاں باہمی مشورے سے سُلجھتی رہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ منجملہ دیگر بڑے بڑے

Marfat.com

فوائد کے یہ بھی ایک فائدہ ہے تو اُن کی بات کے مان لینے میں کسی کو عذر نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب وہ اپنی ہی لیلیٰ کے گرد طواف کئے جاتے ہیں اور دیگر مصلحتوں کی نفی کرکے ان ارکانِ مذہبی کے صرف سیاسی پہلو ہی کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور اسی پر اَڑے رہتے ہیں تو اس نتیجہ پر آنا پڑتا ہے کہ ع

فکرِ ہرکس بقدرِ ہمتِ اوست

جو سب سے اُونچی منزل کے لوگ ہیں جن کی ہمتیں کونین سے تجاوز کرگئی ہیں۔ جن کا مقصود و مطلوب اس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ ہر چیز اُس کے آگے پست ہے جو حُبِّ حقیقی کے متوالے اور حق تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہیں اُن کی نگاہوں میں بجز ہستی مطلق کے کوئی چیز نہیں سماتی۔ وہ ہر چیز کو حق تعالیٰ ہی کی ذات و صفات کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اُنھیں ہر جگہ خُدا ہی کے جمال و جلال کی چمک نظر آتی ہے۔ ہر شے اُن کے لئے کمالاتِ لامتناہی کا آئینہ ہے۔ گُلشنِ کائنات کا ہر درخت اور اُس درخت کا ہر پتہ معرفت کردگار میں ان کے لئے ایک ایک دفتر کا حکم رکھتا ہے ؎

برگِ درختانِ سبز درنظرِ ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار (سعدیؒ)

اس معرفت کے سوا اُنھیں کسی چیز سے سروکار نہیں۔ کیونکہ اُن کے مقصودِ اصلی اور مطلوبِ حقیقی تک اس معرفت ہی کے ذریعہ اُن کی رسائی ہوتی ہے۔ معرفت سے ان کا عشق پرورش پاتا ہے۔ اور عشق ہی سے اُنھیں معرفتِ تامہ حاصل ہوتی ہے عشق و معرفت ہی کی مستی و ہوشیاری سے اُنھیں سابقہ رہتا ہے اور اس مستی و ہوشیاری کے پروں سے اُڑ کر وہ مطلوبِ حقیقی تک پہنچتے ہیں۔ بس اُسی کے لئے وہ جیتے ہیں اور اُسی کے لئے وہ مرتے ہیں۔ اُنھیں تعلیم ہی یہ دی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام ع)

"کہدو کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔"

اللہ سے محبت رکھنے والے دُنیا اور دُنیا کی چیزوں سے بھی خُدا طلبی ہی میں مدد لیتے ہیں۔ برعکس اُن کے اہلِ دُنیا اگر عبادت بھی کرتے ہیں تو صرف اس لالچ سے کہ اُس عبادت کی برکت سے اُنھیں چند مقاصدِ دنیوی

Marfat.com

حاصل ہو جاویں۔

اس تمہید پر غور کرنے کے بعد اب آؤ اور ذرا دیکھو کہ اہل اللہ حج کو کیا سمجھتے ہیں کس نظر سے اُسے دیکھتے ہیں۔ کیا سبق اُس سے لیتے ہیں۔ کیا تنبیہات اُس سے حاصل کرتے ہیں اور اُس کی بدولت کن فائدوں سے وہ مستفید ہوتے ہیں۔

اہلِ عرفان کے نزدیک حجِ بیت اللہ بھی سلوک اِلی اللہ ہے۔ حج ایک سفر ہے۔ سلوک بھی ایک سفر ہے۔ حج کا مقصود اللہ ہے۔ سلوک کا مقصود بھی اللہ ہے۔ سفرِ حج کے لئے عازم کو اپنے سفر کا ساز و سامان دُرست کرنا پڑتا ہے۔ ترکِ وطن ترکِ تعلّقات اور ترکِ مشاغلِ دنیوی کے بغیر یہ سفر انجام نہیں پا سکتا۔ اسی طرح سلوک میں بھی ضروریاتِ راہِ سلوک کی فراہمی ضروری ہے۔ سالک کو اپنے وطنِ عارضی یعنی مقتضیات طبیعت سے نکلنا پڑتا ہے۔ عاداتِ سابقہ اور خصائلِ ذمیمہ کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ تعلقاتِ ماسوٰے سے منقطع ہونا پڑتا ہے۔ اور اللہ کی جانب سفرِ معنوی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ارکانِ حج بھی طلبِ الہٰی کے کسی نہ کسی رکن کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

مثلاً :۔ احرام سے اس جانب اشارہ ہے کہ مخلوقات کے شہود کو ترک کر دیا جائے۔ فطرت کا تقاضہ ہے کہ جب انسان لوگوں سے میل جول پیدا کرتا ہے اور ان کے پاس اُس کی آمد و رفت ہوتی ہے تو وہ حتیّ الوسع ایسا لباس اختیار کرتا ہے جس میں کسی قدر تکلّف اور تصنّع کو دخل ہو۔ وہ لباس لوگوں میں پسندیدہ ہو۔ اور اُس لباس کی وجہ سے لوگوں پر اُس کی وجاہت اور شان و شوکت کا اثر پڑے۔ لیکن جب وہ شخص لوگوں سے ہٹ کر کسی تنہا مقام میں مُخلّٰے بالطّبع ہوتا ہے تو لباس یا لباس میں تکلّف کا مطلق خیال نہیں رکھتا۔ جب کسی شخص کی نظر مخلوقات سے ہٹ جائے گی تو وہ تکلّفاتِ لباس سے آزاد ہو کر صرف ضرورتِ ستر پوشی کے پُورا کرنے اور شدائدِ موسمی سے بچنے کی غرض سے ایک سادہ کپڑا کمر سے باندھ لے گا اور ایک سادہ سا کپڑا بطور چادر کے کاندھے پر ڈال لے گا۔ یہی وضع احرام کی ہے۔ تو گویا احرام باندھتے وقت مخلوقات اُس کی نظروں سے گر گئی اور ماسویٰ کی اُس نے نفی کر دی۔

بے سِلے کپڑے پہننے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ صفاتِ ذمیمہ سے مجرّد ہو کر صفاتِ محمودہ اختیار کر لئے جائیں۔ جس طرح سِلے ہوئے کپڑے میں ایک تصنّع ہوتا ہے اور اس مصنوعی صُورت میں کپڑا اپنے مرتبۂ اطلاق سے تقیید

Marfat.com

عارضی کی جانب تنزّل کرتا ہے اور اصلیت سے اُسے ایک بُعد حاصل ہوجاتا ہے اسی طرح خصائلِ مذمومہ میں بھی ایک ایسا تکلف تصنّع اور تنزّل ہوتا ہے جو اصل سے دُوری کا باعث ہوجاتا ہے۔

احرام کی حالت میں سر نہ منڈوانا گویا بشریت کی ریاست سے فارغ البال ہونا ہے۔

ناخن نہ ترشوانے میں یہ رمز ہے کہ بندے سے جس قدر افعال سرزد ہوں اُن میں وہ اپنا تصرف نہ سمجھے بلکہ جملہ افعال میں اسے اللہ تعالیٰ ہی کے فعل کا شہود ہو۔

خوشبو کے چھوڑنے سے یہ اشارہ ہے کہ انسان اسماء وصفات سے مجرّد ہوکر ذات کی حقیقت کے ساتھ متحقّق ہو۔

نکاح نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ موجودات میں تصرف کرنے سے پاک ہوجاوے۔

سُرمہ نہ لگانے سے یہ تنبیہہ ہے کہ انسان احدیت میں عادی ہوکر طلب کشف سے باز رہے۔

میقات سے قلب مراد ہے۔ مکّہ سے مرتبۂ الہٰی۔ کعبہ سے ذات۔ حجرِاسود سے لطیفۂ انسانیہ اور اُس کی سیاہی سے مقتضیاتِ طبعیہ کی رنگتوں کی جانب اشارہ ہے۔ ایک حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اس جانب اشارہ ہے کہ حجرِ اسود پہلے بہت سپید تھا لیکن بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کردیا۔ لطیفۂ انسانیہ بھی دراصل حقیقتِ الہٰی پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (والتین)	یعنی البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی تقویم پر پیدا کیا یا بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا۔

مگر مقتضیاتِ طبائع وعادات وعلائق وقواطع کی جانب میلان سے اُس میں تاریکی پیدا ہوگئی جس کی جانب ان الفاظ میں اشارہ ہے کہ

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۝	یعنی پھر ہم نے اُسے 'اسفل سافلین' میں گرادیا۔

طوافِ کعبہ سے یہ مراد ہے کہ ہویّتِ مطلقہ کے ادراک کی کوشش کی جائے اور اُس کے ٹھکانے اور منشاء اور مشہد کے معلوم کرنے کے لئے سعی کی جائے۔

سات مرتبہ طواف سے اس جانب اشارہ ہے کہ جن اوصاف سے اس کی ذات تمام وکمال کو پہنچی یا جن اوصاف

Marfat.com

کے ادراک کے بغیر اُس کی ذات تک رسائی محال ہے وہ سات ہیں :- حیات ۔ علم ۔ ارادہ ۔ قدرت ۔ سمع ۔ بصر ۔ کلام ۔ اور اس میں یہ نکتہ بھی شامل ہے ۔ کہ بندہ ان صفات میں اپنا خیال درمیان سے ہٹا دے اور حق تعالیٰ کی صفات کی جانب رجوع ہو جائے تاکہ اُس کی حیات اللہ کی طرف منسوب ہو ۔ اور اُس کا علم اللہ کی طرف منسوب ہو ۔ اور اُس کا ارادہ اور اُس کی قدرت اور اُس کا سمع و بصر و کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہوں ۔ اور وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ حدیثِ قربِ نوافل میں وارد ہے کہ میں (یعنی اللہ) اُس کا سمع بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے سُنتا ہے اور اُس کی بصر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ مجھ سے گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں کہ مجھ سے چلتا ہے ۔

طواف کے بعد صلوٰۃ سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص میں یہ جملہ امور کمال کو پہنچ گئے اُس میں احدیت کا ظہور ہو گیا اور حق تعالیٰ کا ناموس اُس میں قائم ہو گیا ۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے اس صلوٰۃ کے مستحب ہونے میں اشارہ ہے مقامِ خلّت کی جانب جس سے مراد یہ ہے کہ اُس کے جسم میں اسماء و صفات کے آثار کا ظہور ہو جاوے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے کسی مادر زاد اندھے یا ابرص کو چھوئے تو وہ اچھا ہو جائے اور اپنے پیر سے چلے تو زمین اُس کے لئے طے کر دی جائے اور اسی طرح بقیہ اعضاء میں بغیر حلول و اِتّحاد کے انوارِ الٰہی موجود ہو جائیں ۔

زمزم سے علومِ حقائق کی جانب اشارہ ہے اور اس کو تان تان کر پینے میں ترغیب ہے کہ حقائق و معارف کے حصول میں ہمہ وقت اور ہر حالت میں کوشاں رہے ۔ اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی صدا لگاتا رہے ۔

صفا سے صفاتِ خلقیہ سے پاک و صاف ہونے کی جانب اشارہ ہے ۔

مروہ سے اسماء و صفاتِ الٰہیہ کے اُبلتے ہوئے چشموں سے سیراب ہونے کی جانب دعوت ہے ۔

بعد احرام کے سر منڈانے سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اس مقام پر ریاستِ الٰہی متحقق ہو گئی ۔

بالوں میں کمی کرانے سے اُس شخص کی جانب اشارہ ہے جس نے ان امور میں کمی کی ۔ ایسا شخص اُس تحقیق کے درجہ سے جو کہ اہلِ قربیت کا مرتبہ ہے اُتر گیا اور مرتبہ اعیان میں رہ گیا ۔

احرام سے باہر آنا گویا خلق کے لئے اپنے پاس گنجائش پیدا کرنا ہے تاکہ خلق بھی اُس سے متمتّع ہو اور اُس کے ذریعہ سے قرب تلاش کرے ــــ عرفات سے خدا کی معرفت کا مقام مراد ہے ۔

Marfat.com

دونوں علموں سے مراد جمال اور جلال ہے۔ جمال وجلال ہی میں خدا کا راستہ ملتا ہے اور یہی دونوں گویا دو علم ہیں جو خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔

مزدلفہ مقام کے برتر اور شائع ہونے سے مراد ہے۔

مشعر الحرام سے یہ مراد ہے کہ حرماتِ الٰہی کی تعظیم امورِ شرعیہ پر قیام کے ذریعہ سے کی جاوے۔

منیٰ سے مراد اہلِ قربت کی منزل ہے۔ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خاطر قربان کئے بغیر منزلِ قرب نصیب نہیں ہوسکتی۔

جمارِ ثلاثہ سے نفس، طبیعت اور عادات مراد ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو سات سات کنکریوں سے مارا جائے۔ یعنی صفاتِ الٰہی کی ساتوں قوتوں کے آثار سے ان تینوں موانعات کو فنا کردیا جائے۔

طوافِ افاضت سے یہ مراد ہے کہ فیضانِ الٰہی کی ہمیشگی سے انسان ہمیشہ ترقی کرتا رہے جصولِ کمالِ انسانی کے بعد بھی فیضانِ الٰہی منقطع نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کی ذات لامتناہی ہے۔

طوافِ وداع سے اشارہ ہے طرف خدا کی ہدایت کے بطور حال کے۔ و نیز اشارہ ہے طرف اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے بھید مستحقین تک پہنچائے جاویں۔ اولیاء اللہ اسرارِ الٰہیہ کے حامل ہوتے ہیں۔ اور یہ اسرار ان کے پاس مستحقین کے لئے بطور امانت کے ہوتے ہیں۔ جسے ان اسرار کا اہل اور مستحق پاتے ہیں اُسے وہ اُسکی امانت سپرد کردیتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ (النساء-ع ۱)	یعنی پھر اگر اُن میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو اُن کے اموال ان کے حوالہ کردو۔

جو دُعائیں ان مناسک میں پڑھی جاتی ہیں اُن میں بھی بے شمار اسرار ہیں جن سے عارفین علیٰ قدرِ مراتب اپنا اپنا حصہ لیتے ہیں۔

یہ ہے اہل اللہ کا حج۔ اگر اس نقطۂ نظر کا تحفظ ہوگیا اور اس نوعیت کے فوائد ان کے نزدیک مرتب ہوگئے تو سب کچھ ہے۔ ورنہ بجز ایک رسم کی ادائیگی کے کچھ بھی نہیں۔ گو یہ رسم بھی بہ حیثیت ایک مذہبی رسم ہونے کے ایک اہمیت رکھتی ہے جس کی تذلیل و تضحیک کفر تک پہنچا دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر جب ایک رسم کی تضحیک و تذلیل کو جائز نہیں رکھا جاسکتا تو وہ حکمتیں اور فائدے اور وہ اسرار و نکات اور وہ رُوحانی بلندیاں اور معنوی کمالات جو اس

Marfat.com

رسم کی تہ میں مخفی ہیں کیونکر مضحکہ انگیز ہو سکتے ہیں۔ اگر حج کا مقصدِ اصلی حاصل ہو گیا تو پھر اس کے تحت میں کانفرنسوں کا انعقاد اور تجارتی مفاد کا حصول اور سفر کی دلچسپیاں اور معلومات کا حصول بھی بسر و چشم قبول بلکہ سونے پر سہاگہ۔ لیکن جب خدانخواستہ مقصودِ اصلی ہی فوت ہو تو پھر سب کچھ بجز ایک دفترِ بے معنی اور رسمی لاحاصل کے کسی شمار و قطار میں نہیں۔ صرف حج ہی پر موقوف نہیں بلکہ جملہ اقسام کی عبادات سے اہل اللہ کا مقصود صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔ صرف عبادات ہی نہیں بلکہ وہ جملہ مشاغل جو بظاہر مشاغلِ دُنیا کی صورت اختیار کئے ہوتے ہیں ان حضرات کے لئے خدا ہی کی جانب رہنمائی کرتے ہیں ؎

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصالِ شماست ✤ جز این خیال نہ دارم خدا گواہِ منست

حجاب :- ہر وہ چیز جو بندہ کو حق تعالیٰ سے محتجب کر دے۔ ماسویٰ اور خیالاتِ ماسویٰ۔ سب سے بڑا حجاب حجابِ خودی ہے ؎

حجابِ چہرۂ جاں می شود غبارِ تنت ✤ تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

سالک کو سب سے پہلے حجاباتِ ظلمانی کو دفع کرنا پڑتا ہے۔ یہ حجابات گناہ اور لذاتِ طبیعی ہیں۔ انھیں حجاباتِ ناسوتی بھی کہتے ہیں۔

پھر اُسے حجاباتِ نورانی کو رفع کرنا پڑتا ہے جو علومِ رسمی اور عباداتِ عادتی اور انوارِ ملکوتی ہیں۔ انھیں حجاباتِ ملکوتی بھی کہتے ہیں اور ان کا اُٹھانا حجاباتِ ظلمانی سے زیادہ مُشکل ہے کیونکہ حجاباتِ نورانی لذت میں حجاباتِ ظلمانی سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد حجاباتِ کیفی کا پردہ چاک کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ کام سب سے زیادہ مُشکل ہے۔ حجاباتِ کیفی سے تجاوز کئے بغیر ذاتِ بے کیف تک رسائی محال ہے۔

حد :- فصل درمیانِ بندہ و مولیٰ۔ مثلاً تعبد اور زمان و مکان میں تقید۔

حِلیہ :- صفات سے متصف و آراستہ ہونا۔

حُدوث و قِدم :- محدث وہ ہے جو مسبوق بغیر ہو سبقاً ذاتیاً اور مستند ہو ساتھ علت کے۔

قدیم وہ ہے جو کہ مسبوق بغیر نہ ہو سابقاً ذاتیاً اور کسی علت سے مستند نہ ہو۔

Marfat.com

ہستیِ مطلق قدیم ہے اور وجوب اور قدم اُس کا دائماً باقی ہے۔ برعکس اس کے مخلوق اپنی ایجاد میں ایک موجد کی محتاج ہے۔ اور ممکن اپنی عدمیت پر دائماً باقی ہے۔ قلبِ حقائق محال ہے۔ نہ محدث قدیم ہو سکتا ہے نہ قدیم محدث۔

حرف :۔ وہ لغت یا عبارت جس میں حق تعالیٰ بندہ سے خطاب فرماتا ہے۔

حروف :۔ حقائقِ بسیط از اعیان۔

حروفِ عالیات :۔ شیونِ ذاتیہ جو کہ غیب الغیوب میں مخفی ہیں جس طرح کہ شجر تخم میں مخفی ہوتا ہے۔

حرق :۔ اواسط تجلّیاتِ جاذبہ بسوئے فنا۔ ان تجلّیات کی ابتدا برق ہے اور انتہا طمس زیچ ذات کے۔

حرم :۔ مقامِ احدیتِ ذات۔

حُسن وجمال :۔ خوشنمائی۔ دل کشی۔ وہ خوبی جو دِلوں کو اپنی جانب کھینچے۔ وہ کشش جو کسی اثر پذیر دل کو اپنی جانب جذب کرے۔ حُسن عموماً جزوی خوبی کو کہتے ہیں حسین ایک یا چند اعتبارات سے دلکش ہوتا ہے اور بقیہ اعتبارات سے دلبری کی شان سے خالی پایا جاتا ہے۔ برعکس اس کے جمیل جملہ اعتبارات ظاہری اور باطنی سے دل کش و جاذب ہوتا ہے اور اس میں ایک بھی بات ایسی نہیں ہوتی جو حُسن سے خالی ہو۔ اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ اُس کی ہر بات میں حُسن ہے۔ ہر ادا دلکش ہے۔ ہر چیز من موہنی ہے موجودات کی صُورتوں میں سے ہر صورت اُس کے حُسن کی ایک تصویر اور اس کا حُسن دیکھنے کا ایک آئینہ ہے۔ تمام چیزیں اُسی کے حُسن وجمال کے انعکاسات ہیں۔ وجود مع اپنے کمال کے ایک صُورتِ حسنہ ہے ؎

اے جملہ جہاں حسنت۔ آخر چہ جمال است ایں ؛ پیدائی و پنہائی۔ آخر چہ کمال است ایں
در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم ؛ غیر از تو کسے باشد۔ حقا چہ مجال است ایں

سوائے حُسنِ مطلق کے کسی چیز کا وجود نہیں۔ برائی کا حکم وجود سے مطلقاً خارج ہے۔ عالم میں کوئی بُرائی نہیں مگر اعتباری۔ یعنی کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے بُری نہیں۔ اعتباراتِ عارضی و وہمی کے لحاظ سے وہ بُری ہو جاتی ہے اور اُن اعتبارات کے اُٹھتے ہی بُرائی کا حکم دُور ہو جاتا ہے۔

اصطلاحِ شرعی میں معاملاتِ حُسن کی بابت حق و باطل کا جو استعمال ہوتا ہے اس کے صرف یہ معنی ہیں

Marfat.com

کہ مظاہرِ حق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حق دُوسری باطل۔ ایک جمالی ہے دُوسری جلالی۔ ایک پر نظر ڈالنا یعنی نُورِ حق کے پرتو کو اس لباسِ حق میں دیکھنا شرعاً جائز ہے۔ اور دُوسری قسم پر نظر ڈالنا اور غلط نظر ڈالنا یعنی نگاہِ شہوت سے اُسے دیکھنا شرعاً ممنوع ہے۔

جذب اور تصرف فی القلب حقیقتاً افعالِ حق ہیں۔ جن میں کسی کی شراکت نہیں۔ حق وجودِ مطلق ہے اور اس کے مقابلے میں جو کچھ ہے وہ عدمِ محض ہے۔ چونکہ غیرِ حق عدم ہے وہ کسی طرح مؤثر نہیں۔ معشوقوں کی صُورت میں جو جذب و دلربائی ہوتی ہے وہ بلحاظِ حقیقت حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے اگرچہ وہ صُورتیں باطلِ شرعی ہی کیوں نہ ہوں ؎

حُسنِ خویش از روئے خوباں آشکارا کردہٖ ؛ پس بچشمِ عاشقاں خُود را تماشا کردہٖ

لیکن شرعی صُورتوں میں (یعنی جن صُورتوں کو شریعت نے حلال فرما دیا ہے اُن میں) پرتوِ نُورِ حقیقی کا ملاحظہ دینِ حق ہے اور اربابِ یقین کی روش ہے۔ اور باطلِ شرعی صُورتوں میں مشاہدۂ حق کی کوشش شہوت کی نگاہ سے کرنا کارِ شیطانی اور نفس وہوا کا پھندا ہے اور صراطِ اربابِ کمال سے بُعد و انحراف کا باعث ہوتا ہے۔

حُسنِ صوری کے ساتھ عشقِ مجازی مشاہدۂ حق ہے کسوتِ حق میں بشرطیکہ عشق پاک و خالص ہو اور شہواتِ نفسانی کو درمیان میں مطلق دخل نہ ہو۔ اس نوع کا عشقِ مجازی گزرگاہ ہے عشقِ حقیقی کی جانب لیکن اگر مفروضہ "عشقِ مجازی" نظرِ شہوانی سے ہو تو یہ بات مقتضی ہے طبیعتِ حیوانی کی۔ اور صُورتِ حُسن میں یہ جذب و تصرف فعلِ حق ہے کسوتِ باطلِ شرعی میں اور دراصل شہوت کے نام سے موسوم ہے نہ کہ عشقِ مجازی کے نام سے۔ اس کارِ شیطانی و نفسانی کا ظہور پذیر ہونا مظہرِ شر کے واسطہ سے ہوتا ہے اور باعث ہوتا ہے انسان کو عالمِ طبیعت میں مقید اور مبداءِ حقیقی سے دُور اور حقیقتِ حال سے بے خبری میں رکھنے کا۔ یہ صورت شرع میں ممنوع ہے اور مرتکب اس کا صریحاً مطعون۔ ان دونو صُورتوں میں یعنی حقِ شرعی اور باطلِ شرعی میں ناقص اور کامل کے لئے بلحاظ اعمال و افعال جُدا جُدا احکام ہیں۔

(دیکھو عنوان "جمال وجلال" صفحہ ۱۲۶)

حشر و نشر:۔ حشر سے مراد ہے تعینّاتِ عالم کا وحدت کی جانب رجوع ہونا اور یہ ہر لحظہ ہوتا رہتا ہے۔

Marfat.com

نشر کہتے ہیں اُس بسط کو جو فیضِ رحمانی کی بدولت حقیقتِ واحدہ کو صورِ کثرات میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی ہر لحظہ ہوتا رہتا ہے۔

موجوداتِ ممکنہ کے دو اجزا ہیں ایک وجودِ مطلق اور دُوسرا تعیّن۔ وجودِ مطلق تغیّر و تبدّل قبول نہیں کرتا۔ مگر تعیّن ایک امرِ عرضی ہے اور ہر لحظہ فنا ہوتا رہتا ہے کیونکہ اَلعَرَضُ لَا یَبْقٰی زَمَانَیْنِ۔ اس لحاظ سے جہان کا ہر لحظہ نیست و نابود ہونا حسبِ اقتضائے ذاتی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ۔ یہ مقتضیاتِ ذاتِ الٰہیہ سے ہے کہ حق کی جانب سے تجلّیاتِ اسمائی اور شیوناتِ ذاتی کے واسطہ سے ایجادِ عالم اور تکمیلِ مظاہر بکمالاتِ وجودی ہر لحظہ ہوتی ہے۔ اور اُس کا اقتضا یہ ہے کہ ہردم تبدیلی واقع ہوتی رہے۔ اور تبدیلی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک حالت فنا ہو اور دُوسری حالت پیدا ہو۔ چنانچہ یہ فنا اور بقا کا دَور علی الدّوام جاری رہتا ہے گو تیزیٔ تسلسل کی وجہ سے اس کا ادراک نہ ہو۔ اسی کو تجدّدِ امثال اور کون و بروز بھی کہتے ہیں۔

حضورِ حضوری :۔ مقامِ وحدت۔ قلب کا خلق سے غافل ہوکر حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہوجانا ؎

مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کردست ؎ بطبعِ من بکس کم ساختن بیاری می سازد

حق :۔ اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں بلحاظ اس کے کہ وہ حاضر ہے۔ وجودِ مطلق جو ہر قید سے غیر مقیّد ہے۔

حقیقت :۔ ظہورِ ذاتِ حق بلا حجابِ تعیّنات۔

اربابِ تصوّف میں اس کا استعمال چند طور پر ہوتا ہے۔

اوّل تو حقیقت کا استعمال مجاز کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ یہاں حقیقت سے مراد باطن اور مجاز سے مراد ظاہر ہُوا کرتی ہے ہر شئے میں۔ مثلاً عالمِ شہادت مجاز ہے جس کے مقابلہ میں عالمِ مثال حقیقت ہے۔ اور عالمِ مثال مجاز ہے جس کے مقابلہ میں عالمِ ارواح حقیقت ہے۔ اور عالمِ ارواح مجاز ہے جس کے مقابلہ میں عالمِ اعیان حقیقت ہے۔ اور عالمِ اعیان مجاز ہے جس کے مقابلہ میں علم حقیقت ہے۔ اور علم مجاز ہے جس کے مقابلہ میں ذات حقیقت ہے۔ اور چونکہ ذات مبدء ہے ہر چیز کی وہ حقیقۃ الحقائق ہے۔ حَقِیْقَۃُ کُلِّ شَیْءٍ ھُوَ الْحَقُّ۔ بندہ کے اوصاف جب حق تعالیٰ کے اوصاف میں محو ہوجاتے ہیں اور بندہ کی ذات حق تعالیٰ کی ذات میں گم ہوجاتی ہے۔ تو بندہ اپنی حقیقت کو پالیتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا استعمال حقیقت کا اعتبارات کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ ذاتِ حق تعالیٰ حقیقت ہے ہر چیز کی۔ ہر چیز کا وجود اعتباری ہے اور حق تعالیٰ ہی سے اپنا وجود پائے ہوئے ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ ہی حقیقۃ الحقائق ہے۔

تیسرا استعمال حقیقت کا اس موقعہ پر ہوتا ہے جہاں کسی چیز کو واقعی اور فی نفس الامر بیان کرنا منظور ہوتا ہے۔ اس محل میں اس لفظ سے مراد صُورِ علمیہ اور اعیانِ ثابتہ سے ہوتی ہے جنھیں حقائق الممکنات بھی کہتے ہیں۔

علمِ حقائق وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ اس علم کو دُوسرے علوم سے عام وخاص کی نسبت ہے۔ اس کا موضوع کسی حدِّ معیّن پر محدود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام علوم کا موضوع اس کا موضوع ہے۔ اسی کا نام علمِ حکمت ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (البقرۃ ع ۳۷)	اور جو کوئی دیا گیا حکمت پس دیا گیا بھلائی بہت۔

اس آیت میں اسی حکمت کی جانب اشارہ ہے جو حکمت صوفیائے کرام کی نگاہ میں مذموم ہے وہ ہے جب کہ مدعی اشیاء موجودہ کو بطریقِ استدلال بقدرِ طاقتِ بشری جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے محدود یا غلط علم کے مطابق اعتقاد و اعمال پر مُصر رہتے ہیں۔ برعکس اربابِ تحقیق کے جو معلول سے علّت کی جانب نہیں جاتے بلکہ اللہ کے رسُولوں سے اقتباسِ انوارِ قدس کرکے اُن ہادیانِ برحق کی وساطت سے علّت کو مجملاً دریافت کرکے تفصیل کے لئے معلول سے سیر شروع کرتے ہیں۔ اور از روئے کشف حقائق تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

حقائقِ عینیہ سے مراد وہ امور ہیں جو ذات میں موجود ہیں۔ بلکہ عینِ ذات ہیں نہ کہ غیر۔ متعیّنات و موجوداتِ عالم وجودِ حقیقی سے مغائرت نہیں رکھتیں کیونکہ ہر چیز کی حقیقت ذاتِ واحد ہے اور ہر چیز کا شہود بطورِ خود ذاتِ واحد کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ شہودِ اشیاء کثیرہ سے حقیقتِ واحدہ کی جانب جانا لفظِ حقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور عین سے مراد عینِ ثابت ہے جو کہ عالم کے اُس آئینہ کو کہتے ہیں جو علمِ حق تعالیٰ میں قبلِ تخلیقِ عالم موجود تھا اور اب بھی موجود ہے۔ اُسے مقامِ واحدیت بھی کہتے ہیں پس حقائقِ عینیہ سے مراد شہودِ نسبِ اعیانِ ثابتہ ہے جو کہ ذاتِ واحد میں متحقّق ہیں۔

حکیم :- وہ حکماء جو صوفیاء کی نگاہ میں مذموم ہیں وہ لوگ ہیں جو اشیاء موجودہ کو بطریقِ استدلال بقدرِ

Marfat.com

طاقتِ بشری جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے غلط علم یا اپنی محدود معلومات کے مطابق عمل کرنے پر مُصر رہتے ہیں۔ برعکس اربابِ تحقیق کے جو از روئے کشف حقائق تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

حلول و اتحاد: اس میں دو وجود کا ہونا لازمی ہے چونکہ وجود دراصل ایک ہی ہے اس لئے حلول و اتحاد توحید میں محال ہے اور موحّد پر حلولی یا اتحادی ہونے کی تہمت لگانا سراسر لغو اور ظلم ہے۔

حمد :- حق تعالیٰ کی عظمت و جلال و کبریائی کا بیان اور اس کی ثنا و صفت۔ منعمِ حقیقی کے انعامات کا احساس اور اُس احساس کا افعال سے اظہار۔ وہ افعال بذریعہ زبان ہوں خواہ بذریعہ دل خواہ بذریعہ ہاتھ پیر۔

حیا :- کسی کی تعظیم کا وہ خیال جو انبساط سے روک دے۔ کسی کی عظمت کا وہ خیال جو شگفتگی و بے باکی کیلئے روک ثابت ہو۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

" جو شخص خدا سے اتنی حیا کرے جتنا کہ حیا کرنے کا حق ہے اُسے لازم ہے کہ وہ اپنے سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جو اُس کے سر میں بھری ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے مع اس چیز کے جس پر پیٹ شامل ہے۔ اور اُس کو موت و ہلاکت کا یاد کرنا واجب ہے۔ اور جس کو آخرت کا حاصل کرنا منظور ہو اُسے دُنیا کی زندگی کی آرائش چھوڑ دینا چاہیئے۔ جس نے ایسا کیا بے شک اپنے خدائے برتر سے جیسی حیا کرنی چاہیئے ویسی حیا کی۔"

حضرت جنید بغدادیؒ سے حیا کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ :-

" خدا کی نعمتوں کو دیکھنا۔ پھر اپنی تقصیر پر نظر کرنا۔ ان دونوں کے مابین ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جسے حیا کہتے ہیں۔"

خداوند کریم کے حضور میں ترکِ دعویٰ بھی حیا ہے۔

حیا کی بھی مختلف صورتیں ہیں :-

(۱) ارتکابِ گناہ کی حیا :- جب آدم علیہ السلام سے جنت میں ارتکابِ بشریت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "آدم! کیا تم ہم سے بھاگتے ہو؟" تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ "نہیں پروردگار۔ بلکہ میں آپ سے

Marfat.com

شرماکر روپوش ہوتا ہوں۔"

(۲) **حیائے تقصیر**:۔ جیسا یہ کہنا کہ" مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اور مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ"

(۳) **حیائے اجلال**:۔ جیسے کہ اسرافیل علیہ السّلام خدائے برتر کی شانِ جلالت کا مشاہدہ کر کے حیا سے اپنا موہنہ اپنے پروں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

(۴) **حیائے کرمِ اخلاق**:۔ جیسے رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے اصحاب کو اپنے ہاں کھانا کھلا کر یہ کہتے ہوئے شرماتے تھے کہ بس اب جاؤ۔

(۵) **حیائے حشمت**:۔ جیسے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کو بوجہ اُس رشتہ کے جو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ تھا، مذی کا مسئلہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کرنے میں شرم آئی اور مقداد بن اسود کو بیچ میں سفیر بنا کر اُن کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو دریافت کیا۔

(۶) **حیائے استحقار**:۔ یعنی کسی چیز کو اتنا حقیر سمجھنا کہ اُس کا ذکر کرتے ہوئے شرم آئے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ" پروردگار مجھے کچھ دُنیا کی ضرورت پیش آئی ہے۔ لیکن آپ سے عرض کرتا ہوا شرماتا ہُوں۔" اور خُدائے پاک نے ارشاد فرمایا کہ تم ہر چیز مانگا کرو یہاں تک کہ اپنے آٹے کا نمک اور بکری کا چارہ بھی۔"

(۷) **حیائے انعام**:۔ کسی پر مہربانی اور عنایت کر کے اُس کے اظہار سے شرمانا۔ یہ اللہ عزّوجلّ کی حیا ہے کہ وہ اپنے ایک بندہ کو پُل صراط عبور کر جانے کے بعد ایک سربمہر تحریر عطا فرماتے گا جس پر لکھا ہوگا "تونے جو کچھ کیا وہ کیا اور مجھ کو حیا آتی ہے کہ اب اُسے تجھ پر ظاہر کروں۔ بس اب جا تجھے بخش دیا۔"

حیات:۔ آگاہی۔ شعور۔ ظہور۔ بُروز۔

کسی شے کا شے ہونا اُس کی حیات ہے۔ اور وہ اللہ کی حیات ہے جس سے سب چیزیں قائم ہیں۔

ایک شے کا وجود بالذّات اُس کی حیاتِ تامّہ ہے۔ کسی شے کا وجود بالغیر حیاتِ اضافیہ ہے۔ حق تعالیٰ بالذّات موجود و زندہ ہے اور اُس کی حیات حیاتِ تامّہ ہے اور موت اُسے لاحق نہیں۔ برعکس تمام مخلوقات کے جو کہ صرف اللہ ہی کے واسطہ سے موجود ہے اور حیاتِ اضافی رکھتی ہے۔ خلق میں اللہ کی حیات واحدہ تامّہ

Marfat.com

ہے بہ اختلافِ مدارج ۔یعنی بعض میں حیات بصورتِ تامّہ ظاہر ہوئی اور وہ انسانِ کامل ہے جس میں یہ ظہورِ تامّہ ہُوا ۔پس وہ بالذّات وجودِ حقیقی کے طور پر موجود ہے ۔نہ وہ مجازی طور پر زندہ ہے نہ اضافی طور پر ،بلکہ بخلاف اوروں کے تامّ الحیاۃ ہے اور دراصل زندہ ہے ۔

موجودات کی حیات باعتبار اپنی حیات کے محدث ہے اور باعتبار خُدا کی حیات کے قدیم ہے ۔جب انسان اپنی حیات کو دیکھے اور اُس کو اپنے ساتھ مقیّد ہونے کی طرف خیال کرے ،تو وہ اُسے ایک ایسی رُوح پائیگا جو اُس کے ساتھ مخصوص ہے اور جو محدث ہے ۔اور جب وہ نظر کو اپنی حیاتِ مخصوصہ سے اُٹھائے اور شہود کی حیثیت سے اُسے دیکھے تو ہر چیز کو حتیٰ کہ خود اپنے آپ کو اُس میں زندہ پائے گا ۔اور اُس حیات کا تمام موجودات میں ساری ہونا اُس پر ظاہر ہو جائے گا ۔ونیز یہ امر بھی متحقّق ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ کی حیات کے ساتھ تمام عالم قائم ہے ،پس یہی حیات قدیمۂ الٰہی ہے ۔

حیرت :۔ انکشافِ حقیقت پر ہکّا بکّا ہو جانا ۔

اس کی دو قسمیں ہیں حیرتِ مذموم اور حیرتِ محمود ۔

حیرتِ مذموم نتیجہ ہے جہالت کا اور سبب ہے تنزّل کا ۔اس کی مثال اُس جاہل گنوار میں پائی جاتی ہے جو محلِ شاہی کی تعمیر اور آرائش دیکھ کر بھونچکّا ہو جاتا ہے ۔اُس کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں ۔محل کی خوبیاں اُس کی سمجھ میں نہیں آتیں ۔اور بسا اوقات وہ وہاں سے نکال دیا جاتا ہے ۔

حیرتِ محمود نتیجہ ہے علم کا اور سبب ہے عروج و ترقّی کا ۔مثلاً ایک انجینئر کسی اعلیٰ درجہ کی عمارت دیکھ کر متحیّر ہوتا ہے اور اُس کا تحیّر اُس کے علم میں اِضافہ کا باعث ہوتا ہے ۔اُسے سیر بھی خوب کرائی جاتی ہے اور اُس عمارت کی خوبیاں اُسے بالتّفصیل بتلائی جاتی ہیں ،کیونکہ وہ ایسی چیزوں کا مبصّر اور قدردان ہوتا ہے ۔

Marfat.com

خ

خارِرہ :۔ خودی۔ موانعاتِ راہ سلوک۔

خال :۔ نقطۂ وحدت من حیث الحقائق جو مبدء و منتہائے کثرت ہے۔ وحدتِ حقیقت جو کہ بسیط ہے۔ مرکزِ دائرۂ وجودِ انسان جو کہ دائرۂ موجودات کا مرکز ہے۔ نقطۂ وحدتِ حقیقی جو کہ منبسط ہوا اور ہر تجلّی میں نمودار ہُوا اور جس نے دائرۂ موجودات کو گھیر لیا بغیر اس کے کہ اس میں تعدّد لازم آوے۔ وہ حقیقت جس نے قلبِ انسانی میں ظہور کیا۔ نقطۂ خونِ سیاہ جو کہ انسان کے دل میں ہے اور جو عکس ہے ھویتِ غیب کا اور منبع ہے حیات و کمالِ انسانی کا۔ کبھی خال سے مراد ہوتی ہے ظلمتِ معصیت جو انوارِ طاعات کے درمیان ہو بشرطیکہ طاعت کے مقابلہ میں وہ معصیت اتنی کمی کے ساتھ ہو۔ جیسے رُخِ زیبا پر خال۔ جب معصیت خال کی حدود سے تجاوز کر جاتی ہے تو بدنما ہو جاتی ہے۔ کسی خوبرو کی خفیف سی بدخوئی جس سے کوئی دلکش ادا پیدا ہو اور رعنائی میں اُس سے اضافہ ہو ایک خال ہے جو افزونیٔ حُسن کا باعث ہے۔ اہلِ کمال کے پاس ثروتِ دُنیا کا ہونا بھی ان کے عارضِ نورانی پر بمنزلہ خال کے ہے۔ حضرت بہاؤالدّین زکریا ملتانیؒ کے پاس دُنیا کی دولت بھی وافر تھی۔ کسی نے آپ سے پُوچھا کہ درویش کے پاس دولتِ دُنیا کا ہونا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا "جیسے حسین کے چہرہ پر خال"۔ خال سے کبھی نقطۂ رُوح کی جانب بھی اِشارہ کیا جاتا ہے۔ جو کہ مرکزِ قلب ہے۔ اِنسانِ کامل کا دل۔ صفات و لُطفِ الٰہی۔ خالِ سیاہ سے کبھی مراد عالمِ غیب اور کبھی عالمِ نیستی بھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

خانقاہ :۔ شیخ کی قیام گاہ۔ عالمِ تنزیہ۔
ختام :۔ مقامِ قربت کی انتہا کا نام ہے۔ حقیقتِ ذوالجلال والاکرام کے ثابت ہونے سے مراد ہے۔ اسمِ ختام تمام مقاماتِ قرب پر منطبق ہے۔
خند :۔ کشفِ انوارِ ایمان۔
خرابات :۔ مظہرِ فیضِ رحمانی۔ وحدت جو توحیدِ افعالی اور صفاتی اور ذاتی سے اعم ہے۔ اشکال جو صورتِ مثالی اور صورتِ خیالی سے منزہ ہیں۔ مرتبۂ اطلاق ولاتعین۔ جہانِ بے مثالی ؂

خرابات از جہانِ بے مثالیست ÷ مقامِ عاشقانِ لا ابالیست

مظاہرِ جلالی۔ خرابی عالمِ بشریت۔ عالمِ معانی۔ باطنِ عارف۔ عزلتخانۂ پیر و مرشد جہاں طالب کی عقل جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے ہوش و حواس رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ کبھی خرابات سے اشارہ عالمِ تشبیہہ یعنی ناسوت کی جانب بھی ہو جاتا ہے۔
خراباتی :۔ خودی سے نجات پاکر دریائے نیستی میں جو شخص غرق ہو گیا ہو۔ اور صفات و افعال و حرکات و سکنات کو جس نے اپنے سے نسبت دینا چھوڑ دیا ہو ؂

در خراباتِ ماگذر نکند ÷ ہر کہ از خویشتن سفر نکند

خواہشاتِ نفسانی اور عاداتِ حیوانی کی خرابیوں میں جو مبتلا ہو یا تو ہماتِ ننگ و ناموس کے پنجہ میں گرفتار ہو اُسے بھی بعض موقعوں پر خراباتی کہہ دیتے ہیں۔
خرابی :۔ تصرفات و تدابیرِ عقل میں منہمک ہونا۔
خرقہ :۔ خرقہ وہ لباس ہے جو شیخ اپنے مرید کو داخلِ سلسلہ کرتے وقت یا قبلِ تکمیل یا بعدِ تکمیل عطا فرماتا ہے۔ خرقہ کا اس طرح عطا فرمایا جانا مستحسناتِ صوفیائے کرام سے ہے۔ مستحسناتِ صوفیائے کرام سے مراد وہ مستحب امور ہیں جو مثل لباسِ خرقہ یا بنائے خانقاہ یا اجماعِ اخوان برائے سماع یا چلہ کشی وغیرہ کے مشائخینِ عظام طالبانِ خدا کی اصلاحِ حال کی غرض سے اپنے اجتہاد سے وضع فرماتے ہیں۔ اگرچہ سنتِ سنیہ سے اُن امور کے لئے براہینِ واضحہ اور استدلالاتِ عام فہم مہیا نہ ہوں تاہم چنگ زدن اور تمسک از

Marfat.com

سنّت سے وہ افعال خالی نہیں ہوتے۔ مثلاً خرقہ پہنانے کی رسم صورتِ مروّجہ حال میں خواہ قرنِ اولیٰ میں مروّج نہ ہو تاہم اس کی اصل سنّتِ سنیہ میں موجود ہے۔ رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مختلف اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو لباس عطا فرمانا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ آپ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیرِ لشکر بناتے وقت عمامہ عنایت فرمایا تھا۔ کعب بن زہیرؓ کو اپنی رِدا عنایت فرمائی تھی۔ اُمّ خالدؓ کو گلیم سیاہ مرحمت فرمائی گئی تھی۔ حضرت عباسؓ اور ان کے بیٹے کو عمامہ (اور بروایتِ ترمذی گلیم سیاہ) کا عطیہ عنایت ہُوا تھا۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو خیبر کی جانب روانہ فرماتے وقت جماعتِ کثیر کی موجودگی میں آپ نے اُن کے سر پر عمامہ باندھا تھا۔ امام مالکؒ کے نزدیک نیکی کی جانب لے جانے والی مصلحتیں اگرچہ سنّتِ صریح سے اپنے لئے شہادت نہ بھی رکھتی ہوں تب بھی معتبر ہیں۔ علاوہ اس کے کہ خرقہ کی اصل سنّتِ مُطہرّہ میں موجود ہے۔ اُس کے تحت میں نیکی کی جانب لے جانے والی مصلحتیں بھی متعدّد ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) سالک اُن عادات کے ترک اور اُن خصائل میں تغیّر و تبدّل کا محتاج ہوتا ہے جو مالوفاتِ طبعی اور حظوظِ نفسانی سے متعلّق ہوں۔ اہلِ دُنیا کا لباس اہلِ دُنیا کے ساتھ مجالست اور اُن کے سے خصائل و عادات اختیار کرنے پر دلیر کرتا ہے۔ اور اہلِ تقویٰ کا لباس اہلِ دُنیا سے گریز اور صالحین کی صحبت اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تغییرِ لباس مبتدی کو ہمیشہ متنبہ کرتا رہتا ہے کہ زندگی میں اب اُس کا نقطۂ نظر بدل گیا۔ اور اب اُس کا فرض ہو گیا ہے کہ اس لباسِ جدید یعنی خرقہ کے شرائط کو پُورا کرے اور اپنے کو اُس کا اہل بنائے۔ اور اُن امور سے اجتناب کرے جو خرقہ کی بدنامی کا باعث ہوں۔ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے۔ نفس اس ظاہری تغیّر سے متاثّر ہوتا ہے۔ اور صالحین و مقربین کی خوبیوں کے حصول پر طبیعت مائل ہوتی ہے۔

(۲) خرقہ دراصل ظلِّ ولایتِ شیخ ہے۔ یعنی شیخ کی ولایت کا سایہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اہلِ ولایت کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ:-

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَفِرُّ عَنْ ظِلِّ عُمَرَ	یعنی تحقیق شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

چنانچہ خرقہ مبتدی اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور مرید بتدریج شیخ کا رنگ اختیار کرنے لگتا ہے۔

Marfat.com

(۳) اگرچہ اس ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے مگر یہ ظاہر بھی باطن ہی کے اثر کا نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ شیخ جب تک اپنی فراست اور اپنے باطن کے نور سے مرید کے باطنی تغیر اور اُس کی صلاحیت کو ملاحظہ نہیں فرما لیتا لباس کے اس ظاہری تغیر کا حکم نہیں دیتا۔ گویا یہ ظاہری تغیر باطنی تغیر کی خبر دیتا ہے اور شیخ کے اس تصرف ظاہری سے (کہ دُنیا داروں کا لباس اُتروا کر اہلِ تقویٰ کا لباس پہنا دیا) اُس کے تصرفِ باطنی کا پتہ چلتا ہے۔

(۴) خرقہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں مقبولیت کی بشارت ہے۔ کیونکہ بادیُ النظر میں خرقہ شیخ کی نظر میں قبولیت حاصل کرنے کی علامت ہے۔ اور شیخ کی نگاہ میں قبولیت نتیجہ ہے حق تعالیٰ کی نگاہ میں مقبولیت کے حصول کا۔

(۵) خرقہ ارادتِ مرید اور محبتِ شیخ کا بھی پتہ دیتا ہے اور بسا اوقات تکمیلِ حال کا ذریعہ بنتا ہے۔ کیونکہ شیخ قویُّ الحال ہوتا ہے۔ اور اُس کا حال اُس کے لباس میں سرایت کئے ہوتا ہے۔ جب شیخ اپنے جسم مُبارک سے لباس اُتار کر مرید کو پہناتا ہے تو شیخ کا حال مرید میں سرایت کرتا ہے۔ اور باعثِ ترقّیِ مدارج ہوتا ہے۔ چشتیہ بزرگوں کا خرقہ اس لحاظ سے اتنا قوی تسلیم کیا گیا ہے کہ بوقتِ ضرورت خرقہ پر تجدیدِ بیعت بھی جائز سمجھی جاتی ہے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام الخرقۃ ہے اُس میں سے مندرجہ ذیل اقتباس درج کیا جاتا ہے:۔

"یہ ہے جو کہ اللہ العلی الحکیم کی جانب سے اُس کے رسولِ کریم پر نازل ہوا یعنی کتاب نازل شدہ کے جو کہ قرآن العظیم ہے:۔

يَا بَنِيٓ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ
(الاعراف ع ۳)

اے فرزندانِ آدم تحقیق نازل فرمایا ہم نے اوپر تمہارے لباس کہ ڈھانکتا ہے شرمگاہ تمہاری کو اور نازل فرمایا جامہ ہائے زینت کو اور لباس پرہیزگاری سب (لباسوں) سے بہتر ہے۔

پس لباسِ ظاہری میں وہ مقدار ضروری ہے جو کہ شرمگاہ کو ڈھانکے اور وہ لباسِ تقویٰ ہے جو باعث ہے محافظت کا۔ اور مراد ریش سے وہ لباس ہے جو کہ اس پر زیادہ ہو اور جو سبب بنے اُس

Marfat.com

زینت کا جو کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے خزانہ ہائے غیب سے مرحمت فرمائی ہے۔ اِس کو خالص مومنین کیلئے واسطے دُنیا اور آخرت کے رکھا ہے۔ پس اُس کا حساب نہ لیا جاوے گا۔ لیکن جبکہ یہ لباس اس نیت سے نہ پہنا جائے اور اُس سے بدلوں کو زینت دے کر حضورِ قلب نکل آوے اور اترانا اور فخر کرنا اور کبر اختیار کرنا شروع کردے تو پھر یہ دُنیا کی زینت ہو جاتی ہے۔ اور دین کی زینت جاتی رہتی ہے۔ پس لباس ایک ہے مگر حکم اُس پر مختلف ہو گئے بسبب مختلف ہونے مقاصد اور نیّات کے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ نیک کے قلوب میں لباسِ تقویٰ نازل فرمایا جو کہ بہترین لباس ہے۔ اور وہ بھی لباسِ ظاہری کی صُورت پر ہے۔ (یعنی جس طرح لباسِ ظاہری سے ظاہری خرابیاں پوشیدہ ہو جاتی ہیں اسی طرح لباسِ باطنی سے باطنی خرابیاں پوشیدہ ہوتی ہیں) اور وہ تقویٰ ہے جو کہ باطنی خرابیوں کو محو کر دیتا ہے۔ اس باطنی لباسِ تقویٰ کا ظاہری پہلو عبادت ہے مکارمِ اخلاق سے مثل عباداتِ نافلہ اور اجتناب از معاصی کے۔

اگرچہ شارع علیہ السلام نے تجھ کو اپنا حق لے لینا مباح فرمایا ہے لیکن اُس کا ترک کر دینا انسان کے لئے باعث زینتِ باطن ہے جو کہ زینتِ الہٰی ہے باطن میں۔ اسی طرح ہر لباسِ باطن کی جانب تجھے اشارہ کیا ہے شرع شریف نے۔ پس ثابت ہُوا کہ لباسِ باطن وہ ہے جو صورتِ ظاہرِ شرعی پر ہو۔ جس طرح کہ ظاہر مختلف ہو جاتا ہے مقاصد و نیّات کے اختلاف سے اسی طرح لباسِ باطن بھی نیتوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ امر اہل اللہ کے نفوس پر ثبت ہو گیا۔ انھوں نے چاہا کہ ہر دو لباس اور ہر دو زینتوں کو جمع کر دیا جائے۔ تاکہ یہ جامعیت جانبین سے ہر دو ثواب کی باعث بنے۔ پس سبب پہننے اس خرقہ کا صُورتِ معلومہ پر نزدیک اُن کے (اہل اللہ کے) یہ ہے کہ تنبیہ ہوتی رہے اُن کو اوپر اُس ارادہ کے جو کہ لباسِ باطن کے پہننے سے اُنھوں نے کیا ہے اور اُس کو بطور صحبت و ادب کے قرار دیا۔ اور اصل اس لباس کی میرے نزدیک جیسا کہ میرے قلب میں القا ہُوا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندہ کے قلب کا خرقہ خود پہنایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے، کہ

Marfat.com

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ۔

یعنی نہ میری زمین میں میرے لئے وسعت نکلی نہ میرے آسمان میں۔ مگر میرے بندہ کے قلب نے مجھے سمالیا۔

پس تحقیق لباس میں لباس کا پہننے والا سما جاتا ہے۔

خرقہ کی دو اقسام ہیں :- خرقۂ ارادت اور خرقۂ تبرک۔

خرقۂ ارادت شیخ کی جانب سے صرف سالکوں ہی کو عطا ہوتا ہے اور مرید کی ارادت اور شیخ کی محبت کا گواہ ہوتا ہے۔ یہ خرقہ مرید کے ساتھ وہ کام کرتا ہے جو پیرا ہنِ یوسفؑ نے دیدۂ یعقوبؑ کے ساتھ کیا۔

خرقۂ تبرک حُسنِ ظن اور عقیدت مندی کی بنا پر مرید کی جانب سے شیخ سے طلب کیا جاتا ہے اور اس خرقہ کے عطا فرماتے وقت شیخ احکامِ شریعت کی پابندی اور اہلِ طریقت سے مخالطت کی ہدایت فرماتا ہے تاکہ ان امور کی پابندی مرید کی اصلاحِ حال کا ذریعہ بنے۔

خرقہ کا رنگ کہیں سپید ہوتا ہے، کہیں سیاہ، کہیں زرد، کہیں سبز۔ انتخابِ رنگ میں کبھی مناسبتِ حال کو بھی مدِّنظر رکھا جاتا ہے۔

سپیدی علامت ہے اس کی کہ صفاتِ نفسانیہ کی کدورتوں سے کلیّۃً خلاصی حاصل ہو گئی۔ منتہیوں کے حسبِ حال یہی رنگ ہے اور مشائخینِ عظام سپید لباس ہی کو پسند اور اختیار فرماتے ہیں۔ اُن کے لباس کی سپیدی اُن کے باطن کی نورانیت اور انجلاء کا پتہ دیتی ہے۔ اس رنگ کو افضلیتِ مسنونہ کا بھی شرف حاصل ہے اور یہی رنگ بہترین اور مقبول ترین قرار دیا گیا ہے۔ خَیْرُ ثِیَابِکُمُ الْبِیْضُ۔ بہترین جامہ جامۂ سپید ہے۔

سیاہ رنگ اشارہ کرتا ہے طرف سواد الوجہ کے ؎

سیاہی گر بہبینی نُورِ ذات است ٭ بتاریکی درون آبِ حیات است
سیہ جز قابضِ نُورِ بصر نیست ٭ نظر بگذار کایں جائے نظر نیست
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ٭ کہ ادراک است عجز از درکِ ادراک
سیہ روئی ز ممکن در دو عالم ٭ جُدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

Marfat.com

سوادُ الوجہِ فی الدّارَین درویش ؛ سوادِ اعظم آمد بے کم وکیف

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ۔ درویش جب فنا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو دونوں جہان اُس کے لئے تاریک ہوجاتے ہیں۔ اور یہ فنا کا مقام پیش خیمہ بنتا ہے بقار کا۔

زرد رنگ عشق کی رنگت ہے ؎

شفیع آوردہ ام پیشِ تو اینک ؛ رُخِ زردے وچشمِ اشکبارے

سبز رنگ سرسبزی اور شادابی پر دلالت کرتا ہے۔ نامرادی اور ہر قسم کی امنگوں کو خیر باد کہہ دینا اس سرسبزی کا آغاز ثابت ہوتا ہے۔

خشکیٔ ساحل :۔ شریعت جس میں مثل ساحل کی خشکی کے سلامتی ہے۔ بعض لوگ باوجود کمالاتِ معنوی احکامِ علمِ ظاہر کو بنا بر قسمتِ ازلی اپنے اوپر غالب پاتے ہیں بہ اقتضائے علم نہ کہ بہ اقتضائے حال اور اُن کی سلامتی بھی اسی روش میں ہوتی ہے۔

خشم :۔ ظہورِ صفاتِ قہری۔

خط :۔ برزخِ کبریٰ جو کہ دائرۂ وجود کا قطر ہے۔ حقیقتِ محمدیؐ مِنْ حَیْثُ ھِیَ جو کہ شامل ہے خفا وظہور کمون وبروز پر۔ مظاہرِ رُوحانی میں ظہُورِ حقیقت۔ عالمِ ارواحِ مجرّدہ اور مغیباتِ عالمِ ارواح جو کہ مراتبِ وجود میں بلحاظ تجرّد وبے نشانی کے اقرب مرتبہ ہے غیب ھویّت اور اطلاق کی جانب۔ تعیّناتِ ارواح ظہورِ حیات۔ یہ خط رُخِ محبوب پر اس خوبی ولطافت سے کھینچا گیا ہے کہ جامع جمیع دقائق ونکاتِ حُسن وجمال بن گیا ہے اور کوئی خوبروئی وملاحت اُس سے تجاوز نہیں کرسکتی۔ بہ لحاظ اس کے کہ یہ خط ظہورِ حیات ہے اسے سبزہ زارِ جانِ عالم بھی کہتے ہیں کیونکہ نشو ونما کی ابتدا سبزہ سے ہوتی ہے اور مراتبِ ظہور میں مرتبۂ ارواح ابتدائی مرتبہ ہے ؎

اے خطِ سبز بر لبِ جاناں خضرتوئی ؛ مارا بکش کہ آبِ حیات آشنائے تست (خسروؒ)

تعیّناتِ ارواح وہ ظلمت ہے جس میں آبِ حیات پوشیدہ ہے۔ اسی ظلمت میں نشانِ بے نشانی یعنی مرتبۂ ذاتِ مطلق کا پتہ چلتا ہے۔ جسے آبِ حیات بھی کہتے ہیں۔ اسی بنا پر اس کا نام دارالحیوان بھی ہے۔

Marfat.com

خط ایک حدِ فاصل ہے درمیان غیبِ مطلق اور شہود کے اور دونوں پر شامل ہے۔ رُخِ وحدت دن ہے اور خط شب۔ زلف تفرقۂ عالم ہے اور خط سرِ مبہم۔ زلف کثرتِ مطلق ہے اور خط کثرتِ عالمِ ارواح۔ اور عالمِ ارواح وحدت توسّط ہے درمیان غیب وشہادت کے۔

خطِ سبز سے کبھی عالمِ برزخ کی جانب بھی اشارہ کیا جاتا ہے جو کہ عالمِ مثال ہے۔

خطِ سیاہ سے عالمِ غیب اور کبھی غیب الغیوب کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

خطرہ :- ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔ اگر یہ خطاب نفس کی جانب سے ہے تو خطرۂ نفسانی ہے جسے ہواجس بھی کہتے ہیں۔ شیطان کی جانب سے ہے تو خطرۂ شیطانی ہے۔ جسے وسواس بھی کہتے ہیں۔ فرشتہ کی جانب سے ہے تو خطرۂ ملکی ہے۔ جسے الہام بھی کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی جانب سے ہے تو خطرۂ رحمانی ہے جو اس شان سے وارد ہوتا ہے کہ بندہ کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس خطرہ کا دفعیہ محال ہو جاتا ہے حالانکہ دوسرے خواطر میں یہ امر لازمی نہیں۔ خطرہ کو خاطر بھی کہتے ہیں۔

خطرۂ نفسانی میں لذاتِ ممنوعہ کا شوق اُبھرتا ہے اور شہوت پر آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ خطرات دیرپا ہوتے ہیں کیونکہ نفس ضدی ہے اور لذاتِ نفسانی پر اَڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

خطرۂ شیطانی میں معصیت کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ خطرہ آتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے۔ کیونکہ شیطان کا مقصد بندہ کو صرف معصیت میں مبتلا کرنا ہوتا ہے اُس کو اس سے بحث نہیں کہ بالتخصیص کوئی معصیت ہو۔ کوئی سی بھی معصیت ہو اُس میں بندہ کو مبتلا کر دینے سے اُس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ یکے بعد دیگرے متعدد اور مختلف خطرات پیش کرتا ہے تاکہ ایک میں نہیں تو دوسرے میں اور دوسرے میں نہیں تو تیسرے میں بندہ مبتلا ہو۔ برعکس خطراتِ نفسانی کے خطراتِ شیطانی میں قیام نہیں ہوتا۔

خطرۂ ملکی عبادات وطاعات سے متعلق ہوتا ہے بعض کے نزدیک یہ دیرپا نہیں ہوتا۔ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اس لئے جب کوئی خطرۂ ملکی وارد ہو تو ہر طرف سے توجّہ کو ہٹا کر اُس کی جانب فوراً رجوع ہو جانا چاہیئے ورنہ وہ جاتا رہے گا۔

خطرۂ رحمانی محبّتِ الٰہی دہکانے اور عرفان کا شوق اُبھارنے اور ہمیشہ مشاہدۂ حق میں رہنے

Marfat.com

کا شوق پیدا کرنے آتا ہے ۔یہ خطرۂ مبارک جب آجاتا ہے تو جانے کا نام نہیں لیتا۔ اور دل میں مستقل قیام اختیار کر لیتا ہے۔ کوئی وجہ اس کے متغیر کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی ۔یہ خطرہ دل کو غیر کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

خلافت :۔ شیخ جب مرید میں دوسروں کو تعلیم دینے کی استعداد دیکھ لیتا ہے تو اُسے خلافت عطا فرماتا ہے۔

خلافت کی سات مندرجہ ذیل انواع آج کل مروج ہیں جن میں سے بعض مقبول ہیں اور بعض نامقبول ہیں۔

(۱) **اصالتاً :۔** جب کوئی بزرگ خدا کے حکم سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین بناتا ہے تو یہ اعلیٰ درجہ کی اور اصلی خلافت قرار دی جاتی ہے۔ مثلاً صاحب سیر الاولیا تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ قصد فرما رہے تھے کہ اپنے کسی مرید کو خلافت عطا فرما کر ولایتِ ہند اُس کے سپرد فرمائی جائے کہ غیب سے ندا آئی کہ "نظام الدین بدایونی آرہا ہے۔ راستہ میں ہے۔ خلافت کے قابل وہ ہے۔ اُسے خلافت دو"۔ جب حضرت سلطان المشائخؒ باباصاحبؒ کے حضور میں پہنچے تو امرِ الٰہی سے اُنھیں خلافت اور ہندوستان کی ولایت مرحمت فرمائی گئی۔ باباصاحبؒ خلا و ملا میں اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ بابا نظام الدینؒ بظاہر میرے خلیفہ ہیں مگر بہ باطن وہ باری تعالیٰ کے خلیفہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نائب ہیں۔ اس قسم کی خلافت کو خلافتِ الٰہی بھی کہتے ہیں۔

(۲) **اجازتاً :۔** شیخ اپنے مرید یا رشتہ دار یا کسی اجنبی شخص کو اُس میں صلاحیت و استعداد کافی دیکھ کر بہ رضا و رغبت اپنا خلیفہ بناتا ہے۔ اس قسم کی خلافت کو خلافتِ رضائی بھی کہتے ہیں۔

(۳) **اجماعاً :۔** شیخ جب بغیر اس کے کہ کسی کو خلیفہ یا جانشین بناتے اس عالم سے کوچ کر جاتا ہے تو رسم پڑ گئی ہے کہ لوگ مجتمع ہو کر اُس کے کسی مرید یا وارث کو اُس کا خلیفہ یا جانشین بنا کر اُسے سجّادہ پر بٹھا دیتے ہیں۔ مشائخین کے نزدیک یہ خلافت دُرست و معتبر نہیں اور اس قسم کی خلافت کو خلافتِ افتراقی بھی کہتے ہیں۔

(۴) **وراثتہً :۔** جب شیخ کسی کو خلیفہ یا جانشین قرار دیئے بغیر اس جہاں سے گزر جائے اور اس کا کوئی عزیز یا وارث جو اس منصب کی صلاحیت رکھتا ہو اپنی رائے سے سجّادہ پر بیٹھ کر اپنے آپ کو جانشین د

Marfat.com

خلیفہ قرار دے لے اس نوعیت کی خلافت کو بھی مشائخین منظور نہیں فرماتے تاوقتیکہ اس کا اطمینان نہ ہو جائے کہ شیخ کے باطنی اشارے سے یہ جانشینی عمل میں آئی ہے۔ کیونکہ صوفیاء کے نزدیک باطنی اشارات جائز اور قابلِ عمل ہیں مگر اُن کی تصدیق دُوسروں کے لئے ذرا دشوار ہے۔

(۵) حکماً:۔ شیخ کے وصال کے بعد جانشینی کا جھگڑا پیدا ہو اور باہمی مناقشہ کا نتیجہ یہ ہو کہ معاملہ حکامِ وقت تک پہنچے اور عدالت سے ایک جانشین مقرر کیا جائے۔ اَطِیْعُوااللّٰہَ وَ اَطِیْعُوالرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کی رُو سے اگر حکامِ وقت مِنْکُمْ کے تحت میں آتے ہوں تو یہ جانشینی جائز ہوگی ورنہ مشائخین کے نزدیک معتبر نہیں۔

(۶) تکلیفاً:۔ مرید پیشرسے بہ کوشش اور دُوسروں کی سفارش وغیرہ کی قوّت سے بہ تکلّف خلافت حاصل کرے تو اس قسم کی خلافت کی بھی کوئی وقعت نہیں۔

(۷) اویسیاً:۔ کسی شخص کو ایک ایسے بزرگ کی رُوحانیت سے جو اس عالم سے کُوچ فرما چکے ہوں تربیت حاصل ہوئی ہو اور خلافت بھی عطا ہوئی ہو۔ بقول صاحبِ اقتباس الانوار متقدّمین نے اس نوعیت کی خلافت کو تسلیم فرمایا ہے۔ مگر متاخّرین اسے مستند نہیں قرار دیتے اور فرماتے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی شیخِ کامل و مکمل سے اس عالم میں ارتباط و اجازت حاصل نہ ہو سلسلہ جاری نہیں ہوتا۔

محقّقین نے فرمایا ہے کہ جب مرید فنا فی الرسُول اور جبروت تک پہنچ جاوے تو اُسے خلافت دے دینا جائز ہو جاتا ہے گو واجب نہیں ہوتا۔ واجب اُس وقت ہوتا ہے جب مرید شہودِ ذات تک پہنچے۔ واصلِ ملکوت کو بھی بعض حضرات خلافت عطا فرما دینا جائز رکھتے ہیں بعض کے نزدیک جب مرید میں خطرۂ شیطانی اور خطرۂ رحمانی میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اُسے خلافت دے دینا جائز ہے بعض کے نزدیک جب شیخ مرید میں معاملہ نیک دیکھے تو اُسے خلافت دے دے۔

لیکن جب شیخ حق تعالیٰ کی جانب سے یا جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے یا اپنے پیر کی جانب سے کسی کو خلافت دینے پر مامور کر دیا جائے تو اُسے خلافت کا دینا واجب ہو جاتا ہے۔

اجازت کی بھی دُو اقسام ہیں۔ ایک اجازتِ مطلقہ۔ دُوسری اجازتِ بنابی۔

اجازتِ مطلقہ مُستقل اجازت ہے جس کی رُو سے خلیفہ شیخ کا قائم مقام ہو جاتا ہے بطریق اصل کے

Marfat.com

اور خلقِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور مریدوں کو اپنے نام کا شجرہ دیتا ہے۔

اجازتِ نیابتی[2] میں مجاز اپنے شیخ کے حکم سے بطریق سفارت اور بر سبیل نیابت لوگوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لیتا ہے اور انھیں اپنے شیخ کا مرید بناتا ہے۔ اس طور پر بیعت کرنے والے مجاز کے نہیں بلکہ اُس کے شیخ کے مرید ہوتے ہیں اور شجرہ اُن کو شیخ ہی کے نام کا دیا جاتا ہے۔

بعض مشائخین کے نزدیک خلافت کی دو قسمیں ہیں :۔ صغریٰ[1] اور کبریٰ[2] :۔

خلافتِ صغریٰ[1] وہ ہے جو شیخ اپنے مرید کی محنت اور ریاضت دیکھ کر اسکے ساتھ حُسنِ ظن قائم کرتا ہے اور اپنی نظر میں اُس کا معاملہ نیک پاکر اُسے خلافت سے مشرف فرماتا ہے۔ اپنا لباس اُتار کر اُسے بطور خرقہ کے مرحمت فرماتا ہے اور اُس کے لئے کوئی شہر یا قصبہ یا کوئی اور مناسب مقام متعین فرما دیتا ہے کہ وہاں رہ کر ارشاد و تکمیلِ طالبانِ حق میں مصروف رہے۔

خلافتِ کبریٰ[2] اُسے کہتے ہیں کہ جب شیخ کے دل پر بار بار الہامِ حق وارد ہو کہ فلاں شخص کو خلافت دی جائے اور شیخ اس خطرے کو دل سے مٹا نہ سکے اور اس کی تعمیل پر مجبور ہو جائے۔ یہی خلافتِ اصلی ہے۔ اسے نیابتِ مطلقہ بھی کہتے ہیں۔ اور سجادگی بھی۔ یہ شیخ کے حال اور اُس کے راز اور اُس کے سجّادہ کا وارث اور اُس کے جملہ تبرّکات کا مستحق اور اُس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

خلوت :۔ انقطاع از ماسوٰی تبتّل الی اللہ۔ خلوت کی اصل یہ ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ جو نسبتِ راز و نیاز حاصل ہے اُس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔ یہ مقصد جن جن صورتوں سے حاصل ہو وہ سب خلوت کے تحت میں ہیں ؎

غیر را از خانہ بیروں کن دُرآ باحق نشیں ✽ رازِ خود با حق بگوی و روئے غیرِ حق مبیں

خلوت دَر انجمن :۔ بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بہ باطن حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا ؎

از درون شو آشنا و از بروں بیگانہ وش ✽ ایں چنیں زیبا روش کم می بوَد اندر جہاں

حق تعالیٰ ایسے ہی حضرات کی شان میں فرماتا ہے :۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ | یعنی وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی اُن کو تجارت نہ دُکانداری

Marfat.com

ذِکرُ اللہِ۔ (النور۔ ع ۵) | اللہ تعالیٰ کی یاد سے۔

خلاء و ملاء :۔ خلاء :۔ عالمِ تنزیہ و ھویّت محض۔
ملاء :۔ عالمِ تشبیہ۔

خلعِ بدن :۔ ایک حالت ہے جس میں رُوح صُورتِ مثالی کے ساتھ نکل کر عالمِ بالا کی سیر کرتی ہے اور جسم کو کپڑے کی طرح اُتار کر الگ ڈال دیتی ہے۔ یہ جبروت کی ابتدائی حالتوں میں سے ایک حالت ہے۔

خُلّت :۔ حق تعالیٰ کا بندہ کا دوست ہو جانا اس طرح پر کہ اُس کے اسماء و صفات کے آثار بندہ میں پوری طرح ظاہر ہو جاویں حتیٰ کہ جملہ اشیاء اُس بندہ کے لفظ کُن سے متاثر ہونے لگیں جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی آواز پر مُردہ پرند زندہ ہو گئے تھے۔

خَمّار :۔ بادہ فروش، شیخ، مرشد، پیر۔
خانۂ خمار :۔ خرابات۔ مقامِ وحدت کو بھی کہدیتے ہیں۔

خُمار :۔ محب و محبوب کے درمیان حجاباتِ عزّت کا آجانا۔ رُخِ وحدت پر پردہائے کثرت کا نمودار ہو جانا۔ مقامِ تلوین میں ہونا۔ مقامِ وصول سے رجعت بطریقِ قہر نہ کہ بطریقِ انقطاع۔ حالتِ بیم جو بُعد و حرمان سے پیدا ہو۔

خُم :۔ جائے وقوت۔

خمخانہ :۔ عالمِ غیب و شہادت۔ کیونکہ یہ اسماء و صفات کے ظہور کا عالم ہے۔ اور مستی اور اُچھل کُود اسماء و صفات ہی میں ہوتی ہے نہ کہ ذات میں جہاں بے رنگی و بے کیفی ہے گو ذات کی بیرنگی و بے کیفی اسماء و صفات کی مستیوں سے زیادہ پُر لطف ہے۔ قلب بھی خمخانہ ہے جہاں تجلّیات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔

خنّاس :۔ دلمیں وسواس پیدا کرنے والا شیطان۔ دل میں دو دروازے ہیں ایک اوپر ایک نیچے۔ اوپر کا دروازہ جسم سے متّصل ہے اور نیچے کا رُوح سے خنّاس ان دو دروازوں کے ارد گرد مکڑی کا سا جالا بُن کر قابو پاتا ہے اور خطرات و وساوسِ باطلہ کو دل میں پھونکتا رہتا ہے۔ خنّاس کی صورت اژدھے کے مانند ہوتی ہے۔ اُس کی دُم پر زہریلے کانٹے ہوتے ہیں جن سے وہ دل کو مسموم کرتا رہتا ہے اور دل میں سیاہی پیدا کر دیا کرتا ہے۔

Marfat.com

طعامِ ناجائز اور لقمۂ مشکوک سے اور غفلت سے اور عبادت میں کاہلی بے رغبتی اور بے توجہی سے خناس فربہ ہوتا ہے اور ضرر رسانی اُس کی بڑھ جاتی ہے۔ توبہ و استغفار اور پاسِ انفاس اور ذکر و فکر و مراقبہ سے وہ ضعیف ہو جاتا ہے اور دل میں صفائی اور نورانیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ حبسِ دم کی حرارت سے بھی دل کی چربی پگھلنے لگتی ہے اور خناس مضمحل ہو جاتا ہے اور اس طرح کا حبسِ دم تصفیۂ قلب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

خورشیدِ عیانی :۔ تجلیِ ذاتِ احدی۔

خواب :۔ عالمِ بشریت میں فنائے اختیاری۔ ہستیِ مجازی۔ (دیکھو "رویائے صادقہ" صفحہ ۱۸۶)

خیال :۔ وہ نکتۂ ابتدائی جس سے سلوک کی ابتداء ہوتی ہے۔ دراصل اسی پر سلوک کی انتہا بھی ہے۔ یہی تمام عوالم کا ہیولیٰ اور عوالم کی رُوح کی زندگی ہے۔ جب اُس اعتقاد کا محل جس میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر ہوتا ہے محض خیال ہے اور خیال ہی میں اللہ تعالیٰ کا کامل طور پر ظہور ہوا ہے تو یقیناً خیال ہی تمام عوالم کی اصل ہے۔ اور خیال دراصل ایک نیند ہے۔ حدیثِ نبوی ہے کہ سب لوگ سو رہے ہیں جب وہ مرجاتے ہیں تب جاگتے ہیں یعنی وہ حقائق جن پر کہ وہ دُنیا میں تھے مرنے کے بعد اُن پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر گروہ ہر عالم میں کسی خیال کے اندر مقید ہے۔ اہلِ دُنیا اپنی معاش کے خیال میں ہیں۔ اہلِ جنّت و نار نعمت و عذاب میں مشغول ہیں۔ یہ لوگ دراصل سو رہے ہیں۔ جو شخص اللہ کے ساتھ حاضر ہے وہ جاگتا ہے۔ جس قدر اُس کو خُدا کے ساتھ حضور ہے اُسی قدر اُس کی بیداری ہے۔ مثلاً اہلِ برزخ سو رہے ہیں مگر اُن کا سونا اہلِ دُنیا کے سونے سے کم ہے۔ سونا عالمِ خیال میں رہنے کا نام ہے۔ بجز اہلِ حق کے کوئی بیدار نہیں۔ اگرچہ خیال کا مقام سب کے لئے بالذّات ایک ہے لیکن اہلِ دُنیا کا خیال قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ اُن کے خیال کا خزانہ اوہامِ فانیہ اور مطلوباتِ جسدیہ کی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے اور صفاتِ رُوحی اُس سے منقطع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

د

دارُالاسباب :- دُنیا. عالمِ ناسوت. عالمِ صورت جوکہ محل ہے ظہورِ حکمت کا اور بدیں وجہ اُس میں امور تدریجی طور پر واقع ہوتے ہیں کیونکہ حکمت کا اظہار مدارج کی مختلف نمایئوں پر موقوف ہے. برعکس قدرت کے جس کا محلِّ ظہور عالمِ معانی ہے. جہاں امور دفعی طور پر واقع ہوتے ہیں.

داعی اِلی اللہ :- دُنیا اور رجوع اِلی اللہ کے درمیان یہ ایک برزخ ہے جو مومن اور کافر سب پر وارد ہوتا ہے. ہر شخص پر کسی نہ کسی وقت ایک حالت طاری ہوتی ہے جس میں ذاتِ الٰہی کی جانب اُسے میلان پیدا ہوتا ہے ایسے وقت کو غنیمت جان کر ہمّت سے کام لیا جاوے تو اُس حال کی کثرت اور اس میں قوّت پیدا ہوتی ہے ورنہ یہ واردات ضائع ہوجاتی ہے اور اس قسم کی کیفیات کا ورود قلبِ انسانی سے مسدود ہوجاتا ہے.

دام :- کششِ عشق.

دادار :- باسطی کی صفت.

دُر :- مکاشفات و اسرار و اشاراتِ الٰہی. مادّی ہوں خواہ غیر مادّی. محسوس ہوں خواہ معقول جوکہ حقائق و معارف پر مطلع کریں.

درۃ بیضا :- عقلِ اوّل.

در باختن :- احوالِ گزشتہ فراموش کردینا اور نظرِ باطنی کو اُن سے ہٹالینا.

درخت :- شجرۂ جامعیت یعنی حقیقتِ انسانِ کامل جوکہ مجلّا ہے تجلّی ذات و صفاتِ ربّانی کا.

Marfat.com

شیخِ کامل کے آبِ ارشاد اور مریدِ فرمانبردار کی خاکِ استعداد سے تخمِ حقیقت ایک بار آور درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کی شاخیں ہفت افلاکِ صفاتِ ذاتیہ سے تجاوز کر کے اطلاقِ ذاتی کی بلندی تک پہنچتی ہیں۔ درخت تخم سے شروع ہوتا ہے۔ جب تخم ظاہر تھا تو حقیقتِ شجر اس میں مخفی تھی۔ اب تخم مخفی ہوا تو شجر ظاہر ہوا۔ جب شجر کا ظہور ہوا تو حقیقتِ تخم اس میں پوشیدہ ہوئی۔ شبہ ہو تو قلم لگا کر دیکھ لو۔ انسان اس درخت کا پھل ہے۔ اس پھل میں وہی تخم موجود ہے جس سے اس درخت کی ابتدا ہوئی۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔

دردی:۔ جاذبۂ حقیقیِ ذاتی۔

درویش:۔ جو از روئے حال کے اپنی خودی سے فنا ہو کر اور کشتۂ انوارِ تجلّی ہونے کے بعد بقا۔ بالحق حاصل کر کے مستغنی عنِ الغیر ہو گیا ہو۔

دریا و ساحل:۔ ہستیِ وجود کو عموماً دریا سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور نطق اس دریائے ہستیِ وجود کا ساحل ہے۔ نطق کے دو معنی ہیں۔ ایک تو ادراکِ کلیات۔ دوسرے تکلّم۔

جس طرح دریا میں صدف ہوا کرتے ہیں اس دریائے وجود میں بھی صدف پائے جاتے ہیں جو حروف و الفاظ ہیں جس طرح صدف کے اندر سے جواہرات یا موتی نکلتے ہیں صدفِ حروف و الفاظ کے اندر سے بھی دانشِ دل نکلتی ہے۔ اور دانشِ دل عبارت ہے حقائقِ اشیاء و معارفِ الٰہی کی آگاہی سے۔ دریائے ہستی کی امواج نفسِ انسانی کی صورت میں حقائق و معارف و علوم یقینیہ کے دُرِّ شہوار بکثرت ساحلِ نطق پر پھیلا دیتی ہیں۔ یہ دُرِّ شہوار ملفوظاتِ کاملین اور نصوصِ قرآنی اور اخبارِ نبوی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ہیں۔ اس قسم کی ہزاروں امواج ہر لحظہ بلند ہوتی رہتی ہیں۔ مگر باوجود ان کثرتِ تجلّیات کے بحرِ ہستی میں سے ایک قطرہ بھی کم نہیں ہوتا۔

علم و ادراک بمنزلہ مغز کے ہے جس پر صوت و حروف کا غلاف بمنزلہ پوست کے ہوتا ہے۔

دریائے ہستی کا ساحل بدنِ انسانی ہے کیونکہ نطق بھی بدنِ انسانی ہی کی ایک صورت ہے۔ اس لئے ساحلِ دریائے ہستی فی الحقیقت تعیّنِ جامعۂ انسانی ہے جو کہ مشتمل ہے ظاہر و باطن پر۔

مثل معمولی دریاؤں کے اس دریا کے بھی بخارات ہوتے ہیں۔ جو کہ حُبِّ ظہور و اظہار سے اُٹھتے ہیں۔ اسمائے الٰہی کی بارش زمینِ استعدادِ انسانی پر برستی ہے۔ اس دریائے عظیم کے غوّاص عقل و خرد ہیں اور غوّاصی تدبّر و فکر ہے

Marfat.com

جس میں غوّاص علی الدّوام رہتے ہیں۔ اور علومِ معارفِ یقینیہ کے بے شمار جواہر اپنی گلیمِ استعداد میں سمیٹ کر دریائے ہستی سے ساحلِ نطق پر لاتے ہیں۔

دلِ انسانی بلحاظ جامعیتِ علمِ اسماء کے صُورتِ جمعیتہ الٰہیہ ہے اور مانند ایک ظرفِ محیط کے ہے جو مثل قطرہائے باران کے جملہ اسماء کے بارانِ فیض کو اپنے میں لئے ہوتے ہے اور مرکزیت کی جہت سے مانند قعرِ دریا ہے۔ صوت وحروف ان علومِ دل کے صدف ہیں اور غلاف ہیں اُن معانی پر جو ان چھلکوں کے اندر پرورش پاتے ہیں۔ علم لغت و صرف و نحو الفاظ سے متعلق ہیں۔ اور الفاظ حروف سے مرکّب ہیں اور حروف پوست ہیں۔ چنانچہ یہ علوم یعنی لغت و صرف و نحو پوست کے تحت میں ہیں اور تمام عمر سطحی علوم میں مقیّد رہنا گویا دُکانِ پوستِ خشک ہی میں عمر کا برباد کرنا ہے۔ پوست توڑے بغیر مغز تک رسائی محال ہے اور پوست توڑنے کے یہ معنی ہیں کہ تمام عمر اُس میں مقیّد نہ رہے بلکہ اُسے منتہائے اصلی پر پہنچنے کا وسیلہ بنائے۔

یہ سچ ہے کہ مغز کی کمال پختگی پوست ہی کے واسطے سے ہوتی ہے۔ منتہائے اصلی تک رسائی معرفت کے وسیلہ سے ہوتی ہے اور معرفتِ حقیقی عبادت سے حاصل ہوتی ہے۔ عبادت موقوف ہے علم دین پر۔ علم دین حاصل ہوتا ہے۔ تفسیر و حدیث سے۔ جن کا شمار علومِ ظاہر میں ہے۔ اور یہ علومِ ظاہر لغت و اشتقاق و صرف و نحو کی مدد سے حاصل ہوتے ہیں۔ عالمِ علومِ دین کو دُنیا و آخرت میں بلاشبہ ایک تقدّم بھی حاصل ہے۔ دُنیا میں تو اس لحاظ سے کہ عبادات و معاملات کے مسائل دریافت کرنے میں لوگ اُس کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں اس لحاظ سے کہ اُس کا علم بشرطیکہ عمل بھی اُس کے مطابق ہو موجبِ درجات ہوتا ہے۔ مگر حال کو بہر صورت قال پر فضیلت ہے۔ علم قال ہے اور اُس کا مقصد یہ ہے کہ اعمال صحت کے ساتھ انجام پاویں۔ عمل بدنی چیز ہے۔ اور حال قلبی صحتِ اعمالِ بدنی کا نتیجہ صحتِ احوالِ قلبی ہے۔ احوال و کیفیاتِ قلبی عبارت ہیں اُس مکاشفہ سے جو سالک کو علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین کی جانب لے جاتا ہے تو گویا جب مرتبہ یقین پر پہنچتا ہے تب سالک کی منزل شروع ہوتی ہے اور حق الیقین پر آکر ختم ہوتی ہے۔ علم عمل کی صورت کو صحیح اور درست کرتا ہے اور حال اُس عمل میں جان ڈال دیتا ہے۔ مگر علم سے یہاں وہی علم مراد ہے جو وسیلہ قربِ حق ہے۔ کیونکہ وہ علم جو وسیلہ جاہ و منصب ہو صورت کے اعتبار سے علم ہے مگر معنی کے اعتبار سے علم نہیں ؎

Marfat.com

علم نبود غیر علم عاشقی ؛ مابقی تلبیس ابلیس شقی (بہاء الدین آملیؒ)

وہ علم جو کہ اخلاقِ ذمیمہ کی آلائش سے نفس کو پاک کرنے کا سبب و وسیلہ بنتا ہے اُس دل میں نہیں آتا جو حُبِّ دُنیا کا مسکن اور ماسویٰ کی قیامگاہ ہو جس گھر میں حرصِ دُنیا کا کتا اور ماسوے کی تصویریں ہوں وہاں عالمِ قدس کا فرشتہ اُس وقت تک نہیں آتا جب تک اُسے اِن موانعات سے پاک نہ کر دیا جائے۔ تا وقتیکہ تختۂ دل کو جو کہ انفس میں لوحِ محفوظِ آفاقی کے مشابہ ہے ذکر و فکر کے پانی سے دھویا نہ جائے اور خصائلِ ذمیمہ اور نقوشِ اوہامِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ کے کوڑے کرکٹ سے اُسے صاف نہ کر دیا جائے اور عالمِ قدس کے ساتھ اُس میں مناسبت نہ پیدا کی جائے ارواحِ مطہرہ مقدسہ یعنی علومِ حقائق کی صورتیں جو ملائکہ کے نام سے موسوم ہیں خانۂ دل میں داخل نہ ہونگی۔ تصفیۂ قلب کی اِس منزل کے طے کرنے کے بعد انسان ملائکہ سے علمِ لدُنّی حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس کی کتاب سے جو کہ جامع جمیع کتبِ الٰہی ہے۔ آیاتِ اسماء و صفات پڑھتا ہے اور کتابِ انفسی کے اجمال کی تفصیل کا مشاہدہ آفاق میں باعتبار تعینہائے خارجی کے کرتا ہے۔

دَست :- صفتِ قدرت۔ تجلیاتِ صفات۔

دستگاہ :- جمیع صفاتِ کمال کا حصول اور اُن پر قدرت۔

دف :- اس سے بعض وقت اشارہ طلبِ مطلوب کی جانب ہوتا ہے۔

دَلال :- اضطراب و قلق جو غایتِ عشق و ذوق میں جلوۂ محبوب کے لئے باطنِ سالک میں پیدا ہوتا ہے۔

دلبری۔ دلداری :- دلبری میں صفتِ خالقی کا اظہار ہوتا ہے اور اندوہ و مشقت میں ڈالنے والے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

دلداری میں صفتِ باسطی کا اظہار ہوتا ہے اور نتائج بسط و کشود و فرحت و انبساط کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

دلقِ دہ تُوی :- مجموعۂ حواسِ ظاہری و باطنی۔

دلکشائی :- صفتِ فتاحی کو کام میں لاکر دلِ سالک میں اُنس پیدا کرنا۔

دوری :- کیفیاتِ عالم کی خصوصیات سے آگاہی تفرقہ اور تفرقہ کی باریکیوں سے باخبری۔

Marfat.com

دوزخ :- تجلّیِ جلال۔ احکامِ کثرت۔ صفاتِ نفسانی۔

دوش :- ازل۔ عالمِ غیب۔ حق تعالیٰ کی کبریائی۔ محلِّ تکثّرِ اسمار۔

دِہ۔ دیہ :- وجودِ مستعار۔

دہن :- صفتِ متکلمی بسترِ خفی جس کا ادراک محال ہے مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ؎

آں دہاں را سِرِ غیب الغیب داں کز شرحِ آں ❊ ہم اشارت ماندہ عاجز ہم عبارت قاصر است

مرزا مظہر جانِ جاناںؒ فرماتے ہیں ؎

کارسازانِ ازل نیستی و ہستی را ❊ باہم آمیختہ او را دہنے ساختہ اند

دُنیا :- صوفیائے کرام کے نزدیک حق تعالیٰ سے غفلت کا نام دُنیا ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بدن ❊ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یہی ان حضرات کے نزدیک مذموم دُنیا ہے اور جب دُنیا کی تذلیل و تحقیر کی جاتی ہے تو اُس سے اسی نوع کی دُنیا مراد ہوتی ہے۔ اسی نوع کے دُنیا داروں کے متعلق حضرت مولانا فرماتے ہیں ؎

اہلِ دُنیا کافرانِ مطلق اند ❊ روز و شب در زق زق و در بق بق اند

حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ؀

(الحدید ۔ ع۳)

جان لو یہ کہ زندگانی دُنیا کا کھیل ہے اور دل بہلاوا اور بناؤ سنگار اور آپس میں شیخی بازی اور زیادتی کرنی بیچ اموال و اولاد کے۔ (مثال اس کی ہے) مانند مینہ کے کہ خوش معلوم ہوتا ہے کھیتی کرنے والوں کو اُگنا اس کا (یعنی کھیتی)، زور پکڑتی ہے پھر دیکھتا ہے تو اُس کو کہ زرد پڑ جاتی ہے پھر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے (یہ انجام اہلِ دُنیا کا تو دُنیا ہی میں ہو گیا) اور بیچ آخرت کے عذاب ہے سخت۔ اور (برائے مومنین اور اہلِ آخرت کے) بخشش ہے۔ اللہ کی طرف سے

Marfat.com

اور رضامندی۔ اور نہیں زندگانیِ دُنیا مگر دھوکا دینے
والی پُونجی۔"

عام طور پر تو مرنے سے پہلے کی زندگی کو دُنیا کی زندگی اور حیات بعدالموت کو آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔ قبر سے اِس طرف دُنیا اور اُس طرف آخرت ہے۔ مگر دُنیا کی وہ زندگی جو آخرت کی اصلاح میں صرف ہو حقیقتاً دُنیا کی زندگی نہیں بلکہ پیش خیمۂ آخرت ہے۔ دُنیا کی وہ زندگی جس میں اپنی پُوری قوتیں اور توجّہات حصولِ دُنیا ہی کے لئے وقف کردی جائیں اور عاقبت کو بالکل فراموش کر دیا جائے اور خدا کی یاد کو دل سے نکال دیا جائے البتہ وہ مذموم اور مبتذل زندگی ہوگی جو صرف دُنیا ہی کے اغراض و مقاصد میں مقیّد ہے اور ہر لحاظ سے مستحقِ تحقیر و مذمّت ہے۔

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو دُنیا اصل ہے اور آخرت اُس کی فرع۔ کیونکہ جو عمل دُنیا میں صادر ہوتا ہے بطور اصل کے ہے اور جو نتیجہ آخرت میں مترتّب ہوگا وہ اس کی فرع ہے۔ نتیجہ مقدّمہ کی فرع ہوتا ہے۔ ایجاد میں بھی دُنیا آخرت سے پہلے ہے۔ لیکن آخرت کی لذّتیں اور کرامتیں دُنیا کی لذّتوں اور کرامتوں سے بہت بڑھی ہوئی ہیں اور بہت زیادہ قوی ہیں کیونکہ آخرت میں قبولیت وارادت کے لئے رُوح زیادہ فارغ ہوتی ہے بہ نسبت دُنیا کے جہاں جسم بوجہ اپنی کثافت کے رُوح کو یہ فراغت حاصل نہیں ہونے دیتا، اور رُوح کسی موافق یا ناموافق۔ مناسب یا نامناسب۔ مفید یا مضر چیز کو پُوری طرح نہیں قبول کرنے پاتی۔ چنانچہ دُنیا میں رُوح دُنیا کی لذتوں سے بھی بہت ہی تھوڑا سا حصّہ حاصل کرتی ہے۔ مثلاً ایک شخص لذیذ کھانا کھاتے وقت فرض کرو کہ فارغ البال نہیں بلکہ کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا ہے یا کسی پریشان کُن خیال میں اُلجھا ہوا ہے تو وہ شخص اُس کھانے سے وہ لذّت حاصل نہ کر سکے گا جو ایک فارغ البال شخص کر سکتا ہے۔ کم از کم لذاتِ دُنیا کے عارضی ہونے کا خیال اور ان کے بہت جلد فنا ہو جانے کا یقین ہی ان لذتوں میں تلخی پیدا کر دینے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے آخرت کو دُنیا پر شرف حاصل ہے اگرچہ دُنیا آخرت کی اصل ہی کیوں نہ ہو۔ بیٹے کا باپ سے اشرف ہونا کوئی تعجّب کی بات نہیں پھل درخت سے اشرف ہوتا ہے۔ معانی الفاظ سے اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں۔ گو معانی الفاظ کا نتیجہ اور ان کی فرع ہی کیوں نہ ہوں۔ لطائف کثائف سے بلا شبہ اشرف ہیں۔ آخرت دارالعزت اور دارالمقدرت ہے اور دُنیا دارالذلّت اور دارالعجز۔ آخرت میں بخشش بے حساب ہوتی ہے اور دُنیا میں حساب سے۔

Marfat.com

دیر :۔ خرابات۔ عالمِ معانی۔ باطنِ عارف۔ عالمِ انسانی۔ عالمِ حیرت۔ اسے کلیسا بھی کہتے ہیں۔

دیوانہ :۔ صوفیوں میں دیوانہ وہ کہلاتا ہے جو خودی سے بیگانہ ہو گیا ہو۔ اور طلبِ حق میں سرگشتہ وحیران رہتا ہو۔

Marfat.com

ذ

ذات :۔ وجودِ مطلق اس طور پر کہ تمام اعتبارات اور اضافات اور نسبتیں اور وجوہات ساقط کر دیئے جائیں۔

ذکر :۔ اللہ کی یاد۔ یادِ الٰہی میں جمیع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضورِ قلب کے ساتھ قربِ معیّتِ حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ چیز جس کے توسّل سے یادِ حق ہو خواہ اسم ہو یا رسم، فعل ہو یا جسم، کلمہ ہو یا نماز، یا تلاوتِ قرآن، یا درود شریف، یا ادعیہ، یا کیفیات، یا کوئی اور چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو اور طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے اصطلاحِ تصوّف میں ذکر کے نام سے موسوم ہے۔ چنانچہ صوفی کے جملہ افعال و اقوال و احوال جو کہ یادِ حق سے خالی نہیں رہتے اذکار ہیں۔ ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر و مذکور کے درمیان سے جملہ حجابات اُٹھ جاویں۔

ذکر و اذکار کی بے شُمار اقسام ہیں جن کی تفصیل کے لئے سلوک و اذکار کی کتابوں کی جانب رجوع کرنا چاہیئے۔ مگر مفید طریقہ ذکر وہی ہوتا ہے جو شیخ مرید کی مناسبت سے اُسے تعلیم فرماتا ہے۔ کتابوں سے اذکار و مشاغل اخذ کر کے اپنے طور پر انھیں کرنا بااوقات مضر ثابت ہوتا ہے۔

چند اقسام کے اذکار کی اجمالی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے :۔

ذکرِ لسانی :۔ جو ذکر زبان سے کیا جائے۔ اُسے ذکرِ ناسوتی بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ قلبی :۔ جو ذکر دل سے کیا جائے۔ اُسے ذکرِ ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

مقصود کا تصوّر دل میں جمانا۔ اسے مراقبہ بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

ذکرِ نفسی :۔ تصوّرِ عقلی سے مقصودِ اصلی کی جانب بڑھنا اسے فکر بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ رُوحی :۔ حق کا بجہتِ اسماء و صفات مشاہدہ کرنا۔ اسے ذکرِ جبروتی اور مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ لاھوتی :۔ انوارِ تجلیاتِ ذات بے جہت و بے مثل و بے مثال کا قلبِ سالک پر چمکنا۔ اسے ذکرِ سرّی اور معائنہ بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ نفی اثبات :۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کرنا۔

ذکرِ اسمِ ذات :۔ اللہ کا ذکر۔ ذکرِ ملکوتی :۔ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر۔

ذکرِ جبروتی :۔ اَللّٰہُ کا ذکر ۔ ذکرِ لاہوتی :۔ ھُوھُو کا ذکر۔

ذکرِ مریضہ :۔ مثل بیمار کے کراہنے کے آواز نکالنا بوقتِ ذکر۔ حضراتِ سہروردیہ کی تعلیم بیشتر اسی طرح ذکر کرنے کی ہوتی ہے۔

ذکرِ محزونہ :۔ غمناک آواز میں ذکر کرنا حضراتِ قادریہ کی یہ خصوصیت ہے۔

ذکرِ عشقیہ :۔ ذوق و شوق کے غلبہ کی آواز میں ذکر کرنا۔ یہ حضراتِ چشتیہ کی خصوصیت ہے۔

ذکرِ رابطہ :۔ رابطہ شیخ کو قائم رکھنا حاضر و غائب۔ حضور میں رعایتِ ادب اور رضائے خاطر کے ساتھ اور غیبت میں نگہداشتِ تصوّر کے ساتھ۔

ذوق :۔ وہ مستی جو عاشق میں شرابِ عشق پینے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ شوق جو کلامِ محبوب سن کر اس میں بھڑکتا ہے۔ اور وہ از خود رفتگی جو جمالِ یار کے مشاہدہ سے اس میں پیدا ہوتی ہے۔ اس مستی اور شوق اور از خود رفتگی سے عاشق وجد میں آتا ہے۔ بے خودی اس پر طاری ہوتی ہے بشعور اس سے جاتا رہتا ہے۔ اور بے نامی اور بے نشانی میں محو ہو جاتا ہے۔ مشاہدۂ حق کا پہلا اثر ذوق ہے اور انتہائی اثر وہ ہے جس کے بیان کی اس قلم میں قدرت نہیں۔

ذوالعین :۔ وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کو قائم بحق دیکھتے ہیں۔ بلکہ حق کو محسوس اور خلق کو معقول پاتے ہیں وہ ہر چیز سے قبل خدا کو پاتے ہیں۔ ان کا مقولہ ہے مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یہ لوگ صاحبِ شہود

Marfat.com

ہیں جو حق کو ظاہر اور خلق کو باطن دیکھتے ہیں۔

ذوالعقل:۔ یہ لوگ عکس ہیں ذوالعین کا۔ یہ خلق کو ظاہر اور حق کو باطن دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک حق آئینہ ہے خلق کا۔ آئینہ میں جب کوئی چیز نظر آتی ہے تو آئینہ کا اتنا حصہ نظر نہیں آتا بلکہ اس کی جگہ وہ چیز ہی نظر آتی ہے چونکہ حقیقت پردۂ تعینات میں مستتر ہوتی ہے نظر پہلے نقاب ہی پر پڑتی ہے۔ اس کے بعد جا کر کہیں نقاب پوش شاہدِ رعنا کا پتہ چلتا ہے۔ ان لوگوں کا مقولہ ہے کہ مَا رَأَیْتُ شَیْئاً اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ۔

ذوالعقل والعین:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کو خلق اور خلق کو حق میں دیکھتے ہیں۔ ایک کا شہود انہیں دوسرے کے شہود سے محتجب نہیں کرتا۔ بلکہ وجود واحد کو وہ ایک وجہ سے حق اور دوسری وجہ سے خلق دیکھتے ہیں۔ ان کا مقولہ ہے:۔ مَا رَأَیْتُ شَیْئاً اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ۔ یہاں صور اعیان بمنزلہ جام کے ہیں جس میں چہرۂ معشوق نظر آتا ہے۔ ونیز ان کا مقولہ ہے مَا رَأَیْتُ شَیْئاً اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ مَعَہٗ۔ یہاں بحکم اتحادِ مُظہِر و مَظہَر خارج میں بھی عاشق و معشوق ایک دوسرے سے امتیاز نہیں رکھتے اگرچہ عقل ان میں امتیاز کا حکم کرتی ہے۔

ذہاب:۔ مشاہدۂ محبوب کی محویت میں ہر محسوس شئے کی حِس سے دل کا بے خبر ہو جانا۔

Marfat.com

ر

ربوبیت :- پرورشِ عالم جو بواسطۂ ظہورِ اسماء عمل میں آوے۔ چونکہ ظہورِ اسماء کا تعلّق واحدیت سے ہے ربوبیت کا ظہور بھی واحدیت ہی سے متعلّق ہوا۔

رجال اللہ :- مردانِ خدا۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (النور ۔ ع ۔)

وہ مردان (خدا) جنھیں تجارت و (خرید و) فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

اولیاء اللہ۔

ان کا وجود آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر نبی آخر الزّماں صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے زمانے تک اور آنحضرتؐ سے لے کر ظہورِ مہدی علیہ السّلام اور نزولِ عیسٰے علیہ السّلام تک رہا اور رہے گا۔ قیامِ کائنات کا دار و مدار ان پر ہے۔ عبد و رب کے درمیان فیض رسانی کا یہ ذریعہ ہوتے ہیں، امورِ تکوینی کے انصرام اور تصرّفاتِ کونیہ کی قدرت سے حق تعالیٰ ان کو مشرّف فرماتا ہے۔ ان کی برکات سے نزولِ باران اور سرسبزیٔ نباتات اور بقائے انواعِ حیوانات اور آبادیٔ شہر و قصبات اور تقلّبِ احوال اور تحوّلِ اقبال و ادبارِ سلاطین اور انقلابِ حالاتِ اغنیاء و مساکین اور ترقّی و تنزّلِ اصاغر و اکابر اور اجتماع و تفریقِ جنود و عساکر اور رفعِ بلا اور دفعِ وبا وغیرہ امور ظہور پذیر ہوتے ہیں جس طرح حق تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اس کی مقتضی ہے کہ آفتاب کو نور عطا فرماتا ہے اور اس آفتاب سے عالم کو روشن کرتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ غیب الغیب سے ایک نُور ان حضرات پر نازل فرماتا ہے پھر اس نور کو اصلاحِ عالم اور نظامِ بنی آدم کا وسیلہ

Marfat.com

بنا تا ہے۔

یہ حضرات دو اقسام پر منقسم ہیں :- اولیار ظاہرین[1] اور اولیار مستورین[2]۔

اولیار ظاہرین کے سپرد خدمتِ ہدایت خلق ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ خدمتِ ہدایت ان کو اپنے اظہار پر مجبور کرتی ہے۔

اولیار مستورین کے سپرد انصرامِ امورِ تکوینی ہوتا ہے۔ اور یہ اغیار کی نگاہ سے مستور رہتے ہیں۔ یہ صاحبِ خدمت ہوتے ہیں اور امورِ انتظامی کے انصرام کے لئے ضرورتِ اظہار سے مستغنی ہیں۔ انھیں رجال الغیب اور مردانِ غیب کہتے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیار علیہم السّلام کے قدم بہ قدم چل کر عالمِ شہادت سے اُس غیب کی جانب منتقل ہو گئے ہیں جسے مستوی الرحمٰن کہتے ہیں۔ وہ نہ پہچانے جاتے ہیں نہ ان کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ انسان ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو صرف اپنے ہی ٹھکانوں میں پائے جاتے ہیں۔ عالمِ احساس میں جس انسان کی صورت چاہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ لوگوں کو مغیّبات کی خبر دیتے ہیں اور پوشیدہ امور ظاہر کرتے ہیں۔ اِن میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو تمام عالم میں پھرتے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ اُن سے باتیں کرتے ہیں اور اُنھیں جواب دیتے ہیں۔ جنگل پہاڑ اور نہروں کے کنارے بستے ہیں۔ لیکن اُن میں سے جو قوی تر ہیں شہروں میں بستے ہیں۔ صفاتِ بشری کو اپنے اوپر اوڑھے لپیٹے رہتے ہیں۔ اچھے اچھے مکانوں میں رہتے ہیں۔ بیاہ شادی کرتے ہیں۔ کھاتے ہیں۔ پیتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں۔ علاج کرتے ہیں۔ اولاد و اسباب، اموال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگ اُن سے حسد بھی کرتے ہیں۔ دشمنی بھی برتتے ہیں۔ اُنھیں ایذا بھی پہنچاتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ اُن کے حُسنِ احوال اور کمالاتِ باطنی کو اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ انہی کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ :-

اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ۔

رجال اللہ ظاہرین ہوں یا مستورین بارہ اقسام میں منقسم ہیں :-

۱۔ اقطاب۔ ۲۔ غوث۔ ۳۔ امامان۔ ۴۔ اوتاد۔ ۵۔ ابدال۔ ۶۔ اخیار۔ ۷۔ ابرار۔ ۸۔ نقبار۔ ۹۔ نجبار۔ ۱۰۔ عمد۔ ۱۱۔ مکتوبان۔ ۱۲۔ مفردان۔

(۱) اقطاب :- ہر زمانہ میں تمام دُنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے، جسے قطبِ عالم یا قطبِ کبریٰ

Marfat.com

یا قطبِ ارشاد یا قطبِ مدار یا قطب الاقطاب یا قطبِ جہان یا جہانگیرِ عالم کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ عالمِ سفلی و علوی میں اس کا تصرّف ہوتا ہے اور سارا عالم اُسی کے فیض برکت سے قائم رہتا ہے۔ اگر قطب عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے۔ قطبِ عالم حق تعالیٰ سے براہِ راست اور بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نورِ خاصہ مصطفوی کی برکت سے ہر سمت میں دیکھتا ہے خواہ آنکھیں اس کی کھلی ہوں یا بند۔ ماتحت اقطاب کے تقرر و تنزل و ترقی کا اختیار رکھتا ہے۔ ولی کو معزول و مقرر کرنے کا مجاز ہے۔ خود ولایتِ شمسی رکھتا ہے۔ برعکس قطبِ ابدال کے جس کی ولایت قمری ہوتی ہے۔ قطبِ عالم مظہرِ تجلّیِ اسمِ رحمٰن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مظہرِ خاصِ تجلّیِ الوہیت ہیں۔ قطبِ عالم سالک ہوتا ہے اور اُس کی ترقی جاری رہتی ہے۔ ترقی کرتے کرتے وہ مقامِ فردانیت تک پہنچ جاتا ہے۔ جسے محبوبیت بھی کہتے ہیں۔ جمیع رجال اللہ کے باطن میں اور اور نام ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ قطبِ عالم کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔

اقطاب کے بھی بے شمار انواع ہیں۔ جو سب قطبِ عالم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ مثلاً قطبِ ابدال۔ قطبِ اقالیم۔ قطبِ ولایت وغیرہ۔ ہر نوع کا ایک جُدا قطب ہوتا ہے۔ مثلاً قطبِ زہّاد۔ قطبِ عباد۔ قطبِ عرفا۔ قطبِ متوکّلان۔ ہر مقام اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کا ایک قطب ہوتا ہے جو اُسکی محافظت کرتا ہے۔ وہ بستی مومنوں سے آباد ہو خواہ کافروں سے۔ مومنوں کی پرورش تجلّیِ اسمِ ہادی کے تحت میں ہوتی ہے۔ اور کافروں کی پرورش اسمِ مُضلّ کے تحت میں! اور یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔

(۲) غوث :- بعض بزرگوں کے نزدیک قطب اور غوث ایک ہی چیز ہیں۔ مگر بقول حضرت محی الدین ابن عربیؒ قطب الاقطاب اور غوث جُدا ہیں۔ بعض کے نزدیک قطبیت اور غوثیت دو جُداگانہ منصب ہیں جو ایک ہی شخص میں مجتمع ہو سکتے ہیں۔ قطبیت کے اعتبار سے اُسے قطب الاقطاب اور غوثیت کے اعتبار سے غوث کہتے ہیں۔

(۳) اماماں :- قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں جنھیں اماماں کہتے ہیں۔ ایک اس کے داہنے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا نام عبدالملک ہے اور دُوسرا بائیں ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا نام عبدالرب ہے۔ داہنے ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اور عالمِ علوی پر اس کا افاضہ کرتا ہے۔ بائیں ہاتھ والا قطب مدار سے فیض حاصل کر کے عالمِ سفلی پر افاضہ کرتا ہے۔ لیکن بائیں ہاتھ والے کا مرتبہ داہنے ہاتھ والے سے بلند تر ہے۔ جب قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں

Marfat.com

ہاتھ والے کو ملتی ہے اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ آجاتا ہے۔ عالمِ کون و فساد میں انتظام رکھنا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت عالمِ علوی کے اس لئے بائیں ہاتھ کا وزیر زیادہ قوی اور تجربہ کار رکھا جاتا ہے۔

(۴) **اوتاد** :- چار ہوتے ہیں اور عالم کے چاروں کھونٹ پر ان میں سے ایک ایک متعیّن ہوتا ہے۔ (۱) ایک مغرب میں ہوتا ہے جس کا نام عبد الودود ہوتا ہے۔ (۲) دوسرا مشرق میں جس کا نام عبد الرحمٰن ہے۔ (۳) تیسرا جنوب میں جس کا نام عبد الرحیم ہے۔ (۴) چوتھا شمال میں جس کا نام عبد القدوس ہے۔ قیامِ عالم میں ان سے میخوں کا کام لیا جاتا ہے۔ اور یہ بمنزلہ پہاڑ کے ہوتے ہیں جن سے زمین کی سرسبزی بھی مقصود ہے اور قیام بھی اور سکون بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ (النبأ۔ ع ۱)	کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں۔

(۵) **ابدال** :- انھیں بدلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سات ہوتے ہیں اور سات اقالیم پر متعیّن ہوتے ہیں۔ ان کا مشرب سات انبیاء علیہم السلام کے مشرب پر ہوتا ہے۔ ان کا کام مددِ معنوی اور عاجزوں کی فریاد رسی ہے۔ یہ سات ابدال حسب ذیل ہیں :-

(۱) ابدالِ اقلیمِ اوّل۔ بر قلبِ ابراہیم علیہ السلام۔ نام عبد الحیّ
(۲) 〃 〃 دوم۔ 〃 〃 موسیٰ علیہ السلام۔ 〃 عبد العلیم
(۳) 〃 〃 سوم۔ 〃 〃 ہارون علیہ السلام۔ 〃 عبد المرید
(۴) 〃 〃 چہارم۔ 〃 〃 ادریس علیہ السلام۔ 〃 عبد القادر
(۵) 〃 〃 پنجم۔ 〃 〃 یوسف علیہ السلام۔ 〃 عبد القاہر
(۶) 〃 〃 ششم۔ 〃 〃 عیسیٰ علیہ السلام۔ 〃 عبد السمیع
(۷) 〃 〃 ہفتم۔ 〃 〃 آدم علیہ السلام۔ 〃 عبد البصیر

ان سات ابدالوں میں سے عبد القادر اور عبد القاہر وہ ہیں جنھیں اُس مُلک یا اس قوم پر مسلّط کیا جاتا ہے

Marfat.com

جس پر اللہ تعالیٰ قہر نازل فرماتا ہے اور یہی ذریعہ مقہوری بنتے ہیں۔ ان سات ابدالوں کو قطبِ اقلیم بھی کہتے ہیں۔

علاوہ متذکرہ بالا کے پانچ ابدال اور بھی ہوتے ہیں جو یمن میں رہتے ہیں اور جنھیں قطبِ ولایت کہتے ہیں۔ قطبِ عالم کا فیض قطبِ اقالیم پر اور قطبِ اقالیم کا فیض قطبِ ولایت پر اور قطبِ ولایت کا فیض جملہ اولیاء پر وارد ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں تین سو پچاس (۳۵۰) ابدال اور بھی ہوتے ہیں جن میں سے تین سو (۳۰۰) قلبِ آدم علیہ السلام پر ہیں۔ بقول میر سیّد محمد جعفر مکیؒ یہ تین سو پچاس نہیں بلکہ چار سو چار ابدال ہیں جو مختلف انبیاءؑ کے مشرب پر ہوتے ہیں۔ اور مختلف خدمات جن کی تفویض میں رہتی ہیں۔

(۶) اخیار :۔ متذکرۂ بالا ابدال میں سے سات ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ انھیں اخیار کہتے ہیں اور نام ان سب کا حسین ہے۔

(۷) ابرار :۔ ان ہی میں سے چالیس ابدال ابرار کہلاتے ہیں۔

(۸) نقباء :۔ یہ سب تین سو ہیں۔ اور نام اِن سب کا علی ہے۔

(۹) نجباء :۔ ستّر ہیں۔ نام ان کا حسن ہے۔ مصر میں رہتے ہیں۔

(۱۰) عمد :۔ چار ہیں۔ نام ان کا محمدؐ ہے۔ زوایائے ارض میں رہتے ہیں۔

(۱۱) مکتوبان :۔ یہ لوگ چار ہزار ہوتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ ایسے لباس میں ہوتے ہیں کہ اغیار نہیں پہچان سکتے۔

(۱۲) مفردان :۔ افراد کو کہتے ہیں۔ جب قطبِ عالم ترقّی کرتا ہے تو فرد ہو جاتا ہے فردانیت میں پہنچ کر وہ تصرّفات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ قطبِ مدار عرش سے ثریٰ تک متصرّف ہوتا ہے۔ اور فرد متحقّق ہوتا ہے۔ تصرّف اور تحقّق میں بڑا فرق ہے۔ قطبِ مدار علی الدّوام تجلّی صفات میں رہتا ہے۔ فرد تجلّیٔ ذات میں۔ قطبِ مدار خاص ہے اور فرد اخص۔ فردانیت مقامِ انبساط و موانست ہے اور یہاں آکر مراد باقی نہیں رہتی۔ بعض اولیاء کو تجلّیٔ افعالی ہوتی ہے۔ بعض کو تجلّیٔ اسمائی۔ بعض کو تجلّیٔ آثاری۔ بعض مقامِ صحو میں ہوتے ہیں۔ بعض مقامِ سُکر میں۔ اور بعض دونوں میں۔ مقاماتِ اولیاء اللہ خارج از حدّ و حصر ہیں۔ مگر اہلِ فردانیت ان جملہ مقامات سے برتر ہیں۔ تنزّل کی تو ایک

Marfat.com

حد ہوتی ہے۔ مگر عروج و ترقی کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ افراد جب مزید ترقی کر کے فردانیت میں کامل ہو جاتے ہیں۔ تو محبوبیت کا مرتبہ پاتے ہیں۔ پھر محبوبیت میں بھی بعض مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ایک خاص امتیازی شان سے نوازے جاتے ہیں۔ جیسے حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانیؓ اور سلطان المشائخ حضرت محبوبِ الٰہی سلطان نظام الدین اولیاءؒ۔ چنانچہ صاحب بحر المعانی لکھتے ہیں کہ :۔

"روزے ایں فقیر در کشتی دریائے نیلِ مصر با حضرت خضر علیہ السّلام مصاحب بود۔ سخن درمیان شاہان لایزالی می رفت۔ خضر علیہ السلام میفرمود کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند و امثال ایشان دیگرے نہ رسید۔"

رُخ۔ رو :۔ ذاتِ حق۔ تجلّیاتِ محض۔ ذاتِ حق تعالیٰ باعتبارِ ظہورِ کثرتِ اسمائی و صفاتی۔ ظہورِ تجلّیِ جمالی۔ بعض کے نزدیک رُخ سے مراد تفصیلِ اسماء۔ یعنی واحدیت ہے۔ رُو سے کبھی تنویرات و تجلّیاتِ الٰہی کی جانب کبھی کشفِ انوارِ ایمان اور فتحِ ابوابِ عرفان اور کبھی جمالِ حقیقت پر سے رفعِ حجابات کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ مرآتِ تجلّیات۔ بقاء بالحق۔

رُخسار :۔ اس سے کبھی حقیقت جامعہ اور کبھی وحدانیت کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

رُخسار ایک طرح سے صورتِ انسانی کا خلاصہ ہے رُخسار کو بدن سے وہ نسبت ہے جو فاتحۃ الکتاب کو کتاب کے ساتھ ہے۔ فاتحۃ الکتاب خلاصہ ہے قرآن کا۔ اور مشتمل ہے جمیع آیاتِ قرآنی پر۔ فاتحۃ الکتاب کا ایک نام سبع مثانی بھی ہے کیونکہ وہ سات آیات کا مجموعہ ہے۔ حق تعالیٰ کے بھی مرتبہ عین اور مرتبہ علم میں سات اعتبارات کُلی ہیں جنھیں صفاتِ سبعہ ذاتیہ بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ حیات (۱)، علم (۲)، قدرت (۳)، ارادہ (۴)، سمع (۵)، بصر (۶)، کلام (۷)۔ ذاتِ حق کا اشتمال جملہ معانی اسماء و صفات پر وارد ہوتا ہے۔ اور یہ صفات سبعہ ذاتیہ بمنزلہ امہات الصّفات کے ہیں۔ ان امہات الصّفات یعنی اس سبع مثانی کا ہر حرف معانی اور معرفت اور اسرار کا ایک ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے مثل وجہ الٰہی کے جو اَز روئے ذات کے جملہ تجلّیات اور بے انتہا علوم و معارف و اسرار پر حاوی ہے اور غیب و شہادت کے بحر ذخار میں مخفی ہے۔ بحر کی تہ میں غواصوں کے لئے موتی ہوتے ہیں اور سطح پر دیکھنے والوں کے لئے آبِ شفاف۔ عارضِ زیبا بھی مثل آبِ شفاف کے ہے جس کی تہ میں غواصوں کے لئے حقائق و معارف کے بے شمار بیش بہا

Marfat.com

موتی ہیں۔ جس طرح عرش پانی پر تھا اس چمکدار سطحِ آبی پر بھی ایک خط ہے جو اعلیٰ اور اسفل اور سپیدی اور سیاہی غرضیکہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس خط کو قلب کہتے ہیں۔ اور یہ عالمِ ارواح کی چیز ہے۔

انوارِ ایمان کے انکشاف کو بھی کبھی عارض اور کبھی خد سے کنایہ کرتے ہیں۔

زلف و عارض سے کبھی کفر و ایمان کی جانب کنایہ کیا جاتا ہے۔ کبھی جلال و جمال کی جانب۔ کبھی کثرت و وحدت کی جانب۔ زلف میں کثرتِ تعینات کی تاریکی و درازی ہے اور عارض میں وحدت کی چمکدار جامعیت۔ نور و ظلمتِ صوری و معنوی۔ دن اور رات۔ ابر و آفتاب۔ موحد و زندیق۔ مومن و کافر۔ خوف و رجا۔ قبض و بسط۔ یہ سب کنائے زلف و عارض یا رُخ و زلف میں موجود ہیں۔

رِدا :۔ سالک میں صفاتِ حق کا ظہور۔ یا صفاتِ حق میں سالک کا ظہور۔

رسم :۔ ہر وہ عبادت جو بلانیتِ تقربِ حق ادا کی جائے۔ اور رسماً و عادتاً عمل میں آئے ایک رسمِ بے سود ہے نہ کہ عبادتِ مفید۔ رسم سے کبھی خلق اور صفاتِ خلق بھی مراد ہوتی ہے۔

رشحات :۔ لغوی معنی قطرات کے ہیں۔ تصوّف کی کتابوں میں اس سے اشارہ اُن علوم و فیوض و معارف و دقائق و حقائق کی جانب ہوتا ہے جن کا تقاطر عالمِ قدس سے سالک کے قلب پر ہوتا رہتا ہے۔

رضا :۔ اللہ تعالیٰ پر اعتمادِ کلّی رکھنا اور اُس کے ہر برتاؤ سے خوش رہنا۔ اس کا ادنےٰ مرتبہ صبر ہے اور اعلیٰ مرتبہ تسلیم۔

رفتن :۔ عالمِ علوی سے عالمِ سفلی کی جانب منتقل ہونا۔

رفرفِ اعلیٰ :۔ مکاناتِ الٰہیہ۔

رقیب :۔ نفسِ امّارہ اور حواسِ خمسۂ ظاہری و باطنی اور ہر وہ چیز جو محبّ و محبوب کے درمیان رخنہ اندازی کے دَرپے رہے۔

رقیقہ :۔ علمِ طریقت و سلوک۔ وہ چیز جس سے سالک کا دل رقیق ہو۔ کثافاتِ نفس میں اُس کے کمی ہو۔ صفائی قلب میں اضافہ ہو۔ لطافتِ رُوح میں ترقّی ہو۔ ہر وہ چیز از قسمِ علوم و اعمال و اخلاقِ حسنہ و مقاماتِ رفیعہ جو طالب و مطلوب کے درمیان واسطہ بنے اور طالب کو مطلوب تک پہنچنے میں مدد ملے۔ محدّثین نے کتبِ احادیث میں اُن احادیث کو جو ان جملہ انواعِ رقائق پر مشتمل ہیں "کتاب الرقائق" ہی کے تحت میں جمع کیا ہے۔

Marfat.com

رنج و راحت :۔

رنج :۔ اوامر و نواہی۔

راحت :۔ امور جو موافقِ ارادۂ دلی یا خواہشِ دلی کے پیش آویں۔

رند :۔ جو طاعت یں اعمال سے قطع نظر کرتا ہے۔ یا جو رموز و حقائق کو بے پردہ اور برملا بیان کر دیتا ہے۔

رُوح :۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل ۱۰ع)	اور (وہ لوگ) تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہدے کہ رُوح امرِ ربّی سے ہے اور نہیں دیا گیا تم کو علم سے مگر تھوڑا (حصّہ)۔

یہاں علم کا لفظ عام ہے۔ یعنی رُوح کے علاوہ بھی کسی اور چیز اور قسم کا علم جو تم کو دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ اس قلتِ علم کی تخصیص صرف رُوح ہی کے ساتھ نہیں۔

رُوح ایک ایسی چیز ہے جس کے جسم میں آنے سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اور جس کے جسم سے نکل جانے سے جسم کو موت آجاتی ہے۔ حرکتِ حیات کا سببِ قریبی یہی رُوح ہے۔ ہر چیز میں رُوح جاری اور ساری ہے۔ جو رُوح نباتات کی حیات کو قائم رکھتی ہے اُس سے وہ رُوح ارفع ہے جو حیوانات کی حیات کو قائم رکھتی ہے اور اِس رُوح سے وہ روح ارفع و اعلیٰ ہے جو حیاتِ انسانی کو قائم رکھتی ہے۔ حیاتِ انسانی کو قائم رکھنے والی رُوح تین اجزاء سے مرکّب ہے۔ ان میں سے ہر جزو پر رُوح کا لفظ بولا جاتا ہے یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حیاتِ انسانی کے قیام میں تین مختلف اقسام کی روحانیتیں ممد و معاون ہوتی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) **رُوحِ حیوانی :۔** وہ ہوائے لطیف ہے جو عناصر کے بخاراتِ لطیف سے متعدّد ہضموں کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اور جسم میں قبولیتِ حیات کی صلاحیت پیدا کر کے اُس میں حسّ و حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ گوشت و استخوان میں اس طرح سرایت کئے ہوتے ہے جس طرح آگ کوئلہ میں۔ اسی کے سبب رُوحِ اصلی کو بدن سے علاقہ ہے اور اسی کی مفارقت سے بدن مر جاتا ہے۔ کیونکہ رُوحِ حیوانی ہی کے قلب سے بے تعلق ہو جانے کا نام موت ہے۔ اس بے تعلّقی سے انسان کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جو درخت کی جڑیں کاٹ دینے کے بعد درخت کی ہو جاتی ہے۔ کہ اُس کا تغذیہ بند ہو جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ یعنی مر جاتا ہے۔ اس بخارِ لطیف کا اصلی معدن قلب و دماغ و جگر ہے۔ بس اسی میں

Marfat.com

طب کی تدبیر کا تصرّف جاری ہوتا ہے۔ اس کے ماوریٰ جو رُوح کے دو اجزاء ہیں اُن میں نہ طبیب کا ٹٹو چلتا ہے۔ نہ ڈاکٹر کا۔ اور نہ سائنس کی ان تک نظر پہنچتی ہے۔ اسے رُوحِ طبعی اور بدنِ ہوائی بھی کہتے ہیں۔

(۲) رُوحِ انسانی :- یہ رُوحِ حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے۔ اللہ کا ایک نور ہے جس کا پرتو رُوحِ حیوانی پر ڈالا جاتا ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرتِ علیم کی شعاعِ علم ہے جو نطفۂ انسانی پر چمکتی ہے۔ اور رحمِ مادر میں تخلیقِ انسانی کی تکمیل کا باعث ہوتی ہے۔ اسے رُوحِ ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

(۳) رُوح القدس :- یہ وجودِ حق تعالیٰ سے ایک خاص وجہ ہے جو احاطۂ کن سے خارج ہے۔ اور مخلوقات میں شامل نہیں۔ اس سے آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی گئی۔ نقائص کونیہ سے پاک ہے اور وجہ الٰہی کے ساتھ ہر چیز میں تعبیر کی جاتی ہے۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا[1] اور وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي[2] اور فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ[3] سے اسی وجہ اور اسی رُوح کی جانب اشارہ ہے یہی وجہ ہر چیز میں اللہ کی رُوح ہے۔ اور اسی بنا پر رُوح القدس کہلاتی ہے۔ اور اسی کو رُوح الارواح بھی کہتے ہیں۔ سرِّ الٰہی اور وجود ساری کے ساتھ بھی اسے تعبیر کیا جاتا ہے۔

محسوسات میں ہر چیز کے لئے ایک رُوحِ مخلوق ہے جس کی وجہ سے اُس چیز کی صُورت کو قیام ہے۔ صورت کے لئے یہ رُوح ایسی ہے جیسے لفظ کے لئے معنی۔ یہ رُوحِ مخلوق اپنے قیام کے لئے ایک رُوحِ الٰہی کی محتاج ہوتی ہے جسے رُوح القدس کہتے ہیں۔ یہ تو عام محسوسات کے متعلّق ہے مگر انسان کا مرتبہ جُملہ محسوسات بھی بڑھا ہوا ہے اور اُسے رُوح سے تعلّق تین جہتوں سے ہے۔ علاوہ رُوحِ مخلوق اور رُوح القدس کے اُسے ایک تیسری چیز سے بھی سابقہ ہے جو ان دونوں کے درمیان بطور برزخ کے ہے اور جس کے ذریعہ ان دونوں میں زیادہ قوی رابطہ رہتا ہے۔ اور جسے رُوحِ انسانی یا رُوحِ ملکوتی یا رُوح الروح بھی کہتے ہیں اور اسی کے واسطہ سے حق و عبد کے درمیان سلسلۂ راز و نیاز جاری ہوتا ہے۔

رُوحِ حیوانی ہو یا رُوحِ ملکوتی یا رُوح القدس یا رُوح کا کوئی اور شعبہ یا مرتبہ سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور حقیقتاً سب ایک ہی اصل کی جانب راجع ہیں۔

---

[1] البقرۃ ع [2] الحجر ع و ص ع [3] البقرۃ ع

Marfat.com

جملہ یک نوراست آما رنگہائے مختلف ٭ اختلافے درمیانِ این و آن انداختہ

ارواحِ متعددہ کی نسبت نورِ حق تعالیٰ سے ایسی ہے جیسے روشن کرنے والی متعدد شعاعوں کی نسبت آفتاب کے نور سے۔ فرض کرو کہ ایک آفتاب اپنا انعکاس ایک بڑے آئینہ میں ڈال رہا ہے۔ پھر اُس آئینہ کا انعکاس مختلف رنگ اور مختلف صورتوں اور شکلوں اور مختلف جسامت کے بے شمار چھوٹے چھوٹے آئینوں میں پڑ رہا ہے جو اُس بڑے آئینہ کے محاذ میں ترتیب دیئے گئے ہیں ؎

رُوح شمعے۔ شعاعِ اوست حیات ٭ خانہ روشن ازو۔ واو از ذات

حقیقتاً ایک ہی رُوح ہے جو ایک ہی سرچشمہ سے نکلی اور مختلف مراتب اور مختلف مدارج میں سے گزرتی ہوئی حیات کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہوئی مختلف عالموں پر محیط ہوگئی ؎

یک چراغ است درین خانہ کہ از پرتوِ آن ٭ ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

چونکہ رُوحِ انسانی اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے رُوحِ اعظم ہے اور رُوحِ اعظم مظہرِ ربوبیتِ ذاتِ الٰہی ہے اس لئے ممکن نہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی اُس کی کُنہ تک پہنچ سکے۔

جس طرح عالمِ کبیر یعنی کائنات میں بہت مظاہر اور اسماء ہیں۔ مثلاً عقلِ اوّل اور قلمِ اعلیٰ اور نُور اور نفسِ کلی اور لوحِ محفوظ وغیرہ اسی طرح عالمِ صغیر یعنی انسان میں بہت مظاہر و اسماء ہیں اور باعتبارِ ظہورِ مراتب کے ان اسماء کے اصطلاحی نام یہ ہیں:۔

سِرّ[۱]۔ خفی[۲]۔ رُوح[۳]۔ قلب[۴]۔ کلمہ[۵]۔ فؤاد[۶]۔ صدر[۷]۔ روع[۸]۔ عقل[۹]۔ نفس[۱۰]۔

قرآن و حدیث میں بھی یہ نام آتے ہیں۔ مثلاً فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی[۱]۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[۲]۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ[۳]۔ كَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ[۴]۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی[۵]۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ[۶]۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا[۷]۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَھَا۔

یعنی رُوح القدس نے میری رُوع میں پھونکا کہ کوئی نفس اپنے رزق کو پورا کئے بغیر نہ مرے گا۔

---

۱ طٰہٰ ع۱۔ ۲ بنی اسرائیل ع۱۰۔ ۳ قٓ ع۳۔ ۴ آل عمران ع۴۔ ۵ النجم ع۱۔ ۶ الم نشرح۔ ۷ الشمس۔

۸ بمعنی دل اور عقل۔ اصطلاحی معنی صفحہ ۱۸۲ پر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

سِتّر :۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اُس کا نورِ صرف صاحب دل اور راسخین فی العلم ہی کو معلوم ہوتا ہے۔
خفی :۔ اس لئے ہے کہ عارف اور غیر عارف سب پر مخفی ہے۔
رُوح :۔ یہ لطیفہ بدن کا رب اور حیاتِ حسّی کا مصدر اور قوائے نفسانی پر فیضان حیات کا منبع ہے۔
قلب :۔ جہتِ حق اور جہتِ نفس میں منقلب ہوتا رہتا ہے تاکہ جب حق کی جہت میں ہو حق سے انوار کا استفاضہ کرے اور دوسری جہت میں آکر اُس نور کا افاضہ کرے۔ بلحاظ اپنی جامعیت کے قلب کو لطیفہ انسانیہ بھی کہتے ہیں۔
کلمہ :۔ جب نورِ حق تعالیٰ متذکرۂ بالا طریق سے قلب کی وساطت سے نفس میں آکر ظہور کرتا ہے تو اُسے کلمہ کہتے ہیں۔
فؤاد :۔ نور متذکرۂ بالا کے مبدع کے اثر سے متأثر ہونے کے بعد اُس کا نام فواد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فَأْدٌ کے معنی لغت میں زخم اور تاثیر کے ہیں۔
صَدر :۔ اُن انوار کے بدن سے متّصل ہونے کی جہت سے لطیفہ کا نام صدر ہو جاتا ہے۔ مُبدعِ فیاض ہی کی جانب سے اِن انوار کا صدور ہوتا ہے اور جملہ انوار کا صدور صدر ہی میں ہوتا ہے۔
رُوع :۔ مُبدعِ قہّار کے خوف و قہر سے نفس اثر پذیر ہوتا ہے تو جو لطیفہ اُس سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام رُوع ہے۔
عقل :۔ جب نفس اپنی ذات اور اپنے تعیّن خاص میں جملہ شرائط کے ساتھ اور صحیح حدود کے اندر متقیّد ہو جاتا ہے تو اُسے عقل کہتے ہیں۔
نفس :۔ بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ جب نفس سے افعال نباتی کا ظہور ہو تو اسے نفسِ نباتی اور افعالِ حیوانی کا ظہور ہو تو نفسِ حیوانی کہتے ہیں۔ جب نفسِ حیوانی کا قوّتِ رُوحانی پر غلبہ ہو تو وہ نفسِ امّارہ ہے۔ جب نفس پر قلب کی وساطت سے انوار چمکنے لگتے ہیں اور اُن انوار کی روشنی میں اُس کی نظر انجام پر پڑنے لگتی ہے اور وہ عقل کے ساتھ اتفاق کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنے ضعف اور اپنی خرابیوں کا اُسے ادراک ہونے لگتا ہے۔ اور اپنی ترقّی اور تکمیل کی تمنّا اُس میں پیدا ہو جاتی ہے تو اُسے

Marfat.com

نفسِ لوامہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ایسا نفس برے افعال پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ یہ حالت مقدمہ ہوتی ہے نفس میں قلبی مرتبہ کے ظہور کا۔ جب قلبی انوار نفس میں قوتِ حیوانی پر غالب آجاتے ہیں، اور ان انوار کا نفس پر پورا تسلط ہوجاتا ہے تو نفس کو اس سے بہت اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت اُس کا نام نفسِ مطمئنہ ہوجاتا ہے۔ جب نفس اس حالت پر بھی عبور کرجاتا ہے اور مزید ترقی کرتا ہے اور اُس کی استعداد اپنی انتہائی حدتک پہنچ جاتی ہے اور اُس کے انوار اور اُن کی چمک میں مزید قوت آجاتی ہے تو جو کچھ اُس میں بالقوۃ تھا وہ بالفعل ظاہر ہوجاتا ہے اور وہ تجلّی الٰہی کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا نام قلب ہوجاتا ہے۔ وہ یہی قلب ہے جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے جو دو عالموں کا ملتقا ہے جو حق کو سمالیتا ہے، جیساکہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ:۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَیَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ التَّقِیّ۔

یعنی میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو نہیں سما سکتے لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے سمالیتا ہے (اسی بناء پر مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔)

ان متذکرۃ بالا مختلف عبارات میں ایک ہی حقیقت جاری وساری ہے۔ جیساکہ اوپر بیان گزر چکا ہے۔ یہ جملہ اعتبارات اپنے افعال وتاثیرات میں متغایر لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ممدّ ومعاون ہیں۔ نفس کو رُوحِ حیوانی سے مناسبت ہے۔ عقل کو رُوحِ ملکوتی سے۔ قلب ان دونوں کے درمیان ہے اور اُس میں جامعیت ہے جس کی بناء پر اسے لطیفۂ انسانیہ کہتے ہیں۔ عقل گویا رُوح کی زبان ہے جب سالک رُوحِ حیوانی کے تسلط سے کسی قدر آزاد ہوجاتا ہے تو اُس کا قلب رُوح بن جاتا ہے اور اس کی عقل سِرّ ہوجاتی ہے۔ رُوح قلب سے لطیف تر اور سِرّ عقل سے روشن تر ہے۔ قلب کا کام وجد ہے۔ رُوح کا کام الفت۔ عقل کا کام یقین اور سِرّ کا کام مشاہدہ۔

جب سالک رُوحِ حیوانی سے بالکل خلاصی پالیتا ہے تو یا تو رُوحِ ملکوتی اُسے اپنی جانب کھینچتی ہے۔ یا رُوح القدس میں اُسے محویت واضمحلال حاصل ہوتا ہے۔ پھر وہ از سرِ نو بقا پاتا ہے۔ یہ نبوّت کا ورثہ ہے۔ یا پھر نفسِ ناطقہ اُسے کھینچتا ہے اور وہ انانیتِ کبریٰ میں فنا ہوجاتا ہے۔ پھر وہ نئے سرے سے بقاء پاتا ہے اور یہ ولایتِ کبریٰ ہے یا پھر ورثۂ نبوت اور ورثۂ ولایت دونوں کا وہ جامع ہوتا ہے۔ اس مقام کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ ایسا شخص دونوں طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔ کبھی نفسِ کلیہ کی جانب سے بجہت انانیتِ کبریٰ کے اور کبھی رُوح القدس کی جانب سے بجہت ملاءِ اعلیٰ۔

Marfat.com

نفس کی کمزوری یہ ہے کہ شہوتوں اور لذتوں کا تابع ہوجاتے اور اس کا کمال یہ ہے کہ ان کو اپنا تابع بنالے۔ قلب سے متعلق ہے قصد و حُبّ و بغض و شجاعت و بزدلی عقل کا تعلق فہم وادراک سے ہے۔ نفسِ حیوانی جب ترقی کر کے نفسِ انسانی بن جاتا ہے تو اُسے نفسِ ناطقہ کہتے ہیں۔ نفسِ ناطقہ تین اقسام پر منقسم ہے۔

(۱) قوائے طبعیہ

(۲) قوائے حیوانیہ۔

(۳) قوائے ادراکیہ۔

قوائے طبعیہ کا مقام جگر ہے۔ قوائے حیوانیہ کا مقام پارۂ صنوبری اور قوائے ادراکیہ کا مقام دماغ جس کے قوائے طبعیہ دیگر قویٰ سے قوی تر ہوں اُسے نباتات سے تشبیہ دی جاتی ہے جب قوائے حیوانیہ کو غلبہ ہو تو وہ شخص درندوں اور چوپایوں کے مشابہہ ہوتا ہے۔ اور قوائے عقلیہ والا ملائکہ سے مشابہہ ہے۔ یہ تینوں قوائے ایک ہی سرچشمے سے ہیں۔ ان کے افعال مختلف ہیں۔ مگر یہ تینوں اپنے اپنے کام میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

عالمِ ارواح سے مراد عالمِ ملکوت ہوتی ہے۔ عالمِ ملکوت کی فرع عالمِ محسوس ہے۔ ملکوت میں نسخہ ہے عالم کے ہر موجود کا۔ اس لئے جو چیز ملکوت میں ہوتی ہے اُس کا اظہار عالمِ محسوس میں وقت و ترتیب و حال کی مناسبت سے ضروری ہے۔ عالمِ ارواح بمقابلہ عالمِ محسوس کے ذوق شہود میں ظاہر تر اور قوی تر ہے۔ عالمِ ارواح میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

عالمِ ناسوت میں کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے آواز دیتے ہیں اور پکارتے ہیں۔ اس کے قائم مقام عالمِ ارواح یعنی ملکوت میں کسی کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کا تصوّر کرتے ہیں اور اُس کی جانب متوجہ ہوجاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رُوح بھی متوجہ ہوجاتی ہے، ارواح کی عادت ہے کہ جس چیز کی جانب متوجہ ہوتی ہیں اس میں حلول کرتی ہیں۔ مگر اس طور پر کہ اپنے مرکزِ اصلی سے جُدا نہیں ہوتیں۔ مثل آفتاب کے جو کہ عالم کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور اس میں حلول کرتا ہے مگر اپنے مرکزِ اصلی سے جُدا نہیں ہوتا۔

ارواح جب کسی صورت میں متشکل ہوتی ہیں تو وہ اُس صورت سے بالذات جُدا نہیں ہوسکتیں اور اپنی بساطِ اصلی کی طرف نہیں لوٹ سکتیں۔ لیکن اس کی طاقت رکھتی ہیں کہ اپنی اصلی صورت کو چھوڑنے بغیر جس صورت کے

Marfat.com

ساتھ چاہیں متشکّل ہوسکیں۔ رُوح باعتبار اپنے مجرّد ہونے اور عالمِ ارواح کی چیز ہونے کے بدن سے مغائر ہے۔ صرف تدبیر و تصرّف کے لئے اُس سے متعلق ہے۔ مگر بذاتہٖ اپنی بقاء اور اپنے قیام کے لئے بدن کی محتاج نہیں لیکن اس اعتبار سے کہ بدن اُس کی صورت ہے اور عالمِ شہادت میں اس کے کمالات کا اظہار قوائے بدنی ہی پر موقوف ہے۔ رُوح بدن کی محتاج ہے رُوح کا بدن میں ایسا سریان ہے جیسا وجودِ مطلق کا موجوداتِ عالم میں جس جہت سے کہ حق تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔ رُوح بدن کی عین ہے۔ اور جس جہت سے حق تعالیٰ اشیاء کا غیر ہے رُوح بدن کی غیر ہے۔ رُوح بدن کی رب ہے اور اُس کو بدن سے وہ تعلق ہے جو رب کو مربوب سے ہوتا ہے۔

ارواحِ بسیطہ سے مراد ارواحِ مجرّدہ یعنی رُوح محض ہوا کرتی ہے۔

رُوحِ عالم سے اکثر آدم علیہ السّلام کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو اس عالم کے ساتھ وہی نسبت ہے جو رُوح کو جسم کے ساتھ ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں آدم علیہ السّلام حق تعالیٰ کے خلیفہ ہیں جن باتوں کا اطلاق حق تعالیٰ پر کیا جاسکتا ہے اُن کا اطلاق حق تعالیٰ کے خلیفہ پر بھی بلحاظ خلافت جائز ہے اور اس لحاظ سے سرورِ کائنات حضرت محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر بھی رُوحِ عالم اور جانِ عالم کا اطلاق ہوتا ہے۔

روز و شب :۔ وحدت و کثرت۔ نُور و ظلمت۔ ایمان و کفر۔ جمعیت و تفرقہ۔

بعض مواقع پر روزِ تاریک کا استعمال ہوتا ہے جس سے تعیّناتِ امکانی مراد ہیں جو مثل دن کے نمودار ہیں۔ مگر حقیقتاً مثل تاریکی کے اپنی ذات سے معدوم ہیں۔ اس کے مقابل شبِ روشن سے مراد ہوتی ہے نُورِ سیاہ۔ نُورِ ذات۔ تجلّیِ ذات جو مقتضی ہے فنائے ماسویٰ کی۔ شب سے اسے بوجہ سیاہی اور عدمِ ادراک کے تشبیہ دی گئی۔ اور روشن اُسے اس بنا پر کہا گیا کہ اس تجلّی سے وہ حقیقت حجابِ کثرت سے باہر آتی ہے۔ شبِ روشن سے ذاتِ احدیّت کی جانب بھی اشارہ کیا جاتا ہے کیونکہ احدیّت میں بھی بے جہتی بے تعیّنی اور عدمِ ادراک ہے۔

روزہ و نماز :۔ توجّہ باطن الی اللہ اور اعراض از ماسوی اللہ۔ خواجہ فرید الدّین عطّارؒ فرماتے ہیں :۔

روزہ حفظِ دل است از خطرات ؛ بعد ازاں از مشاہدہ افطار

روسیاہی :۔ کنایہ ہے سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ سے۔

سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ سے اشارہ اُس مقامِ بلند کی جانب ہے جہاں سالک دونوں جہان سے تجاوز کر جاتا ہے۔

Marfat.com

دُنیا و آخرت اور ظاہر و باطن سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ اور یہ دونوں جہان اُس کے لئے تاریک ہو جاتے ہیں۔ عدمِ اصلی کی جانب اس رجوع ہی کو فقرِ حقیقی کہتے ہیں۔ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ۔

رویائے صادقہ:۔ سچا خواب۔ یہ بھی ایک زبان ہے جس میں حق تعالیٰ اپنے بندہ سے باتیں کرتا ہے۔ ایک روزن ہے جس میں سے عالمِ غیب کی خبریں اِنسان تک پہنچائی جاتی ہیں۔ ایک کشف ہے۔ الہام ہے۔ مگر کشف والہام کی سب سے کمزور قسم۔

نفسِ ناطقہ اس دُنیا میں محض ایک مُسافر کی حیثیت رکھتا ہے اور بدنِ انسانی میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکمِ الٰہی سے مقید کر دیا گیا ہے۔ ذرا آزادی پاتا ہے تو اس ناسوتی پنجرہ سے باہر ہو جانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کو اپنے وطنِ اصلی سے ایک لگاؤ ہے اور اصلی مرکز کی جانب وہ ہمیشہ میلان رکھتا ہے۔ اِس دُنیا سے زیادہ اُسے اُس عالم کی رغبت رہتی ہے۔ ناسوتی ہمنشینوں کی کثافت و تنگ خیالی کے اثر سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اور صحبت کا اثر قبول کرنے میں اپنی کمزوری کا اظہار کر دیتا ہے اُس کی انجلاء و صفائی اس سفلی اور ناسوتی دھوئیں کی تاریکی سے دھندلی پڑ جاتی ہے اور اپنے وطن اصلی کو وہ عارضی طور پر بھول جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ نفس بدن میں پاک و صاف رہا اور اپنے کثیف اور کثافت پسند ہم نشینوں کی صحبت سے متاثر نہ ہوا اور اپنے عنصری پنجرے کی سختی کو اُس نے اپنے میں نہ آنے دیا تو اس کے وطنِ اصلی سے اُس کا تعلق قوی رہتا ہے۔ اور اپنے وطن کی خبروں کا وہ نہ صرف ہمیشہ متمنی رہتا ہے بلکہ ان خبروں سے باخبر بھی ہوتا رہتا ہے اس خبر رسانی کا ذریعہ بیداری میں حواس اور خواب میں وہم وخیال ہیں۔ رُوح میں کافی انجلاء اور صفائی ہوتی ہے تو بیداری ہی میں مرکزِ اصلی کی جانب متوجہ ہونے سے عالمِ غیب کی باتیں حسبِ استعداد منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور یہ حالت انتہائے کمال کی ہے۔ لیکن رُوح کی صفائی جب اس مرتبہ کی نہیں ہوتی کہ یہ صورت ممکن ہو تو بیداری میں حواسِ خمسہ ظاہری قوتِ مدرکۂ باطنی کے لئے حجاب بن جاتے ہیں اور جب تک یہ حجابات مرتفع نہ ہوں انکشافاتِ عالمِ بالا محال رہتے ہیں۔ نیند میں حواسِ خمسۂ ظاہری کا تعطّل واقع ہوتا ہے تو حجابات اُٹھتے ہیں اور اِنکشافات کا دروازہ کھلتا ہے اور رویائے صادقہ نظر آنے لگتے ہیں۔ ان حجاباتِ ظاہری کے ارتفاع میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اور اس کمی و بیشی پر انکشافات میں امور کے مشتبہ اور غیر مشتبہ ہونے کا انحصار ہے۔ اگر حجابات زیادتی کے ساتھ مرتفع ہوئے تو انکشافات خواب دیکھنے والے پر مشتبہ نہیں ہوتے۔ اور وہ جن امور

Marfat.com

کو خواب میں دیکھتا ہے انھیں بھولتا نہیں اور ان میں غلطی نہیں کرتا لیکن اگر حجابات کی کے ساتھ اٹھتے ہیں تو اس کی قوت مدرکہ کی کمزوری انکشافات کو خیالات کے پردے میں ملتبس کر دیتی ہے۔

لہٰذا خواب کی حقیقت یہ ہوئی کہ نفس انسانی نیند کی حالت میں جب کہ اس کے حواس خمسہ ظاہری معطّل ہو جاویں کسی بات کا مشاہدہ کرے۔

نیند ایک چھوٹی موت ہے۔ اور موت بڑی نیند ہے۔ نیند قالب کے واسطے ہے نہ کہ نفس کے واسطے۔ بلکہ نفس کے واسطے تو نیند ایک اعلیٰ اور شریف حالت ہے۔ قوائے نفس اگر کامل نہ ہوں تو حواس ظاہری کا اشیاء کو دیکھنا زیادہ معتبر ہے۔ لیکن قوائے نفس کامل ہوں تو نفس کا مشاہدہ یقیناً بہت زیادہ معتبر ہے۔ کیونکہ حواس صرف شکل وصورت ظاہری کو دیکھتے ہیں حالانکہ نفس کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ حقائق اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی بناء پر عالم وعارف کی نیند کو جاہل کی بیداری پر فضیلت دی جاتی ہے۔

رویا کی تین اقسام ہیں:۔

پہلی قسم یہ ہے کہ خواب حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ یہ نعمت اسے نصیب ہوتی ہے جو نفس مطمئنہ کی دولت کا مالک ہو۔ اس خواب میں جملہ حجابات مرتفع ہو جاتے ہیں اور حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ تخیلات واوہام ومکائد شیطانی کو مطلق دخل نہیں ہوتا۔ صاف وصریح طور پر حق بات کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اور خواب دیکھنے والے کو کسی قسم کا التباس نہیں ہوتا۔ غیب کی خبریں اس ذریعہ سے صحیح طور پر بندگان حق کو پہنچائی جاتی ہیں۔ یہی خواب ہیں جن کی بابت حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (یونس ع)	واسطے ان کے ہے بشارت بیچ زندگانی دنیا کے اور بیچ آخرت کے۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ دنیوی بشارت رویائے صادقہ ہیں۔ اور اخروی بشارت رویت حق۔ بوجہ اپنی وضاحت اور صفائی کے یہ خواب تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے۔

دوسری قسم خواب کی وہ ہے جس سے نفس لوّامہ کو سابقہ پڑتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص سے باتیں کی جاتی ہیں تو ایسی زبان میں کی جاتی ہیں جسے وہ سمجھتا ہو۔ اگر ایک عرب سے کچھ کہنا ہے اور وہ عرب سوائے عربی کے

Marfat.com

کوئی اور زبان نہیں جانتا تو اُس سے عربی ہی میں باتیں کی جاویں گی۔ اس نوع کے خواب میں بھی اظہار کا وہی پیرایہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جسے خواب دیکھنے والا سمجھ سکے نفسِ مطمئنہ والا بوجہ اپنے مقام کے ارفع و اعلیٰ ہونے کے حقائق کا صحیح اور صریح ادراک کر لیتا ہے۔ مگر نفسِ لوّامہ والا چونکہ مرتبہ میں کمتر ہے اور عالمِ علوی سے اُسے بُعد زیادہ ہے۔ اس لئے اُس کے واسطے حقائق ایک نزولی شان اختیار کرتے ہیں اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے اُسے خیالات کی شکلوں اور خیالی صُورتوں میں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ حقائق بمنزلہ معانی کے ہوتے ہیں اور شکلیں صورتیں بمنزلہ حروف کے۔ ان شکلوں اور صُورتوں کا تعیّن بھی خواب دیکھنے والے کی ذاتی استعداد پر منحصر ہے ایک عرب کے ساتھ خواب میں عموماً عربی ہی میں باتیں ہونگی۔ اور ہندوستانی کے ساتھ ہندوستانی زبان میں۔ جن ہندوستانیوں کو انگریزی زبان میں مہارت زیادہ ہوگی اور بہ نسبت اُردو کے انگریزی سے اُنھیں سابقہ زیادہ رہتا ہوگا۔ انھیں لبا اوقات انگریزی نوعیت ہی کے خواب نظر آئیں گے۔ بہروں اور گونگوں سے خواب میں بھی اشاروں ہی میں باتیں ہوتی ہیں۔ اندھا شخص خواب میں بھی چیزوں کا احساس اُسی طرح کرے گا جس طرح بیداری میں وہ اشیاء کو محسوس کرنے کا عادی ہے تو گویا اس دُوسری قسم کے خواب میں دو چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے۔ ایک تو وہ جو عالمِ علوی سے خواب دیکھنے والے پر پھینکی جاتی ہے۔ دُوسری وہ ترجمانی جو خواب دیکھنے والے ہی کی قابلیت و استعداد کا نتیجہ ہے۔ اب اس قابلیت اور استعداد کے بھی مدارج ہیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص پر مختلف اوقات میں مختلف حالتیں طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی نیکی کا مَیلان اُس پر غالب ہوتا ہے۔ اور کبھی بدی کا میلان۔ بدی کے مَیلان کا غلبہ خواب کو چند اوہامِ باطلہ اور فاسد ترکیبوں سے مخلوط کر دیتا ہے۔ خرافات اور محسوسات میں جس قدر انہماک زیادہ رہے گا عقل کی کم التفاتی اور قلب کی کمزوری اتنی ہی زیادہ التباسی صُورتیں پیدا کرے گی۔ ایسا شخص اس پر بھی قادر نہیں ہوتا کہ خواب کو جیسا دیکھا ہے ویسا ہی بیان کر سکے بلکہ بعض اوقات وہ الفاظ کو بدل دیتا ہے۔ اور خواب کا غلط نقشہ پیش کرتا ہے۔ حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دکھانے کے لئے اور اصلیت کو توہّمات اور خیالاتِ باطلہ سے جُدا کرنے کے لئے یہ خواب کسی مُعبّر کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اُس کے صحیح معانی اور مطالب تک پہنچنے کے لئے تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

قسمِ اوّل کے خواب بھی خُدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور قسمِ دویم کے خواب بھی خُدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ قسمِ دویم کے خواب میں نفس کی بھی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس قسم کے خواب کو خوابِ نفسانی کہتے

Marfat.com

ہیں۔ معبّر نفسانی حصّہ کو اصلی حصّہ سے جُدا کر دیا کرتا ہے۔

تیسری قسم خواب کی وہ ہے جو نفسِ امّارہ والوں کے حصّہ میں آتی ہے۔ یہ سب شیطانی خواب ہیں جو خواہشِ نفسانی کے غلبہ اور اخلاقِ خبیثہ کے خوگر ہونے اور طہارت و عبادت سے بے التفاتی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انھیں بدخوابی۔ اضغاثِ احلام۔ خوابِ پریشان۔ خوابِ شیطانی۔ اور احتلامِ شیطانی بھی کہتے ہیں۔ ان میں اِنسان یا تو دن میں جو کچھ کرتا ہے۔ وہی رات میں دیکھتا ہے یا لغو و تمسخر کی باتیں دیکھتا ہے یا ایسی چیزیں دیکھتا ہے جن کا نہ اعیان میں وجود ہے نہ اذہان میں۔ بوجہ اپنے کذب اور اپنی لغویت کے اس قسم کے خواب کسی تعبیر کے لئے نہیں ہوتے۔ لغو خواب کبھی جنون یا نشہ یا امراضِ فاسدہ یا خورونوش کی بے اعتدالیوں کا بھی نتیجہ ہوتے ہیں۔

رویائے صالحہ یعنی نیک خواب حدیث کی رُو سے نبوّت کے چھیالیس حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔ نبوّت امورِ غیب کی معلومات پر مشتمل ہے۔ گویا علومِ غیب کی معلومات کے حصول کے چھیالیس طریقوں میں سے ایک ادنےٰ سا طریقہ یا چھیالیس مرتبوں میں سے ایک ادنےٰ سا مرتبہ نیک اور سچّے خوابوں کا دیکھنا بھی ہے۔

رویائے صالحہ کے اسباب میں سے بعض حسب ذیل ہیں:۔

تقلیلِ غذا۔ لطیف غذا۔ مزاج کو اعتدال پر رکھنا۔ اخلاقِ حمیدہ پیدا کرنا۔ عبادات کی مواظبت۔ خیالاتِ فاسدہ کا کبھی قلب میں نہ گزرنے دینا۔ قلب کو غیر اللہ سے پاک رکھنا۔

تعبیر:۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ رویائے صادقہ گویا ایک زبان ہے جس میں حق تعالیٰ اپنے بندہ سے کلام فرماتا ہے۔ یا بالفاظِ دیگر ایک تجلّیِ صُوری ہے جو عالمِ خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر وارد ہوتی ہے تو یہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے کہ تعبیر وہ علم ہے جس کے ذریعہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس تجلّیِ صُوری سے حق تعالیٰ کی کیا مراد ہے اور کس امر کے انکشاف کا منشاء وہ اپنے بندہ کے لئے کھول رہا ہے۔

معبّر میں حسب ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے:۔

(۱) دانا ہو۔ قرآن مجید کا عالم اور حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ناظر ہو۔

(۲) زبان سے آگاہ ہو اور اشتقاقِ لفظی سے واقف ہو۔

(۳) قیافہ شناس اور مردم شناس ہو۔

Marfat.com

(۴) اصولِ تعبیر میں ماہر ہو۔

(۵) عفیف النفس اور پرہیزگار اور پاکیزہ اور پسندیدہ افعال اور پسندیدہ اخلاق اور صادق القول ہو۔

تعبیر دینے میں لوگوں کے حالات اور اختلافِ زمان و مکان و احوال کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کبھی مثل مشہور پر۔ کبھی صاحب خواب کے اسم و نوع و مثل وہم نام پر۔ کبھی مشتقات پر۔ اور اکثر قرآن وحدیث کے مضامین کے مطابق و نیز کبھی برعکس پر تعبیر دی جاتی ہے۔

درختوں کے پھلنے اور پھلوں کے پختہ ہونے کا موسم اور شب کے آخری حصہ اور وقتِ قیلولہ کے خواب اکثر اصدق ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعبیر جلد پوری ہوتی ہے۔ برعکس اس کے موسم زمستان اور بارش کے خواب نسبتاً ضعیف ہوتے ہیں۔

خواب کو غلط بیان کرنا حق تعالیٰ پر گویا بہتان باندھنا ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ غلط بیانی اصل خواب کو فاسد کر دیتی ہے۔

بلحاظ اُس بیداری کے جو عالم آخرت میں نصیب ہوگی اس دُنیا کی زندگی بھی ایک خواب ہے۔ گویا اس دُنیا میں انسان سو رہا ہے۔ جب مرے گا تب بیدار ہوگا۔ اور جو خواب یہاں دیکھا ہے، اُس کی وہاں تعبیر پائے گا۔ مثل متذکرۂ بالا اقسام کے یہ خواب بھی تین اقسام پر ہیں:۔

پہلی قسم کا خواب جو نفسِ مطمئنہ کا خواب ہے علم وعمل ہے۔

دوسری قسم کا خواب جو نفسانی ہے تصورات و تصدیقات قلبی ہیں۔

تیسری قسم جو اضغاثِ احلام ہیں حرص و طمع دُنیا سے متعلق ہیں۔

بہترین خواب جو اِنسان اس دُنیا میں دیکھ سکتا ہے یہ ہے کہ وہ نُورِ نبوّت کو حاصل کرے اور اپنے قلب کی آنکھ سے حقیقت الٰہیہ کا مشاہدہ کرے۔ ایسے خواب کا دیکھنے والا خواب ہی کی حالت میں خواب کی لذّت و حلاوت کا ذائقہ چکھے گا اور بیدار ہونے پر اس سچے خواب کی حقیقی تعبیر سے نوازا جائے گا اور سرفراز فرمایا جائے گا۔

رویت:۔ کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا نہ کہ بصیرت سے معلوم کرنا۔

ریا:۔ دکھلاوے کی غرض سے عبادت کرنا۔ اعمال و عبادات میں خلق پر نظر رکھنا اور حق تعالیٰ سے غافل رہنا

Marfat.com

ر دل میں یہ مرض نہیں اور عبادت جو کہ خلوص نیت پر مبنی ہو لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو اُسے ریا نہ کہیں گے۔ ایسا
وتا تو اذان اور نماز کا باجماعت ادا کرنا اور فریضۂ حج کی ادائگی اور جہاد میں شرکت اور اس قسم کی جملہ عبادات جو
ںلی الاعلان ادا کی جاتی ہیں ممنوع ہوتیں مگر ایسا نہیں ہے۔ ریا کا ٹھکانہ قلب میں ہے نہ کہ اعمال میں۔

یاضت :۔ تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق اور اوصافِ ملکوتی کے حصول میں مشقّت کا اُٹھانا۔

یحان :۔ وہ نور جو ریاضت اور تصفیۂ باطن سے حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

ز

زاجر :- داعی الی اللہ۔ وہ فرشتہ جو دل میں متوجہ الی اللہ ہونے کی رغبت پیدا کرتا ہے۔

زاہد :- جو حظِ نفس کو چھوڑ دے۔ دُنیا اور دُنیا کے متعلق جملہ آرزوؤں سے دست بردار ہو جائے۔ زیادتی اور فضولی سے اعراض کرے۔ دل خالی کر دے تاکہ ہاتھ خالی رہیں۔ حادث کو قدیم کے لئے ترک کر دے۔ مجاز و تشبیہ سے اجتناب کرے اور تنزیہ محضہ اختیار کرے۔

زہد دراصل تھوڑی چیز پر قناعت کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لئے زاہد عام طور پر اُسے کہتے ہیں جو بقدرِ ضرورت تھوڑی دُنیا پر قناعت کرے۔ مگر سالک حقیقتاً "بڑا حریص ہوتا ہے۔ تھوڑی چیز پر قناعت نہیں کرتا۔ بلکہ چھوٹی چیز کو بڑی چیز کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔ حادث کو قدیم کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ فانی کو باقی کی لالچ میں ترک کر دیتا ہے اور اسفل سے بیزار ہو کر اعلیٰ کی جانب لپکتا ہے۔

زاہدِ خشک :- وہ زاہد جس میں بوئے عشق نہ ہو۔ جاہل و بے معنی و ریاکار۔

زبان :- اسرارِ الٰہی۔

زجاجہ :- مظاہرِ حسّی کی صُورتیں جن کے ذریعے سے حق تعالیٰ مبتدی کے لئے جو کہ شہودِ جمالِ مطلق تک نہ پہنچا ہو عالمِ مثال میں متجلّی ہوتا ہے۔ اِس قسم کی تجلّی کو تجلّیِ افعالی کہتے ہیں۔ جن صُورتوں میں یہ تجلّی واقع ہوتی ہے وہ زجاجہ ہیں۔

زر :- کنایہ ہے ریاضت و مجاہدہ سے۔ ریاضت و مجاہدہ ہی وہ زادِ راہ ہے جس سے مسافرِ آخرت اپنا

Marfat.com

سلوک طے کرتا ہے۔

زردی :- صفتِ سلوک. سلوک میں عشق کو بڑا دخل ہے اور عاشق کو زردی سے ایک مناسبتِ خاص ہوتی ہے۔ لہٰذا زردی سے صفتِ سلوک کی جانب کنایہ کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ :- ترک و ایثار و تصفیہ جس طرح زکوٰۃ دے کر بقیہ مال کو پاک کر لیا جاتا ہے اسی طرح ترک و ایثار سے بھی تصفیۂ قلب حاصل ہوتا ہے۔

زُلف :- سلسلۂ تعینات۔ تجلیاتِ جلالی در صُورِ جسمانی۔ جذبِ الٰہی۔ پریشان کرنے والی حالت یا پریشانی۔ ابتلا۔ مقامِ راز و اخفا۔ مظاہرِ کثرت۔ احکامِ کثرت کی قیود کے واسطہ سے گرفتاریٔ عشاق۔ زلف میں سیاہی بھی ہے اور درازی بھی۔ تعینات بھی حجاب ہیں اور بوجہ حجاب ہونے کے سیاہ ہیں۔ اور مثل زُلف دراز کے تعینات بھی بے شُمار اور لاتعداد ہیں۔ زلف رُخِ زیبا کو چھُپا لیتی ہے۔ تعینات بھی ذات کو یعنی وجہ واحد حقیقی کو چھُپا دیتے ہیں ؎

عاشقِ دیوانہ چوں خواہد کہ بیند روئے یار ÷ زُلفِ او آشفتہ گشتہ و پیچ و تابی میکند

سلسلۂ زلفِ معشوق وہ زنجیر ہے جس میں عشاق جکڑ لیے جاتے ہیں اور قیودِ کثرت سے گزرنے نہیں پاتے۔ زلف کا پیچ و تاب یا خمِ زلف وہ اشکالِ الٰہی ہیں جن تک ہر کس و ناکس کی رسائی نہیں ہوتی۔ زلف کا پُر چین ہونا قیودِ احکامِ کثرت ہیں اور ہر چیز اور ہر شخص بوجہ ایک تعیّن ہونے کے زلف کی ایک شکن ہے۔ اِنسانِ کامل کو سرِ زلف سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ سلسلۂ تعیّنات کی وہ انتہا ہے۔ زلف کا کوتاہ کرنا قیودِ تعیّنات کا کسی قدر رفع کرنا ہے۔ برافشاندنِ زلف یا چین برافشاندنِ زلف سے مراد رفعِ تعیّنات ہے، اور ساکن داشتنِ زلف، تعیّنات کا بحال رکھنا ہے۔ سلسلۂ موجودات میں ہر لحہ اور ہر ساعت نئی نئی وضع اور نئے نئے طور پر تغیّرات و تنزّلات کا ایک سلسلۂ لامتناہی جاری رہتا ہے جو بے آرامیٔ زلف ہے۔ مہمِ زلف یا فہمِ زلف سے مراد تعیّنات کے راز کا معلوم کر لینا ہے۔

زُلف جس طرح رُخ کو مخفی کر دیتی ہے زلفِ دراز اپنی کجی اور پراگندگی میں قدِ معشوق کی راستی کو مخفی کر دیتی ہے۔ سلسلۂ زلفِ دراز عالمِ ظہور میں وہ تضادِ اسمائی اور تضادِ صفاتی اور وہ کجی و تخالف ہے جس نے راستیٔ قد کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔ راستیٔ قد سے اعتدال کی جانب اشارہ ہے۔ اور قد یا قامت سے اُس برزخ کی جانب

Marfat.com

اشارہ ہے جو اجتماعِ ضدّین یا جانبین یا طرفین ہے۔ کیونکہ قد وقامت میں بھی جانبین یا طرفین ہوتی ہیں۔
حضرتِ الٰہی میں قد یا قامت برزخ بین الوجوب والامکان ہے۔ اور راستیٔ قد یعنی اعتدال سے مراد تجلیٔ ذات
ہے جو جمیع ذراتِ کائنات میں یکساں طور پر پوشیدہ ہے۔ زلف یعنی ظہورِ تخالفِ اسمائی وصفاتی کی کجی و پراگندگی
تجلیِ ذات کے قامتِ راست کو پوشیدہ کر دیتی ہے۔ غلبۂ قیودِ کثرت سے طالب پیچیدگی میں گرفتار ہو جاتا ہے اور
مقامِ وحدت تک اُس کا عبور دشوار ہو جاتا ہے۔ زنجیرِ زلف یعنی احکامِ کثرت نے ہزاروں دلوں کو اپنے پیچ وخم میں
اُلجھا رکھا ہے مگر ایک جھٹکے میں یہ دل رہائی پا جاتے ہیں۔ یہ پیچ وخم حلقہائے زنجیر ہیں جو بے انتہا اور بے شمار ہیں اور
زلف کو مسلسل بناتے ہوتے ہیں۔ اس زلف کو جھٹک دیا جائے یعنی پردہائے تعیناتِ جلالی وجمالی کو درہم برہم کر دیا
جائے تو دُنیا میں ایک بھی کافر نہ رہے۔ کیونکہ جو چیز پس پردہ مخفی ہے وہ ظاہر ہو جائے اور سارا عالم مشاہدۂ
جمالِ توحیدِ الٰہی سے سیراب ہو جائے اور ہر مشرک و کافر موحد بن جائے۔ برعکس اس کے اگر ظلمتِ تعینات کو پیوستہ
و دائم وساکن رکھا جائے اور حجاباتِ کثرت کو وحدت کے چہرہ پر سے اُٹھایا نہ جائے تو تمام جہان میں ایک بھی مومنِ حقیقی
اور شاہدِ توحیدِ عیانی نظر نہ آئے۔ زلف طالبانِ حق کے لئے ایک دام ہے۔ فتنہ ہے۔ امتحان ہے۔ زلف نے عقل
پر گرہ لگا دی اور معارفِ کشفی اور توحیدِ حقیقی کا راستہ عقل پر بند کر دیا بس یہ ہوتا ہے کہ اس زلفِ گلوگیر کو تیزی
سے اور شوخی سے اور طرح طرح کی اداؤں کے ساتھ بار بار جھٹکا جاتا ہے تاکہ نقابِ کثرت کے پیچھے سے جمالِ وحدت بھی
چمکتا رہے اور سالکوں کی محنت و ریاضت ٹھکانے لگے۔ بیقراریٔ زلف زلف کو کبھی آرام سے نہیں رہنے دیتی ہمیشہ
حرکت میں رکھتی ہے کبھی صبح کرتی ہے کبھی شام کبھی دن کبھی رات۔ کبھی ابر کبھی آفتاب۔ کبھی مومن بناتی ہے کبھی کافر
کبھی زندیق کبھی موحد کبھی خوف پیدا کرتی ہے کبھی رجا۔ کبھی قبض کبھی بسط۔ کبھی ہیبت کبھی اُنس۔ غرضیکہ کبھی رخِ
زیبا کی جھلک دکھلا دیتی ہے کبھی پھر اسے ڈھانپ دیتی ہے۔

طینتِ آدم کی سرشت اُس وقت ہوئی جب زلفِ معطّر کا لخلخہ اُسے سونگھایا گیا۔ اس زلف کو جامعیت
اور کثرت یعنی جملہ اسماء وصفات کی خوشبوؤں سے معطّر کیا گیا تھا چونکہ انسان مظہرِ جامعیت ہے اور انسان کا دل
حقیقت کو اپنے میں مخفی رکھتا ہے اس لئے دل بھی زلف کی طرح یک لحظہ قرار نہیں پکڑتا اور تجلیاتِ ذات پر لف
کرنے میں ہمیشہ منقلب رہتا ہے۔ مراتبِ کمال پر پہنچ کر بھی بوجہ جامعیت کے خیالاتِ ابتدائی کی جانب کسی وقت میل

Marfat.com

بیٹھتا ہے اور سالک کو اُن کی نفی پر از سرِ نو کمربستہ کر دیتا ہے کیونکہ راستہ دُور و دراز کا ہے اور بہت پیچ در پیچ واقع ہوا ہے۔ عشّاق کے دل اسی بنا پر زلفِ محبوب سے مشوّش رہتے ہیں کہ مظہریتِ کثرت باعثِ عدم سکونِ قلب اور مانعِ مشاہدۂ جمالِ جاناں ہو جایا کرتی ہے۔ زلف سے کبھی تجلّیٔ اسمِ ھُو اور کبھی ذاتِ خالص بلا اعتبارِ صفات کی جانب بھی کنایہ کیا جاتا ہے۔

گیسو وہ حبل المتین ہے جس کی گرفت سے عالمِ ھویت کی جانب راہ پیدا ہوتی ہے۔

موئے میاں سے اُس نظر کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے جو سالک کو اپنی اور اغیار کی محبّت کے قطع کرنے پر ہوتی ہے۔

زمان:۔ حرکتِ فلکِ اعظم کی مقدار چونکہ یہ حرکت دائمی ہے تعیّنات ایک دُوسرے سے اسی کے باعث مسبوق مفروض ہوتے ہیں بعض کی نسبت سے بعض ماضی اور بعض مُستقبل قرار دیئے جاتے ہیں۔ ماضی گیا اور وجود نہیں رکھتا۔ مُستقبل ابھی آیا نہیں اور کوئی وجود نہیں رکھتا۔ حال ماضی کی نہایت اور مُستقبل کی بدایت ہے یعنی ہر دو میں فاصل حد ہر دو میں مشترک ہے۔ گویا خطِ غیر متناہی مفروضہ میں ایک نقطۂ وہمی ہے۔ اس نقطۂ وہمی نے جسے حال کہتے ہیں تجدّدِ تعیّنات سے نہرِ رواں جاری کر رکھی ہے جس پر سرعتِ تجدّد کی وجہ سے مثل قطرہ ہائے باراں کے آبِ رواں کا توہّم ہوتا ہے تو گویا زمانہ ایک نہر جاری ہے نمودِ بے بود۔

بستان:۔ مقامِ کشف

زنّار:۔ سالک کی یک رنگی و یک جہتی اور راہِ دین میں مطابعت اور راہِ یقین میں استقامت۔ خدمت و طاعت۔ زلفِ معشوق سے

خسروا زنّار بند اوّل پس آنگہ سجدہ کن
پیشِ آں ابرو کہ بُت خانہ است آں محراب نیست

زنان:۔ جو حنانہ طبیعت میں مثل عورتوں کے خانہ نشین ہیں اور قیدِ نفس میں مقیّد ہیں۔ میدانِ طلب میں نکلنے کی ہمّت اور موانعات کو قطع کرنے کی شجاعت سے محروم ہیں۔ عورتوں کی طرح ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں۔

Marfat.com

زنخ :۔ زبان کی لذات کا محل۔
زنخدان :۔ لطف و عنایات قہر آمیز سے چاہ نورانی سے نکل کر چاہ ظلمانی میں جا پڑنا۔
زندگی :۔ محبوب کی نگاہ میں مقبولیت کا حاصل ہونا حقیقی زندگی ہے، اور اس کے برعکس جو حالت ہو وہ موت ہے۔
زورق :۔ کشتی تعین نشاء انسانی۔
سیر زورق :۔ نشاء انسانی کا منازل امواج کثرت عبور کر کے مقام وحدت تک پہنچنا۔
یوں تو بحر وحدت میں تعینات صوری و معنوی میں کا ہر تعین ایک زورق یعنی کشتی ہے مگر دریائے توحید میں سیر عیانی نشاء انسانی کے علاوہ کسی دوسرے مرتبہ میں میسر نہیں۔

Marfat.com

س

ساربان :- رہنما۔ سالک۔ مرشد۔ قضا و قدر کیونکہ یہ بھی ساربانی کرتی ہے۔

ساعد :- صفتِ قدر و قوّت۔

ساغر :- ہر وہ چیز جس میں مشاہدۂ انوارِ غیبی اور ادراکِ معانی ہو۔ اسے پیمانہ بھی کہتے ہیں۔

ساقی :- شرابِ محبتِ الٰہی کا پلانے والا۔ اسرارِ الٰہی کے ساغر دلوں میں ڈھلکانے والا۔ انکشافِ حقائق پر رغبت دلانے والا۔ رموزِ کشفی اور حقائق و معارف کا بیان کرنے والا اور دلوں کو نغمۂ توحید سُنا سُنا کر مستیوں میں لانے والا۔ پیر کامل و مرشد مکمّل۔ حق تعالیٰ بلحاظ اس کے کہ وہ محبوبِ حقیقی اور مفیضِ اصلی ہے۔

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ (الدهر ع)	اور پلاوے گا اُن کو رب اُن کا شرابِ طہور۔

صُوَرِ مثالیہ و جمالیہ دیکھ کر بھی مستی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ان صورتوں کو بھی ساقی کہہ دیتے ہیں۔

ساقی کو مطرب بھی کہہ دیا کرتے ہیں کیونکہ ترانۂ محبت اور نغمۂ توحید سُنا کر مست کر دینے میں ساقی مطرب کا کام دیتا ہے۔

سبزی۔ سپیدی۔ سُرخی :- سبزی کمالِ لطف کو کہتے ہیں جو باعثِ شادابی ہے۔ سپیدی یکرنگی اور صفائی کو کہتے ہیں۔ سُرخی قوتِ سلوک ہے جو سُرخ روئی کا باعث ہوتی ہے۔

ستر :- پردہ جو عوام کے لئے سزائے غفلت اور خواص کے لئے رحمتِ حق ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر ذاتِ باری تعالیٰ اپنے چہرہ سے پردہ دُور فرما دے تو اُس کے چہرہ کے انوار جہاں تک اُس کی بصر پہنچے سب کچھ جلا کر خاک کر دیں۔ چنانچہ

Marfat.com

جب انوارِ حقیقت اپنی شعاعیں قلبِ عارف پر ڈالتے ہیں اُس وقت خاصانِ خُدا اپنے قلب پر ایک ایسا پردہ طلب کرتے ہیں جو اس تجلّی کا انھیں متحمل بنادے اور استتار سے اُن کی اُس وقت یہی مراد ہوتی ہے۔

سحق :۔ قہرِ الٰہی کے تحت میں ترکیبِ انسانی کا پراگندہ ہوجانا۔

سدرۃ المنتہیٰ :۔ وہ انتہائی مقام جس کے ذریعہ سے مخلوق اپنی سیر میں خُدائے تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ اس سے اُوپر کسی کی رسائی نہیں۔ ہاتھی کے کان برابر پتّوں والا بیر کا درخت یہیں ہے۔

سرائر :۔ جمع ہے سریرۃ کی۔ سالک کا وصولِ تام میں حق تعالیٰ میں محو ہوجانا۔ مقام لِیْ مَعَ اللّٰہِ۔

سردی :۔ نفس کا فارغ ہونا۔

سرکشی :۔ سالک کی سرکشی یہ ہے کہ ارادہ و مراد و خواہشات کی مخالفت پر اڑا رہے۔ اس کے برعکس حالت کو سرکشیٔ نفس کہتے ہیں۔

سفر :۔ سالکوں کی اصطلاح میں ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب حرکتِ معنوی کو سفر سے تعبیر کرتے ہیں۔

سقف المرفوع :۔ مکاناتِ عالیہ الٰہیہ جو قلبِ سالک میں واقع ہے۔ حقیقتِ الٰہیہ۔ بیت المرفوع کی جہت الوہیت ہے۔ اور بیت قلب ہے۔

سُکر :۔ حیرت و وحشت و ولہ و غایتِ بیخودی و مدہوشی و تعطّلِ عقل جو مشاہدۂ جمالِ معشوق کا نتیجہ ہو۔ یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے اور طرب و التذاذ کا باعث ہوتی ہے۔

سکینہ :۔ نورِ طمانیت جو حق تعالیٰ کی جانب سے قلبِ سالک پر وارد ہوتا ہے اور سکون و اطمینان کا باعث بنتا ہے اور پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے عین الیقین کا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ (الفتح۔ ع)	وہی (اللہ) ہے جس نے نازل فرمائی تسکین بیچ ایمان والوں کے دلوں کے تاکہ بڑھ جاویں ایمان میں ساتھ اپنے ایمان کے۔

سلاب :۔ سلبِ اختیارِ سالک جمیع احوال و اعمالِ ظاہری و باطنی میں۔

سلام :۔ درودِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

Marfat.com

سلامتی :۔ تجرید کونین اور تفرید از دارین کیونکہ حقیقی سلامتی اسی میں ہے۔

سلسلہ :۔ جماعتِ روحانی جو آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہوں۔

سُلطانی :۔ وارداتِ الٰہی۔ اعمال و احوال کا عشاق پر جاری ہونا۔

سلوک :۔ خدا تک پہنچنے کا راستہ بطریقِ سیرِ کشفی عیانی۔ نہ کہ بطریقِ استدلال۔ اس راستہ پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ وقتِ خاص یا اوقاتِ خاص میں مبتدی پر یادِ باری تعالیٰ کا اس درجہ غلبہ ہوتا ہے کہ دوسرے خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ یہ منجانب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو باعثِ ترقیات مزید ہے۔ اس حالت کو صفائی مبتدی کہتے ہیں۔ جو پہلی قسم ہے صفائی وقت کی کیونکہ یہ حالت مبتدیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کے صُوفی کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔

صُوفی پر جب ایسے اوقات آتے ہیں جن میں اُس پر تجلّیات وارد ہوتی ہیں تو اس حالت کو صفائی متوسّط کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حالت متوسّطین پر طاری ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کے صُوفی کو مجذوب کہتے ہیں۔ جب صوفی واصلِ ذات ہو کر مقامِ تمکین میں پہنچتا ہے تو اُس حالت کا نام صفائی منتہی ہے۔ اس مرتبہ کے صُوفی کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔

طالبانِ راہِ حق کی طبائع میں بہت کچھ اختلاف ہوتا ہے اور سب کو ایک ہی لکڑی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔ شیخ طبیبِ دل ہوتا ہے اور ہر مریض کی طبیعت پر نظر کر کے اور نوعیتِ مرض کو دیکھ کر اُس کا علاج کرتا ہے اور اس کے مناسب حال نسخہ اُس کے لئے تجویز کرتا ہے۔ اس لئے سلوک کے طریقے بے تعداد ہیں۔ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنفَاسِ الْخَلَائِقِ لیکن تین طریقے زیادہ عام اور اقرب ہیں :۔

طریقِ اخیار :۔ کثرتِ صوم و صلوٰۃ و تلاوت و حج و جہاد وغیرہ کے ذریعہ منزلِ مقصود پر پہنچنا۔

طریقِ اصحابِ مجاہدات و ریاضات :۔ اخلاقِ ذمیمہ کو جد و جہد اور محنت و کوشش اور ریاضت مجاہدے سے اخلاقِ حمیدہ میں تبدیل کرنا اور اس طور پر عالمِ علوی سے مناسبت پیدا کر کے اپنا راستہ طے کرنا۔

طریقِ اصحابِ شطّاریہ :۔ ریاضت سے گریز۔ صحبتِ خلق سے پرہیز۔ ماسوے سے بیزاری۔ درد و اشتیاق ذوق و شوق اور ذکر و فکر کے علاوہ کسی اور شغل سے سروکار نہ رکھنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے۔ اوّل الذکر دونوں طریقوں کے مقابلہ میں وصول الی اللہ کا یہ طریقہ زیادہ اقرب و قوی ہے۔ کامیابی کے لئے کششِ ربّانی نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس عنایتِ الٰہی سے وہی نوازے جاتے ہیں جو اس راستہ میں جد و جہد کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا ۔
(العنکبوت ۔ ع)

اور جن لوگوں نے کہ محنت کی بیچ راہ ہماری کے البتہ دکھا دیں گے ہم اُن کو راہ اپنی ۔

مندرجہ ذیل دائرہ سے سلوک کی ابتدائی درمیانی اور انتہائی منازل کے متعلق کسی قدر اجمالی معلومات اور اصطلاحی تفہیم میں مدد ملے گی :۔

(لاتعین ۔ احدیت)

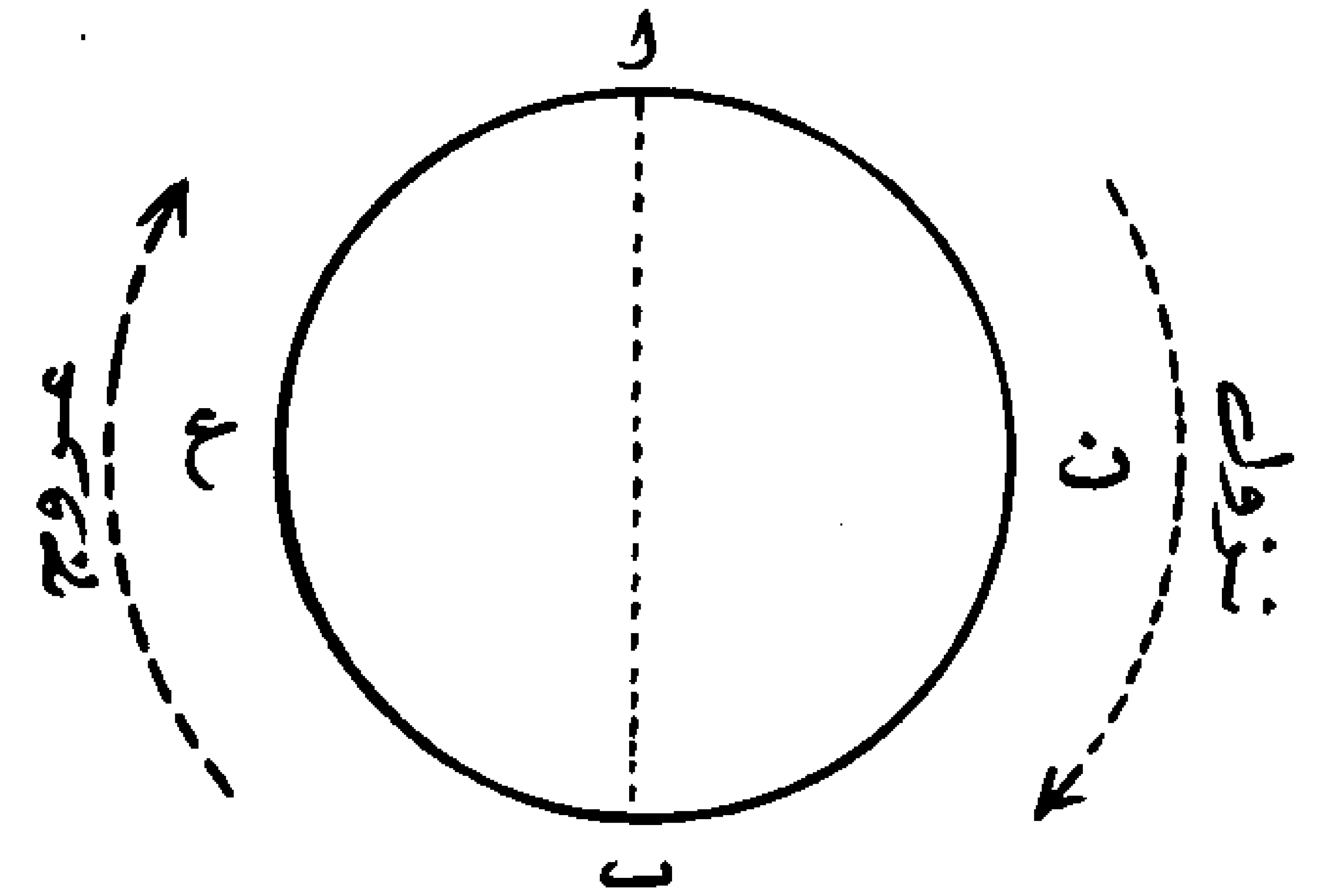

(انسان ۔ تقید)

ب اس دائرہ میں مبتدی کا مقام ہے ۔ جب سالک پورے دائرہ کو طے کر کے پھر اُسی مقام پر آجاتا ہے تو وہی ب منتہی کا مقام ہو جاتا ہے ۔ اَلنِّھَایَۃُ رُجُوۡعُ اِلَی الۡبِدَایَۃِ سے اسی امر کی جانب اشارہ ہوتا ہے ۔ دائرہ میں ب کے مقابل سب سے اُونچا مقام ا (الف) ہے ۔ قوس ب ع ا عروجی راستہ ہے ا یعنی لاتعین تک پہنچنے کا ۔ یہاں پہنچ کر سالک سکر ، بیخودی ، فنا ، اور فناء الفناء سے آشنا ہوتا ہے ۔ گو دائرہ میں یہ سب سے اُونچا مقام ہے مگر سلوک میں یہ انتہائی مقام نہیں ۔ فنائیت مرتبۂ کمال نہیں ۔ بلکہ کمال بقاء بعد الفناء ہے جسے بقا باللہ کہتے ہیں ۔ کیونکہ اطلاق تک پہنچنے سے قبل سالک اشیاء کو مِن کُلِّ الوجوہ غیر دیکھتا تھا اور سیر ماسوئی میں اپنے کو مشغول پاتا تھا ۔ سکر و استغراق میں پہنچ کر اُسے نہ کثرتِ حقیقی نظر آتی ہے نہ کثرتِ مجازی ۔ حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ آئینۂ کثرت میں وہ وحدت دیکھے اور کثرت حجابِ وحدت نہ ہونے پائے خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں دیکھے ۔ یہ بات اُس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ مبداء یعنی ب سے چل کر سالک بمقام اطلاق ا پر پہنچے اور ا سے سیرِ نزولی اختیار کر کے قوس ا ن ب طے کرتا ہوا پھر آغاز و تقید (یعنی ب) پر آئے اور مثل سابق مقامِ عبودیت و متابعت میں پہنچے ۔ سلوک

Marfat.com

کی تکمیل اسی مقام پر ہوتی ہے اسی مقام پر پہنچ کر سالک کے سر پر خلافت کا تاج پہنایا جاتا ہے اور ناقصوں کی تکمیل کی خدمت اُس کے سپرد کی جاتی ہے سُکر سے نکل کر صحو میں آتا ہے اور مقامِ تمکین و تعین دونوں میں متمکّن ہو کر خلیفۂ حق اور ہادی و رہنما بنتا ہے۔

سلوک کی کتابوں میں ابتدائی صورت میں ب کی جانب اشارہ مندرجۂ ذیل اصطلاحات سے کیا جاتا ہے :۔

مبتدا۔ بدایت۔ تقید۔ تعیّن۔ فرق۔ کثرت۔ بُعد۔

قوس عروجی یعنی ب ع ا کی جانب مندرجۂ ذیل اصطلاحات سے اِشارہ کیا جاتا ہے :۔

سیرِ عروجی۔ سیر الی اللہ۔ عروج۔

مقام ا کی جانب اشارہ مندرجۂ ذیل اصطلاحات سے کیا جاتا ہے :۔

اطلاق۔ احدیت۔ تلوین۔ سُکر۔ استغراق۔ بے خودی۔ فنا۔ فناء الفنا۔ سیر فی اللہ۔ جمع ؎

سالکانِ سرِ کوئے تو بنا شند بہوش ٭ کان زمینے ست کہ آنجا ہمہ مجنوں خیزد (خسروؒ)

قوس نزولی یعنی ا ن ب کی جانب اِشارہ مندرجۂ ذیل اصطلاحات سے کیا جاتا ہے :۔

سیرِ نزولی۔ سیر من اللہ۔ سیر مع اللہ۔ سیر باللہ۔ سیرِ رجوعی۔

دائرہ کو پوری طرح عبور کر کے جب سالک واپس اُسی مقام ب پر آتا ہے جس سے کہ اُس نے ابتدا کی تھی تو اس صورت میں مندرجۂ ذیل اصطلاحات سے اُس مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے :۔

نہایت۔ صحو۔ صحو بعد المحو۔ تمکین۔ تکمیل۔ عبدیت۔ عبودیت۔ انسان۔ انسانِ کامل۔ بقا۔ بقاء۔ بقاء بعد الفنا۔ بقاء باللہ۔ جمع الجمع۔ فرق بعد الجمع۔ فرق ثانی۔ صحو ثانی۔

حضرات نقشبندیہ مجدّدیہ کے ہاں سلوک طے کرنے کا جُداگانہ طریق ہے چونکہ اس کتاب کے ان مضامین کا مقصد سلوک طے کرانا نہیں بلکہ اصطلاحات کی تفہیم ہے اس لئے سلوک مجدّدیہ کا نقشہ ذیل میں درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو اصطلاحات کی وضاحت کے لئے کافی ہوگا (نقشۂ سلوک)۔

حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی مشہور گیارہ مصطلحات جن سے سالکین کو سابقہ پڑتا ہے۔ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) ھوش دردم :۔ جو سانس نکلے یادِ الٰہی میں نکلے۔ غفلت کسی وقت راہ نہ پاتے۔ ہمیشہ ہوشیار اور اپنے

Marfat.com

نفس پر آگاہ رہے۔ اس شغل سے تفرقۂ انفسی دفع ہوتا ہے۔

(۲) نظر بر قدم :۔ چلتے پھرتے وقت نگاہ کو اپنی پشت پا پر رکھنا تاکہ نظر پراگندہ نہ ہو اور جمعیتِ خاطر رہے کیونکہ ابتداء میں دل تابعِ نظر ہوتا ہے اور پریشانیٔ نظر پریشانیٔ دل کا باعث ہوتی ہے۔ نظر بر قدم سے سرعتِ سیر کی جانب بھی اشارہ ہوسکتا ہے۔ یعنی یہ کہ قطعِ مسافتِ ہستی اور عبور بر عقباتِ خود پرستی میں سالک کی نظر جہاں تک پہنچے فوراً قدم بڑھا کر وہیں پر رکھدے۔

(۳) سفر در وطن :۔ سالک کا طبیعتِ بشری میں ایک مقام سے دوسرے مقام یعنی صفاتِ ذمیمہ سے صفاتِ حمیدہ پر جانا اور تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ پر عمل کرنا سفر در وطن ہے۔

(۴) خلوت در انجمن :۔ بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بباطن حق تعالیٰ کے حضور میں رہنا۔ ہر حال میں متوجّہ الی اللہ رہنا۔

(۵) یاد کرد :۔ ذکر لسانی وقلبی جس سے غفلت دور ہو اور حق تعالیٰ کی یاد تازہ رہے۔

(۶) بازگشت :۔ جب ذاکر دل یا زبان سے کلمۂ طیبّہ کا ذکر کرے تو ہر بار اپنے دل میں یہ مناجات کرے کہ

"الٰہی مقصود میرا تُو ہے اور تیری رضا ہے۔ تیرے ہی لئے میں نے دُنیا و آخرت کو ترک کیا ہے۔ تُو اپنی ہی نعمتیں عطا فرما اور اپنی ہی بارگاہ میں وصولِ تمام عنایت فرما۔"

ذکر میں یہ شرط نہایت عظیم ہے۔ جسے ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے۔

(۷) نگاھداشت :۔ نگرانیٔ خاطر از خطراتِ ماسوی اللہ۔ مثلاً اس بات کی نگہداشت رکھے کہ اگر سالک ایک دم میں سَو بار کلمۂ طیبّہ کہے تو اس درمیان میں ایک بار بھی خیال اِدھر اُدھر نہ بھٹکنے پائے بلکہ اسماء وصفات سے غافل ہو کر احدیتِ مجرّدہ اور وراء الوراء ہی پر نظر رکھے۔

(۸) یادداشت :۔ حق تعالیٰ کی جانب ہردم اور ہر حال میں بسبیلِ ذوق متوجہ رہے۔ بعض کے نزدیک یادداشت سے مراد حضورِ بے غیب ہے۔ اہلِ تحقیق کے نزدیک یادداشت یہ ہے کہ سالک کے دل پر استیلائے شہودِ حق بتوسّطِ حُبِّ ذاتی ہو جائے اور اسی کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ یہ دولت بدون فناء تام اور بقائے کامل حاصل نہیں ہوتی۔

(۹) وقوفِ زمانی :۔ بندہ ہر حال میں اپنے احوال پر واقف رہے۔ اگر طاعت میں ہے تو شکر اور معصیت

Marfat.com

میں ہے تو استغفار کرے یا پاس انفاس میں حضور و غفلت کا خیال رکھے۔ یا قبض و بسط پر نظر رکھے اور شکر کے موقع پر شکر اور استغفار کے موقعہ پر توبہ و استغفار کرے۔ اسے محاسبہ بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) وقوفِ عددی :۔ نفی اثبات کے ذکر میں عددِ طاق کی رعایت رکھنا بلحاظ اس کے کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ ذکرِ قلبی میں اس نوعیت کی رعایتِ عددی تفرقہ کے دُور کرنے اور جمعیت خاطر کے پیدا کرنے میں خاص طور پر مؤثر ہے۔

(۱۱) وقوفِ قلبی :۔ ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہنا۔ دل میں حق تعالیٰ سے آگاہی اور اس کا حضور اس طور پر ہو کہ غیرِ حق سے مطلق علاقہ نہ رہے۔ دورانِ ذکر میں اس نوعیت کا ارتباط اور اس قسم کی حضوری و آگاہی ایک ضروری شرط ہے جس کے بغیر ذکر مؤثر نہیں ہوتا۔

سالک کا فرض ہے کہ ہر دم بڑھا چلا جائے جو قدم پڑے آگے ہی کی جانب پڑے۔ نہ کہیں ٹھہرے نہ پیچھے ہٹے۔ ٹھہرنا مضر ہے اور پیچھے ہٹنا سلوک کے لئے مہلک سالک اُسی کو کہتے ہیں جو ساعت بساعت ترقی کرتا ہے۔

واقف اُسے کہتے ہیں جو کسی مقام پر رُک جائے یا ٹھہر جائے اور ترقی اُس کی بند ہو جائے۔ ایسی حالت کو جمود یا حالتِ جمودی کہتے ہیں۔ ایسا شخص کسی مقام پر دیر تک اَڑا رہے تو پھر لازمی طور پر وہ پیچھے کی جانب ہٹنے لگتا ہے۔

راجع اُسے کہتے ہیں جو پیچھے کی جانب ہٹے۔ اس رجعت کا فوراً ہی معقول علاج نہ کیا جائے تو حالت مایوسی کی ہو جاتی ہے۔

کامل کی سیرِ عروجی و نزولی کے دَورِ پرکار کی طرح ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ بس جو حال اُس کے ساتھ دائمی ہوتا ہے، یہ ہوتا ہے کہ حجاباتِ کثرت ہمیشہ مرتفع رہتے ہیں۔ وہ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔

سالکِ ہالک وہ ہے جو ابتدائے حال میں مقیّد بہ مجاز رہا ہو۔

سالک واصل المسالک وہ ہے جو ابتدائے سلوک ہی سے محکوم بہ حقیقت رہا ہو اور جس نے اپنا سینہ جُملہ بُتانِ مجازی سے ہمیشہ پاک و صاف رکھا ہو۔ وہ سالک جو مقامات کو از روئے حال طے کرتا ہو۔ نہ کہ صرف علم و تصور سے۔

سماع :۔ دِل کش آواز میں ایک موہنی ہوتی ہے۔ ہر سلیم الطبع اِنسان کی فطرت میں خدا نے یہ بات رکھی ہے کہ

Marfat.com

وہ صدائے دلکش اور نغمۂ شیریں سُن کر محظوظ ہو مسرور ہو اور مستی میں آجاتے۔ صوتِ ہوش ربا جانوروں تک کے لئے کشش مقناطیسی اور جذبِ کہربائی رکھتی ہے۔ بچے تک اُسے سُن کر بیخود ہو جاتے ہیں۔ یوں بھی اِنسان کو آواز سے بہت کچھ تعلّق ہے۔ باہمی تعلّقات کا پیدا کرنا اور قائم رکھنا۔ تعلیم و تعلّم کے سلسلہ کا اجرا۔ تبادلۂ خیالات اور اس قسم کے جُملہ امور کے لئے اِشارات اور کنایات کافی نہ سمجھے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے آواز کو پیدا کیا تاکہ طلبِ منفعت اور کمالاتِ مقصودہ تک پہنچنے میں انسان اس سے مدد لے اور فائدہ اُٹھائے۔ چونکہ آواز بہت بڑی اِنسانی ضرورت کو پُورا کرنے والی چیز ثابت ہوئی اور رحمتِ حق تعالیٰ سے بطور انعام کے اِنسان کو مرحمت ہوئی اور اِنسان نے یہ دیکھا کہ اُس کی طبیعت گویا اس آواز ہی کی صوری و معنوی کمالات کی تصویر ہے اس لئے اُس نے طبعی طور پر آواز سے محبّت کی۔ اُس کی وحشتیں اس سے دُور ہوئیں۔ اُس کی ترقّی کے راستے اس سے پیدا ہوئے اور کھُلے اور ان راستوں کے طے کرنے میں اُسے اس سے مدد ملی جب اس آواز میں خوش ترکیبیاں شامل ہوئیں اور دِل کشیاں بڑھیں اور مدہوشیاں پیدا کرنے والے ساز و سامان کا اضافہ ہوا تو وہ محبّتِ طبعی جوش میں آئی۔ لذّتیں آنے لگیں، مستیاں بڑھیں اور بے خودیاں طاری ہونی شروع ہوئیں۔ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ[1]۔ اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے خلقت میں جو چاہتا ہے۔ یعنی جسمی ترکیب میں زیادتی فرما دیتا ہے مفسّرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس زیادتی سے اِشارہ خوش آوازی کی جانب ہے جو ترکیب جسمانی پر ایک اضافہ ہے۔

سب سے پہلی مستی جو رُوحِ اِنسانی پر طاری ہوئی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[2] کے دل کش نغمہ کو سُن کر طاری ہوئی اور سب سے آخری مستی جو اُس پر طاری ہوگی اُس آخری نفخِ صور کو سُن کر طاری ہوگی جس کی حیات بخش آواز مُردوں میں جان ڈال دے گی اور جسے سُن کر مُردے زندہ ہو جائیں گے اور رقص کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ آوازیں دونوں کرشمے ہیں۔ زندوں کو مُردہ کر دیتی ہے اور مُردوں کو زندہ۔ پہلا نفخِ صور زندوں کو مُردہ کر دیگا اور دُوسرا نفخِ صور مُردوں کو زندہ۔ داؤد علیہ السّلام کو حق تعالیٰ نے حسنِ صوت اور خوش الحانی کا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ جب آپ زبور شریف کی لحنِ داؤدی میں تلاوت فرماتے تھے تو آپ کی مجلس میں بعض سُننے والے جان

[1] (الفاطر۔ رکوع ۱)　[2] (الاعراف۔ رکوع ۲۲)

Marfat.com

دے دیتے تھے اور مجلس کے اختتام پر وہاں سے جنازے اُٹھتے تھے۔ صوفیائے کرام کے واقعات مشہور ہیں جنھوں نے کسی شعرِ لطیف یا مصرعہ بلیغ کو سُنا اور جان فدا نے حق کر دی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے وصال کا واقعہ زبان زدِ خاص وعام ہے۔ حالتِ سماع میں ایک شعر پر خنجرِ تسلیم ورضا کے نیچے قربان ہو گئے۔ مگر اللہ رے قدرتِ تصرف واقتدار۔ کس انوکھی شان کے ساتھ آپ اس میدانِ جانبازی میں رونق افروز ہوتے۔ اور عروج ونزول دونوں پر کس درجہ اقتدار کا آپ کے پتہ چلتا ہے کہ کئی دن تک یہ ہوش اُڑا دینے والا منظر پیشِ نظر رہا کہ پہلے مصرعہ پر آپ جاں بحق تسلیم ہو جاتے تھے اور دُوسرے مصرعہ پر از سرِ نو زندہ ہو کر تڑپنے لگتے تھے۔ اگر اُس وقت کے شرکائے بزم اس بے مثل آمد وشد سے حواس باختہ نہ ہو جاتے اور قوالوں کو پہلے مصرعہ کے اختتام پر اور دُوسرے مصرعہ کے آغاز سے قبل نہ روک دیا جاتا جیسا کہ انھوں نے بالآخر عاجز آ کر کیا تو ایک شہیدِ محبت کے اس مرنے جینے کے کھیل کو دُنیا قیامت تک دیکھتی رہتی۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ اپنی ایک غزل میں اس واقعہ کی جانب اشارہ فرماتے ہیں کہ ؎

جاں بریں یک بیت داد است آں بزرگ ؞ آرے ایں گوہر کانے دیگر است

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ؞ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً۔ یعنی تحقیق بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔ ہر چیز میں ایک حُسن ہے۔ کسی شعر میں حکمت کا ہونا اُس شعر کا حُسن ہے۔ ترکیبِ الفاظ اور نشستِ الفاظ اور اندازِ بیان میں بھی خوبی اور لطافت ہو تو اُس حُسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح آواز میں دِل کشی کا ہونا آواز کا حسن ہے۔ جب دِل کش آواز میں طبع زاد یا اصُول وقواعدِ موسیقی کی پابندی سے تناسب وموزونیت کو ترقی دے دی جاتی ہے تو یہ حُسن بڑھ جاتا ہے۔ جب یہ دونوں حُسن یعنی حُسنِ کلام اور حُسنِ آواز آپس میں مل جاتے ہیں۔ جب ان دونوں میں باہمی ترکیب لطیف واقع ہو جاتی ہے۔ جب ان میں سے ایک دُوسرے سے مدد ملتی ہے تو اس کا مجموعی اثر جو ذوقِ سلیم رکھنے والی طبائع پر پڑتا ہے اُس کا اندازہ کچھ وہی خوب کر سکتے ہیں جو اس بحرِ مواج کے شناور ہیں ع

قدرِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنے شیخ اور والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے چند مشاہدات وانکشافات اپنی کتاب انفاس العارفین میں نقل فرماتے ہیں۔ ایک مقام پر شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے حضرت

Marfat.com

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ جو لطیف گفتگو درمیان صاحبِ مزار اور شاہ صاحب کے دورانِ مشاہدہ میں واقع ہوئی۔ اس موقعہ پر خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ یہ واضح رہے کہ شاہ صاحب موصوف نقش بندی تھے اور سماع نہ سنتے تھے۔ گفتگو حسب ذیل تھی:۔

فرمایا (یعنی حضرت قطب صاحبؒ نے): "شعر کے حق میں تم کیا کہتے ہو۔؟"

میں نے کہا: "کَلَامٌ حَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ"

فرمایا: "بارک اللہ خوش آواز کے حق میں کیا کہتے ہو۔؟"

میں نے کہا: "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ" یعنی یہ فضل ہے اللہ کا جسے چاہے دے۔

فرمایا: "بارک اللہ۔ جب دونوں جمع ہو جائیں تو اس میں تم کیا کہتے ہو۔؟"

میں نے کہا: "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَّهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" یعنی نور پر نور۔ ہدایت فرماتا ہے اللہ اپنے نور کی جانب جسے چاہتا ہے۔

فرمایا: "بارک اللہ۔ جو کچھ ہم کرتے تھے وہ اس سے زیادہ نہ تھا۔ تم بھی کبھی کبھی ایک دو بیت سنتے رہو۔"

سماعِ صوفیہ محض گانا سننا یا اشعار سننا یا کمالاتِ موسیقی سے حظِ نفس حاصل کرنا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں سماع سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان حضرات کے نزدیک مجلسِ سماع اس کو کہتے ہیں جبکہ اہلِ صفا حظوظِ نفسانی سے مجرّد اور عاداتِ شہوانی سے بے تعلق ہو کر صدق و صفا کے ساتھ طلبِ الٰہی کے ذوق و شوق میں مجتمع ہوں اور بپابندی شرائطِ ضروریہ و آدابِ مناسبۂ اصحابِ حال و مواجید کا توحید و عشق میں ڈوبا ہوا کلامِ موزوں حسنِ صوت اور لحنِ دلکش میں سنیں اور از اوّل تا آخر حضورِ قلب سے حق تعالیٰ کے ساتھ قیام کرنے کی نیّت سے نہ کہ کسی اور غرض سے اجتماع رکھیں جو سماع ان لوازمات سے معرّا ہے وہ صوفیاء کے نزدیک سماع نہیں۔ اجتماعاتِ رسمی اور نمائشی کو تصوّفِ حقیقی کی دنیا میں کوئی دخل نہیں۔

شرائط سماع کے لئے تین چیزوں کی صحت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ان ہی کی صحت پر سماعِ صوفیہ کے جواز و مفید و مؤثر ہونے کا دارومدار ہے۔

(۱) زمان (۲) مکان (۳) اخوان

Marfat.com

(۱) زمان :۔ سماع سُننے کے لئے ایسا وقت تجویز کرنا چاہیئے جبکہ دلوں میں یکسوئی ہو۔ جمعیتِ خاطر ہو۔ شوقِ سماع بھڑکا ہوا ہو۔ حق تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے کے لئے طبیعت آمادہ ہو۔ اور کوئی امر اُس کے مانع نہ ہو۔ یا کسی سے کوئی وعدہ ایفاء کرنے کا وقت نہ ہو۔ یا کسی اور ایسے کام کا وقت نہ ہو جس سے جمعیتِ خاطر کے پراگندہ ہونے کا اندیشہ ہو۔

(۲) مکان :۔ جگہ سماع کے لئے ایسی منتخب کی جائے جہاں یکسوئی پیدا کرنے والے اور یکسوئی میں ترقی دینے والے سامان مہیا ہوں۔ وہ جگہ شارعِ عام نہ ہو۔ بازار نہ ہو۔ میلوں، تماشوں، سیرگاہوں، تفریح گاہوں کے میدان نہ ہوں۔ کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں ہم دوسروں کے لئے یا دوسرے ہمارے لئے تکلیف دِہ ثابت ہوں۔ ایسا مقام نہ ہو جہاں اہلِ سماع شرائطِ ضروری کی پابندی نہ کر سکیں، یا مجلس میں حسبِ دلخواہ اِنتظام نہ قائم رکھ سکیں، یا صحبتِ ناجنس سے اپنے کو محفوظ رکھنا اُن کے اختیار سے باہر ہو۔ زاویہ ہو۔ خانقاہ ہو۔ یا کوئی مکان ہو جو اس قسم کی عبادت کے لئے مختص ہو۔

(۳) اِخوان :۔ ہم نشیں ایسے ہوں جو ہم مذاق ہوں۔ ہم مشرب ہوں۔ ہم رنگ ہوں۔ سماع کے اہل ہوں۔ غلبۂ نفسانی سے آزاد ہو چکے ہوں۔ بہیمی خصائل اپنے مغلوب کر چکے ہوں۔ بندۂ حرص و ہوا نہ ہوں۔ سماع کے منکر نہ ہوں۔ اعتراض و عیب جوئی کی غرض سے محفل میں نہ آئے ہوں۔ اہلِ دُنیا نہ ہوں۔ ریاکار نہ ہوں۔ مغرور و متکبّر نہ ہوں۔ وجاہتِ ذاتی اور اعزازِ خاندانی کے تحفّظ کا سودا اپنے دماغ میں لے کر وہاں نہ آئے ہوں۔ کھیل تماشہ کے طور پر شریکِ محفل نہ ہوئے ہوں۔ حظِّ نفس کے لئے راگ سُننے کی نیت سے نہ آئے ہوں۔ بلکہ سماع کو عبادت سمجھ کر متوجّہ الی اللہ ہونے کی نیّت سے باوضو محفل میں حاضر ہوئے ہوں اور آخر تک باوضو رہیں۔ ادب سے بیٹھیں۔ آپس میں کانا پھوسی نہ کریں۔ ہنسی، مذاق سے مجتنب رہیں۔ توجّہ کو اِدھر سے اُدھر ہٹا کر اپنے اور دوسروں کے لئے پریشانیٔ خاطر کا باعث نہ ہوں۔ جب سماع کی اہلیت رکھنے والے ایک جگہ مجتمع ہو کر شریکِ سماع ہوتے ہیں تو بعض کے دلوں کے انوار بعض کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ یک جنسی اور ہمرنگی کے اس اجتماع سے نُور اور ظہور اور سرُور اور وضوح کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی رحمتِ خاص کا اس وقت نزول ہوتا ہے۔ مقبولیتِ دُعا کے لئے یہ نہایت قیمتی وقت ہوتا ہے۔

اخوان کے معنی بھائیوں کے ہیں۔ بھائی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اخوّت کی ایک زنجیر تو وہ ہے جس میں جمیع نوعِ اِنسانی بوجہ ایک دادا یعنی آدم علیہ السّلام کی اولاد ہونے کے جکڑی ہوئی ہے۔ یہ اخوّت عام ہے۔ اخوّتِ خاص اخوّتِ اِسلامی ہے۔ جس میں ہر کلمہ گو شریک ہے۔ ہر مسلمان دُوسرے مسلمان کا بوجہ کلمہ گو ہونے کے بھائی ہے۔ لیکن یہاں یعنی سماع کے سلسلہ

Marfat.com

میں ہم نشینی کے لئے جس اخوّت کی ضرورت ہے وہ اخوّتِ اسلامی سے بھی اخص ہے۔ یہ وہ اخوّت ہے جس کا ذکر اس آیتِ قرآنی میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ٥ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ٥ (الحجر ع)	"اور نکال ڈالا ہم نے اُن کے سینوں میں سے کھوٹ۔ بھائی بن جاویں گے اُوپر تختوں کے آمنے سامنے (بیٹھ کر) نہ لگے گی ان کو بیچ اس کے کوئی مشقت اور نہ وہ اُس سے نکالے ہوئے ہوں گے۔"

یہ اہلِ جنّت کے اوصاف ہیں۔ مشربِ صوفیہ میں جو حضرات آپس میں ہم رنگ ہیں اُن پر بھی یہی اوصاف صادق آتے ہیں۔ حضرت شیخ الطّریقت اَبُوالفتح شہاب الدّین احمد بن محمّد غزالیؒ برادرِ امام حجۃ الاسلام اَبُوحامد غزالیؒ اس آیت شریف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ الخ

اس آیت سے مراد اہلِ معرفت ہیں۔ نزعنا کے معنی مٹا دیا ہم نے۔ ما فی الصدور سے مراد اہلِ معرفت اور اہلِ شہود اور صاحبانِ اذواقِ رقیقہ کے سینے ہیں۔ من غل سے مراد دُنیاوی حظوظ کا طلب کرنا اور انسانی شہوتوں کا پُورا کرنا۔ اخوانا جو اس آیت میں ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ وہ لوگ انوار و طاعت و معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہیں۔ اس لئے کہ بھائیوں کی پیدائش ایک ہی جگہ سے ہوتی ہے۔ علیٰ سرر جو اس آیت میں ہے اُس سے مراد احوال اور مقامات اسمائیہ ہیں۔ متقابلین سے یہ مراد ہے کہ جن کی عقل کا حکم اُن پر غالب ہے اُن کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے قلب کا حکم غالب ہے۔ پھر اُن کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کی رُوح کا حکم غالب ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے سرّ کا حکم غالب ہے۔ لا یمسھم فیھا نصب سے مراد یہ ہے کہ ان کو علم باللہ اور علم بامر اللہ اور علم بتدبیر اللہ میں کوئی حجاب رجوعِ نفس کی طرف سے لاحق نہیں ہوتا۔ ماھم منھا بمخرجین سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے باغ سے جو کشف و طاعات اور معارف کا ہے نہ نکلیں گے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رتبۂ کمال پر پہنچایا اور مراتبِ وجود کا علم عطا فرمایا تو وہ اُن سے اُسے ہرگز نہ چھینے گا کیونکہ وہ سخی اور کریم ہے۔ جب دیتا ہے تو بڑھاتا ہے اور واپس نہیں لیتا۔"

مندرجۂ بالا تفسیر میں لفظ اخوانا کی تشریح میں یہ آیا ہے کہ اس آیت میں بھائیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انوار و

Marfat.com

طاعات و معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہیں"۔ اہلِ سماع بوقت سماع اسی نوع کے اخوان کی ہم نشینی کے آرزومند ہوتے ہیں اور صحبتِ غیر جنس سے انھیں اُس وقت سخت ایذا پہنچتی ہے۔

اخوان میں قوّال بھی شریک ہیں کیونکہ وہ بھی ہم نشین ہیں۔ بلکہ اُن کی ہم نشینی پر تو مجلس کے انعقاد ہی کا دارومدار ہے۔ اس لئے اُن میں بدرجۂ اولیٰ اوصافِ مذکور کا ہونا ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ قوّال درویش سیرت ہوں۔ زاہد متّقی اور پرہیزگار ہوں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں۔ ذاکر و شاغل ہوں۔ حریصِ دُنیا نہ ہوں۔ بدچلن نہ ہوں۔ آوارہ نہ ہوں۔ محفل میں آویں تو باوضو ہوں اور باوضو رہیں اور کم ازکم درویشوں کی مجلس میں بے طمع ہوکر آویں اور کمی و بیشیٔ معاوضہ پر مطلق التفات نہ کریں۔ انھوں نے درویشوں کو خوش رکھا تو پروردگارِ عالم اُن کو ننگا بھوکا نہ رکھے گا اور ان کی کوئی حاجت خدا نے چاہا تو اٹکی نہ رہے گی۔

اجازتِ شیخ :- لوگوں کے لئے اور بالخصوص سلوک کے مبتدیوں بلکہ متوسّطین تک کے لئے اس بات کا فیصلہ کرنا بہت دُشوار ہے کہ وہ سماع کی اہلیت رکھتے ہیں یا نہیں۔ سماع ہر شخص کے لئے مفید نہیں۔ جن میں بُرائی کا مادّہ بھلائی کے مادّہ پر غالب ہے اُن کے لئے سماع مضر ہے اور جن میں بھلائی کا مادّہ بُرائی کے مادّہ پر غالب آگیا ہے اُن کے لئے سماع بہت مفید ہے۔ علاوہ ازیں بعض طبائع شورش پسند ہوتی ہیں اور اُن کی نسبت شراب کے نشہ سے زیادہ مشابہہ ہوتی ہے۔ اُن کے لئے سماع مفید ثابت ہوتا ہے اور بعض طبیعتیں سکون پسند ہوتی ہیں۔ اُنھیں شورش سے بہت کم مناسبت ہوتی ہے۔ اُن کی نسبت کو افیونیوں کی پنک سے زیادہ مناسبت ہے۔ اُن کے لئے سماع مضرت رساں ثابت ہوتا ہے۔ شیخ سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کس مرید کے لئے سماع مفید اور کس کے لئے غیر مفید ہے۔ اس لئے شرکتِ سماع کے واسطے اجازتِ شیخ نہایت ضروری قرار دی گئی ہے اور یہی پہلی شرط ہے۔ عوام میں یہ بات غلط شہرت پاگئی ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں اجازت عام ہے کہ جس کا جی چاہے گانا سُنے۔ حضرات چشتیہ کو گو سماع سے زیادہ رغبت ہوتی ہے اور ان کی نسبت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ سماع بکثرت سُنیں۔ مگر اُن کے ہاں بھی سالک مبتدی کے لئے اجازتِ شیخ پہلی شرط ہے جسکے بغیر سماع سُننا اُن کے لئے جائز نہیں۔

اختلافات سماع کے متعلق علماء اور صوفیائے کرام میں ہمیشہ سے اختلافات چلے آتے ہیں۔ علماء میں بھی آپس میں بکثرت اختلافات ہیں کسی نے حرام قرار دیا کسی نے مباح کسی نے بعض صُورتوں میں جائز اور بعض میں ناجائز۔

Marfat.com

شیخ جمال الدین محدث ؒ نے ایک رسالہ الموسوم بہ "امتناع اباحت سماع کے موضوع پر لکھا ہے۔ اُس کے چند اقتباسات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"وہ غنا یا گانا بجانا جو اقترانِ فواحش سے مبرّا ہو مسنون اور مباح ہے ۔شادی، ولیمہ، مسافر کا بعد مدت گھر واپس آنا، عقیقہ، ولادتِ فرزند، حفظِ قرآن سے فراغت کی تقاریب پر عباد اللہ الصالحین کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے مسنون اور مباح ہے۔ نیز شادی، ولیمہ، مسافر کا بعد مدت دراز گھر واپس آنے وغیرہ کے موقعوں پر یہ اباحت احادیثِ صحاح ستّہ اور روایاتِ فقہ سے ثابت ہے۔ البتہ جس سماع کے ساتھ فواحش مقرون ہوں مثلاً وہ جہلا کی مجلس ہو اور لونڈے اور رنڈیاں وہاں موجود ہوں اور شراب کا دَور وہاں چل رہا ہو تو ایسے سماع کا سُننا بالاتفاق حرام ہے، لیکن وہ سماع جس میں اسباب فاخرہ ومباشرت نہ ہوں مباح ومسنون ہے۔ جو شخص اوّل الذکر قسم کے سماع کو جس کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سُنا ہے اور اس کی اجازت دی ہے حرام کہے یا اُس کے خیال میں اُس کا حرام ہونا مرکوز ہو اور وہ اس پر مُصر ہو تو وہ شخص بلاشبہ گنہگار ہے۔

"صحیح بخاری میں ربیع بنت معوّذ بن عفراء سے روایت ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے قریب ہی بیٹھ گئے۔ اُس وقت چند چھوکریاں دف بجا کر کچھ گا رہی تھیں اور ہمارے باپ دادوں کے مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ یکایک ایک چھوکری نے یہ مصرعہ کہہ دیا۔ ع

وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ (یعنی ہم میں ایک ایسا پیمبر ہے جو کل کی بات کو جانتا ہے)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :

"یہ مت کہو اور جو گیت تم پہلے گا رہی تھیں وہی گاتی رہو۔"

"صحیح بخاری میں حضرت امّ المومنین عائشہ صدّیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک انصار کی شادی ہوئی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "کیا تمہارے ساتھ کوئی کھیل تماشہ نہیں تھا کیونکہ انصار کو کھیل تماشے سے بڑی دلچسپی ہے۔"

Marfat.com

" ابنِ ماجہ میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ امّ المؤمنین عائشہؓ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کو انصار میں سے ایک شخص سے بیاہ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ لڑکی تم نے شوہر کے گھر بھیج دی۔ عرض کیا گیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ کوئی گانے والا بھی تھا یا نہیں حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انصار گانے بجانے کو پسند کرتے ہیں کیوں نہ تم نے ایک گانے والا شخص ساتھ کر دیا جو یہ کہتا جاتا کہ اَتَیْنَا کُمْ اَتَیْنَا کُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ (یہ ایک رجز ہے جو عرب میں شادی بیاہ کے موقعوں پر گایا جاتا ہے۔)

" صحیح ابنِ حبان میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے زیرِ پرورش ایک لڑکی تھی جس کو میں نے انصار میں سے ایک شخص سے بیاہ دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی گانے والا ساتھ کیوں نہ بھیجا۔ انصار اس سے خوش ہوتے ہیں۔

" صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دنوں میں میرے پاس دو چھوکریاں کچھ گا رہی تھیں اور دف بھی بجاتی تھیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک کونے میں چادر لپیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ آگئے اور وہ چھوکریاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو ڈانٹا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کپڑا اپنے منہ سے ہٹا کر فرمایا:

" اے ابوبکر! ان سے کچھ نہ کہو۔ ہر قوم کی ایک عید ہوا کرتی ہے جس کی وہ خوشی مناتے ہیں۔ آج ہماری بھی عید ہے۔"

" ترمذی۔ مسند احمدؒ۔ سنن نسائی اور ابن ماجہ میں حاطب جمحی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حلال و حرام کے درمیان فرق یہ ہے کہ جائز اور شرعی نکاح میں دف بجائے اور گیت گائے جاتے ہیں۔

" اسی طرح کی حدیث حضرت عائشہؓ۔ جابرؓ اور رُبیع بنت معوذؓ سے بھی منقول ہے۔

" جامع ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ عقد مسجد میں ہوا کرے اور دف بجایا کرو۔

Marfat.com

"قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کے بارے میں بھی بہت احادیث وارد ہیں۔ بخاری۔ مسلم۔ احمد۔ ابُو داؤد اور نسائی میں ابُوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کسی چیز کو اس طرح کان لگا کر نہیں سُنتا جس طرح اُس پیغمبر کے قرآن پڑھنے کو توجہ سے سُنتا ہے جو خوش الحانی سے اُس کو باآواز بلند پڑھ رہا ہو۔

" جن احادیث سے فقہا حرمتِ سماع پر دلیل لاتے ہیں اُن کی نسبت امام نوویؒ کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ تمام روایات بے بنیاد ہیں۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مقاصد حسنہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جن احادیث کو فقہا نے حرمتِ غنا کی سند میں بیان کیا ہے اُن کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض متاخرین نے جو حدیثیں حرمتِ غنا کے بارے میں بیان کی ہیں وہ محض گپیں ہیں۔ اگر اس بارہ میں کوئی حدیث صحیح ثابت ہوتی تو ضرور مجتہدینِ عظام اس کو اپنا دستورالعمل ٹھیرلتے۔

" الغرض حرمتِ غنا کی تائید میں کوئی حدیث صحیح یا ضعیف ثابت نہیں ہوئی۔ جن احادیث کو سند کے طور پر لایا جاتا ہے اُن کی کچھ اصلیت نہیں اور بعض ان میں سے من گھڑت ہیں۔ امام ابُو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین نے اُن کو معتبر نہیں مانا۔ یہ حدیثیں بعض متاخرین نے بیان کی ہیں جن کو صحیح اور سقیم میں تمیز کرنے کا ملکہ نہیں۔ ابنِ عربی مالکیؒ نے ان احادیث کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حرمتِ غنا کے بارہ میں ایک بھی حدیث ثابت نہیں۔ جو حدیثیں منقول ہیں وہ سب کی سب موضوعات سے ہیں۔ ابنِ طاہرؒ کا بھی یہی قول ہے۔ بلکہ بعض اجل علمائے شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اس قسم کی حدیثیں صرف منکرین ہی کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ امام ابراہیم بن سعدؒ ایک بہت بڑے عالمِ حدیث گزرے ہیں جنھیں امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر ائمہ کی اُستادی کا فخر حاصل ہے۔ وہ اپنے شاگرد طالب علموں کو محظوظ کرنے اور اُن کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے حدیث سنانے سے قبل سماع سُنایا کرتے تھے اور اُن کے سامنے دف بجایا جاتا تھا۔"

حضرت شہاب الدین احمد بن محمد غزالیؒ برادر حجت الاسلام امام ابُو حامد غزالیؒ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام انھوں نے " بَوَارِقُ الْاِسْمَاعِ فِیْ تَکْفِیْرِمَنْ یُّحَرِّمُ السَّمَاعَ " رکھا ہے۔ اس میں وہ ثابت کرتے ہیں

Marfat.com

کہ جس نے سماع کو حرام قرار دیا اُس نے فعلِ رسُول کو حرام قرار دیا۔ اور جس نے رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فعلِ حرام کے ارتکاب کی تہمت لگائی وہ بالاجماع کافر ہے۔ اس رسالہ کی تمہید میں شیخ احمد غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"مجھ سے بعض صلحا نے جو کہ اللہ کی طرف آرام و تکلیف میں متوجہ ہیں خواہش کی کہ میں ایک رسالہ سماع اور اُس کے قواعد میں لکھوں اور اُس کے کرنے میں جو شروط ہیں وہ لکھوں تاکہ اس کے فوائد ظاہر ہوں اور قرآن مجید اور حدیث شریف اور افعالِ صحابہ کو اُس پر گواہ لاؤں اور سماع کے منکروں کا ردّ کروں اور اس انکار سے جو الزام اُن پر قرآن و حدیث و افعالِ صحابہ سے آتا ہے اُس کو بیان کروں اور اُس شخص کی نسبت جو اُس کو حرام کہتا ہے قرآن مجید اور حدیث شریف اور معقول و منقول سے یہ دلیل لاؤں کہ وہ بالاجماع کافر ہے اور اُس پر روشنیوں اور انعاموں کے طریقے مسدود ہیں۔ جبکہ میں نے سائل کی صدق رغبت کو دیکھا تو اس کے سوال کی اجابت کی۔"

اس رسالہ میں انھوں نے احادیثِ صحیحہ سے بروایت بخاری و مسلم پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا شہداء بدر کی تعریف میں دو لڑکیوں کا دف پر گانا سُننا اور ایک مرتبہ عید کے دن دو لڑکیوں کا گانا سُننا اور ایک انصاریہ عورت کو نذر پوری کرنے کے لئے دف بجانے کی اجازت دینا اور اُس کے دف اور گانے کی سماعت فرمانا اور حبشیوں کا ناچ دیکھنا اور حضرت عائشہؓ کو دکھلانا اور اُن حبشیوں کا گانا سُننا ثابت کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ گانا سُننا یا ناچ دیکھنا حرام ہے اُس نے فعلِ رسُول کو حرام قرار دیا اور وہ بالاجماع کافر ہے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں مسئلہ سماع پر بحث کرتے ہوئے اُن اصحاب اور تابعین کا ذکر کیا ہے جن کا سماع سُننا ثابت ہے جضرت عمرؓ اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ اور عبداللہ بن جعفرؓ اور ابُو مسعود انصاریؓ اور سعید بن المسیبؒ اور سعید بن جُبیرؒ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاص اور حسّان بن ثابتؓ اُن اصحاب او تابعین میں سے ہیں جن کی بابت سماع کا سُننا مختلف مصنفین نے بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ کتاب ازالۃ الخفا میں مآثرِ فاروقیہ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

" بابت سماع ابوعمر کے نقل ہے خوات بن جبیر سے کہ باہر آئے ہم ارادۂ حج سے ہمراہ عمرؓ ابن الخطاب کے پس روانہ ہوئے ہم ساتھ ایک جماعت کے کہ تھے اس میں ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی پس خواہش کی جماعت نے کہ اشعارِ ضرار میں سے کچھ گایا جائے۔ پس فرمایا عمرؓ نے کہ گا اے ابوعبداللہ! پس گایا ابوعبداللہ نے وہ چیز کہ مرغوب طبع تھی اس کے یعنی اپنا کلام، پس گاتا رہا وہ سحر تک۔ فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اب خاموش ہو جاؤ تحقیق سحر کر دی ہم نے۔ روضۃ الاحباب میں جابر بن عبداللہ سے مذکور ہے کہ امیر المومنین کا گزر ایک شب ایک خیمہ پر سے ہوا جس میں سے یہ صدائے حزیں آئی ـــ

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ [1] ۞ صَلّٰی عَلَیْہِ الْمُصْطَفُوْنَ الْاَخْیَارُ

قَدْ کُنْتُ قَوَّامًا اَبْکَارًا لْاَسْحَارِ ۞ یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارُ

بَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحُبِّیَ الدَّارُ

امیر المومنین پر گریہ نے غلبہ کیا اور باآواز بلند روئے۔ مکرّر اس گانے والے سے اسے سنا اور مکرّر گریہ کیا اور کہا کہ ان ابیات میں عمرؓ کا نام بھی شامل کر لے اس طرح سے کہ

وَعُمَرَ [2] فَاغْفِرْ لَہٗ یَا غَفَّارُ "

مختصر یہ کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور اکابر اولیاء اللہ اور اخیار اور ابرار نے سماع سنا ہے تو صاحبِ بصیرت اور سمجھدار طبقہ کی جانب سے جو اختلاف صادر ہوتا اس کے بس یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ انھیں اس سماع سے اختلاف ہے جس میں کوئی ناشروع پہلو ہو یا جس میں منہیات و مکروہات نے دخل پا لیا ہو یا جب سماع کوئی مضرت رساں صورت اختیار کرے۔ مثلاً سماع کے جو شرائط ا

---

۱ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نیکوں کا۔ درود بھیجا ہے ان پر بزرگان برگزیدہ نے۔ بالتحقیق تھا میں بہت بیدار ہونے سحر کا۔ یہ جان میری اور آرزوہائے گوناگوں۔ بلکہ جمع کیا گیا مجھ کو اور محبت میری کو ساتھ خانہ کے۔

۲ یعنی اور عمر کو پس بخش دے اس کو اے غفار!

Marfat.com

ی کے سُننے کے متعلق جو آداب اُوپر بیان کئے گئے ہیں اُن کی آج کل اس مُلک میں ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ کس حد تک
ری کی جاتی ہے۔ اُن شرائط اور اُن آداب کے بغیر تو اہلِ طریقت بھی سماع کا سُننا جائز نہیں رکھتے۔ پھر اگر
وہ مروجہ قبیح صُورتوں کو دیکھ کر علماءِ وقت اُس سے منع کریں تو اُس میں اُن کا کیا قصور ہے۔ یہ سچ ہے کہ حدودِ صحیحہ
سے انھیں تجاوز کرنا مناسب ہے نہ جماعتِ صُوفیہ کو۔ سماع فی نفسہٖ حرام نہیں مگر جب ممنوعات سے ملوّث ہو جاتا ہے
رام ہو جاتا ہے۔ اُن ممنوعات کا ظہور سماع کے علاوہ کسی اور چیز میں ہو گا تو وہ چیز بھی حرام ہو جائے گی۔ قابلِ
تراض وہ ممنوعات ہیں، نہ کہ فی نفسہٖ سماع۔ مثال کے طور پر عشق کو لیا جائے۔ عشق اپنی ذات سے ایک مستحسن اور اعلیٰ
چیز ہے۔ مگر اُس پر حلّت اور حرمت اور اباحت کا دور چکر کاٹتا رہتا ہے۔ اگر عشق خدا اور رسُول کے ساتھ ہے تو
یت مستحسن ہے۔ اگر اپنی بیوی یا کسی جائز شخص کے ساتھ ہے تو مباح ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے ساتھ ہے جس
ساتھ عشق کرنا شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے تو حرام ہے۔ ہر چیز میں ایک پہلو نفع کا ہوتا ہے اور ایک نقصان
مگر نقصان کے پہلو کے خوف سے نفع سے محروم رہنا کوئی عقل مند پسند نہ کرے گا۔ نماز ہی کو لیجئے کہ نماز اتنی
ی عبادت ہے کہ اُسے معراج المؤمنین فرمایا گیا ہے۔ مگر نمازی کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک صُورت تو وہ ہے جس کی بابت
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

قد افلح المؤمنون ۝ الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ۝ (المؤمنون ع۱)	"تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے وہ جو بیچ نماز اپنی کے زاری کرنے والے ہیں۔"

دوسری صُورت یہ ہے :۔

ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۔ (الماعون ع۱)	"پس وائے ہے واسطے اُن نماز پڑھنے والوں کے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔"

اس سے مراد یہ نہیں کہ نماز اپنی ذات سے دو اقسام پر منقسم ہے۔ نماز تو ایک ہی ہے مگر نمازی دو اقسام پر منقسم
۔ ایک وہ جو فلاح پاتے ہیں اور دُوسرے وہ جن پر ویل ہے۔ مگر کیا اس بنا پر کہ بعض نماز پڑھنے والوں پر ویل ہے ترک
وہ کو پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے یا نماز کی فرضیت میں کوئی رخنہ پڑ سکتا ہے ؟
امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں سماع اور اقسامِ سماع اور مزامیر اور آداب و شرائطِ سماع کے متعلق نہایت

Marfat.com

مفصل اور مدلّل بحث کی ہے۔ تفصیل کے خواہاں غور سے اُس کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں اس مبحث پر بکثرت کتب و رسائل لکھے گئے ہیں۔ بعض تحریریں یک طرفہ ہیں اور بعض محققانہ۔ محققانہ تحریروں کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ اکابر اُمّت اور اہلِ تحقیق نے سماع کے فی نفسہٖ مباح ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

صوفیا میں اختلاف نہیں صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سماع کے مسئلہ پر اتفاق ہے۔ عوام میں یہ بات غلط شہرت پاتے ہوئے ہے یا غلط طور پر سمجھ لی گئی ہے کہ حضرات نقش بندیہ کے نزدیک سماع مذہباً حرام ہے۔ حضرات نقش بندیہ کا مقولہ ہے کہ "نہ اِنکار مے کنم نہ ایں کار مے کنم"

جب انھیں سماع سے اِنکار نہیں تو اُن کے نزدیک بھی یہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے۔ حرام چیز کی حرمت سے انکار کرنا تو کفرِ صریح ہے۔ اِنکار کا نہ ہونا اُن کے نزدیک بھی اباحت پر صاف دلیل ہے۔ مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حضرات اس کی اباحت سے منکر نہیں تو "نہ ایں کار می کنم" پر اُن کا عمل کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ ذوقِ سماع نہ ہونے کے۔ نہ کہ بوجہ کسی حجتِ شرعی کے۔

مرزا مظہر جانِ جاناں ؒ جو ایک مشہور نقش بندی مجدّدی بزرگ ہیں خود فرماتے ہیں کہ حضرات چشتیہ کی نسبت شراب کے نشہ سے مشابہ ہے اور اُس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ شورِ نغمات سے لذّت پاویں۔ نہ کہ سکوت و خاموشی سے اور حضرات نقش بندیہ کی نسبت ربودگیِ افیون کے مشابہ ہے۔ انھیں سکوت میں لطف حاصل ہوتا ہے اور شور و ہنگامہ سے وہ بھاگتے ہیں۔ شرابیوں کو نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے رغبت اور شیرینی سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ برعکس افیونیوں کے جنھیں شیرینی سے رغبت اور نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ شرابی شیرینی کو اور افیونی چٹ پٹی چیزوں کو حرام سمجھتے ہوں۔ بلکہ اپنی طبیعت کے میلان سے مجبور ہو کر ایک جانب عملاً مائل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔ یہ مقتضائے نسبت ہی ہے جو نقش بندیہ حضرات کو ذکرِ جہری سے مناسبت کم ہے اور اخفا کو ترجیح دیتے ہیں۔ بایں ہمہ ان حضرات کے نزدیک بھی ذکرِ جہری منع نہیں حضرات مولانا خواجگی ؒ اور ہبیدیؒ جو کبرائے مشائخ نقش بندیہ سے ہیں اور خواجہ عبید اللہ احرار ؒ کے خلفاء مولانا محمّد قاضی ؒ کے اعاظمِ خلفاء میں سے تھے اپنے مریدین میں سے بعض کو جہر باستغفار بوقت عصر و قبل اور بعض کو نماز تہجّد باجماعت اور بعض کو سماع سُننے اور بعض کو سرود و رقص کا حکم دیتے تھے۔ اور فرمایا کہ

Marfat.com

تھے کہ ہمارے خواجگان کا طریقہ جامع صحو و سکر و سکون و اضطرار و جہر و اخفاء و رخصت و عزیمت ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مبتدی اور متوسّط کے مناسبِ حال اخفاء ہے اور منتہی کے مناسب حال اظہار۔

مولوی نعیم اللہ صاحب معمولاتِ مظہریہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کسی نے شکایت پیش کی کہ خواجہ ہاشم کشمی اجلّہ خلفاء اور جامع مقاماتِ حضور رہے ہیں مگر برخلاف اس طریقہ کے سماع کی جانب میلان رکھتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ :

"تجھے اُن سے کیا کام۔ وہ مرتبۂ کمال پر پہنچ چکے ہیں۔ میرے ساتھ بھی اختلاف اُن کیلئے جائز ہے۔ جب میں اُن کے حال کے ساتھ تعرض نہیں کرتا تو کسی کی کیا مجال جو اُن کے حال پر معترض ہو۔"

باوجود نسبت کے اُس رنگ کے جس کی بابت مرزا مظہر جانِ جاناں کا اشارہ اُوپر درج ہو چکا ہے سلسلہ نقشبندیہ میں مختلف نسبتوں کی جامعیت رکھنے والے حضرات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ متعدد نقشبندیہ بزرگوں نے سماع سُنا ہے۔

مولانا جامیؒ بھی نقشبندی تھے نظمِ یوسف زلیخا تصنیف فرماتے وقت جو کیفیات اُن پر گزرتی تھیں اُن کا ذکر تفصیلی طور پر کتابوں میں درج ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسے حالات طاری ہو جاتے ہیں جن میں بجز سماع کے کوئی اور چیز میری معاون ثابت نہیں ہوتی۔ اشعارِ ذیل مولانا جامیؒ ہی کے قلم سے نکلے ہیں ؎

منعِ سماعِ نغمۂ و نے میکند فقیہ ⁂ بے چارہ پے نہ بُرد بسرِّ نفخت فیہ

مے دہ بہ بانگِ نے کہ ندارم بفترِ عشق ⁂ پروائے ریشِ محتسب و سلبتِ فقیہ

واعظ بطعنِ بادہ پرستاں زباں کشاد ⁂ یارب توئی پناہِ من از شرِّ آں سفیہ

تشبیہ میکنند رُخت را ہمہ وے ⁂ با او بہ ہیچ وجہ نمی بینمت شبیہ

جامی حریم کوئے مغاں کعبۂ صفاست ⁂ طوبیٰ لساکنیہ و بُشریٰ لزائریہ

یہ بات بھی غلط ہے کہ حضرات چشتیہ ہی سماع کے شوقین ہیں۔ اولیاء اللہ کے تذکروں کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ ہر سلسلہ کے بکثرت بزرگوں نے سماع سُنا ہے اور اپنے مدارج کی ترقی کے حصول کا ذریعہ اُسے پایا ہے۔ یہ سچ ہے کہ حضرات چشتیہ کا ذوق و شوق اس بارے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

حضرات چشتیہ کا ذوق سماع | خواجہ حسن بصریؒ سماع کو بہت عزیز رکھتے تھے جب سُنتے وجد میں آجاتے۔

Marfat.com

فرمایا کرتے کہ :

" وجد ایک بھید ہے۔ جب دل میں آتا ہے اُسے متحرّک کر دیتا ہے۔ "

ونیز فرماتے کہ :

" سماع جو حق سے سُنتا ہے حق رسیدہ ہو جاتا ہے اور جو نفس سے سُنتا ہے زندیق بن جاتا ہے۔ "

حضرت ابو اسحٰق چشتیؒ بکثرت سماع سُنتے تھے۔ علماء وقت میں سے کسی کو آپ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جو شخص ایک مرتبہ آپ کی مجلسِ سماع میں حاضر ہوتا معصیت سے کنارہ کش ہو جاتا۔ مریض آتا تو مرض کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو فوراً شفا ہو جاتی۔ اہلِ دُنیا کو آپ اپنی مجلس میں نہ آنے دیتے۔ لیکن اگر اتفاق سے کوئی دُنیادار آ جاتا تو اُس محفل سے تارک الدُنیا ہو کر اُٹھتا۔ جب آپ سماع میں ہوتے اور ذوق و وجد میں آپ کے ترقّی ہوتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور رقص فرماتے۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ در و دیوار رقص میں ہیں۔ آپ کے وجد کی تاثیر سے اہلِ مجلس بھی وجد میں آجاتے۔ ایک مرتبہ امساکِ باراں کی شکایت لے کر سُلطانِ وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے قوّالوں کو طلب فرمایا۔ سُلطان نے شرکتِ سماع کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ :

" تُو شریکِ محفل رہا تو نعمتِ حق نازل نہ ہوگی۔ "

خلیفہ چلا گیا سماع شروع ہوا۔ آپ پر حالت طاری ہوئی۔ وجد آیا اور گریہ شروع ہوا اُدھر نزولِ باراں شروع ہو گیا۔ دُوسرے دن شکریہ ادا کرنے کی غرض سے بادشاہ پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ روتے اور فرمایا کہ :

" نہ معلوم مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی جو بادشاہ میرے پاس بار بار آتا ہے۔ "

خلیفہ شرمندہ ہُوا اور روتا ہوا اپنے گھر واپس گیا۔ آپ کے ہاں مجلسِ سماع منعقد ہونے کو ہوتی تو تین روز قبل یاران مجلس اور قوّالوں کو اطلاع دی جاتی تاکہ وہ سطے کا روزہ رکھیں اور قبل سماع قوّالوں سے توبہ کرائی جاتی۔

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ جس وقت سماع میں ہوتے جس پر ان کی نظر پڑ جاتی وہ صاحبِ کرامت ہو جاتا۔ کافر پر نظر پڑتی تو وہ مومن ہو جاتا۔ کسی مریض پر نظر پڑتی تو وہ فوراً صحت یاب ہوتا۔ حالتِ سماع میں آپ کی جبینِ مبارک سے نورِ ساطع ظاہر ہوتا جس کی لمعان آسمان تک پہونچتیں اور تمام شہر کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت اس وقت سماع میں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

Marfat.com

"جو فتح باب سماع میں حاصل ہوتا ہے کسی دُوسرے شغل میں نہیں حاصل ہوتا۔ سو برس کی ریاضتِ شدید سے بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ سماع ایک سِرِّ پوشیدہ ہے جس کے سُننے کی عوام طاقت نہیں رکھتے۔ اگر میں اس کے اسرار ظاہر کر دُوں تو جہان کے جُملہ باشندے مبتلائے سماع ہو جاویں۔ اور خُدائے عزّوجلّ سے سوائے اس عطیہ کے اور کچھ نہ طلب کریں۔"

حضرت سری السقطی قدّس سرّہٗ اکثر تشریف لاتے اور آپ کی مجلسِ سماع میں شریک ہوتے۔

حضرت خواجہ ابو یُوسف چشتی رضؓ کی جبینِ مُبارک سے بھی حالتِ سماع میں نُور تاباں ہوتا جس کی شعاعیں آسمان تک پہونچتیں اور خلقت اس کا معائنہ کرتی۔ آپ کی مجلس میں حضرت ابُوبکر شبلیؒ اکثر آتے اور سماع سُنتے۔ آپ کا قول ہے کہ:

"جو چیز میں نے سماع میں پائی سُو(۱۰۰) سال کی عبادت میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

کسی نے آپ سے پُوچھا کہ جب سماع میں یہ اسرار ہے تو حضرت جنید بغدادیؒ نے اُس سے کیوں توبہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ:

"شبلی جو کہ اُن کے خلیفہ ہیں میری مجلس میں ہمیشہ آتے ہیں اور سماع سُنتے ہیں۔ جنیدؒ کو اخوانِ سماع نہ ملے اس لئے انھوں نے توبہ کی۔ جسے اخوانِ سماع نہ ملیں اُسے سماع سے توبہ ہی سزاوار ہے۔ واللہ اگر جنیدؒ میری مجلس میں حاضر ہوتے تو ہرگز توبہ نہ کرتے۔"

آپ کی مجلسِ سماع میں بجز فقراء و علماء و صلحاء و مشائخین کے اور کوئی شریک نہ ہونے پاتا۔ درویشوں کا پہرہ رہتا کہ کوئی دُنیا دار نہ آنے پائے۔ کوئی آجاتا تو مجذوب ہو جاتا۔ آپ خود فرماتے کہ:

"فاسق و فاجر بھی میری مجلسِ سماع میں حاضر ہو کر صاحبِ نعمت ہو جاتے ہیں۔ دُوسروں کا کیا پُوچھنا۔"

مریض بھی آپ کی مجلس میں آکر صحت یاب ہو جاتے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رضؓ کے ساتھ ایک روز سماع میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ دفعتہً لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ بعد میں ایک بزرگ نے اس کی بابت سوال کیا کہ:

"یہ کیا ماجرا ہے ــــــ؟"

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

"جب تک مامور نہ کیا جاؤں جواب نہ دوں گا"

دوسرے دن وہ بزرگ پھر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"حق تعالیٰ کا ایک مقام ہے جسے نورِ اسود کہتے ہیں۔ کوئی سالک اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا مگر بذریعہ سماع کے۔ صاحبِ سماع جب اس مقام پر پہونچتا ہے تو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ وہ غائب ہوگیا۔ مگر وہ حاضر ہوتا ہے۔ محبوب اُس کو اپنی جانب کھینچتا ہے اور اپنے کپڑے اُسے پہنا کر اپنے نور میں اُس کو چھپا لیتا ہے بمثلِ ستارہ کے جو شعاعِ آفتاب میں مخفی ہوجاتا ہے۔ اُس حالت میں اُس کو بجز حق تعالیٰ کے یا صاحبِ کمال درویش کے جو عرفان کے مرتبۂ اتم پر پہنچا ہُوا ہو اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

عموماً سماع میں آپ اپنی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہوا کی جانب رکھتے۔ کبھی روتے کبھی ہنستے اور آپ کے چہرہ کی رنگت کبھی زرد پڑجاتی کبھی سُرخ۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سماع سے از حد شوق رکھتے اور بکثرت سُنتے۔ حالتِ سماع میں آپ اس قوت سے نعرے بلند کرتے اور گریہ فرماتے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی۔ بعض علماء نے بادشاہِ وقت سے سماع کے بارہ میں آپ کی شکایت کی۔ آپ نے سُنا تو جوش میں آکر فرمایا کہ:

"سماع اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ حالتِ سماع میں بندہ اور خدا کے درمیان پردے بالکل اُٹھ جاتے ہیں۔ سماع ہرگز ہرگز موقوف نہ ہوگا۔ کس میں قدرت ہے کہ مجھے سماع سے روکے۔ میں نے خدائے تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ قیامت تک میرے مرید اور فرزند سماع سُنتے رہیں اور کسی کو اہلِ سماع پر ظفر نہ حاصل ہو۔"

آپ سات سات دن تک مسلسل سماع میں رہتے۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیریؒ سماع کا شوق بکثرت فرماتے۔ علماء وفقہائے وقت میں سے کسی کو آپ کے سماع پر انکار نہ ہُوا۔ اکثر علمائے متبحر و مشائخِ کبار آپ کی مجلسِ سماع میں حاضر ہوتے اور آپ کے فیوض وبرکات سے مالامال ہوتے۔

Marfat.com

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحؒ کے حضور میں ایک مرتبہ سماع کی بابت علماء کے اختلاف کا ذکر آیا آپ نے فرمایا:

"سبحان اللہ! یکے سوخت و خاکستر شد و دیگرے ہنوز در اختلاف است۔"

اپنے وصال سے چند روز قبل آپ نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ سے فرمایا تھا کہ:

"میں نے شیخ سے دین کے متعلق جو خواہش کی مجھے بخشی گئی۔ بعد میں پشیمان ہوا کہ حالتِ سماع میں موت کیوں نہ طلب کی۔"

حضرت سلطان المشائخؒ کو حضرت امیر خسروؒ جیسے مرید حق تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے۔ آپ کو سماع سے جیسا کچھ ذوق تھا محتاجِ تشریح نہیں۔ حالتِ سماع میں آپ پر بُکا کا غلبہ رہتا۔ گو آپ کی مجلس میں مزامیر اور تصفیق (یعنی تالی بجانے) کی اجازت نہیں تھی۔ تاہم علماء نے تغلق شاہ کے زمانے میں سماع کے متعلق آپ سے مناظرہ کیا اور شکست کھائی۔ مولانا فخر الدین زرادیؒ نے جو آپ کے اعاظم خلفاء سے ہیں اور صاحبِ سیر الاولیاء سید محمد کرمانیؒ کے اُستاد ہیں اثباتِ اباحتِ سماع اور ردِّ اقوالِ اہلِ تحریم میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ جو اصل الاصول کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ:

سَمَاعُ مَشَائِخِنَا کَانَ بِلَا مَزَامِیْر۔ یعنی ہمارے مشائخوں کا سماع بلا مزامیر ہوتا تھا۔

سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ امورِ سماع میں بہت زیادہ شغف رکھتے ہیں۔ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سماعِ صابریہ طریقہ موجودہ کے راس و رئیس و مروّج ہیں۔ آپ بڑی شان کے صاحبِ علم و عمل و ذوق و حلاوت و وجد و سماع تھے۔ قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت پناہِ عالمین شیخ عبدالقدوس گنگوہی باوجود کمالِ علمِ ظاہر اور علمِ باطن میں رفعتِ شان رکھنے کے سماعِ غنا با مزامیر میں افراط رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے شرحِ عوارف ہے جس میں اثباتِ اباحتِ سماع علی الاطلاق پر طویل بحث ہے۔ آپ کے صاحبزادگان نے بھی جداگانہ رسالے اباحتِ سماع میں بڑی طمطراق سے لکھے ہیں۔"

سماع میں واردات | سماع کے وقت تین قسم کی سعادتیں ہیں جو عالمِ بالا سے سامعین پر فائض ہوتی ہیں۔

Marfat.com

(۱) انوار عالمِ ملکوت سے پیدا ہوکر ارواح پر نزول کرتے ہیں۔

(۲) احوال عالمِ جبروت سے علیحدہ ہوکر قلوب پر نازل ہوتے ہیں۔

(۳) آثار عالمِ مُلک سے پیدا ہوکر جوارح پر اثر ڈالتے ہیں۔

سماع بلحاظ اپنی تاثیر کے دو اقسام پر منقسم ہے۔ ہاجم اور متکلّف۔

ہاجم قلب میں ایسی غیر معمولی تحریک و برانگیختگی پیدا کرتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔

متکلّف کی شان یہ ہے کہ اُس کے سُننے والے کا دل خود بخود بے اختیارانہ طور پر محبوب کی جانب برانگیختہ ہو۔ یا مرشد و ہادی۔ یا جناب نبی عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب میلان کرے یا حق سُبحانہ تعالیٰ کے تقدس کی جانب مائل ہو۔

سماع میں جو حالتیں پیدا ہوتی ہیں اُنھیں چار اقسام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اِختیار و شعُور دونوں کا عدم
(۲) اِختیار و شعُور دونوں کا وجود } یہ دونوں صُورتیں مذموم و متروک ہیں۔

(۳) اِختیار کا وجود اور شعُور کا عدم۔ (یہ صُورت بھی پسندیدہ نہیں۔)

(۴) اِختیار کا عدم اور شعُور کا وجود۔

یہ صورت محمودہ اور پسندیدہ اور اولیٰ اور انسب ہے۔ صاحبِ وجد حرکات و سکنات میں مسلوبُ الاختیار ہوتا ہے۔ مگر قوال کا کلام سمجھنے کا شعور رکھتا ہے اور کپڑوں کو پھاڑ چیر کر قوالوں کو دینے کا علم رکھتا ہے۔

وجد۔ تواجد۔ وجود | بلا کسی اِرادہ اور کوشش کے قلب پر کسی حالت کے طاری ہونے کا نام وجد ہے۔ امورِ دُنیا میں نفس کی مخالفت اور عقل کی مطابقت سے فوائد حاصل کرکے جس طرح اِنسان لُطفِ زندگی حاصل کرتا ہے اُسی طرح معاملاتِ رُوحانی میں بھی نفس کی مخالفت اور اوامر و نواہیِ الٰہی کی پیروی سے جو فتوحات حاصل ہوتی ہیں اُن سے جو لذتیں اچانک قلب پر وارد ہوں اُنھیں وجد کہتے ہیں۔ اختیار اور تکلّف سے وجد کو طلب کرنا تواجد ہے۔ اسے کبھی تو کسی خاص ضرورت سے مثلاً تعلیمِ ناقصاں کے لئے کوئی خاص کیفیت پیدا کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس حکم کی تعمیل میں تواجد عمل میں لایا جاتا ہے کہ :

Marfat.com

اُبْكُوا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا	یعنی روؤ۔ اگر رو نہ سکو تو رونی صُورت بناؤ۔

گویا وجد کے معنی نہ پا سکو تو وجد کی سی صُورت ہی بنالو اور اسی طرح اپنے تئیں حصولِ وجد کا طالب گردانو۔ لیکن ریا اور نمائش کی غرض سے تواجد بہرصُورت مذموم ہے۔

وجد کے معنی پالینے کے ہیں اور وجود سے یہاں مراد یہ ہے کہ ظہورِ حقیقت میں بندہ بالکل فنا ہو جائے۔

صاحبِ تواجد مثل دریا کے دیکھنے والے کے ہے۔

صاحبِ وجد مثل اُس کے ہے جو دریا پر سوار ہو۔ اور

صاحبِ وجود مثل اُس کے ہے جو دریا میں غرق ہو۔

صاحبِ وجود دو حالتوں میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ کبھی محو میں کبھی صحو میں۔ محو میں مشاہدۂ حق میں بالکل فنا ہو جاتا ہے اور حس و فہم و علم و عقل سے اُسے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ صحو میں جو کچھ سُنتا اور دیکھتا ہے حق تعالیٰ ہی کے وسیلے سے سُنتا دیکھتا ہے۔ پہلی حالت فنا فی اللہ کی ہے اور دُوسری بقا باللہ کی۔

کیفیاتِ وجد و سماع | صاحبِ اقتباس الانوار کیفیاتِ وجد و سماع کے متعلق نہایت شرح و بسط سے بحث کرتے ہیں جس کا ماحصل حسب ذیل ہے:۔

(۱) اگر انسان دردمند و صالح ہے تو استماعِ سرود سے اُس کا دلِ صنوبری نرم پڑ جاتا ہے اگرچہ اشغالِ سلوک سے اُس نے اپنے باطن کو آراستہ نہ کیا ہو اور حقیقت یا مجاز میں کوئی مطلوب بھی نہ رکھتا ہو۔ اُسے گریہ آتا ہے اور وہ آہ و بکا کرتا ہے۔ یہ سب بسبب اُس لطافت کے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان بلکہ حیوان تک کے دل میں رکھی ہے۔

(۲) صُوفی مبتدی دُوری اور فراقِ محبُوب اور اندوہِ نایافت کی شدّت سے مشتعل ہوتا ہے اور پیچ و تاب کھاتا ہے اور تڑپتا ہے اور چیختا چلّاتا ہے، اور نہیں جانتا کہ یہ اضطراب کیا ہے اور کہاں سے ہے۔ وہ ذوقِ نمود اور شوقِ شہود سے بھی واقف نہیں۔ مگر درد سے تڑپتا اور چلّاتا ہے جس طرح درخت بادِ صرصر سے جنبش میں آتا ہے یا مریض شدّتِ درد سے اپنے کو بے قابو پاتا ہے اور بے اختیارانہ طور پر تڑپتا ہے اسی طرح صُوفی میں بھی بے اختیار لرزہ پیدا ہوتا ہے اور بے قراری کا اُس سے اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت بابا فریدالدّین گنج شکرؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ "رقص طلب است ورقص طرب است. جز این ہر دو شور و شغب است" ؎

اگر تو یار نداری چرا طلب نہ کنی

اگر بیار رسیدی چرا طرب نہ کنی

یہ حال صُوفی مبتدی کا ہے یہاں بجز درد و بے قراری کے نہ انوار ہیں نہ اسرار۔

(۳) صُوفی سالک اہلِ نظر پر ایک وقت آتا ہے۔ جب وہ چشمِ باطن سے حُسن وجمالِ محبُوبِ حقیقی کو دیکھتا ہے اور انتہائے زیبائی و رعنائی و جمالِ مطلوبِ ازلی کے دیکھتے ہی بے خود اور بے اختیار ہو کر شیفتہ روئے دوست ہو جاتا ہے۔ جوش و خروش میں آکر بے ہوش و مدہوش ہوتا ہے۔ انتہائے شور و اضطرابِ لذّتِ حضوری میں مبتلائے گریہ و زاری ہوتا ہے۔ اور آہ و نالہ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ؎

بُلبلے برگِ گُلِ خوش رنگ در منقار داشت ٭ واں دران برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت

گفتمش در عینِ وصل این نالہ و فریاد چیست ٭ گفت مارا جلوۂ معشوق در این کار داشت

پھر عاشق و معشوق کے درمیان رموز و اسرارِ عشق کُھلنا شروع ہوتے ہیں اور عاشق کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے۔ حالانکہ عوام کے دماغ میں اُس حلاوت و نشاط کی بُو تک نہیں پہنچتی جو اُس صوفی کو زیر و زبر کر رہی ہے۔

یہ مرتبہ ایک اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ یہ حالت صرف فراق کی نہیں بلکہ فراق و وصال کی ہے۔

(۴) سالک کو کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے ایسا وقت نصیب ہوتا ہے جب کہ بوجہ نزولِ انوارِ جمال و جلالِ محبُوبِ حقیقی وہ یہ پاتا ہے کہ اُس کا بود و وجود جاتا رہا۔ اسے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اپنے کو اپنے ہی میں محو و گم کر کے اپنے کو تلاش کرتا ہے مگر نہیں پاتا۔ پھر اُس پر ہیبت طاری ہوتی ہے اور اپنی گم گشتگی سے خائف ہوتا ہے ڈرتا ہے۔ روتا ہے۔ چیختا ہے اور چلّاتا ہے ؎

ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد

چہ شور است این کہ در سر دارم امشب

اشتیاقِ جمالِ باکمال کی آگ اس درجہ بھڑکتی ہے کہ موم اور شعلہ کی سی مثال پیش آجاتی ہے۔ گویا موم شعلہ سے ہم آغوش ہونے کے اشتیاق میں بڑھتا جاتا ہے اور پگھلتا جاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ پورے شعلہ کا مشاہدہ

Marfat.com

کرے مگر ایک کونہ سے زیادہ تک کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔ زیادہ رسائی کی حسرت و تمنّا میں موم ہے کہ بلا اختیار اور بلاارادہ پگھلا چلا جارہا ہے۔ اور اُس کی خودی اور ہستی محو ہوتی جاتی ہے۔ لیکن تمنّا اُس کی پوری نہیں ہوتی۔ شعلہ کے جمال کا پورا مطالعہ نہیں ہونے پاتا۔ اور بجز سوزش و تپش و اشتیاق و بے چینی کے اور بجز پگھلنے اور محو ہونے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بس نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ موم غائب اور شعلہ باقی۔ صفتِ آتش اختیار کرکے خود آتش بن جانے کی لذّت جملہ لذّات سے بالاتر ہے اور ہر شخص اپنے اپنے حوصلہ اپنی اپنی استعداد کے مُطابق اس کمال کو اخذ کرتا ہے۔

(۵) صُوفی اہلِ معنی پر کبھی یہ حالت طاری ہوتی ہے کہ محویتِ تامّہ حاصل ہونے اور جُملہ نسبتوں سے مرتفع ہوکر محوِ مطلق ہوجانے کی تمنّا میں اضطرابِ شدید پیدا ہوتا ہے۔ یہ تمنّا پوری نہیں ہوتی تو نالہ و فریاد کرتا ہے۔ احیاناً یہ حالت دفعتہً پیدا ہو جاتی ہے۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کے سکون میں ذرا دیر آرام پاتا ہے۔ اور لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کا لُطفِ وقت تھوڑی دیر اُس کی مُٹھی کو گرماتا ہے کہ یک بیک کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کی الٹ پلٹ میں وہ حالت اچانک جاتی رہتی ہے۔ عاشق ایک حالت اور ایک قرار پر نہیں رہنے پاتا۔ کبھی ظہور سے بطون اور کبھی بطون سے ظہور میں گردش دیا جاتا ہے۔ اُس وقت جو کچھ عاشق پر گزرتی ہے اُسے نہ کوئی زبان بیان کرسکتی ہے نہ کوئی اِشارہ ادا کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ حالت نہ وصال کی ہے نہ فراق کی۔ بلکہ اسے فراق وصال بھی کہہ سکتے ہیں اور وصال فراق بھی۔

(۶) عین وجد و سماع میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ اعضائے وجودِ عنصری کو اُس حظ اور لذّت کا مطلق احساس نہیں ہوتا جو کہ سالک کے قلبِ حقیقی کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ سالک عالمِ مجاز سے منتقل ہوکر سیرِ عالمِ باطن میں منہمک ہوجاتا ہے اور ان حظوظ و لذّات سے صرف دلِ حقیقی ہی آگاہ ہوتا ہے نہ کہ دلِ صنوبری جو ساختۂ گِل ہے۔ چونکہ "از دل تا گِل ہزار فرسنگ است۔" دلِ حقیقی پر جو واردات ہوتی ہیں اُن کی دلِ گِل کو خبر تک نہیں ہوتی۔ بس پھر یہ ہوتا ہے کہ لُطف آتا ہے مگر اُس لطف اور جو اسرار و معانی اس سے متعلق ہیں اُن کے بیان کرنے کی طاقت زبانِ عنصری میں نہیں ہوتی اور نہ اس جہان میں کوئی ایسی شے نظر آتی ہے جس سے اُن امور کو تشبیہ دے کر کسی کو کچھ سمجھانے کی کوشش بھی کی جائے۔

Marfat.com

(۷) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حالتِ وجد و سماع و رقص میں صُوفی کا شعور پُوری طرح برقرار رہتا ہے اور ذرّاتِ عالم میں سے ایک ایک ذرّے سے وہ باخبر ہوتا ہے لیکن اپنی ہستی کو گُم کئے ہوئے ہوتا ہے۔ یعنی اپنے سے وہ بے خبر ہوتا ہے اور اپنی ہستی کی اُسے ذرا بھی خبر نہیں ہوتی۔ اپنے سے یوں بے خبر رہنا اور عالم کے ذرّہ ذرّہ پر مطلع ہونا عجاباتِ الٰہی سے ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ سالک جس وقت بیخودی اور محویتِ تامّہ میں پورا اُتر آتا ہے اُس وقت بقا باللہ اُسے حاصل ہوجاتی ہے اور شعور اُس کے پاس لوٹ آتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ جو کچھ دیکھتا ہے اور سُنتا ہے حق تعالیٰ کی جانب سے دیکھتا اور سُنتا ہے۔ اپنی صفات سے فانی ہوکر صفاتِ حق تعالیٰ سے باقی ہوجاتا ہے۔ گو اپنی ذات سے وہ اس شعور سے بھی بے شعور رہتا ہے اور خود درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔ بس اللہ ہی اللہ باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

سمسمہ :- وہ دقائق و معارفِ لطیف جو عبارت میں بیان نہ ہوسکیں۔

سنجہ :- ہیئتِ ہیولیٰ۔

سُنّہ :- ترکِ دُنیا۔

سوالِ خفی :- استعدادِ قبولیت۔ کسی چیز کے قبول کرنے کی استعداد کا ہونا گویا اُس چیز کے مُطالبہ کے لئے ایک سوالِ خفی ہے خواہ وہ سوال نہ زبان پر آیا ہو نہ دِل میں پیدا ہُوا ہو۔

سوادِ اعظم :- وہ مرتبہ جس میں سالک جو چاہتا ہے پاتا ہے۔ وہ سب کچھ جو تمام موجودات میں مفصّل طور پر ہے۔ یہاں بطریقِ اجمال موجود ہے۔ نہایتِ انوار۔ اسے شبِ یلدا بھی کہتے ہیں۔

سوادُ الوجہ :- فقرِ حقیقی۔ فقر عبارت ہے فنا فی اللہ سے۔ سالک فانی فی اللہ ہوتا ہے۔ اور وہ ظاہر و باطن و نیز دُنیا و آخرت سے بے تعلّق ہوجاتا ہے۔ یعنی دارین اُس کے لئے تاریک ہوجاتے ہیں اور یہ سوادُ الوجہ اُس کے لئے سوادِ اعظم بن جاتا ہے۔ ؎

سوادُ الوجہ فی الدارین درویش
سوادِ اعظم آمد بے کم و بیش

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ رجوع طرفِ عدمِ اصلی کے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللہُ۔

Marfat.com

سواء:- حق کا خلق میں مخفی ہونا چونکہ تعینات خلقیہ حق تعالیٰ پر حجابات ہیں اُن حجابات کے اندر حق تعالیٰ مخفی ہے۔ یعنی تعینات خلقیہ کے نفس کے اندر حق تعالیٰ ظاہر ہے اور بطون حق میں خلق معقول اور مشہود ہے۔

سوئے:- اعیانِ ممکنات بہ حیثیت تعینات ہونے کے ماسوی یعنی غیر ہیں۔

سوز وساز:- سوز سے مراد ہوا کرتی ہے یادِ حق تعالیٰ میں سوزشِ عشق اور گدازگی قلب کے پیدا ہونے اور یادِ حق میں فنائیت کے حاصل ہونے سے۔

ساز یافتِ ذات اور بقاء بحق کو کہتے ہیں۔

گویا سوز وساز فناء و بقاء ہے مع اپنے جمیع لوازمات ونتائج کے۔

سہ جادہ:- شریعت(۱) وطریقت(۲) وحقیقت(۳)۔

سیاہی:- نورِ ذات۔

یہ انوار اور یہ ظلمت جس کو ہم دیکھتے ہیں اور نور وظلمت قرار دیتے ہیں نہ نورِ محض ہے نہ ظلمتِ محض۔ نور میں جب تک ظلمت اور ظلمت میں نور کی آمیزش نہ ہو نہ نور نظر آسکتا ہے نہ ظلمت کا احساس ہوسکتا ہے۔ نورِ مخلوط بہ ظلمات کو ضیاء کہتے ہیں اور نظر آنے کی چیز بھی یہی ہوتی ہے۔ نورِ محض اور ظلمتِ محض کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ مرتبہ ذات چونکہ ان آمیزشوں سے پاک وبرتر ہے نورِ ذات ماورائے ادراک ہے اور فنا کی تاریکی میں پوشیدہ۔

سیب زنخ:- لذتِ مشاہدہ۔ لطفِ قہر آمیز محبوب۔

سیر وطیر:- سالک کا ایک حال سے دوسرے حال۔ ایک فعل سے دوسرے فعل۔ ایک تجلّی سے دوسری تجلّی۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا سیر ہے یا طیر۔ جب کشف وکرامات کی راہ سے یہ سلوک طے کیا جاتا ہے تو اُسے سیر کہتے ہیں۔ اس طور پر راستہ دیر میں طے ہوتا ہے۔

جب بلا کشف وکرامت یہ سلوک طے ہوتا ہے تو اُسے طیر کہتے ہیں۔ اس میں راستہ جلد طے ہوتا ہے اور اسی کو صوفیاء سلوک اتم کہتے ہیں۔

سیر الی اللہ:- انسان کا جو کہ خلاصہ تعینات وکثرات ہے سیرِ شعوری ورجوعی کے ساتھ بجانب کلّی جو کہ واحدِ مطلق ہے یعنی بمقام احدیت وصول یاب ہونا۔

Marfat.com

سیرِ باللہ:۔ اطلاق میں فنا، و اتّصال کے بعد بغرضِ تکمیلِ ناقصاں بمقتضائے حکمتِ الہٰی عالم پر جو مرتبۂ تقیّد ہے واپس گزرنا۔ بقا بعد الفنا، جو کہ مقامِ تمکین ہے۔

سیرِ عروجی:۔ سیرِ مقیّد بجانبِ اطلاق اور سیرِ جزو بجانبِ کُل۔ اس سیر کی انتہائی رسائی احدیت تک ہے۔ جو کہ انسان کا نقطۂ اوّل ہے مستلزم معرفتِ کشفی شہودی یہی سیر ہے۔

سیرِ نزولی:۔ سیرِ اطلاق سے تقیّد یا کُل سے جزو کی جانب۔ تنزّلِ احدیت در مراتبِ کثراتِ امکانیہ از جہتِ اظہارِ اسماء وصفات۔ اس سیر کو ظہوری الباطن بھی کہتے ہیں۔

سَیل:۔ احوالِ دلی و کیفیاتِ قلبی کا غلبہ و سیلاب۔

سیمیا:۔ اقسامِ طلسم میں سے ایک علم جس کے ذریعہ رُوح کو ایک جسم سے دُوسرے جسم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جس موہوم شکل کو چاہتے ہیں آنکھوں کے سامنے لے آتے ہیں۔ کاغذ کو سکّہ کی شکل میں تراش کر اُسے سکّہ نما بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ بازار ے جا کر اُس کے ذریعہ خرید و فروخت بھی کی جا سکتی ہے۔

سیمرغ:۔ ذاتِ مطلق، عقلِ کل۔

سیم:۔ تصفیۂ ظاہر و باطن۔

Marfat.com

ش

شاہد :- حق باعتبارِ ظہور وحضور تجلّیٔ ذات درلباس. فروغِ نورِ تجلّی جو مخصوص ہے ارواحِ طیّبہ کے ساتھ اور جسے تجلّیِ نوری بھی کہتے ہیں. ہروہ چیز جو انسان کے دِل میں گھر کئے ہوئے ہو اور جس کی یاد اس شخص پر غالب ہو اس کا شاہد ہے. علم کا غلبہ ہے تو شاہدِ علم کہیں گے. وجد کا غلبہ ہے تو شاہدِ وجد اور حق کا غلبہ ہے تو شاہدِ حق.

شب :- عالمِ کثرت وتفرقہ جس طرح شب میں ظلمت ہے کثرت وتفرقہ میں بھی ظلمت ہے جو وحدت کو مخفی کردیتی ہے. حالتِ غم جس میں شب کا رنگ ماتمی موجود ہوتا ہے. عالمِ غیب جس میں امور مخفی ہوتے ہیں مثل واقعاتِ شب کے شبِ تاریک میں. عالمِ حروف جو کہ خطِ درمیانی ہے وجود وعدم کے درمیان اور خلق وامر کے درمیان اور ربوبیت وعبودیت کے درمیان.

شبِ قدر :- وجودِ حق میں استہلاک حاصل کرکے سالک کا بقا پانا.

شبِ یلدا :- انوار کا انتہائی مقام جو کہ سوادِ اعظم ہے.

شب و روز :- کفر ودین کی جانب کنایہ.

شباب :- سرعتِ سیر بلا شعورِ معرفتِ دقائقِ مقامات خواہ وہ سیر بطریقِ جذب ہو یا سلوک.

شبرو :- وہ سالک جو شب خیز اور شب بیدار ہو اسے شبروان بھی کہتے ہیں.

شبنم :- تصفیۂ ظاہری وباطنی.

Marfat.com

شراب :۔عشق ۔محبّت۔ ذوق ۔شکر۔ وجدان ۔معرفت ۔جلوۂ محبُوب سے جو مستی اچانک سالک کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

سالکِ مبتدی میں ذوق و بے خودی پیدا کرنے کے لئے حق تعالیٰ صورِ مظاہرِ حسّی کی کھڑکیوں میں سے اپنے آپ کو عالمِ مثال کی کسی نہ کسی شان میں ظاہر فرماتا ہے۔اصطلاحِ صوفیہ میں اس ظہور کو تانیس کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور اس نوع کی تجلّی کو تجلّیِ افعالی کہتے ہیں۔اس تجلّی کا سالک پر وہ اثر پڑتا ہے جو شراب کا اثر شراب پینے والے پر ہوتا ہے۔موسیٰ علیہ السّلام کے لئے اس شراب کا کام آتش نے کیا۔جسے دیکھتے ہی اُن میں ذوق و بے خودی پیدا ہوگئی۔مشربِ محمّدی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم میں شرابِ بے خودی وہ نُور تھا جس کا مشاہدہ شبِ معراج میں ہُوا۔

عشق و محبّت کو عموماً شرابِ صوری کے ساتھ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر مشابہت دی جاتی ہے :۔

(۱) شراب کے نشہ میں اِنسان اظہار و اعلان کی جانب مائل ہوتا ہے۔عشق بھی نہیں چھپتا۔

(۲) مَے اپنی ذات سے کوئی شکلِ معیّن و مخصُوص نہیں رکھتی جس شکل کے ظرف میں ڈالی جاتی ہے، وہی شکل اختیار کر لیتی ہے۔اسی طرح محبّتِ حقیقی بھی ظرف کی قابلیت کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔بعض میں ذاتی، بعض میں اسمائی، بعض میں صفاتی اور بعض میں آثاری صُورت اختیار کرتی ہے۔علیٰ قدرِ مراتب۔

(۳) شراب جسم کے ہر حصہ میں اثر پیدا کرتی ہے۔محبت بھی مبتلائے محبّت کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں تاثیر کر جاتی ہے۔

(۴) شراب بخیل کو سخی بنا دیتی ہے۔عاشق بجائے درہم و دینار کے کُل ما فی الوجود کی دولت اور نقدِ دوجہان کو بیک بار دے ڈالتا ہے۔

(۵) مے خوار میں دلیری، بیباکی اور لاأبالی پن پیدا ہو جاتا ہے۔جو عقلِ مآل اندیش کی مغلوبی کا نتیجہ ہے۔عاشق میں دلیری و شجاعت غلبۂ نورِ کشف و یقین سے پیدا ہوتی ہے۔اوّل الذکر کیفیت خسر الدُّنیا وَالآخرۃ کا باعث ہوتی ہے۔موخر الذکر کیفیت سے حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے۔

(۶) شرابی میں تواضع و نیاز کی زیادتی ہو جاتی ہے۔عاشق بھی تواضع و نیاز مندی میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

(۷) شرابی سے افشائے راز اکثر ہو جاتا ہے۔عاشق سے بھی افشائے راز کا صدور ہوتا رہتا ہے۔

Marfat.com

(۸) شراب مستی پیدا کرتی ہے۔ عشق بھی مستی پیدا کرتا ہے۔ دونوں کی مستی میں بے ہوشی اور قیدِ ہستی سے خلاصی اور خود پرستی سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ مگر شرابِ صوری سے جو مستی پیدا ہوتی ہے وہ مطلوب سے غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور عشق سے جو مستی پیدا ہوتی ہے وہ کمالِ شعور اور محبوب سے آگاہی پر مبنی ہوتی ہے۔

(۹) شراب جس قدر زیادتی کے ساتھ نوش کی جاتی ہے اسی قدر زیادتی کے ساتھ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی آگ بھڑکتی ہے۔ یہی کیفیت عشق میں بھی ہوتی ہے۔

(۱۰) شراب پینے سے حیا کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ حُبِّ جاہ و حشمت جاتی رہتی ہے۔ حجابِ ناموس اُٹھ جاتا ہے، اور وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ جلوۂ محبوب کی شرابِ معنوی سے عاشق پر یہی حالتیں طاری ہوتی ہیں ؎

مگر آں ساقیِ وحدت نقاب از رخ برافگندہ
کہ جام و بادہ یکساں گشت و بحر و قطرہ درہم شُد

چو بحرِ عشق موجے زد سحابِ جود باراں شُد
وجودِ واجب و ممکن مثالِ بحر و شبنم شُد

زہستی چوں جُدا گشتم حریمِ کبریا گشتم
چو من از خود فنا گشتم چہ گویم ہرچہ گویم شُد

شراب بے ساغر و جام :- تجلّیِ ذاتِ بے کیف جو قلبِ سالک پر وارد ہوتی ہے اور تعیّناتِ وجوبی و امکانی سے منزہ ہوتی ہے۔ یہ شراب بے ساغر و جام اس لئے ہے کہ ساغر و جام و بادہ کا امتیاز اسماء و صفات میں ہوتا ہے جو کہ ایک دلی شان ہے۔ ذات ان جملہ امور سے پاک ہے اور تجلّیِ ذات مقتضی ہے فنائے مطلق کی جس میں تعیّنات کی مطلق گنجائش نہیں۔ اسے شرابِ بادہ خوار اور شرابِ ساقی آشام اور شرابِ بے خودی اور مئے بے رنگ بھی کہتے ہیں ؎

مستم امّا نہ ازاں بادہ کہ سازند فرنگ ✽ مستم امّا نہ ازاں بادہ کہ سازند مغاں
للہ الحمد کہ در ساغرِ من ریختہ اند ✽ مئے بے رنگ زمی خانۂ بے نام و نشاں

شرابِ پختہ :- عیشِ صرف جو کہ اعتبارِ عبودیت سے مجرّد ہو۔

شرابِ خام :- عیشِ ممزوج۔ وہ عیش جس میں آمیزش ہو۔

Marfat.com

شراب خانہ :۔ بُت کدہ۔ عالمِ ملکوت (دیکھو زیرِ عنوان "بُت" صفحہ ۸۴)

شرابِ صاف :۔ وہ فیض جو مبدءِ فیاض سے بلاواسطہ پہنچا ہو۔ جیساکہ ملائکہ کو پہنچتا ہے۔

شرب :۔ تجلیاتِ درمیانی۔

شرطہ :۔ نفسِ رحمانی۔

شریعت۔ طریقت۔ حقیقت :۔ شریعت۔ احکامِ ظاہر۔ شریعت عبارت ہے فعلِ چند و ترکِ چند سے جن کی صراحت کتبِ فقہی میں موجود ہے۔

طریقت۔ روشِ اربابِ حال۔ تہذیبِ اخلاق۔ اوصافِ ذمیمہ کو اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کرنا۔ اسے سفر در وطن بھی کہتے ہیں۔

حقیقت۔ ظہورِ توحیدِ حقیقی۔ حقیقتِ ذاتِ حق بلا حجابِ تعینات۔

حقیقت مغز ہے جس کا پوست شریعت ہے۔ طریقت مغز و پوست کے درمیان ایک برزخ ہے مغزِ حقیقت بے پوستِ شریعت و طریقت پختہ نہیں ہوتا بلکہ خطرہ میں رہتا ہے۔ یا بالفاظِ دیگر یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ شریعت نسخہ ہے۔ طریقت اُس نسخہ کا صحیح استعمال ہے۔ مثلاً اُسے صحیح ترکیب سے تیار کرنا۔ جملہ شرائط کو ملحوظ رکھ کر وقت پہ اُس کا استعمال کرنا اور ہر قسم کا ضروری پرہیز دورانِ استعمال میں برتنا۔ اور حقیقت اس صحیح استعمالِ نسخہ سے نتائج کا حاصل کرنا ہے۔

شطحیات :۔ جمع ہے شطح کی۔ یہ وہ کلمات ہیں جو صوفیائے کرام کی زبان سے مستی و شوق و غلبۂ حال میں بے اختیار صادر ہو جاتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر باطناً کسی سِتر کی جانب اُن میں اشارہ ہوتا ہے گو ہر شخص اُن اشارات کو صحیح طور پر سمجھ نہ سکے۔ اس قسم کے کلمات کے متعلق مشائخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روش یہ ہے کہ اُنھیں نہ رد کرتے ہیں نہ قبول تا وقتیکہ سمجھ نہ لیں۔ اللہ کے دیوانے مغلوب الحالی میں کچھ کہہ بھی بیٹھتے ہیں تو قابلِ معافی ہوتے ہیں۔ خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

چوں زند دیوانۂ زیں شیوہ لاف ÷ تو ز سر کوری مکن با او مصاف

تو زبان از شیوۂ او دور دار ÷ عاشقِ دیوانہ را معذور دار

Marfat.com

عاقلاں را شرع تکلیف آمد است ✤ بیدلاں را عشق تشریف آمد است

لاجرم دیوانہ را اگرچہ خطا است ✤ ہرچہ میگوید بگستاخی رو است

شطحیات کی چند مثالیں مع اجمالی شروح کے ذیل میں درج کی جاتی ہیں :۔

(۱) آیت قرآنی[1]

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ	یعنی تحقیق پکڑ تیرے رب کی البتہ شدید ہے۔

پڑھی گئی تو سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ بول اُٹھے :

اِنَّ بَطْشِیْ اَشَدُّ	یعنی تحقیق میری پکڑ شدید تر ہے۔

یہ بظاہر ایک گستاخانہ کلمہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتا مگر کسی قدر تامّل کے بعد ایک سمجھ دار شخص کو اس فقرہ سے متعدد باریکیوں کی جانب رہنمائی ہوتی ہے اور وہ اسے گستاخانہ کلمہ قرار نہیں دیتا۔ اُن باریکیوں میں سے چند حسب ذیل ہیں :۔

اوّل : حق تعالیٰ کی پکڑ اگرچہ شدید ہے مگر اپنی ہی ملکیت میں تصرف ہے لہٰذا یہ پکڑ عدل کے خلاف نہیں، جبکہ ولی کی طرف سے پکڑ ظلم ہے کیونکہ بندہ ہونے کی حیثیت سے اُس کو ملکِ خدا میں تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں۔ شریعت نے بندگانِ الٰہی کے باہمی تعلقات کے متعلق جو حدود قائم کر دیئے ہیں اُن پر تجاوز ظلم وزیادتی ہے۔ لہٰذا ولی کی گرفت خدا کی گرفت سے اشد ہوئی۔

دوئم : حق تعالیٰ کی گرفت میں مہلت دی جاتی ہے اور توبہ واستغفار کا موقعہ عطا فرمایا جاتا ہے، مگر ولی کی پکڑ غلبۂ حال میں فی الفور عمل میں آجاتی ہے اور سنبھلنے کا موقعہ تک نہیں دیتی۔

سوئم : معرفت کے رنگ میں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ بطش عبارت ہے قبض وتصرف سے اور بندہ چونکہ خود تصرفِ حق کے تحت میں ہے۔ بندہ کا بطش حقیقۃً خدا کا بطش ہے اور خدا چونکہ اپنے مقبول بندہ کا کہنا مانتا ہے اور اُس کی دعا قبول فرماتا ہے اس لئے خدا کا بطش دراصل اُس بندہ کا فعل ہے جس کی دعا سے خدا نے یہ قبض و

[1] البروج۔۱۱۔

Marfat.com

تصرّف فرمایا۔ اس لحاظ سے جو کہ بظاہر ولی کی پکڑ ہے وہ حقیقۃً خُدا کا فعل ہے جو زیادہ قوی ہے بہ نسبت اس فعل کے جو کہ دراصل بندہ کا فعل ہے مگر "خُدا کے فعل" کے نام سے موسوم ہے۔

چہارمؔ: صاحبِ ولایت نے جسے مردُود کر دیا وہ پھر کبھی مقبول نہیں ہوتا حالانکہ حق تعالیٰ کے مردُود کئے ہوئے کو اگر کوئی صاحبِ ولایت قبول کرے تو حق تعالیٰ بھی مقبول فرما لیتا ہے۔ مرتدِ شریعت کلمہ پڑھ لینے سے پھر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عملِ سابقہ اُس کے ضائع ہو جاتے ہیں۔ لیکن مرتدِ طریقت کتنا ہی عمل کرے بے سُود ہے۔

(۲) ایک عارف کا قول ہے:

مُلکِیْ اَعْظَمُ مِنْ مُّلْکِ اللہِ	یعنی میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے۔

اس میں نکتہ یہ ہے کہ بندہ کا ملک اللہ ہے اور اللہ کا ملک بندہ اور جو کچھ بندہ سے متعلق ہے یعنی کائنات وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اللہ سب سے بڑا اور کوئی چیز اُس سے بڑی نہیں۔

(۳) مولانا رُومؒ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں ؎

ازاں مادر کہ زائیدم دگر بارش شدم جفتش
ازاں رو گبر خوانندم کہ با مادر زنا کردم

بادی النظر میں یہ شعر بھی پراز اشکال ہے اور اس کے سمجھنے میں ظاہر بینوں کو بہت اُلجھن ہوتی ہے۔

یہاں مادر سے مرادِ محلِّ ظہورِ تام ہے۔ جس طرح کہ بچّہ نطفہ کی شکل میں صُلبِ پدر میں ہوتا ہے۔ پھر رحمِ مادر میں منتقل ہو کر آتا ہے۔ پھر علقہ۔ پھر مضغہ وغیرہ کی صُورتوں میں منتقل ہوتا ہوا بالآخر بطنِ مادر سے متولّد ہو کر ظہورِ تام اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح اِنسان جملہ مراتبِ تنزّلات کو اختیار کرتا ہوا مثلاً مرتبۂ علمی مرتبۂ رُوحی مرتبۂ مثال وغیرہ سے اُترتا ہوا مرتبۂ شہادت کو عالمِ ناسوت یعنی دُنیا میں پاتا ہے اور ظہورِ تام اُس کا یہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ دُنیا اِنسان کے لئے بمنزلہ مادر کے ہے۔ زادن سے مراد ظہورِ تام ہے۔ جفت شدن سے دُنیا میں مقیّد ہونے کی جانب اِشارہ ہے۔ دُنیا کے ذریعہ سے انسان کا کمالِ ظہور کو پہنچنا اور اس کے بعد دُنیا سے پھر رغبت و محبت کرنا اور اُس میں مقیّد ہونا ایسا ہے جیسا ماں سے پیدا ہونے کے بعد زنا کرنا۔ زنا کرنے سے یہاں مراد فعلِ نامناسب کا ارتکاب ہے۔ چونکہ دُنیا کی پریشانیوں میں دل کا اُلجھاؤ بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان حجاب

Marfat.com

ہوجاتا ہے اور وصول الی اللہ میں مانع آتا ہے ونیز خُدا کے سوا کسی اور کو مطلوب بنانا کُفر و شرک ہے۔ اس لئے مادرِ دُنیا کے ساتھ التفاتِ نامناسب سے پیش آنے والے کو گبر قرار دیا گیا۔

دُوسرے معنی اس شعر کے یہ ہیں کہ رُوحِ قدسی عالمِ قدسی سے جُدا ہو کر قالبِ جسمانی میں آئی جو اُس کے کمالِ ظہور کی منزل ہے اور جسدِ عنصری میں آکر مقید ہو کر رہ گئی۔ یعنی اُسی کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف ہوگئی۔ اُسی کو آرام و آسائش پہونچانے میں منہمک ہوگئی اور اپنے اصلی کام کو فراموش کر بیٹھی، اور یادِ حق سے غافل ہوگئی۔ اس حرکتِ ناشائستہ کی بنا پر اُسے کافر و مشرک وگبر کہا گیا۔ یہ کفرِ حالی ہے نہ کفرِ اعتقادی۔

تیسرا پہلو اس شعر میں یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ظہورِ وجودِ مطلق ہے۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔	میں ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس دوست رکھا میں نے کہ پہچانا جاؤں پس پیدا کیا میں نے خلق کو۔

یہ اشارہ ہے اُس بھید کی جانب جو تخلیقِ انسانی میں مضمر تھا۔ وجودِ مطلق نے صفتِ حُبّ سے تجلّی فرمائی تو ظہورِ انسانی ہوا۔ ایک وجود کو جب تک دو وجودوں میں متعیّن نہ کیا جائے اور ایک کو محب اور دُوسرے کو محبوب نہ قرار دیا جائے اُس وقت تک تجلّیِ صفتِ حُبّ اپنے ظہور کے کمال کو نہیں پہنچ سکتی اور آثارِ محبّت کا پورا اظہار نہیں ہوسکتا مگر آگے چل کر ان تعیّنات اور تقیّدات میں پھنس کر رہ جانا ایک آفت ہوگیا۔ وحدت کثرت میں مخفی ہوگئی اور بندہ اثباتِ غیر کے مرض میں مبتلا ہو کر گبر بن گیا۔ اشغال بالغیر عارف کے لئے کفرِ حالی ہے۔

(۴) شیخ جمال دہلویؒ فرماتے ہیں ؎

مادرے دارم کہ آں جفتِ خداست
من ازاں مادر زنار زادہ ام

اس شعر میں مادر سے مراد مربّی اور تربیت کنندہ ہے جو کہ اصالۃً رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، اور جفتِ خدا یعنی قرینِ حق اور حق تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ آپ کا فیض آپ کی اُمّت پر اور آپ کی اُمّت کے ہرکس وناکس پر برابر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اگر آپ کا فیض جاری نہ ہوتا تو نہ کسی کو نارِ

Marfat.com

دوزخ سے نجات ملتی اور نہ کوئی مقصودِ اصلی تک پہنچتا۔ جفتِ خدا ہونے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو آپ تک پہنچا وہ خدا تک پہنچ گیا۔ آپ کی متابعت کی برکت سے نائب رسول یعنی مرشد وقت کا فیض بھی ہر زمانہ میں اُس کے متوسّلین تک پہنچتا رہتا ہے۔ مرشد تک رسائی رسول تک رسائی ہے اور رسول تک رسائی خدا تک رسائی ہے۔ مصرعہ ثانی دراصل اس طرح پر ہے:-

من ازاں مادر زِنار آزادہ ام

من ازاں مادر یعنی میں اُس مربی اور تربیت کنندہ کی بدولت زنار یعنی آگ سے آزادہ ام یعنی آزاد ہوا۔ دوزخ کی آگ سے بھی اور بُعد و ہجر کی آگ سے بھی۔ اگر مصرعہ ثانی کو دُوسرے طور پر پڑھا جائے یعنی اس طرح کہ من ازاں مادر زِنا رازادہ ام تو پُورے شعر کے معنی دُوسرے ہوں گے۔ اس صورت میں مادر کے معنی ہوا ہے جو خود بینی اور غیر بینی سے پیدا ہوتی ہے۔ جفتِ خدا سے مراد خُدا سے برابری کا دعویٰ کرنے والی۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (الجاثیہ ع۳)	کیا پس دیکھا تو نے اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشوں کو (ہوا کو) اپنا خُدا بنایا۔

زِنارازادہ ام زنا سے پیدا ہونے سے یہ مراد ہے کہ خود بینی اور ظہورِ خودی اور خیالِ غیریت اور ما و شما میں پھنس کر تعدّد و تکثّر کا فسانہ کھڑا کر کے اپنے وجود کا اثبات پیدا کیا۔ وَجُوْدُكَ ذَنْبٌ لَّا يُقَاسُ بِهٖ ذَنْبٌ۔ حقیقۃً ایک ہی وجود ہے۔ جب ہم نے ہوا و نفسِ ناروا کے کہنے میں آکر صفتِ غیریت کے ساتھ اپنے وجود کو متّصف کیا تو گویا ہم نے اپنے آپ کو ناجائز طور پر اُس ماں سے پیدا کیا جسے ہوا کہتے ہیں اور جو خُدا کی برابری کرنے کی جرأت کرتی ہے۔ یہ ولادتِ ناجائز کو حق تعالیٰ سے محجوب کر دیتی ہے اور اس بناء پر یہ ذنبِ حالی ہے نہ کہ اعتقادی۔

(۵) ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

دلبرِ من کودک است نازند اند ہنوز !!
دستِ چپ از دستِ راست باز نداند ہنوز

Marfat.com

یہ اشارہ ہے طرف اطلاقِ محض کے جہاں نہ تعدد ہے نہ تکثر، ناز و نیاز میں امتیاز، محبّی و محبوبی میں فرق، اصحابِ یمین و شمال کی شناخت، اور کفر و اسلام کا اعتبار وہاں مفقود ہے۔ سب کچھ ہے مگر امتیاز و فرق وہاں مطلق نمایاں نہیں۔ بجز ذات کے وہاں کسی چیز کی شناخت نہیں۔ گو عالمِ ظہور میں اگرچہ ہر چیز کا ظہور ہوا اور عالمِ کثرات میں اگر کثرت ظاہر ہوئی، مگر باوجود اس ظہور اور اس نمائش کے مرتبۂ ذات اُسی صرافتِ اطلاق پر باقی ہے اور مجبوب میرا اب تک اپنی اصل پر قائم و دائم ہے۔ اَلْآنَ کَمَا کَانَ۔

(۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

ترسم زگنہ نیست کہ او غفّار است
از سابقۂ حکمِ ازل می ترسم

بادیُ النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس شعر میں گُناہ سے بے خوفی کا اظہار کیا گیا ہے جو کفر ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ایسا نہیں بلکہ خوف و رجاء دونوں کی جانب اس شعر میں اشارہ ہے اور خوف کا پلّہ بھاری رکھا گیا ہے۔ پہلے مصرعہ میں رجا کا ذکر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا غفّار ہونا بیان کیا گیا ہے بخشش کے بعد گناہ بے ضرر ہو جاتا ہے۔ دُوسرے مصرعہ میں حکمِ ازل سے خوف کھایا گیا ہے کہ اگر ازل میں قلم چل گیا ہے کہ فلاں گناہ پر سزا لازمی ہے تو پھر غفاری کو کام میں نہ لایا جائے گا اور عقوبت بھگتنی ہی پڑے گی۔ یہ انتہا درجہ کا خوف ہے جو ظاہر کیا گیا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ یہ دونوں چیزیں ایمان کے لئے لازمی ہیں حضرت عبداللہ سہل تستریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"خوف مرد ہے اور رجا عورت ہے اور اِن دونوں کے نکاحِ باہمی سے
حقائق الایمان پیدا ہوتے ہیں۔"

خوف سے تیزی اور چستی پیدا ہوتی ہے اور یہ مردانہ اوصاف ہیں۔ رجاء سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے اور یہ زنانہ خصلتیں ہیں۔

شعور:۔ ذاتِ حق تعالیٰ سے آگاہ ہونا۔

شکر:۔ شکرِ حقیقی ایک کیفیتِ خاص ہے جو نعمت کو منعم سے منسوب کرنے اور اُس نعمت کو منعم کی مرضی کے مُطابق

Marfat.com

صاف کرنے سے سالک کے قلب میں لذّت و سرُور کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

شکل:۔ وجودِ ہستی حق تعالیٰ۔

شگوفہ:۔ بلندیٔ مرتبہ۔

شمائل:۔ امتزاجِ جمالیات وجلالیات۔

شمع:۔ پرتوِ انوارِ معرفت جو سالک کے دل پر چمکتا ہے۔ نُورِ عرفان جس سے سالک کا دل منوّر ہوتا ہے۔ وہ نُورِ تجلی جو مظاہرِ حسّی کی کھڑکیوں میں سے مثالی صُورتوں کے ذریعہ اپنا جمال منعکس کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام کے لئے وہ درخت جس سے انھوں نے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کی آواز سُنی تھی شمع بن گیا۔

شوخی:۔ کثرتِ التفات۔ صورِ افعال کے ذریعہ اظہارِ شیفتگی۔

شوق:۔ دل کا لقائے محبُوب کے لئے جوش میں آنا۔ جب لقاء اور دیدار حاصل ہوجاتا ہے۔ اس جوش میں سکوُن پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ حالت جو دیدار سے ساکن نہیں ہوتی اِشتیاق کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔

شہادت:۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ شہادتِ صغریٰ اور شہادتِ کبریٰ۔

شہادتِ صغریٰ کی متعدّد اقسام ہیں جن میں سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں دو صفوں کے درمیان غازی ہونے کی حالت میں قتل ہو جاوے۔

شہادتِ کبریٰ کی دو قسمیں ہیں۔ اعلیٰ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا شہود تعیّن کی آنکھ سے اُس کی تمام مخلوقات میں ہونے لگے۔ مثلاً مخلوقات میں جب کسی چیز کو دیکھے تو اُس میں بغیر حلول و اتّحاد و اتّصال و انفصال کے حق تعالیٰ کو پائے۔

ادنیٰ قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغیر کسی علّت کے محبّت رکھے اور یہ محبت خدا کے ساتھ صفاتِ الٰہی کی وجہ سے ہو اور اس وجہ سے کہ وہ محبّت کے لائق ہے۔

تلوار کی شہادت شہادتِ صغریٰ ہے اور محبّت کی شہادت شہادتِ کبریٰ۔

شہر:۔ وجودِ مطلق۔ سب کچھ اسی شہر میں آباد ہے۔

شہود:۔ حق تعالیٰ کا مشاہدہ بایں طور کہ سالک مراتبِ تعیّنات اور موہوماتِ صُوریہ سے عبور کر کے توحیدِ عیانی کے مقام میں پہنچے اور جمیع صُورِ موجودات میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرے اور غیریت کو دُور کر دے۔ جس چیز پر نظر ڈالے

Marfat.com

حق ہی کو دیکھے اور غیر کو نہ دیکھے ۔ کیونکہ وجودِ حق کے سوائے موجودیتِ غیر محال ہے۔ پس حق کو حق دیکھے کیونکہ حق کا غیرِ حق ہونا محال ہے۔

شیخ :۔ ہادیٔ طریقت۔ رہنما۔ استاد۔ طالبانِ حق کو اپنی تعلیم و تربیت اور اپنے توسّل و فیضانِ باطنی اور اپنے تصرف سے وصول الی اللہ تک پہونچانے والا۔ بوجہ صاحبِ ارشاد ہونے کے وہ نائبِ رسول ہوتا ہے۔ جو کام کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی حیاتِ ظاہری میں کیا اُسے بعد کے زمانوں میں جاری رکھتا ہے۔ اُسے عالمِ ملک و ملکوت میں حق تعالیٰ کی جانب سے تصرّف عطا ہوتا ہے۔ مقامِ مشیخت مقامِ ولایت سے بالاتر ہے۔

شیخ صاحبِ کرامت ہوتا ہے۔ اس کرامت کی دو قسمیں ہیں۔ کرامت فی اللہ جو اللہ اور بندہ کے درمیان تعلّقات سے متعلّق ہے۔ اس کا علم کسی غیر کو نہیں ہو سکتا اور کرامت فی الخلق جو بندوں سے بھی کسی قدر متعلّق ہے۔ اس کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱) تصرف فی الخلق اور (۲) اظہارِ خرقِ عادات۔

تصرف فی الخلق طالبانِ حق کے لئے مفید اور کارآمد ہے۔ اس کی بدولت مریدین کے قلوب اور طبائع و افعال و حرکات و اخلاق کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ یہ قلبِ ماہیت چونکہ بتدریج واقع ہوتی ہے اس کا فوری اظہار عوام پر نہیں ہوتا۔

اظہارِ خرقِ عادات کی فوری طور پر نمائش ہو جاتی ہے۔ مگر ارشاد اور طلبِ حق کے امور میں مفید نہیں۔ بہ استثناء اس صورت کے کہ لوگ ان خوارق کو دیکھ کر اُس شیخ کے معتقد ہو جائیں اور طلبِ حق میں اُس کی جانب رجوع کریں اور فائدہ اُٹھاویں۔

شیخ کے تین اقسام ہیں :۔

(۱) شیخِ کامل :۔ یہ خود کامل ہوتا ہے مگر دُوسروں کو کامل نہیں بنا سکتا گو ابتدائی تعلیم دے سکتا ہے۔

(۲) شیخِ مکمّل :۔ خود بھی کامل ہوتا ہے اور دُوسروں کو بھی کامل بنا دیتا ہے۔ یہ ابوالحال ہوتا ہے۔

(۳) شیخِ اکمل :۔ شیخِ مکمّل کی سی قابلیت رکھتا ہے۔ یعنی خود بھی کامل ہوتا ہے اور دُوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہے۔ مگر بناتا نہیں کیونکہ مغلوب الحال ہوتا ہے اور اپنے ہی سے فرصت نہیں پاتا جو دُوسروں

Marfat.com

کی جانب متوجّہ ہو۔

شیدا :۔ مستّ۔ اہلِ جذبہ وشوق۔ تارک الدُنیا۔

شیُون :۔ تعیّناتِ وجودِ حق در مرتبۂ علم۔

شیوہ :۔ جذبۂ الٰہی کا کبھی ہونا اور کبھی نہ ہونا تاکہ جذبِ مسلسل سے غرور وغفلت نہ پیدا ہو۔

Marfat.com

ص

صبا:۔ ایک ہوا ہے جو عرش کے نیچے سے صبح کے وقت چلتی ہے۔ بادِ خنک و لطیف اور نسیم خوشگوار ہے جس سے گلہائے رنگا رنگ کھلتے ہیں اور عاشقانِ دلدادہ اُس سے مژدۂ جانگداز اور شمائمِ روح افزا پاتے ہیں۔ نفحاتِ رحمانیہ جو مشرقِ رحمانیت سے عشاق کی ترو تازگی کے لئے آتے ہیں ؂

میرسد بادِ صبا رقص کناں می آید
خوش نسیمے ست کہ از مشرقِ جاں می آید

صبح و شام:۔ صبح وحدت ہے اور شام کثرت۔ صبح ظہورِ حق ہے صورِ مظاہر میں اور شام خفائے حق ہے تعیناتِ مظاہر میں۔ قلبِ سالک پر آفتابِ حقیقت کے طلوع ہونے سے قبل جو واردات ہوتی ہیں اُن کی جانب بھی صبح کے لفظ سے اِشارہ کیا جاتا ہے۔ احوال کا آغاز بھی طلوعِ فجر ہے۔

صبر:۔ کسی معاملہ میں خالق کی مخلوق سے نہ تو زبان سے شکایت کرنا نہ دل میں اُس شکایت کا پیدا ہونے دینا صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ اچھے بندے تھے۔ اور فرماتا ہے کہ (اِنَّہٗ اَوَّابٌ[1]) وہ اوّاب تھے۔ یعنی اپنے حالات کو اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ رفعِ تکلیف کے لئے آپ اسباب

---

[1] ص ع ۲

Marfat.com

کی جانب التفات نہ فرماتے تھے۔ بلکہ حق تعالیٰ سے دُعا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ دُعا سے صبر میں کوئی قباحت نہیں واقع ہوتی۔ غیر اللہ سے استغاثہ کرنے سے دل و زبان کو روکنا صبر ہے اور غیر اللہ سے مراد حق تعالیٰ کی وہ جملہ جہات ہیں جو اُس کی اُس جہتِ خاص کے علاوہ ہیں جسے ھُویت کہتے ہیں۔

عارف باللہ ھُویتِ حق سے اپنی رفعِ تکلیف کے لئے دُعا کرتا ہے۔ اپنے نفس کو ایسا کرنے سے باز رکھنا گویا حق تعالیٰ کے سامنے مُشٹنڈ مردی اور گستاخی سے پیش آنا ہے۔ عبدیت اور انکسار اس میں ہے کہ اپنی ہر تکلیف پر بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری اور لجاجت اور عاجزی سے سوال کرے کیونکہ اُس تکلیف کا ازالہ بارگاہِ الٰہی ہی سے ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ کسی سبب ہی کے وسیلہ سے اُس تکلیف کا ازالہ فرماتا ہے۔ مگر سبب کی جانب رجوع کرنے سے بہتر ہے کہ مُسبِّب کی جانب رجوع کیا جائے۔ ایک چیز کے متعدّد اسباب ہوتے ہیں اور بندہ نہیں جانتا کہ علمِ الٰہی میں کونسا خاص سبب اُس امرِ خاص کے لئے معیّن ہو چکا ہے۔ بعض لوگ دُعا میں بھی اپنی طرف سے سبب معیّن کر دیتے ہیں حالانکہ وہ سبب علمِ الٰہی کے مطابق نہیں ہوتا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا نے دُعا قبول نہ کی حالانکہ خدا سے دُعا ہی نہیں کی گئی بلکہ اُس سببِ خاص سے دُعا کی گئی جس کے لئے وقت و حالات مقتضی نہ تھے۔

صحو :۔ عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا۔

صدا :۔ انعکاسِ صوت۔ کائنات بھی ایک صدا ہے یعنی انعکاس ہے نغمۂ کُن کا۔

صدق :۔ ظاہر و باطن میں اور دل و زبان سے اور خفیہ طور و علانیہ طریق پر حق تعالیٰ کے اور خلق کے سامنے صداقت اور راست بازی سے پیش آنا۔

صراحی :۔ مقامِ مستی۔ سُکرِ اوّل۔ وجد۔ وہ مقام جہاں سالک متحیر ہو جاوے۔ کوئی سا مقام جہاں کی مستیاں سالک پر برس رہی ہوں۔

صراط المستقیم :۔ وہ راستہ جو کشف کی جانب لے جاوے۔ مشہدِ احدی۔

صعق :۔ تجلّیِ ذات سے حق میں فنا ہونا۔

صفوت :۔ اہلِ صفوت وہ ہیں جو تصفیۂ قلب اور کدورتِ غیریت سے پاک ہونے میں متحقق ہو گئے ہوں۔

صلاح :۔ ہمیشہ عبادت میں رہنا۔ صالح ہر کام خدا کے لئے کرتا ہے۔ لیکن اُن کاموں کے ذریعے سے وہ دُنیا و آخرت

Marfat.com

میں خدا سے زیادتی چاہتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوزخ سے ڈرتا ہے اور جنت کا آرزومند ہوتا ہے مگر وہ صادق فی اللہ ہوتا ہے۔

صُلح:۔ اعمال وعبادات وغیرہ کا مقبول ہو جانا۔

صمدیت:۔ مقاماتِ سلوک سے ایک مقام ہے جہاں پہنچ کر سالک صفاتِ بشری سے مبرا ہو جاتا ہے اور شہودِ ذات کے سرور میں اُسے اکل وشُرب کا ہوش تک نہیں رہتا۔

صنم:۔ ظہورِ تجلّی صورتِ صفاتی۔ حقیقتِ روحیہ۔

صوابِ شاب (جواں صُورت):۔ صفاتِ غیر متناہی کا شہود وحصرِ غیر متناہی ہونے میں متناہی ہونا۔

صُورِ کونیہ:۔ موجوداتِ خارجیہ جو کہ عالمِ واقع میں موجود ہیں اور دراصل اشکال واجسامِ ناسوتی ہیں حقائقِ عینیہ کے۔

صومعہ:۔ مقامِ تنزیہ۔ صومعہ دراصل عیسائیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر تنزیہ کا غلبہ تھا اور آپ کی تعلیمات کو بھی تنزیہ سے ایک خصوصیت تھی اس لئے صومعہ سے تنزیہ کی جانب کنایہ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ط

طامات :۔ وہ معارف جو ابتدائے سلوک میں سالک کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔
طامات خود نمائی کو بھی کہتے ہیں۔ بعض لوگ عوام پر اپنا رنگ جمانے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں اور ایسے افعال اختیار کرلیتے ہیں جو اُن کے حال سے بُعد رکھتے ہیں اور جن میں خلوص نہیں ہوتا اس قسم کی باتیں سب طامات کے تحت میں آتی ہیں۔

طامۃ الکبرےٰ :۔ ساعتِ کبرےٰ۔ قیامتِ کبرےٰ۔
طم کہتے ہیں کھود کھرچ کر زمین کے ہموار کرنے کو۔ قیامت میں چونکہ زمینِ وجود کے جُملہ تعینّات کو مٹا کر وجود کو ہموار کردیا جائے گا اس لئے قیامت کو طامۃ الکبرےٰ کہتے ہیں۔ یہاں قیامت سے مرادِ قیامۃ الکبرےٰ ہے۔ کیونکہ یوں تو ہر آن قیامت برپا رہتی ہے۔ عالم ہر سانس میں فنا اور ہر سانس میں فیضانِ وجود سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اُس آنے والی قیامت اور اِس آنے دن کی قیامت میں یہ فرق ہے کہ وہ روزِ جزا ہے اور یہ روزِ عمل۔ وہاں ظہورِ فعلی واقع ہوتا ہے بدفعۃً واحدۃً اور یہاں بتدریج۔ وہ تفصیل ہے اور یہ اجمال۔ وہ ابدی ہے اور یہ فانی۔ ایک نکتہ اور بھی قابلِ غور ہے۔ ساعتِ کبریٰ ہر ساعتِ صغریٰ پر بلا تعدّد واقع ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ ساعتِ کبرےٰ میں ایک کلّیتِ تامّہ ہے، اور ہر کلّیتِ تامّہ اپنے افراد پر بغیر تعدّد کے واقع ہوتی ہے۔

طاہر :۔ جس نے مجاہدہ و ریاضت و عمل و کسب سے اپنے میں طہارت و پاکیزگی پیدا کر لی ہے اور بوجہ اُس

Marfat.com

طہارت کے حق تعالیٰ اُس کی محافظت فرماتا ہے اور اُسے معاصی سے بچاتا ہے۔ طہارت کی چار اقسام ہیں :۔

(۱) طہارتِ ظاہری :۔ جسم ولباسِ ظاہری کو نجاست سے پاک رکھنا۔

(۲) طہارتِ باطنی :۔ لقمۂ حرام ومشروباتِ حرام سے اجتناب۔

(۳) طہارتِ دل :۔ صفاتِ ناپسندیدہ مثل غِل وغش وکبر وغرور وکینہ وحسد ومکر وخیانت وبغض وعداوت وحبِّ دنیا سے اپنے کو پاک وصاف رکھنا۔

(۴) طہارتِ سِرّ :۔ ماسوے اللہ سے اپنے خیالات اور اپنی توجہ کو دُور رکھنا۔

طائر :۔ محلِّ صورِ علمیہ۔ اعیانِ ثابتہ۔ تقدیرِ الٰہی علمِ الٰہی۔ فرشتگانِ مقرب۔

طِبِّ رُوحانی :۔ رُوحانی اور قلبی صحت کے درست قائم اور اعتدال پر رکھنے کا علم۔

طبیبِ رُوحانی :۔ شیخِ مکمّل۔

طَرَب :۔ حق تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور اُس اُنس کی وجہ سے دل میں سرور۔

طراوت :۔ حضرتِ الٰہی کی جانب سے مادّہ میں انوار کا ظہور۔

طلب :۔ حق تعالیٰ کو مطلوب بنانا۔ ایسا مطلوب جو دین و دُنیا سے محبوب تر ہو۔

حق تعالیٰ کی تلاش میں طالب شب و روز بے چین رہتا ہے۔ کوئی نعمت ولذّت اُس کی بے چینی میں کمی کا باعث نہیں ہوتی۔ نہ غیبت میں اُسے سکون نصیب ہوتا ہے نہ رویت میں قرار۔ ع

نے تابِ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

طمانیت :۔ سالک کے قلب ونفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون وقرار پانا۔

طمس ومحو :۔ (اِن دونوں لفظوں کے معنی مٹنا ہیں۔)

طمس فنا سے صفاتی کو کہتے ہیں یعنی صفاتِ خلق کو صفاتِ حق میں گم کر دینا۔ صفاتِ حق کا جملہ اشیاء میں مشاہدہ کرنا اور غیرِ حق کو اپنی صفات سے خالی پانا۔

محو فنا سے افعالی کو کہتے ہیں۔ یعنی افعالِ حق کا مشاہدہ جملہ اشیاء میں کرنا اور غیرِ حق کو بالکل موثر نہ پانا۔

طوالع۔ لوامع :۔ انوارِ توحید جو عارفوں کے دلوں میں طلوع ہوتے ہیں اور انوارِ سابقہ کو مخفی کر دیتے ہیں۔ وہ

Marfat.com

کیفیات جو تجلیاتِ اسماءِ الٰہیہ کے مبادیات میں سالک کے باطن میں پیدا ہوتی ہیں اور اُس کے اخلاق و اوصاف کو نورِ باطن سے منوّر کر دیتی ہیں۔

طور الایمن :۔ نفسِ انسانی۔

جانبِ نفس سے بندہ کو ندا دی جاتی ہے۔

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ (مریم۔ع ۴)	اور پکارا ہم نے اُس کو طور الایمن کی جانب سے (یا بہت برکت والے پہاڑ کی جانب سے)۔

اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ گویا کوہِ نفس ذاتِ الٰہی میں پاش پاش ہو جاتا ہے اور ندا سُننے والا یعنی بندہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس بے ہوشی سے مراد محق و سحق ہے۔ جب بندہ کی کوئی چیز باقی نہ رہی یعنی جب بندہ ہی درمیان سے ہٹ گیا تو قولِ لَنْ تَرَانِیْ صادق آیا اور اللہ نے اللہ کو دیکھا کیونکہ حادث کے لئے ناممکن ہے کہ قدیم کے ظاہر ہونے کے وقت ثابت رہ سکے ۔

میں نے اَرِنِیْ کہا تو یوں بولا
جب تلک تو ہے لن ترانی ہے

طور نفسِ انسانی کا باطن ہے جسے انسان میں حقیقتِ الٰہیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور طور الایمن نفس ہے۔ رحمٰن کی ذات نفس میں پائی جاتی ہے اور اس کا پایا جانا یہ ہے کہ وہ اسماء و صفات میں ظاہر ہو۔ گویا خدا ظاہر ہوا اور بندہ گم ہوا۔

Marfat.com

ظ

ظِلّ :۔ جملہ ظہورات و تعیّنات۔ وجودِ اضافی جو اعیانِ ممکنات و تعیّنات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وجودِ خارجی ظلمت وعدمیت۔ ظُلمتِ عدمی۔ معدوماتِ ظاہرہ جو انوارِ الٰہی سے ظہور پکڑتے ہیں۔

احکامِ ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں۔ اسمِ نُور سے ظاہر ہوتے۔ اس ظہور کو وجودِ اضافی اور وجودِ خارجی کہتے ہیں۔ یہ اضافی یا خارجی وجود معدومات کی طرف اس لئے منسوب ہے کہ معدومات میں ظُلمتِ عدمی ہے۔ وہ نور جو صُوَرِ معدومات میں ظاہر ہوا ظِلّ ہے۔ کیونکہ موہوم ہے اور منقول ہے اور فی نفسہا معدومات کی عدمیت ہے۔ تو گویا معدومات کا ظہور جس نور کے سبب سے ہوا اُس نُور کو ظِلّ کہتے ہیں۔

عالم کو حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو اُس شخص سے ہے جس کا کہ وہ سایہ ہے۔ عالم جس پر کہ غیرِ حق کا اطلاق کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ظِلّ ہے۔ یہ ظِلِّ الٰہی جسے کہ عالم کہتے ہیں اعیانِ ممکنات میں ظاہر اور ممتد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان میں فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۔ کیا تو نے اپنے رب کی طرف نظر نہیں کی کہ اُس نے وجودِ اضافی کو ممکنات پر کس طرح پھیلایا۔ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا۔ اور اگر وہ چاہے تو اس کو ساکن کر دے۔ یعنی وجودِ اضافی کو اپنی ذات میں بالفعل سے بالقوۃ کر دے۔ گویا حق تعالیٰ کی ہستی ایسی نہیں کہ جب وہ ممکنات میں تجلّی فرمادے تب ظاہر ہو اور تجلّی نہ فرمانے کی صُورت میں مثل ممکنات کے ہو جاوے جن کا کوئی عین وجود میں ظاہر نہیں۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۔ پھر ہم نے اُس سایہ پر آفتاب کو دلیل و رہنما بنایا۔ آفتاب سے ظِلّ نمائی ظہور میں نہ آتی تو آفتاب کی روشنی کو کوئی نہ پہچانتا۔ اگر آفتاب ایک ہی حالت پر قائم رہتا اور

Marfat.com

صبح شام نہ ہوتی اور سایہ کی طوالت میں کمی وبیشی نہ واقع ہوتی رہتی تو نہ کسی کو نُور کا شعور ہوتا نہ کوئی اُس نُور کو آفتاب سے نسبت دیتا۔ گویا نورِ آفتاب سے سایہ پہچانا جاتا ہے اور سایہ سے نُورِ آفتاب۔ وہ آفتاب اسمِ نور ہے جس سے وجودِ ظلّی کی شناخت ہوتی ہے۔ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا۔ پھر ہم اُس کو اپنی طرف تھوڑا تھوڑا اور آہستہ آہستہ کرکے لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اُسی کا ظِلّ ہے۔ اور اُسی کی طرف جُملہ امور پلٹتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے۔ پس جُملہ تعینّات باعتبارِ ھویّتِ حق کے حق تعالیٰ ہی کا وجود ہے اور باعتبارِ صُورتوں کے اختلاف کے وہ سب تعیّناتِ اعیانِ ممکنات ہیں۔ جس طرح صُورتوں کے اختلاف سے ظِلّ کا نام اُس سے دُور نہیں ہوسکتا اسی طرح صُورتوں کے اختلاف سے عالم اور غیرِ حق کے نام بھی اُس سے دُور نہیں ہوسکتے۔

جب عالم ایک ظِلّ ہے۔ یا مجموعۂ ظلال ہے تو عالم کا وجود اصلی نہیں بلکہ ظلّی وہمی خیالی اور اعتباری ہے۔ حقیقت سے ناواقف خیال کرتا ہے کہ عالم ایک شئے زاید ہے حق تعالیٰ سے خارج و نیز یہ کہ عالم قائم بنفسہٖ ہے حالانکہ دراصل ایسا نہیں۔ سایہ کو اصل سے جو اتّصال ہے اُس کا ٹوٹنا محال ہے۔ کوئی چیز سایہ کو اصل سے جُدا نہیں کرسکتی۔ ہر شخص اپنے عین کو پہچاننے کی کوشش کرے تو اُسے معلوم ہوجائے گا کہ وہ کون ہے۔ اُس کی ھویّت کیا ہے۔ کس اعتبار سے اُس پر کونسا اسم صادق آتا ہے۔ جہتِ حق اُس کی کونسی ہے اور جہتِ خلق کونسی۔ اس معرفت کی کمی وبیشی پر عارفوں کی بصیرت کی کمی وبیشی کا تفاوت ہے۔ اس کی وبیشی کی مثال یہ ہے کہ ایک آئینہ خانہ متصوّر کرو جس میں بے شمار چھوٹے اور بڑے، سیدھے اور ٹیڑھے، صاف اور دھندلے، سپید اور رنگ برنگ کے آئینے لگے ہوئے ہیں، جن پر ایک ہی روشنی پھینکی جارہی ہے۔ دیکھنے والے کی نگاہ میں آئینے کی رنگت وصُورت کے مُطابق وہ روشنی رنگ وصُورت اختیار کرلیتی ہے حالانکہ اصلی رنگ وصُورت وہ نہیں۔ چھوٹے آئینہ میں چھوٹی اور بڑے آئینہ میں بڑی صُورت نظر آتی ہے۔ سیدھے میں سیدھی اور ٹیڑھے میں ٹیڑھی۔ صاف آئینہ میں صاف اور دھندلے میں دھندلی نظر آتی ہے۔ اس طرح جو بندہ بوجہ اپنی صفائی کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ متحقّق ہے اس میں حق تعالیٰ کے مظاہر زیادتی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ حق تعالیٰ اُن کے لئے سمع و بصر و کلام اور کل قویٰ وجوارح بن جاتا ہے لیکن باوجود اس قرب واتّصال کے بندہ ظِلّ ہی رہتا ہے۔ یہ بندہ بوجہ اپنی صفائی کے ایک ایسا شیشہ ہوتا ہے کہ اُسے

Marfat.com

ظلِّ نوری کہتے ہیں۔ ہر شخص بوجہ ظلّ ہونے کے محض خیال ہوتا ہے اور اُس بندہ کے جُملہ مدرکات اور یہ تمام موجودات جس پر غیرِ حق کا اطلاق ہوتا ہے خیال در خیال ہے۔ وجودِ حق باعتبار اپنی ذات و عینیت کے اللہ ہی ہے نہ کہ باعتبار اسماء کے جن میں کثرت ہے ہستی میں احدیت ہے اور خیال میں کثرت۔ جو کثرت پر قائم ہوا وہ عالم میں اسماءِ الٰہیہ اور اسمائے کونیہ کا قرین ہے۔ اور جو احدیت پر قائم رہا اُسے اُس ذاتِ اقدس کی معیت حاصل ہوئی جو غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ یہ استغنا اسماء سے بھی ہے اور مسمیات سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی وہ احدیت جو باعتبار اسماءِ الٰہیہ کے ہے احدیتہ الکثرت کہلاتی ہے اور وہ احدیت جو ان اسماء سے مستغنی ہونے کی جہت سے ہے احدیتِ عین کہلاتی ہے۔ اور ان دونوں جہتوں پر اسمِ احد کا اطلاق ہوتا ہے۔ ظلال ہی کی بدولت اور ظلال کے داہنے بائیں کروٹیں لینے کے سبب سے بندہ کی رہنمائی ہوتی ہے اور بندہ پہچاننے لگتا ہے کہ اُس کو حق تعالیٰ سے اور حق تعالیٰ کو اس سے کیا نسبت ہے، ماسوی کیوں فقر و ناداری و نیستی سے متصف ہے اور حقیقتِ الٰہیہ کی جانب اُسے کیونکر احتیاجِ کلّی ہے اور حق تعالیٰ کے لوگوں اور عالموں سے مستغنی ہونے کی کیا حقیقت ہے۔

عالم اللہ کا محتاج ہے بسبب اسماءِ الٰہی کے۔ اور اسماءِ الٰہی وہ اسماء ہیں جن میں عالم کے لوگ اور عالم کی چیزیں بھی آپس میں ایک دوسرے کی یا عین ذاتِ حق تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ کیونکہ ہمارے اسماء یا ہماری ذات بھی اللہ ہی کے اسماء ہیں اور ہمارے اعیان نفس الامر میں اُسی کے ظلّ ہیں اور اُس کے غیر نہیں۔ باعتبار حقیقت کے وہ ہماری ھویت ہے لیکن باعتبار تقید کے وہ ہماری ھویت نہیں۔ لہٰذا وہ مِنْ وَجْہٍ بندہ کی ھویت ہے اور مِنْ وَجْہٍ بندہ کی ھویت نہیں۔

ظلِّ الٰہ :۔ اِنسانِ کامل۔ عالم۔

ظلِّ اوّل :۔ عقلِ اوّل۔ تعینِ اوّل۔ مرتبۂ وحدت۔

ظلال وظلالا یا ظلالا وظلال :۔ اسمائے الٰہی۔

ظہور وبطون :۔

ظہور : تلبّسِ حقیقت بصُورِ تعینات۔ بطون : عدم تلبّسِ حقیقت بصُورِ تعینات۔

یہ تلبّس عین کثرت ہے اور عدم تلبّس عین وحدت۔

Marfat.com

ع

عارف :۔ صفاتِ باری تعالیٰ کا پہچاننے والا بطریقِ حال و مکاشفہ، نہ بطریقِ مجرد علم۔
ذاتِ باری تعالیٰ کے عارف کو موحّد کہتے ہیں۔

موحّد کے نزدیک غیرِ حق کا وجود نہیں۔ وہ اشیاء کو کسی حیثیت سے نہیں پہچانتا بجز اس کے کہ اشیاء مظاہر و مجالیٔ حق ہیں۔ موحّد خُدا کی مطلق عبادت کرتا ہے برعکس مشرک کے جو خُدا کو مقید کر کے اُس کی عبادت کرتا ہے۔ محمدیوں نے خُدا کی عبادت مطلق طور پر کی اور اُس کو کسی محدود چیز کے ساتھ اپنی عبادت میں مقیّد نہیں کیا۔ اور اس عبادت کو ظاہر و باطن وغیرہ کے ساتھ متعلّق ہونے سے منزّہ رکھا ہے۔ اُن کی عبادت کا راستہ سیدھا خدا کی ذات کی طرف ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ اوّل قدم ہی سے تقرّب کے درجہ کو پہنچے ہیں۔ برعکس اس کے اور لوگوں نے خُدا کی عبادت کو کسی نہ کسی جہت سے کیا ہے اور حق تعالیٰ کو کسی مظہر کے ساتھ مقیّد کر کے اسی پر حصر کر لیا ہے۔

عالِم :۔ وہ شخص جس نے ذات و صفات و اسماءِ الٰہی کے متعلّق جو کچھ حاصل کیا ہو وہ علم الیقین کی راہ سے حاصل کیا ہو نہ کہ کشف و شہود کی راہ سے۔

عالَم :۔ عالَم کا لفظ مشتق ہے۔ علامت سے۔ لغوی اعتبار سے عالَم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کوئی دُوسری شے پہچانی جاسکے۔ اصطلاحِ صوفیہ میں ماسوی اللہ کو عالم کہتے ہیں کیونکہ اُس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ باعتبار اپنے اسماء و صفات کے پہچانا جاتا ہے۔ عالم کا ہر جزو خواہ کتنا ہی چھوٹا اور عوام کی نگاہ میں کتنا ہی بے قدر کیوں نہ ہو۔ حق تعالیٰ کے کسی اسم

Marfat.com

کا مظہر ہے۔

عالَم کا وجود ظلّی ہے۔ اور اس وجودِ ظلّی کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے۔ بجز اس کے کہ وجودِ حقّانی نے صُورِ ممکنات کے لباس میں ظہور فرمایا۔ لہٰذا عالم صورتِ حق ہے۔ اور حق تعالیٰ رُوحِ عالم۔ بلحاظ خلیفۂ حق ہونے کے آدم علیہ السّلام کو بھی یا انسانِ کامل کو بھی جو کہ حقیقتہً محمّدٌ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی رُوحِ عالم کہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ کل ہژدہ ہزار عالم ہیں۔ جن میں سے آٹھ ہزار آسمانوں میں۔ آٹھ ہزار دریا اور زمین کے اندر۔ اور دو ہزار اس دُنیا میں ہیں۔ ان دو ہزار میں سے ایک ہزار شکمی ہیں جن کے پیٹ سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک ہزار عالَم بیضہ ہیں جو انڈے دیتے ہیں پھر اُن انڈوں سے بچّے نکالتے ہیں۔

عالَمُ الامر:۔ وہ عالم جو بلا مدّت و مادہ حق تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا۔

عالَمُ الخلق:۔ عالَمِ شہادت۔ وہ عالم جو مادہ سے پیدا کیا گیا۔

عالَمِ کلّی:۔ عقلِ کلّی۔ نفسِ کلّی۔ نفسِ کلّی کا مظہر انسانِ کامل ہے۔

عالَمِ مثال:۔ یہ عالَم برزخ ہے درمیان عالمِ ملکوت اور عالمِ ناسوت کے۔ محسوس و مقداری ہونے میں وہ جوہرِ جسمانی کے مشابہ اور نُورانی ہونے میں جوہرِ مجرّدِ عقلی کے مشابہہ ہے۔ نہ وہ جسم ہے جو مادّہ سے مرکّب ہو نہ مجرّدِ جوہرِ عقلی ہے بلکہ دونوں سے غیر ہے۔ اور دونوں کے درمیان برزخ و حدِّ فاصل ہے۔ ایک جہت سے عالمِ غیب سے مناسبت رکھتا ہے اور دُوسری جہت سے عالمِ شہادت سے۔ اس کا نام عالمِ مثالی اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ عالمِ جسمانی کی صُورتوں پر مشتمل ہے۔ اعیانِ حقائق کی جو علمِ الٰہی میں صُورتیں ہیں اُن کا پہلا ظہور عالمِ مثال ہی میں ہوتا ہے۔ خیالِ منفصل بھی اسی کا نام ہے کیونکہ مادّی نہیں اور خیالِ متّصل سے بہت مشابہہ ہے۔ کوئی چیز اور کوئی رُوح ایسی نہیں جو اپنے کمال کی مناسبت سے کوئی صُورتِ مثالی نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ ہر چیز کو اسمِ ظاہر سے کچھ نہ کچھ حصّہ ضرور ملا ہے۔ چنانچہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو سدرۃ المنتہیٰ میں چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ یہ عالمِ مثال عرش و کرسی اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں اور اُن میں کی تمام چیزوں پر محیط ہے۔ یعنی اُن کی صُورتیں اس عالم میں نمایاں ہیں۔ تمام محسوس صُورتیں جو عالمِ شہادت میں نمایاں ہیں صورِ مثالیہ ہی کی ظلّ ہیں۔ مومن صاحبِ فراست کی نظر ان صورِ مثالیہ پر ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ:

Marfat.com

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ	مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ دجّال کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کافر ہے۔ اور اس لکھے ہوئے کو مومن ہی پڑھ سکے گا۔

ونیز جنت والوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ (الفتح ع۴)	نشانی اُن کی بیچ موہوں اُنکے کے ہے سجدے کے اثر سے۔

اور دوزخ والوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ۔ (الرحمٰن ع۲)	پہچانے جاویں گے گنہ گار ساتھ چہروں اپنے کے پس پکڑا جاویگا اُن کی ساتھ پیشانی کے بالوں کے اور قدموں اُنکے تک۔

مقید مثالیں جنھیں خیالات کہتے ہیں عالمِ مثال ہی کے نمونے اور ظلّ ہیں۔ یہ مقید مثالیں عالمِ رُوحانی کے وجود پر دلیل ہیں۔

عالمِ مثال اس عالمِ شہادت سے متّصل ہے۔ یہ عالم اُس عالم سے روشن ہے۔ وہ عالم گویا ایک روزن ہے جس میں سے روشنی اس عالم میں آتی ہے اور پھیلتی ہے۔ انسان بوجہ اسفل السافلین میں ہونے کے اُس وقت تک عالمِ مثال کی سیر نہیں کرسکتا جب تک کہ اپنے لطیفہ سِرّ میں خیالاتِ مقیدہ سے تجاوز کرکے عالمِ مثالی مطلق کے قریب نہ پہنچ جائے۔ پھر اس صُورت میں اُسے تمام مشاہدات حاصل ہونے لگیں گے اور ہر امر کو وہ اصلی طور پر ادراک کرنے لگے گا اور اُن صورِ عقلیہ کی بینائی اسے حاصل ہوجائے گی جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں۔ اور لوحِ محفوظ علمِ الٰہی کی مظہر ہے۔ اسی مقام سے انسان کو اپنی عینِ ثابتہ اور اُس کے حالات کا بالمشاہدہ علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ ظِلال سے انوارِ حقیقی کی جانب منتقل ہوتا ہے۔

عالمِ حسّی میں جو چیز ہے اُس کا عالمِ مثالی میں ہونا ضروری ہے۔ لیکن عالمِ مثالی کی ہر چیز کا عالمِ حسّی میں ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ عالمِ مثالی عالمِ حسّی کے مقابلہ میں بہت زیادہ وسیع ہے۔ جب حق تعالیٰ اُن صُورتوں کو جن کی کوئی کامل تصویر یہاں موجود نہیں عالمِ حس میں ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اُنھیں محسوسات کی اُن صورتوں میں متشکّل کردیتا ہے جنھیں اُن سے کچھ مناسبت ہو۔ جیسے عقول مجرّدہ وغیرہ۔ مثلاً جبرئیل علیہ السّلام دحیہ کلبیؓ کی صُورت میں کبھی کبھی

Marfat.com

ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آسمانی اور عنصری فرشتے بھی مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہیں۔ جنات بھی بوجہ اجسامِ ناری رکھنے کے اپنی صفات سے مناسبت رکھنے والی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ نفوسِ انسانی میں بھی جو لوگ مرتبۂ کمال پر پہنچ چکے ہیں وہ اپنے کو مختلف شکلوں اور صورتوں میں بدل لیا کرتے ہیں اور یہ شکلیں اور صورتیں محسوسات سے ہوتی ہیں۔ انھیں یہ بات بفضلہٖ تعالیٰ اسی دُنیا میں حاصل ہوجاتی ہے۔ اور عالمِ آخرت میں منتقل ہونے کے بعد بوجہ موانعاتِ بدنی اُٹھ جانے کے بدلیت کی یہ قوت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ حضرات عالمِ ملکوت میں ملکوتی صورتوں سے داخل ہوتے ہیں۔ اہلِ مکاشفہ کے خیالات تک میں ان حضرات کا گزر ہوتا ہے اور ملائکہ و دیگر برگزیدہ ہستیوں کی شان سے یہ اُن میں ظہور فرماتے ہیں اور صاحبِ وجدان ان میں اور فرشتوں میں امتیاز کر لیتے ہیں۔

عالمِ معانی :۔ ذات وصفات و اسمائے الٰہی۔

عبادت :۔ اچھے اعمال کا خالص خُدا کے واسطے صادر ہونا بغیر اس کے کہ بدلہ چاہا جائے۔

موجودات میں ہر چیز خدا کی عبادت میں مصروف ہے۔ لیکن چونکہ اسماء و صفات کے مقتضیات مختلف ہیں، عبادتیں بھی مختلف ہیں چنانچہ اُن عبادات کی جزا بھی اسماء وصفات کے مقتضیات کے مُطابق ہی ہوگی۔

عبودت :۔ خُدا کے واسطے عمل کرنا۔

عبودیت :۔ بندہ کا مرتبۂ الٰہیہ سے اللہ کی معیّت میں خلق کی طرف لوٹ آنا اور کمالاتِ باطنی کو کما حقّہٗ حاصل کر کے ہدایتِ خلق کی جانب متوجّہ ہونا اور شریعت و تکالیف کی مقیّد زندگی کو اپنا دستور العمل قرار دینا۔

عدم :۔ اعیانِ ثابتہ جو کہ حق تعالیٰ کے علم میں تو موجود ہیں مگر خارجاً معدوم ہیں ؎

عدم آئینۂ ہستی ست مطلق ٭ کز و پیداست عکسِ تابشِ حق

عدمِ صرف :۔ محض عشقِ مجازی بلا شمولِ عشقِ حقیقی اور بلا اشتیاقِ دیدِ حق تعالیٰ در مظاہرِ خلقیہ۔ کیونکہ ایسے عشق میں گمانِ شائبۂ ہوس پرستی ہے۔ اسے عدمِ صرف اس بناء پر کہتے ہیں کہ ممکنات عدم محض ہیں اور ان میں سرگشتگی تضیعِ اوقات ہے۔

عرش :۔ سب سے اُونچا آسمان جو تمام افلاکِ معنویہ و صوریہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اُس آسمان کی سطح مکانیتِ جسمانیہ ہے۔ اُس کی صویت مطلق وجود ہے خواہ عینی ہو خواہ حکمی اُس آسمان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اُس کا

Marfat.com

باطن عالمِ قدس ہے جو اسماء و صفات کا عالم ہے۔ اس کا ظاہر عالمِ اُنس ہے جو تشبیہہ و تجسیم و تصویر کا محل ہے اور جو جنّت کی چھت ہے۔ یہ مکان جہتِ ستّہ سے منزّہ ہے۔ منظرِ اعلیٰ ہے۔ تمام اقسامِ موجودات کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس طرح جسمِ ہیکلِ انسانی جمیع متفرقاتِ الانفس کا جامع ہے اسی طرح عرش جسمِ کلّی ہے جو جمیع متفرقاتِ آفاق کا جامع ہے۔ اس میں اسماء و صفات کے مجلاّ کو کثیب کہتے ہیں جس کے معنی ریت کے بلند تودے کے ہیں۔ اہلِ جنّت مشاہدۂ حق کے لئے اسی کی جانب جاویں گے اور اس پر کھڑے ہوں گے۔

جب مطلقاً عرش کہا جاتا ہے تو اسی آسمان سے مراد ہوتی ہے۔ جب صفات کے ساتھ اُسے مقید کیا جاتا ہے تو کثیب کہتے ہیں۔

عرش المجید سے عالمِ قدس مراد ہوتا ہے۔ جو مرتبۂ رحمانیت ہے۔

عرش العظیم سے حقائقِ ذاتیہ اور مقتضیاتِ نفسانیہ مراد ہوتے ہیں جن کی مکانت اور عظمت بھی عالمِ قدس ہی ہے۔

عالمِ قدس سے معانیٔ الٰہیہ مراد ہیں جو احکامِ خلقیہ اور نقائصِ کونیہ سے مقدّس و منزّہ ہیں۔

عُزلت :۔ مخالطتِ خلق سے خارج ہو جانا۔ انقطاع از ماسویٰ۔ گوشہ نشینی۔

عشرت :۔ حق تعالیٰ کے ساتھ لذّت کا حاصل ہونا شعور کے ہوتے ہوئے۔

عشق و محبّت :۔ محبّت ایک کششِ مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حُسن و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دِل میں اُس کی رغبت اُس کا شوق اُس کی طلب و تمنّا اور اُس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا۔ اُسی کے خیال میں شب و روز رہنا۔ اُسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا۔ اُس کے فراق سے ایذا پانا۔ اس کے وصال سے سیر نہ ہونا۔ اُس کے خیال میں اپنا خیال۔ اُس کی رضا میں اپنی رضا۔ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا یہ سب عشق و محبّت کے کرشمے ہیں ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن ٭ دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

محبّت کی عالمگیری | اس کی حکومت عالمگیر ہے۔ ساری کائنات محبّت ہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے حُبّ ظہور سے کائنات کا آغاز ہوا، اور اسی حُبّ کی آخر تک فرمانروائی رہے گی۔ ذرّہ ذرّہ میں محبّت کے آثار اور محبّت کے اثرات نمایاں ہیں۔ جمادات و معدنیات اور وہ اشیاء تک جنھیں عام طور پر غیر ذی رُوح قیاس کیا جاتا ہے محبّت کی ہمہ گیری

Marfat.com

ہے محفوظ نہیں ہے۔

رشتہ حُبِّ ازلی در ہمہ اشیاء ساریست
ورنہ برگِ گل نزدے بلبلِ نالاں فریاد

ظہورِ حیات کے اختلافِ مدارج کی مناسبت سے ظہورِ محبت کے مراتب میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔ اور یہی محبت مختلف مدارج میں مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے غیر ذی رُوح مادی ذرات میں اسے کشش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذی رُوح ہستیوں میں اس کشش کا نام محبت ہوجاتا ہے۔ ارفع و اعلیٰ ہستیوں میں جب محبت بھی اپنی ارفع و اعلیٰ شان میں نمایاں ہوتی ہے تو اُسے عشق کہتے ہیں۔ محبت کے انتہائی مرتبہ کا نام عشق ہے۔

عشق انسان ہی کے لئے مختص ہے | انسان سب سے ارفع و اعلیٰ مخلوق ہے۔ "بعد از خُدا بزرگ توئی"، انسانِ کامل ہی کی شان ہے۔ اس لئے محبت کا انتہائی مرتبہ یعنی عشق بھی انسان ہی کے حصہ میں آگیا۔ کوئی انسان اس حکمرانی سے آزاد نہیں۔ کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہرِ عنایت نہ ہُوا ہو۔ وہ اس کا صحیح استعمال کرے خواہ غلط۔ اس دُنیا میں ہر شخص ایک مجنوں بنا ہُوا ہے جو کسی نہ کسی لیلےٰ کے پیچھے دیوانہ ہے۔ کوئی پیٹ کی لیلیٰ کا دیوانہ ہے۔ کوئی حظِ نفس اور عیشِ جسمانی پر اثاثۂ حیات کو قربان کر رہا ہے۔ کوئی حُبِّ دُنیا اور طلبِ زر و مال میں اپنی حیاتِ جاوید کو برباد کر رہا ہے۔ کوئی طلبِ جاہ اور حُبِّ شہرت پر اپنی اولوالعزمیاں ضائع کر رہا ہے۔ کوئی چوروں کے زمرہ میں شامل ہو کر دولتِ فانی کے ناجائز حصول کی طلب و تمنّا میں شب بیداری کر رہا ہے۔ کوئی چوکیدار بن کر پانچ روپیہ ماہوار کی لیلیٰ کے عشق میں ایک لنگوٹی کا خرقہ پہن کر شب خیزی میں مشغول ہے۔ کوئی بی۔ اے کی ڈگری کی طلب و تمنّا میں ماسوائے کو ترک کئے ہُوئے کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں خانقاہ نشین ہو کر قلّتِ نوم و قلّتِ طعام و قلّتِ کلام کے مجاہدات کی شرائط ادا کرکے اور زندگی بسر کرنے میں سادگی کے اصُولوں کو مدِّنظر رکھ کر شب و روز اپنی ہی لیلیٰ کی طلب میں منہمک ہے۔ کوئی کسی عدالتِ عالیہ کا جج بنا ہُوا پانچ ہزار رُوپیہ ماہوار کی لیلیٰ کی خاطر اپنے وقت اپنی علمیت اپنی استعداد اپنی توجہ اور سب سے نادر بیش قیمت چیز یعنی اپنی آزادی کو اغیار کے ہاتھ فروخت کئے ہُوئے اپنی صحت اور بعض اوقات اور بعض صورتوں میں اپنے ضمیر اور اپنے ایمان کی بربادی کے درپے ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ اس دُنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی لیلیٰ کا اسیر ہے۔ اس اصُول کو بھی ہر فرقہ اور ہر گروہ کے لوگ عام طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ مطلوب کی عزت و ذلت پر طالب

Marfat.com

کی بھی عزّت و ذلّت کا دار و مدار ہے۔ پانچ روپیہ ماہوار کی لیلیٰ کا جو مجنوں ہے اُس کے مقابلہ میں وہ شخص یقیناً زیادہ معزز ہے جس کی لیلیٰ پانچ ہزار روپیہ کی تھیلی میں مقید ہے۔ مگر پھر اس شخص کے مقابلہ میں وہ شخص زیادہ قابلِ قدر اور مستحقِ عظمت ہے جس کی لیلیٰ زیادہ معزز زیادہ مفید، زیادہ پائیدار اور ہر لحاظ سے زیادہ برتر ہو۔

کیفیاتِ محبّت محبّت ایک فطری اور طبعی جذبہ ہے جس کا ظہور مختلف صورتوں اور مختلف حالات میں مختلف کیفیات کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض محبتیں طبعی اور بعض ارادی و اکتسابی ہوتی ہیں۔ وہ بے لوث اور غیر مخلوط محبّت جو ایک معصوم بچّے کو اپنی ماں یا ماں کو اپنے بچّے سے ہوتی ہے بالکل طبعی ہے۔ اس میں خود غرضی کو مطلق دخل نہیں۔ اگر کسی ماں کو کسی طور پر یقین ہو جاوے کہ اُس کا پیارا بچّہ چھ مہینہ بعد مر جائے گا۔ تو باوجود اس تیقّن کے کہ وہ بچّہ ماں کے بڑھاپے کا سہارا کسی طرح نہیں ہو سکتا وہ ماں اُس چھ مہینہ کے عرصہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی بچّہ کی مفارقت گوارا نہ کریگی اور بچّہ کی پرورش اور خدمت میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے دے گی۔

اُستاد اور شاگرد کے درمیان جو محبّت ہوتی ہے۔ وہ ارادی و اکتسابی ہے۔ محسن و منعم کے احسانات و انعامات بھی محبّت کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ بعض موقعوں پر مصلحتہً محبّت پیدا کی جاتی ہے۔ اور کوشش سے اُسے بڑھایا جاتا ہے۔ کیونکہ کوشش سے محبّت بڑھتی بھی ہے اور گھٹتی بھی ہے۔ پیر کی عظمت جب دل میں بیٹھ جاتی ہے اور انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ برگزیدہ ہستی باپ سے زیادہ مفید و مستحقِ عزّت و محبّت ہے اور جب یہ بات خوب اچھی طرح سے اُس کے ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ باپ اُس کی حیاتِ عارضی کا باعث ہے حالانکہ پیر حیاتِ جاوید کا ذریعہ بنتا ہے تو پیر کی محبّت جو کہ ارادی ہوتی ہے ماں باپ کی محبّت پر جو کہ طبعی ہوتی ہے سبقت لے جاتی ہے۔ بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ دُنیا کی سڑی سڑی سی باتوں کے پیچھے باپ بیٹے یا ماں بیٹی یا بھائی بھائی یا بھائی بہن میں ایسی سخت عداوت ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ بالعموم حُسن و خوبی سے محبّت برانگیختہ ہوتی ہے۔ ماں نہایت خوب چیز ہے۔ بچّہ ماں کا جزو اور ماں کا کھلونا اور اپنی ذات سے بہت پیاری چیز ہے۔ جانوروں کے بھی بچّے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر انسان کے بچّے اُن سے زیادہ پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان کے لئے انسانی بچّوں میں ہم نوعی کی ایک مزید خوبی بھی موجود ہے۔ پھر عام انسانی بچّوں کے مقابلہ میں اپنا بچّہ زیادہ پیارا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کو ہم سے قرب حاصل ہے۔ اور یہ وہ مزید خوبی ہے جس کی بناء پر وہ عام انسانی بچّوں سے ہمارے لئے طبعاً زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ ایک ہی

Marfat.com

جنس ہونے کی بنا پر جو محبّت ہوتی ہے اُس کی ایک مثال وہ محبّت بھی ہے جو کسی فن کے جاننے والے کو اُس فن میں کمال رکھنے والے کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔

مناسبتیں محبّ و محبوب میں ہمیشہ کچھ مناسبتیں ہُوا کرتی ہیں جن کی بنا پر محبّت اُبھرتی ہے اور بھڑکتی ہے۔ کبھی اُن مناسبتوں کا اظہار آپس میں ایک دُوسرے کو علماً ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اظہار علماً تو نہیں ہوتا مگر باطناً قلب اُنھیں محسوس کر لیتا ہے۔ مگر اُس کا اظہار زبان کے ذریعہ سے عبارت میں نہیں ہو سکتا۔ وہ محبّت جو پیدا ہوتی ہے وہ کبھی قوی ہوتی ہے کبھی ضعیف۔ کبھی ارادی ہوتی ہے۔ کبھی غیر ارادی۔ کبھی کوشش و اکتساب سے قوی ہوتی ہے۔ کبھی بلا قصد و اختیار محبّت میں تیزی کے ساتھ قوت آتی جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ وہ محبّت عشق کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے۔ جو محبّت کسی خود غرضی سے شروع ہوتی ہے وہ بھی جب اپنی انتہا پر پہونچتی ہے تو نہ صرف خود غرضی بلکہ طالب کی خودی تک مطلوب میں فنا ہو جاتی ہے اور ع

"من برنگِ یار گشتم یار رنگِ من گرفت"

کا مضمون صادق آجاتا ہے۔ بعض صُورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں بلا قصد و بلا ارادہ اور بغیر اس کے کہ کسی خوبی کو دیکھا بھالا یا سمجھا پرکھا ہو اور بلا لحاظ اس امر کے کہ اس میں نفع ہے یا ضرر یک بیک محبّت کی ایک بجلی سی چمکتی ہے اور اِنسان کو از خود رفتہ کر دیتی ہے۔ یہ محبّت کی سب سے قوی کیفیت اور اِنتہائی مرتبت ہے جسے عشق کہتے ہیں۔

حق و بندہ میں مناسبت جب محبّت کا بڑا سبب اور محبّت کا انحصار اُس مناسبتِ ذاتی پر ہوتا ہے جو محبّ و محبُوب کے درمیان واقع ہوتی ہے تو حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان جو محبّت ہوتی ہے۔ اُس کا انحصار بھی مناسبتِ ذاتی پر ہونا لازمی ہے۔ حق و بندہ کے درمیان یہ مناسبتِ ذاتی دو جہتوں سے ہوتی ہے۔

(۱) ایک جہت تو مظہریت کی اُس حیثیت سے ہے جس میں تجلّیِ وجودی تعیّن کی حیثیت کو ضعیف و مضمحل کر دیتی ہے۔ احکامِ تقیید بقدر اس ضعف و اضمحلال کے گھٹتے جاتے ہیں مقرّبانِ محبُوب اور نزدیکانِ مجذوب کے مدارج میں کمی و بیشی اسی تقیید کے مرتفع ہونے کی کمی و بیشی پر موقوف ہے۔

(۲) دُوسری جہت جمعیتِ مرتبۂ الہیت کی اُس حیثیت سے ہے جس میں تخلّق باخلاقِ الٰہی اور تحقق باوصافِ نامتناہی حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں تفاوتِ کمال کا انحصار تفاوتِ جمعیت پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

جو مت ذکرۃ بالا دونوں وجوہ اور دونوں جہتوں کو جمع کرلیتا ہے وہ محبوبِ حق ہو جاتا ہے۔ اور یہ انتہائی کمال ہے۔ یہاں حقیقتِ ذات مع اپنی الوہیت اور جملہ احکام و لوازمِ الوہیت کے مجموعی طور پر تاباں ہوتی ہے۔ اسی مرتبہ کا انسان درمیان وجوب و امکان کے برزخِ جامعہ کی حقیقت سے موصوف ہوتا ہے۔

یگانگتِ محبّ و محبوب | محبت ایک نسبت ہے درمیان محبّ و محبوب کے۔ محبت کوئی چیز نہ ہوتی اگر اُس کے یہ دو پہلو نہ ہوتے۔ محبّی و محبوبی سے محبّت ظہور میں آئی اور پہچانی گئی۔ محبّی و محبوبی کی نسبت لوازم و عوارض ذاتِ محبّت سے ہے لیکن حقیقتِ محبت اپنی ذات میں تقید و تنزّہ سے مبّرا و منزّہ ہے۔ اور اس کے فیض کا سریان جُملہ محبّان و محبوبان میں جاری و ساری ہے۔ چنانچہ فی الحقیقت ہر محبوب محبّ ہے اور ہر محبّ محبوب۔ جب آفتاب محبت برجِ وحدت سے طلوع ہوتا ہے تو ظلالِ نسبت اور اضافاتِ اعتباری نیستیِ عدم میں غروب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے عارف محبّ و محبوب کو حقیقۃً ایک ہی چیز جانتا ہے۔

محبّت و معرفت | محبت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبّت کی۔ محبّت کو معرفت پر تقدیم حاصل ہے اور معرفت کو محبّت پر۔ محبّت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت محبّت کا۔ یعنی بلا معرفت کے محبّت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبّت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی۔ مگر محبت سے قبل صرف اجمالی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعد محبّت کے حق تعالیٰ کی جانب سے انعام کے طور پر تفصیلی معرفت عطا فرمائی جاتی ہے۔

درد | جیساکہ اُوپر ذکر آچکا ہے عشق صرف انسان ہی کے حصّہ میں آیا ہے فرشتے تک اس سے محروم ہیں خواجہ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں ؎

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست

درد را جز آدمی درخورد نیست

درد اُس قلق اور سوزشِ درونی کو کہتے ہیں جو عاشق فراقِ محبوب اور آرزوئے وصال میں محسوس کرتا ہے اور یہ انسان ہی کا حصّہ ہے۔ فرشتے مثل ایک مشین کے پرزوں کے ہیں جو اپنے اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں۔ اُن کاموں سے ہٹنے کی اُن میں قدرت ہی نہیں۔ اُن کا عشق کششِ ذرّات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ذرّات کو احساس نہیں اور فرشتوں کو اس کشش کا احساس ہے۔ اسی احساس کی بناء پر کہہ دیا گیا کہ "قدسیاں را عشق ہست"۔ تاہم

Marfat.com

اور سوزِ فراق اور قریب سے قریب تر ہونے کا ولولہ اُن سے مفقود ہے۔ اس لئے "عشق ہست" کے ساتھ "دردنیست" کا اضافہ ضروری سمجھا گیا۔ جو عشق کہ حضرت انسان کو عطا فرمایا گیا ہے اُس میں درد ہے، تڑپ ہے، سوز ہے۔ وہ عشق ایک آتش ہے جو عشاق کو جلاتی رہتی ہے۔ آتشِ دوزخ بیگانوں کو جلاتی ہے اور آتشِ عشق یگانوں کو۔ یہ عشق ہی ہے کہ ایمان اس کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔ عبادت اس کے بغیر ناقص رہتی ہے۔ عبادت بغیر عشق کے بے کار اور عشق بغیر عبادت کے ناتمام۔ جو طاعت محبت سے کی جاوے وہ اُس طاعت سے بہت بہتر ہے جو خوف کی وجہ سے کی جاوے۔ عبادت بلا عشق زہدِ خشک ہے۔ اور زہدِ خشک سے بدتر دُنیا میں کوئی آزار نہیں عشق دُنیا و آخرت کے غموں سے فارغ کر دینے والی چیز ہے۔ سلوک کا دار و مدار اسی عشق پر ہے بغیر اس عشق کے اِنسان بے لُطف اور مزدُوروں کی زندگی بسر کرتا ہے ؎

مرحبا اے عشقِ خوش سودائے ما ❊ اے طبیبِ جملہ علّت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما ❊ اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شُد ❊ کوہ در رقص آمد و چالاک شُد
عِشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ❊ ہرچہ جز معشوق باقی جُملہ سوخت
در نگنجد عشق در گفت و شنید!! ❊ عِشق دریا ئیست قعرش ناپدید
شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام! ❊ صد قیامت بگذرد آں ناتمام
عاشقی پیدا ست از زاریٔ دل ❊ نیست بیماری چوں بیماریٔ دل
ملّتِ عشق از ہمہ دینہا جُداست ❊ عاشقاں را مذہب و ملّت خُداست (رومیؒ)

مگر یہ عِشق وہی ہے جس میں درد کی چاشنی ہو۔ اِنسان کے لئے درد و عِشق باہم لازم و ملزوم ہیں۔ موجب عشق درد ہے۔ عِشق بدوں درد موصل بہ مطلوب نہیں۔ موصل بہ مطلوب جو چیز ہے وہ درد ہے ؎

درد حاصل کن کہ درماں دردِ تست ❊ در دو عالم داروئے جاں دردِ تست
ذرّۂ دردت دِہ اے درمانِ من! ❊ زانکہ بے دردت بمیرد جانِ من
کفر کافر را و دیں دیندار را ❊ ذرّۂ دردت دلِ عطار را (عطارؒ)

Marfat.com

محلِ عشق جب محبت کی انتہائی اور اکمل ترین کیفیت وصورت کا نام عشق ہے تو عشق کا محل بھی وہی ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ ارفع واعلیٰ اور اکمل ومکمل ہو اور وہ بجز ذاتِ حق تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں کائنات میں جو کچھ ہے اور جس قدر حسن وجمال اور خوبی وکمال کی نمائش یہاں ہو رہی ہے اس کی اصل اور حقیقت بجز حق تعالیٰ کے جمال باکمال کے اور کیا ہو سکتی ہے ؎

اے جملہ جہاں حسنت آخر چہ جمال است ایں ٭ پیدائی وپنہائی آخر چہ کمال است ایں
در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم ٭ غیر از تو کسے باشد حقا چہ محال است ایں

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اس عظیم الشان کائنات کے کونہ کونہ میں جو حسن وجمال جھلک رہا ہے سب اسی کے جمال جہاں آرا کا پرتو ہے ؎

ہر چہ بینی یار ہست اغیار نیست ٭ غیر وجز وہم وجز پندار نیست

عشق کی صوفیانہ تعریف جب وجودِ حقیقی ایک ہے اور کائنات میں سب کچھ اسی کی کسی نہ کسی صفت کا پرتو ہے اور حقیقتِ حال یہ ہے کہ ؎

حسنِ خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ ٭ پس بچشمِ عاشقاں خود را تماشا کردہ

جب خود بینی اور خود نمائی کے تیر ایک ہی ترکش سے نکل رہے ہیں۔ جب ناظر ومنظور۔ شاہد ومشہود۔ طالب ومطلوب کی اصل ایک ہے۔ تو تصوف کی زبان میں عشق ومحبت کی تعریف یہ ہوگی کہ جمیلِ حقیقی کا جمعاً اور تفصیلاً اپنے کمال کی جانب میلان۔

اقسامِ میلان اس صورت میں میلانِ مذکور کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

(۱) مقام جمع سے جمع میں :- یعنی جمالِ ذات کا شہود مرآت ذات میں بلا توسطِ کائنات۔

(۲) جمع سے تفصیل میں :- یعنی اس ذاتِ یگانہ کا اپنے جمال وکمال کو مظاہرِ کثرت میں ملاحظہ فرمانا۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اقرب واوسط واقصیٰ :-

(۱) اقرب یہ ہے کہ جمالِ ذات کا شہود مرایائے صفات میں کیا جائے۔

(۲) اوسط یہ ہے کہ جمالِ ذات کا مشاہدہ مرایائے افعال میں کیا جائے۔

Marfat.com

(۲) اقصٰی یہ ہے کہ جمالِ ذات کا مشاہدہ مرایائے آثار میں کیا جائے۔

(۳) تفصیل سے جمع میں :- یعنی جمالِ مطلق کا مشاہدہ مرایائے تفاصیل آثاری میں کیا جائے۔ پھر جدّ وجہد وکوشش وفکرِ صحیح وقیودِ افعال وآثار سے اپنے کو باہر لایا جائے۔ حجاباتِ درمیانی کو چاک کر ڈالا جائے۔ اور اپنی توجہات کا رُخ اُس ذاتِ عالی صفات کی جانب سے کسی اور طرف نہ ہٹنے دیا جائے۔

(۴) تفصیل سے تفصیل میں :- یعنی عوام الناس کی طرح جمالِ مطلق کا مشاہدہ عکسِ مرایائے تفاصیلِ آثاری میں کیا جائے۔ اور جمالِ مقید کو جو کہ زائل ہو جانے والا ہے مقصودِ کلّی قرار دے کر اسی مقام پر اپنے کو مقید کر رکھا جاوے۔ یہ محبت کا ادنےٰ مرتبہ ہے جسے محبتِ آثاری کہتے ہیں۔ اسی کے مبتلا بھی چار طبقات میں منقسم ہیں :-

پہلا طبقہ[۱] اُن پاکباز روشن دل حضرات کا ہے جو شہوت سے پاک ہیں۔ مظاہرِ خلقی میں بجز مشاہدۂ حق کے کسی اور جانب التفات نہیں کرتے۔ اور مرایائے کونیہ میں جمالِ مطلق کے سوائے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ ان کا عشق مطبوع و موزوں صورتوں میں مقید نہیں سے

ہست بے صورت جنابِ قدسِ عشق ❊ لیک در ہر صورتے خود را نمود (جامیؒ)

دُوسرا طبقہ[۲] اُن خوش نصیب صحیح النظر حضرات کا ہے جو محض عنایتِ الٰہی سے یا اُس ریاضت ومجاہدہ کی برکت سے جو توفیقِ الٰہی سے اُن کے نصیب میں ہو احکامِ کثرت سے تجاوز کر چکے ہیں۔ اگرچہ احکامِ کثرت کلیتہً اُن پر سے ساقط نہیں ہوتے تاہم اِنسان کو مظہرِ اتم سمجھ کر اُس کی مظہریت کی شان کو وہ ہر وقت پیشِ نظر رکھتے ہیں اور حُسنِ صورت پر نظر ڈال کر وہ اپنے قلب میں گرماؤ پیدا کرتے ہیں اور اپنے اندر سوز وگداز بڑھاتے ہیں اور اپنی آتشِ عشق کو بھڑکنے کا موقعہ دیتے ہیں سے

التفاتم سوئے خوباں نیست بے وجہے تراب ❊ در رُخِ ایشاں ہمی بینم تماشائے دگر

ان حضرات میں مجاز سے جو کچھ تعلق ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔ کیونکہ قیودِ مجاز سے تجاوز کر کے یہ بہت جلد اطلاق کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور عشقِ مجازی سے بہت جلد عشقِ حقیقی میں ترقی کر جاتے ہیں۔ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ سے اس امر کی جانب

Marfat.com

بھی اشارہ ہے۔

تیسرا طبقہ (۳) اُن گرفتارانِ ابتلا کا ہے جنھیں ترقی سے گریز اور حجابات سے اُنس ہے۔ وہ صُورتِ ظاہری اور مظاہرِ محسوسہ سے تجاوز نہیں کرتے۔ اُن کا میلانِ حُبّی ایک صُورت سے منقطع ہوتا ہے تو دُوسری صُورت اور دُوسری سے نکل کر تیسری صُورت میں اُلجھا رہتا ہے یہاں تک کہ تمام عمر اُن کی اسی کشمکش میں ختم اور برباد ہو جاتی ہے۔ خدا اس ابتلائے مہلک سے اپنی پناہ میں رکھے ؎

ہر کہ شد در عشقِ صُورت مبتلا ! ؛ ہم ازاں صُورت فتد در صد بلا !

اصلِ صُورت نقشِ شہوانی تست ؛ اصلِ معنی جانِ رُوحانی تست

ترکِ صُورت گیر در عشقِ صفت ؛ تا بتابد آفتابِ معرفت

صورتت جز خلط وخونے بیش نیست ؛ مرد صُورت مردِ دُور اندیش نیست

ہرچہ او از خلط وخوں زیبا بود ؛ ہر کہ دل بندد برو رسوا شود (عطارؒ)

چوتھا طبقہ (۴) اُن آلودگانِ معاصی کا ہے جو نفسِ امّارہ کے نرغہ میں پھنسے ہیں۔ عشق و محبّت کی برکات سے بالکل محروم ہیں۔ محبُوبِ حقیقی کو کلیۃً فراموش کیے ہوئے ہیں۔ محبُوبانِ مجازی کی ہم آغوشی کو بڑی چیز سمجھے ہوئے ہیں اور ہوائے نفس کو عشق کے نام سے پکار کر اپنے کو دھوکہ دیتے ہیں۔ محبّت کا ادنیٰ مرتبہ محبّتِ آثاری ہے اور محبّتِ آثاری کا ادنیٰ اور مذموم مرتبہ یہ محبّتِ شہوت ہے جسے دُوسرے الفاظ میں محبّتِ محجوبی بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ لوگ نفس کے غلام اور طبیعت کے قیدی ہیں ؎

عشقِ صُورت نیست عشقِ معرفت
عشقِ شہوت بازیِ حیواں صفت

علماء و عارفین نے اسی نوعیت کی محبّت کی مذمّت فرمائی ہے۔ اور اسے مراتبِ بہیمیہ میں سے شمار کیا ہے۔ یہ محبّت اُس نسبت سے بالکل جدا اور مختلف ہے جو اربابِ کشف وشہود کو تجلیاتِ اسمِ الظاہر وغیرہ کے تحت میں حاصل ہوتی ہے۔ اور جو بعض اہل اللہ کے نزدیک اعظمِ شہودات سے ہے۔

محبّتِ آثاری ایک ادنیٰ اور فنا ہو جانے والی محبّت ہے۔

Marfat.com

محبتِ صفاتی بھی تغیر و تبدّل کو قبول کرتی رہتی ہے۔ صفات جمال و جلال و کمال کا مجموعہ ہیں۔ اور صفاتِ متباینہ کے نتائج میں اختلاف کا واقع ہونا لازمی ہے۔ مقیدِ صفات کے عشق میں تلوّن و بے ثباتی اور اُتار چڑھاؤ کا مدّوجزر رہتا ہے۔ درد و اندوہ اس میں زیادہ رہتا ہے کیونکہ غینیت و خفاء و زوال و فناء لوازماتِ صفات سے ہیں۔ چنانچہ عاشقِ صفات کسی وقت بھی درد والم وحیرانی و پریشانی سے فارغ نہیں ہونے پاتا۔

محبتِ ذاتی سب سے ارفع و اعلیٰ واتم قسم کی محبت ہے جسے نہ زوال ہے نہ تغیّر نہ تبدّل۔ یہاں وجودِ مجازی بحرِ احدیت میں گم ہو جاتا ہے اور جملہ اسماؤ صفات رنگِ وحدت اختیار کر لیتے ہیں ؎

تا تو باشی نیک و بد آنجا بود ؛ چوں تو گم گشتی ہمہ سودا بوُد

ہر کہ او در آفتابِ خود رسید ؛ تو یقین میداں کہ نیک و بد ندید

عشقِ ذات میں ذات سے سروکار رہتا ہے۔ تمکین و استقلال و قرار و ثبات میں عاشق متمکّن ہوتا ہے۔ جمال ہو یا جلال یا کمال یا ان میں سے بعض اوقات کوئی تعیّن بھی مشہود نہ ہو ہر حالت میں عاشقِ ذات یکساں طور پر لطف اندوز ہوتا ہے اور لبا اوقات اُسے جمعیتِ خاطر رہتی ہے۔ اگرچہ شیون و فنونِ ذاتیہ اُسے بھی عینِ وصل میں درد سے خالی نہیں رہنے دیتے کیونکہ عاشق جب تک محوِ مطلق نہیں ہو جاتا اور تعیّنِ خودی سے جو کہ دوئی کی مشعر ہے تجاوز نہیں کر جاتا اُس وقت تک دردِ طلب اور سوزِ عشق باقی رہتا ہے ؎

خاصیتِ سیماب بُوَد عاشق را

تا کشتہ نہ گردد اضطرابش نہ رود

محبّتِ حقیقی کی راہیں | محبتِ حقیقی دراصل آمدی چیز ہے نہ کہ آوردی۔ اور اُس کی پھینک مختلف استعداد کے لوگوں کے لئے مختلف روزنوں سے کی جاتی ہے۔ چار مختلف دروازے ہیں جن میں سے یہ محبّت اپنا ظہور کرتی ہے۔ اور ظہور کی یہ چاروں شانیں آپس میں مختلف ہوتی ہیں :۔

(۱) مبتدیوں کے لئے محبّت کا صدور عالمِ شہادت میں مشاہدۂ حسّی کے ذریعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ مقام طالبوں کی ابتدا ہے۔

(۲) متوسّطین کے لئے محبّت کا ظہور نفس کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نفس جمالِ افعال کی خصوصیات کا مشاہدہ عالمِ غیب اور عالمِ مثال میں کرتا ہے اور یہ مشاہدہ محبّت کے پیدا ہونے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ سالکوں کا مقام ہے۔

Marfat.com

(۳) منتہیوں میں مکاشفاتِ قلبی محبت کے ایک اعلیٰ تر رُخ کو وجود میں لاتے ہیں۔ عالمِ ملکوت میں جمالِ صفاتی سے حقائق کا مشاہدہ محبت کے اس رُخ کو برانگیختہ کرتا ہے۔ یہ مقربین کا مقام ہے۔

(۴) منتہیوں میں جو اخص مرتبہ کے لوگ ہیں اُن میں رُوحِ قدسی کے مطالعہ سے محبت کا ایک اور ہی ارفع و اعلیٰ رُخ طلوع ہوتا ہے۔ عالمِ جبروت میں تجلیاتِ جمالِ ذاتی کے تحت ہی یہ محبت پرورش پاتی ہے۔ یہ صدیقین کا مقام ہے۔

مراتبِ محبّت غواصانِ رموزِ بحرِ عشق و معرفت نے بڑی باریک بینی سے ان مسائل پر موشگافیاں فرمائی ہیں۔ چنانچہ امیرِ کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ نے مراتبِ محبّت کو مندرجہ ذیل مدارج میں تقسیم فرمایا ہے:۔

(۱) لحظ :۔ محبّت کا مادّہ اور مودّت کی اصل ہے۔ گویا کہ نطفہ ہے محبّت کا۔

(۲) رمقہ :۔ محسوسات میں کسی خوبی کا ادراک کر کے اُس کے تتبّع کی جانب دل میں میلان کا پیدا ہونا۔

(۳) ہوا :۔ مودّت و محبّت کا ظہورِ ابتدائی۔ محبّت کے اصلی مراتب یہیں سے شروع ہوتے ہیں۔

(۴) ودّ :۔ ایک سِرّ ہے جو کیفیتِ ہوا کے پیدا ہونے سے باطنِ محب میں داخل ہوتا ہے۔

(۵) خلّت :۔ قوائے رُوحانی میں مودّت و محبّت کا جڑ پکڑ لینا اور اثر کا پیدا ہونا جس کا ادنیٰ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جُملہ اعضاء محبُوب سے پُر اور اغیار سے خالی ہو جاتے ہیں۔

(۶) حُبّ :۔ وہ حالت جس میں قلب ماسوی المطلوب سے پاک ہو جاوے۔

(۷) عِشق :۔ افراطِ محبّت۔ محبت کا اِنتہائی مرتبہ۔ اس لحاظ سے بعض عارفین کے نزدیک اس کا اطلاق حضرتِ صمدیت پر نہیں ہوتا کیونکہ اس حضرت میں افراط و تفریط کا گزر نہیں لیکن بعض کے نزدیک محبّت میں افراط کا کوئی مرتبہ یہاں افراط میں داخل نہیں۔ محبّ کے لئے افراط ہو تو ہو لیکن محبُوب کے لئے کسی طرح افراط نہیں۔

مجمع السلوک شرحِ رسالہ مکیہ میں محبّت کے حسبِ ذیل مدارج بیان کئے گئے ہیں:۔

(۱) موافقت :۔ دوست کے دوست کو دوست سمجھنا۔ اُسے دل میں جگہ دینا۔ اُس کی تابعداری کرنا۔ دوست کے دشمن کو دشمن سمجھنا اور اس سے دُور رہنا۔

(۲) میل و موانست :۔ اغیار سے وحشت و گریز اور دوست کی دُھن میں ہر وقت مصروف۔

Marfat.com

(۳) مودّت :۔ خلوت میں دل کو عجز و زاری و غایتِ اشتیاق و بے قراری سے مشغول بہ دوست رکھنا۔

(۴) ہوا :۔ دل کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھنا اور کوشش میں جگر کو پانی کر دینا اور ہمیشہ مائل بہ محبوب رہنا۔ یہی محبّتِ اصلی کی پہلی منزل ہے۔

(۵) خلّت :۔ جملہ اعضاء کو دوست سے پُر اور غیرِ دوست سے خالی کر دینا۔

(۶) محبّت :۔ اوصافِ ذمیمہ سے پاک ہو کر اوصافِ حمیدہ سے موصوف ہونا۔

(۷) شغف :۔ غایتِ حرارت و شوق سے حجابِ دل کو پارہ پارہ کر دینا اور آنسوؤں کو پنہاں رکھنا تاکہ راز فاش نہ ہو اِلّا جبکہ غلبۂ حال سے ضبط محال ہو جاتے۔

(۸) تیم :۔ بندۂ محبّت اور اسیرِ دوست بن کر تجریدِ ظاہری اور تفرید باطنی سے موصوف ہونا۔

(۹) وَلَہ :۔ آئینۂ دل میں جمالِ دوست کو محفوظ کر لینا اور مستِ شرابِ جمالِ دوست ہو کر ہمیشہ بیمار سا بنا رہنا۔

(۱۰) عِشق :۔ بے قرار ہو کر خود کو گُم کر دینا۔

شیخ عبدالعزیزؒ رسالۂ عشقیہ میں محبّت کے دس مراتب اور ہر مرتبہ کے تحت میں پانچ پانچ مدارج تحریر فرماتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں :۔

مراتب — **مدارج**

(۱) الفت :۔ [۱] افعال و صنائع سے متأثر ہونا۔ [۲] کتمانِ میلان اور مشقّتوں و مصائب کا تحمّل۔ [۳] تمنّا۔ [۴] اخبارِ دوست سے لُطف لینا۔ [۵] تضرّع۔

(۲) صداقت :۔ [۱] صفا۔ [۲] غیرت۔ [۳] اشتیاق۔ [۴] ذکرِ محبُوب۔ [۵] تحیّر۔

(۳) مودّت :۔ [۱] گریہ و اضطرار۔ [۲] بکا۔ [۳] حسرت۔ [۴] تفکّر در محبُوب۔ [۵] مراقبۂ محبُوب۔

(۴) ہوا :۔ [۱] خضوع۔ [۲] بذل۔ [۳] صبر۔ [۴] تضرّع۔ [۵] تسلیم و رضا۔

(۵) شغف :۔ [۱] فرمانبرداری۔ [۲] محافظتِ باطن از غیر۔ [۳] دوست کے دشمن سے دشمنی۔ [۴] محبُوبانِ محبُوب سے محبّت۔ [۵] اخفاء۔

(۶) خلّت :۔ [۱] اغیار کی نگاہ سے چشم پوشی۔ [۲] صدق۔ [۳] مرضیٔ محبُوب سے اگر شہرت حاصل ہو تو اُسے قبول کرنا۔ [۴] دوست

Marfat.com

ہی سے دوست کی شکایت کرنا مثل یعقوب علیہ السلام یا ایوب علیہ السلام کے۔ اخفا۔

(۷) محبت :۔ حسنِ اخلاق۔ ملامت اور اظہارِ شکر اور حیرت۔ مشاہدۂ غیوب۔ آرزوئے ملاقاتِ دوست۔ اُنس با محبوب۔

(۸) عشق :۔ فقدان یعنی اپنے کو گم کردینا۔ تأسف کہ عمر وصالِ یار کے بغیر گزر رہی ہے۔ وجد۔ دوست کی جدائی پر بے صبری۔ صیانت یعنی حفاظت۔

(۹) تیم :۔ تفرّد یعنی دوست کے ساتھ ایک ہو جانا۔ استتار۔ بذلِ روح۔ اُنس وہیبت

(۱۰) ولہ :۔ تضرّع واخلاص سے سوال۔ شرابِ سلسبیلِ عشق کا نوش کرنا۔ سُکر۔ اضطراب و بے خودی یعنی ذاتِ محبوب میں فنا ہونا اور اس فنا سے بقا و حیاتِ سرمدی کا حاصل کرنا۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ مندرجہ ذیل مراتبِ محبت بیان فرماتے ہیں :۔

(۱) میل (۲) رغبت (۳) طلب (۴) وَلَع یعنی فریفتگی اور اچھی چیز کی تمنّا (۵) صبابہ یعنی مطلوب کے نہ ملنے پر دل تنگ ہونا۔ (۶) ہوا (۷) شغف (۸) اغرام یعنی طلبِ مطلوب میں اپنے کو ہلاک کردینے کے درپے ہو جانا۔ (۹) حبِّ مطلق یا عشق۔

اور فرماتے ہیں کہ حُبّ اور وُدّ مشترک ہیں درمیان محب اور محبوب کے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مراتبِ طریق حسبِ ذیل ہیں :۔

(۱) علم (۲) عمل (۳) نیّت (۴) صدق (۵) عشق

بقول حضرت امیرِ کبیر میر سیّد علی ہمدانیؒ کے شوق۔ صبابہ۔ توقان۔ جودی۔ اشجان۔ برق۔ وجد۔ ذوق شرب۔ وری۔ سُکر وغیرہ مقدّمات یا عوارض ولوازم محبّت سے ہیں نہ کہ نفسِ محبّت سے۔ ان کی اجمالی تعریف حسبِ ذیل ہے

(۱) شوق :۔ طلبِ وصال کو کہتے ہیں۔ شوق عموماً غائب چیز کے لئے پیدا ہوتا ہے برعکس ذوق کے جو حاضر پر یعنی کسی چیز کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔

(۲) صبابہ :۔ مطلوب کے نہ ملنے پر تنگ دل ہونا۔

(۳) توقان :۔ وصالِ محبوب کی آرزومندی۔

Marfat.com

(۴) جودی :- نیکی و سلامت روی ۔

(۵) اشجان :- مطلوب کی جُدائی سے اندوہگیں ہونا اور غمِ حاجت مندی رکھنا ۔

(۶) برق :- عالمِ غیب کی ایک چمک ہے ۔ جو عنایتِ الٰہی سے مستعدانِ کمالاتِ رُوحانی کی جان پر ناسوت میں شعاعیں پھینکتی ہے ۔ اور وجد کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ۔

(۷) وجد :- وارداتِ غیبی ہے جو طالبِ حق کے باطن کو التفاتِ مزید کے حصول کی اُمید سے یا اس کے فوت ہونے کے خوف سے یا لذّتِ سُرور سے یا تکلیفِ حزن و ملال سے متاثر کرتی ہے ۔

(۸) ذوق :- یہ مبادیٔ تجلّیاتِ افعالی سے ہے ۔

(۹) شرب :- درمیانی تجلّیاتِ صفاتی کے آثار و نتائج سے ہے ۔

(۱۰) وری :- وہ انتہائی فوائد جو عقولِ سالکاں و قلوبِ عارفاں اسرارِ تجلّیات اور انوارِ تجلّیاتِ صفاتی سے حاصل کرتے ہیں ۔

(۱۱) سکر :- ابتدائے شہود میں وہ واردات جو انوارِ عقل کی شعاعوں پر غالب آکر انھیں مقیّد کر لیتی ہیں اور عقل کی قوتِ مدرکہ میں بے حسی پیدا کر دیتی ہیں ۔ غلباتِ نورِ شہود جو ابتدائے شہود میں سالک کی مغلوبی کا باعث ہوتے ہیں لیکن ان واردات کی تکرار سے سالک مغلوب الحالی سے باہر آجاتا ہے اور راہِ سلوک میں پھر عود کرتا ہے اور حقیقتِ مشہود کا کما حقہٗ مشاہدہ کرتا ہے اور اصل سے صحیح طور پر متّصل ہو کر اپنی عقل کو پھر منوّر پاتا ہے اور متفرقات و محسوسات میں امتیاز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور تصرفاتِ حسّی اور معنوی کا اہل ہو جاتا ہے ۔ اس مقام کو صحوِ ثانی اور جمع الجمع کہتے ہیں اور سالک کے لئے یہ انتہائی مقام ہے ؎

قلم بشکن بسیاہی ریز ، کاغذ سوز ، دم درکش
حمیؔد ایں قصّۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

شوہ :- تجلّیِ جمالی ۔ خفیف جذبہ ۔ احوال کا کبھی صادر ہونا اور کبھی صادر نہ ہونا ۔

قاب :- قلمِ اعلیٰ ۔ عقلِ اوّل ۔

Marfat.com

عقبیٰ :۔ حجابِ اعمالِ صالحہ جو کہ مشاہدۂ ذاتِ بحت میں حائل ہوں۔

عقل :۔ عالمِ تمیز۔ قوتِ امتیازی۔

عقلِ اوّل :۔ علمِ الٰہی کی شکل کا وجود میں محل علمِ الٰہی کا نور جو تنزلاتِ تعینۂ خلقیہ میں سب سے پہلے ظاہر ہوا۔ علمِ الٰہی قلمِ اعلیٰ کے ذریعہ سے لوحِ محفوظ کی طرف نازل ہوا۔ یہ لوح اس کے تعین و تنزل کا محل ہے۔ علمِ الٰہی اُمّ الکتاب ہے۔ عقلِ اوّل امامِ مُبین ہے نون وہ قضایا مجملہ ہیں جو علمِ الٰہی کی دوات میں مخفی ہیں جس طرح کہ حروف دوات میں مخفی ہوتے ہیں۔ عقلِ اوّل میں وہ اسرارِ الٰہیہ ہیں جو لوحِ محفوظ میں نہیں سما سکتے۔ اور علمِ الٰہی میں وہ کچھ ہے جس کا محل عقلِ اوّل نہیں بن سکتی۔

عقلِ کلّی :۔ ایک مدرکہ نوریہ ہے جس سے اُن علوم کی صورتیں جو عقلِ اوّل میں موجود ہیں ظاہر ہوتی ہیں۔ عقلِ اوّل اندازہ کرنے میں قید سے منزّہ اور ترازو ہونے میں حصر سے مبرّا ہے اور وحیِ قدسی کے روحِ نفسی کی طرف اُترنے کا محل ہے۔ عقلِ کلّی امرِ فصلی کے لئے عدل کی ترازو ہے جس کے دو پلّے ہیں۔ ایک حکمت۔ دوسرا قدرت۔ اور دو طرفین ہیں۔ ایک اقتضاءاتِ الٰہیہ اور دوسری قوابلِ طبعیہ۔ اور اس کی دو شوکتیں ہیں۔ ایک ارادۂ الٰہیہ اور دوسری مقتضیاتِ خلقیہ۔ عقلِ کلّی کو قسطاسِ مستقیم بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتی۔ اور اُس سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی۔ برعکس عقلِ معاش کے جو کبھی ظلم بھی کرتی ہے اور جس سے بہت سی چیزیں فوت ہو جاتی ہیں کیونکہ عقلِ معاش کی ترازو ایک ہی پلّہ رکھتی ہے۔ اور اس کی ایک ہی طرف ہوتی ہے عقلِ کلّی موجودات سے متجاوز نہیں ہوتی۔

عقلِ معاش :۔ اس نور کا نام ہے جو قانونِ فکری میں وزن کیا گیا ہے۔ اُس کا ادراک بغیر آلۂ فکر کے نہیں ہو سکتا۔ عقلِ معاش کے لئے ایک ہی کسوٹی ہے جسے فکر کہتے ہیں۔ اور اُس کا ایک ہی پلّہ ہے۔ جسے عادت کہتے ہیں اور اس کی ایک ہی طرف ہے جو معلوم ہے۔ اور اس کی ایک ہی شوکت ہے جسے طبیعت کہتے ہیں۔ چنانچہ عقلِ معاش کا قیاس اُس چیز پر نہیں کیا جا سکتا جو کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی کسوٹی ہو بلکہ اسے حرص کے پورا کرنے کے آلہ پر قیاس کرنا چاہیئے۔

عقل جوہرِ فرد ہے۔ اور ارواحِ انسانیہ ملکیہ کی طرح اُس میں تعدد نہیں۔ عقلِ اوّل کو یوں سمجھنا چاہیئے۔ جیسے کہ آفتاب۔ عقلِ کلّی مثل اُس پانی کے ہے جس میں آفتاب کا نور پڑتا ہے عقلِ معاش کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اُس منوّر پانی کی شعاعیں کسی دیوار پر پڑتی ہوں۔ آفتاب کی جانب دیکھنے والا اپنا سر اوپر اُٹھاتا ہے۔ پانی کی طرف دیکھنے والا

Marfat.com

سر نیچے کرتا ہے۔ عقلِ کلّی علم کو عقلِ اوّل سے حاصل کرتی ہے۔ عقلِ کلّی سے علم حاصل کرنے والا اپنے قلب کے نور کی روشنی میں کتاب کے محل کی طرف سر جھکاتا ہے۔ اور اس حد تک موجودات کے متعلق علوم حاصل کرتا ہے جس حد تک کہ علوم لوحِ محفوظ میں درج ہیں۔ چنانچہ یہ تلاش لوازمِ خلقیہ کلیّہ کے تحت میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جن علوم کو نازل فرماتا ہے سوائے عقلِ اوّل کے کسی دوسرے کی طرف نازل نہیں فرماتا۔ بعض علوم ایسے بھی ہیں جن سے لوحِ محفوظ اثر قبول نہیں کرتی۔ عقلِ کلّی سے کبھی اہلِ شقاوت کو بھی استدراج حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ اہلِ شقاوت موجودات ہی کے پردہ کے تحت میں قدرے از اسرارِ قدرت مثل طبائع و افلاک و انوار و ضیا وغیرہم پر ایک سطحی اور نمائشی فتح حاصل کر لیتے ہیں۔

نورِ ایمان کے بغیر عقل یعنی عقلِ معاش خدا کو نہیں پہچان سکتی۔ یوں تو عقل بھی معرفت کے اسباب میں سے شمار کی گئی ہے۔ لیکن جو معرفت کہ عقل کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے وہ دلائل اور آثار کے ساتھ مقیّد ہوتی ہے۔ برعکس ایمانی معرفت کے جو مطلق ہے۔ چنانچہ ایمانی معرفت اسماء و صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور عقلی معرفت آثار کے ساتھ۔ معرفتِ آثاری بھی اگرچہ معرفت ہے مگر اہل اللہ کے لئے وہ معرفت مطلوبہ نہیں۔

جس طرح کہ حس معقولات کے ادراک سے عاجز ہے اسی طرح عقلِ معاش مکشوفات کے ادراک سے عاجز ہے۔ عقلِ معاش والا گویا اُن شعاعوں کا دیکھنے والا ہے جو آبِ منوّر سے دیوار پر پھینکی گئی ہوں۔ ایسا شخص آفتاب کی صورت کی طرف راہ نہیں پاتا۔ نہ آفتاب کی صورت کو پہچانتا ہے۔ نہ اُس نور کو جانتا ہے جس سے پانی منوّر ہوا ہے۔ نہ ان شعاعوں کے طول و عرض سے صحیح اور تحقیقی طور پر واقف ہے۔ بلکہ ظنیّات میں غوطے لگاتا رہتا ہے اور جب جاتا ہے ایک ہی رُخ پر جاتا ہے۔

علّت :۔ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو تنبیہ بذریعہ کسی سبب کے یا بلا سبب۔

علف :۔ شہواتِ نفس اور وہ امور جن سے نفس محظوظ ہو۔

عِلم :۔ کسی چیز کو کماحقہٗ جاننے کا نام علم ہے۔ حیات جس طرح ذات کے اقرب اوصاف میں سے ہے اسی طرح علم بھی حیات کے اقرب اوصاف سے ہے۔ ہر زندہ کسی نہ کسی علم کو ضرور جانتا ہے، وہ علم خواہ الہامی ہو جیسے کہ حیوانات وغیرہ کو ہوتا ہے خواہ بدیہی استدلالی یا تصدیقی ہو جیسے کہ انسان فرشتوں اور جنّات کا علم ہے۔

علمِ حضوری :۔ وہ علم جو بلا ذریعۂ خارجی حاصل ہو جیسے کہ انسان کو اپنی ذات و صفات کا علم ہوتا ہے۔

علمِ حصولی :۔ جو علم کہ انسان کو بذریعۂ امورِ خارجی حاصل ہو جیسے کہ اپنے غیر کا علم۔

Marfat.com

علمُ الیقین :۔ وہ علمِ یقینی جو دلائل وبراہین سے حاصل کیا گیا ہو۔ بعض اوقات اعیانِ ثابتہ کی جانب بھی اس سے اِشارہ کیا جاتا ہے۔

عینُ الیقین :۔ جب مشاہدہ میں کوئی بات آجائے تو وہ عینُ الیقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مقامِ وحدت۔

حقّ الیقین :۔ مقامِ احدیت ہے

علم نبود غیرِ علمِ عاشقی ؛ مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی

عنقا :۔ ہیولیٰ کیونکہ وہ دیکھنے میں نہیں آتا۔

عیٖد :۔ تجلّیات جو اعادۂ اعمال سے دل پر عود کریں۔

عیش :۔ دوامِ حضوری۔

عین :۔ ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ اِتّحادِ ہستی حق میں گُم ہونا۔ سالک کا ذاتِ حق میں محو ہو جانا اور لذّتِ وصال پانا۔ مقامِ بقا باللہ میں پہنچنا۔

عینِ ثابت :۔ آئینۂ عالم جو کہ علمِ الٰہی میں قبل تخلیقِ عالم موجود تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی موجود رہے گا۔ وہ حقیقت جو کہ علمِ الٰہی میں موجود مگر خارج میں معدوم ہے۔

عینُ الجمع :۔ مقامِ جمع یعنی شہودِ حق بلا خلق۔

Marfat.com

غ

غارت :۔ جذبۂ الہٰی جو سلوک و اعمال پر سبقت کر کے دل پر بلا واسطہ وارد ہوتا ہے۔ اور سالک کو مقہور کر دیتا ہے اگرچہ اوامر و نواہی اُس پر جاری رہتے ہیں۔

غبغب :۔ لطفِ قہر آمیز جس سے سالک کو چاہِ نورانی سے نکال کر چاہِ ظلماتی میں ڈھکیل دیا جاتا ہے۔

غربت :۔ طلبِ مقصود میں مفارقتِ وطن کا صدمہ۔

غلبہ :۔ وہ حالتِ مغلوبی جس میں سالک کے لئے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔

ادب از من چہ می جوئی چو میدانی کہ مدہوشم
طریق از من چہ میپرسی چو میدانی کہ حیرانم

غم :۔ قبض و بند و اندوہ و محنت و طلبِ معشوق۔

غمخوار :۔ صفتِ رحیمی جو خواص کے لئے مخصوص ہے۔

غمزہ :۔ خوف و رجا کے درمیان کی حالت۔ کبھی ظاہر ہونا کبھی اخفاء میں چلے جانا۔ کبھی التفات کبھی بے التفاتی۔ کبھی لطف۔ کبھی قہر۔ قضاء و قدر۔

گہ گہ بیا مدے سوئے ما کاروانِ صبر
لیکن بلائے غمزۂ تو راہِ من زدست (خسروؒ)

Marfat.com

غمکدہ :۔ مستورین ومحجوبین کا مقام۔
غمگسار :۔ اثرِ صفتِ رحمانی جس میں کہ عمومیت ہے اور ہر خاص وعام بلکہ جملہ موجودات کو ہر وقت گھیرے رہتی ہے۔
غنچہ :۔ گلِ ناشگفتہ یعنی حقیقتِ عالم قبلِ تخلیقِ عالم۔
غیب :۔ جو چیز کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے پوشیدہ رکھے وہ غیب ہے۔ یا بالفاظ دیگر جس عالم کی طرف اللہ تعالیٰ انسان کے واسطے سے نظر کرتا ہے اُس کا نام شہادتِ وجودیہ رکھا جاتا ہے۔ اور جس عالم کی طرف بغیر واسطۂ انسان کے نظر کرتا ہے اُس کا نام غیب ہے۔ اس غیب کی دو قسمیں ہیں :

(۱) غیبِ مفصّل

(۲) غیبِ مجمل

غیبِ مفصّل انسان کے علم میں آکر غیبِ وجودی کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔ اور غیبِ وجودی مثل عالمِ ملکوت کے ہے۔
غیبِ مجمل کا دوسرا نام غیبِ عدمی ہے اور وہ مثل اُن عوالم کے ہے جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن ع۲)	وہ یعنی (اللہ تعالیٰ) ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اُوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے۔

چنانچہ وہ غیب ہمارے نزدیک بمنزلہ عدم کے ہے۔
غیبِ مکنون ۔غیبِ مصئون :۔ وہ سرِّ ذاتی اور کنہِ الٰہی جسے بجز ذاتِ حق کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے اغیار سے وہ مصئون اور عقول وابصار سے مکنون ہے۔
غَیبت وحضور :۔ اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقامِ کثرت کو اور کبھی اللہ سے محجوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غَیبت اور اس کے برعکس کو حضور کہتے ہیں۔ اور کبھی اس کے برخلاف بھی دونوں الفاظ کا استعمال ہوتا ہے ؎

در نگنجی با خود اندر کوئے او ٭ گم شو از خود تا بیابی بوئے او

Marfat.com

تا تو نزدیکِ خودی زیں حرف دور ❊ غیبتے باید اگر خواہی حضور (میر سید حسینی)

غیر :۔ عالمِ کون۔ اس کے دو اقسام ہیں۔ عالمِ لطیف اور عالمِ کثیف۔

عالمِ لطیف مثل رُوح و عقول و نفوس کے ہے۔

عالمِ کثیف مثل عرش و کرسی و فلک و خاک و آب و باد و آتش و نبات و حیوان و جماد و غیرہم کے ہے۔

اس مرتبہ کو ماسوی اللہ اور کائنات بھی کہتے ہیں۔

غیرت :۔ شرم کرنا۔ یہ دو طرح پر ہے ایک خلق سے اور دُوسری حق سے۔

غیرت از خلق یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کرے اور کسی کے حدود پر تجاوز نہ کرے۔

غیرت از حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسرار و سرائر کو مخفی رکھے اور اس کے مقبولین اور اولیاء کا ادب کرے۔

Marfat.com

ف

فاتحۃُ الوجود :- انسان۔ انسان ہی کے ذریعہ حق تعالیٰ نے جملہ موجودات کے قفل کھولے ہیں انسان کو فاتحۃُ الکتاب اور سبع مثانی بھی کہتے ہیں بوجہ ان سات صفاتِ نفسیہ کے جو حق وعبد میں منقسم ہیں یعنی حیات وعلم و ارادہ وقدرت وسمع وبصر وکلام۔ انسان باعتبار ظاہر کے خلق اور باعتبار باطن کے حق ہے۔ وجود کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہر اور ایک باطن۔ چنانچہ فاتحہ سے بالذات ہیکلِ انسانی کی جانب اشارہ ہوتاہے۔

فتق :- ظہورِ حقائق۔ باطن کا ظاہر ہو جانا۔ اجمال کی تفصیل۔ احدیت میں جو شیونِ ذاتیہ مخفی ہیں ان کا واحدیت میں ظہورِ اسمائی۔

فتوح :- دروازہ کا کھلنا۔ کامیابی کا رُونما ہونا۔ اس کی تین اقسام ہیں :-

فتوحِ اوّل عبادت ہے جس کے بغیر مرتبۂ اسلام کا حصول محال ہے بقولہ تعالیٰ کیشرح صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔

فتوحِ ثانی حلاوتِ باطنی ہے جو کہ مرتبۂ ایمانی ہے بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم وَجَدَ بِہِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ۔

فتوحِ ثالث حصولِ مرتبۂ مکاشفہ ہے جو کہ مرتبۂ احسان ہے۔ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔

فراست :- دلوں کی باتوں یا لوگوں کے حالات پر اللہ کے نور سے آگاہ ہونا۔

فراق :- مقامِ وحدت سے غیبت۔

انسان کا وطنِ اصلی عالمِ بطون ہے۔ جب انسان عالمِ ظہور میں آتا ہے تو اپنے وطن سے اُسے فراق ہو جاتا ہے جب

Marfat.com

وہ پھر عالمِ بطون میں واپس جاتا ہے تو یہ اُس کا وصال ہوتا ہے۔ یہ وصال کامل طور پر اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مرگِ صُوری نصیب نہ ہو اور رُوح جسم سے مفارقتِ کلّی نہ اختیار کرلے ؎

فراقِ روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم

مگر لباسِ حیاتے کہ ہست پارہ کنم (امیر حسنؒ)

فرق :۔ حق سے خلق کی جانب واپس جانا۔ مشاہدۂ عبودیت۔ صفتِ حیات۔ اور بعض اعتبارات سے صفتِ ممات۔

فرقِ اوّل :۔ حق کا پوشیدہ اور خلق کا ظاہر ہونا۔ جیسا کہ سالک ابتدائے حال میں پاتا ہے۔

فرقِ ثانی :۔ حق سے خلق کی جانب واپس آنا۔ شہودِ قیامِ خلق بحق۔ رویتِ وحدت در کثرت و کثرت در وحدت بایں طور کہ ایک دوسرے کے لئے حجاب نہ ہو۔

فرقُ الجمع :۔ شیونِ ذات کا مظاہرِ کثرت میں ظہورِ اعتباری۔

فرقِ وصف :۔ ذاتِ احدیت کا باعتبار اپنے اوصاف کے واحدیت میں ظہور۔

فرزندِ قلبی۔ فرزندِ حقیقی :۔ فرزندی کی نسبت تین اقسام کی ہوتی ہے صُلبی۔ قلبی۔ حقیقی۔

(۱) فرزندِ صُلبی۔ جسمانی اولاد ہے اور یہ نسبت ہر بیٹے کو اپنے باپ سے حاصل ہے۔

(۲) فرزندِ قلبی وہ ہے جو اپنے دل کو حسنِ ارشاد سے اپنے مرشد کے دل کے تابع کر کے اُسے متبوع کے دل کی طرح بنالے۔ ایسا شخص اپنے شیخ کا فرزندِ قلبی ہوتا ہے۔ اُسے فرزندِ معنوی یا اولادِ معنوی بھی کہتے ہیں۔

(۳) فرزندِ حقیقی وہ مطیع و فرمانبردار سالک ہے جو حسنِ متابعتِ شیخ کی برکت سے کمالِ انتہائی یعنی فرق بعد الجمع پر پہنچ کر شیخ سے نسبتِ تامّہ پیدا کرے اور تابع اور متبوع ایک ہو جاویں۔ یہ وہ نسبت ہے جو خاتم الاولیاء علیہ السّلام کو خاتم الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے حاصل ہوگی۔

فروختن گرو کردن :۔ وجود کو حوالۂ تقدیر کر کے جدّ و جہد و تدابیر سے دست بردار ہو جانا۔

فریاد :۔ ذکرِ جہری۔

فریب :۔ استدراج۔

فصل :۔ محبّت و وفائے اتحادی کے بعد شعبِ فراق کا پیدا ہونا۔

Marfat.com

فغان :۔ احوالِ اندرونی کا اظہار۔

فقر :۔ فنا فی اللہ ہو جانا۔ دارین سے مونہہ موڑ لینا۔

فقیر :۔ بعض کے نزدیک فقیر وہ ہے جو سوائے خدا کے کسی کا محتاج نہ ہو۔ اور بعض کے نزدیک وہ خدا کا بھی محتاج نہیں رہتا کیونکہ احتیاج صفتِ موجود ہے۔ حالانکہ فقیر بحرِ نیستی میں غوطے لگاتا ہے۔ اور اپنی ہستی سے گزر جاتا ہے جب ہستی ہی نہ رہی تو احتیاج کیسی۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے وَ اِذَا تَمَّ الفَقْرُ فَهُوَ اللهُ۔ فقرِ حقیقی یہی ہے۔

فقیری :۔ عدمِ اختیار جس میں علم و عمل مسلوب ہو جاویں۔

فکر :۔ تصورِ عقلی سے مقصودِ اصلی کی جانب بڑھنا۔

موجودات کی تاریکی میں فکر ایک نور ہے جو ہوشیار دل کو صواب کی جانب لے جاتا ہے۔ اس میں لغزش کے مقامات بارش کے قطروں اور ریت کے ذرّوں سے بھی زیادہ ہیں۔ جن سے وہی بچ سکتا ہے جو مقررہ اصولوں کی لحاظ رعایت رکھے۔ ان اصولوں کی دو قسمیں ہیں :۔

عقل و نقل۔

عقل موجودات میں صحیح تجربہ سے حاصل ہوتی ہے۔

نقل ایمان بالغیب کے تحت میں ہے۔ یہ دونوں چیزیں فکر کی اصل ہیں جس نے ان کی لحاظ رعایت نہ کی وہ ہلاک ہوا۔

رقیقہ فکر یہ ایک غیب کی کنجی ہے جس کے دو اقسام ہیں :۔

حقی و خلقی۔

حقی اسماء و صفات کی حقیقت ہے۔

خلقی ذات کے جوہرِ فرد کی ترکیب کے پہچاننے کو کہتے ہیں۔

فکر کے وسیلہ سے جو عروج حاصل ہوتا ہے اس کی بھی دو اقسام ہیں :۔

ایک رحمٰن کے راستہ پر عروج کا حاصل ہونا۔

دوسرے سرابِ شیطانی کی جانب مغالطہ میں ڈالنے والا عروج جو در اصل عروج نہیں اور جہاں نور، آگ سے بدل جاتا

Marfat.com

ہے اور سکون و قرار اضطراب و ہلاکت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فکرِ محمدیؐ کو اپنے اسمائے ہادی و رشید کے نور سے پیدا کیا اور اس پر اسمِ مُبدیٔ اور اسمِ معید کی تجلی فرمائی۔ پھر باعث اور شہید کی نگاہ سے اس پر نظر کی۔ پھر اس سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملائکہ کی ارواح کو پیدا کیا۔

فنا و بقاء:۔ فنائیت عدمِ شعور کو کہتے ہیں۔ ذاتِ احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے۔ بے خودی۔ یعنی اپنی خودی کا ہوش نہ رہنا ؎

ہستیِ من رفت و خیالش بماند ٭ این کہ تو بینی نہ منم بلکہ اوست

اس ہوش نہ رہنے کا بھی ہوش نہ رہے تو اُسے فناءُ الفناء کہتے ہیں۔

فنائے افعالی:۔ اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعالِ حق میں فنا کر دینا۔

فنائے صفاتی:۔ اپنی صفات کو اور خلق کی صفات کو صفاتِ حق میں فنا کر دینا۔

فنائے ذاتی:۔ اپنی ذات کو اور خلق کی ذات کو ذاتِ حق میں فنا کر دینا۔

بقاء: بقاء باللہ۔ وہ بقا جو فناء کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ رجوع الی البدایت۔ جمع الجمع۔ فرق ثانی۔

فنائے صفاتی کے بعد جو بقاء حاصل ہوتی ہے اُسے قربِ نوافل کہتے ہیں۔ یعنی بندہ کی صفات اور بندہ کے افعال کا فنا ہو جانا اور اُن کی جگہ خدا کی صفات اور خدا کے افعال کا قائم ہونا۔

فنائے ذاتی کے بعد جو بقاء حاصل ہوتی ہے اُسے قربِ فرائض کہتے ہیں۔ یعنی بندہ کی ذات کا خدا کی ذات میں گم ہو جانا۔ اس مرتبہ میں بندہ اپنی ذات سے غائب اور ذاتِ حق سے حاضر ہو جاتا ہے۔ خوارق کا ظہور قربِ نوافل میں ہوتا ہے کیونکہ خوارق کا تعلق اسما و صفات سے ہے۔ قربِ فرائض میں بندہ رنگِ بے رنگی میں رنگ جاتا ہے اور اسی کو رجوع الی البدایت کہتے ہیں۔

فیضِ اقدس:۔ وہ تجلیِ ذاتی جو موجبِ وجود و استعداداتِ اشیاء ہوئی اوّل حضرتِ علمیہ میں بعد ازاں حضرتِ عینیہ میں حسبِ قول کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔

فیضِ مقدس:۔ تجلیاتِ اسمائیہ جو موجب ہیں ظہورِ خارجی کی، ساتھ اُن کے تمام لوازم و توابع کے۔

Marfat.com

ق

قاف:۔ حقیقتِ انسانی۔

کوہِ قاف کے متعلق عام طور پر یہ خیال شہرت پائے ہوئے ہے کہ وہ بوجہ اپنی بزرگی کے اور بلحاظ اپنی برکات کے تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ سیمرغ کا مسکن ہے۔ حقیقتِ انسانی بھی جملہ حقائقِ عالم کی جامع ہے۔ اور بقول مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ حقیقتِ انسانی کی شناخت سے ذاتِ مطلق تک رسائی ہوتی ہے۔ ذاتِ مطلق کی جانب سیمرغ سے کنایہ کیا جاتا ہے کیونکہ قلبِ مومن جو کہ کوہِ قافِ حقیقتِ انسانی ہے عرش ہے سیمرغِ ذاتِ مطلق کا۔

قامت:۔ سزاوارِ پرستش۔ ظہورِ ذات واسماء وصفات وافعال وآثار۔ عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام تک قامت ہے۔

قبض وبسط:۔ وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور اُن کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔

قبضِ محمود:۔ وہ قبض ہے جس میں سالک کے دِل میں اس بندش سے ملال پیدا ہو۔ یہ محمود اس لئے ہے کہ اس ملال کا پیدا ہونا بھی ایک کیفیت ہے جو مُفید ثابت ہوتی ہے۔

قبضِ مذموم:۔ وہ قبض ہے جس سے کسی قسم کا ملال نہ پیدا ہو۔ اور دل میں کچھ لاپرواہی سی پائی جائے۔ اس نوعیت کا قبض مُضر ہے۔

اسی طرح بسط بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ مُفید اور مُضر۔

بسطِ مذموم وہ ہے جس میں درمیانی منزل کی دلچسپی سالک کی وابستگی کا باعث ہو اور اُسے آگے نہ بڑھنے دے۔

Marfat.com

بسطِ محمود وہ بسط ہے جبکہ یہ دلچسپیاں ترقّیِ مزید کی اُمنگیں دل میں پیدا کریں۔
سالک کو ابتدا میں خوف ورجاء سے سابقہ پڑتا ہے۔ جب ترقّی کرتا ہے تو قبض وبسط کی حالتیں اُس پر طاری ہوتی رہتی ہیں۔ جب اور زیادہ ترقّی کرتا ہے تو اُن سے بھی اعلیٰ تر حالتوں سے اُسے سابقہ پڑتا ہے جنھیں ہیبت واُنس کہتے ہیں۔
خوف ورجاء کا تعلّق مُستقبل سے ہے۔ امرِ مکروہِ مُستقبل سے خوف اور امرِ محبوبِ مُستقبل سے رجاء کا پیدا ہونا امورِ ابتدائی ہیں۔
قبض وبسط کا تعلّق امورِ حاضرہ سے ہوتا ہے۔ وارداتِ غیبی قلب پر وارد ہوں تو بسط اور ورود بند ہو جائے تو قبض پیدا ہو جاتا ہے۔
وارداتِ قلبی سے تجاوز کر کے جب سالک دولتِ مشاہدہ سے سرفراز ہوتا ہے تو ہیبت واُنس کے درمیان چوگان بنایا جاتا ہے۔ مشاہدۂ جلال کا نتیجہ ہیبت اور مشاہدۂ جمال کا نتیجہ اُنس ہوتا ہے۔ یا بعض کے نزدیک غیبت میں ہیبت اور صحو میں اُنس پیدا ہوتا ہے۔ لیکن صوفیائے محقّقین نے ہیبت واُنس سے بھی پناہ مانگی ہے وہ جمال وجلال کی تفریق سے بھی بلند تر پرواز کرنے اور آشیانۂ ذات میں متمکّن ہونے کے آرزومند رہتے ہیں۔ اہلِ تمکین کے احوال تغیّر سے بالاتر ہیں۔ وہ عینِ وجود میں محو ہوتے ہیں۔ اُن کے لئے نہ ہیبت ہے نہ اُنس نہ علم نہ حِس۔ اُن کی ترقّی بھی وجود ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔
قبلہ:۔ ہر مطلوب ومقصود جو انسان کی توجّہ کو اپنی جانب کھینچے ہر مطلوب ومقصودِ مجازی جس کی جانب دل متوجّہ ہو مگر اس خیال سے کہ وہ پرتوِ حقیقت ہے بشرطیکہ دل کی اس توجّہ میں غایتِ انتہائی حقیقت ہو نہ کہ مجاز۔
قد:۔ برزخِ وجوب وامکان۔ استیلاء واستوائے امکان۔
قدمین:۔ ضدّین کا ایک ذات میں جمع ہونا۔ مثلاً حدوث وقِدم۔ حقّیت وخلقیت۔ وجود وعدم۔ تشبیہ وتنزیہ۔ متناہی ولامتناہی ہونا۔ وغیرہم کا ایک ذات میں جمع ہونا۔
قدسیاں:۔ ارواحِ پاک۔ ارواحِ طیّبات۔ فرشتگان وصلحاء واولیاء اللہ ورُوحانیان۔
قُرب وبُعد:۔ قُرب:۔ صفاتِ الٰہی سے متّصف ہونا۔ سیرِ قطرہ بجانبِ دریا۔ رفعِ تعیّنات حجابِ خودی کا اُٹھنا۔
آسے وائے بدنصیبی کہ ملنا نہیں نصیب ٭ سایہ کی طرح گرچہ جہاں تم وہیں ہوں میں

Marfat.com

بُعد :۔ تقیّد بقیود صفاتِ بشری۔ لذّاتِ نفسانی میں گرفتار رہ کر مبدأ حقیقی سے دُوری اور حقیقتِ حال سے بے خبری میں رہنا۔ انسان اپنے سے جتنا قریب ہے حق سے اتنا ہی دُور ہے۔ یہ قُرب و بُعد مکانی نہیں بلکہ صفاتی و حالی ہے ؎

اتّصالِ بے تکیّف بے قیاس ؛ ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس (مولانا رومؒ)

قرب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایجادی[1] اور شہودی[2]۔

قربِ ایجادی[1] ادراکِ بسیط ہے جو ذواتِ اعیانِ علمیہ کو قبل وجودِ خارجی بحکم اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی حاصل ہُوا جو عباراتِ اضطراری و حکمتِ ایجادِ عالم و رحمتِ رحمانی کا مقتضٰی ہے۔ یہ ادراک غیر ادراکِ ادراک ہے جو ذات سے منفک نہیں اور محتاجِ فکر نہیں۔ یہ قرب سببِ حکمتِ تکوین ہے۔

قربِ شہودی[2] وہ قرب ہے جو تفکّر سے حاصل ہوتا ہے اور مستلزم ہے عباراتِ اختیاری اور سلوک اور رحمتِ خاص یعنی رحیمی کا۔ اس قرب کا حصول نُورِ ہدایتِ الٰہی کے بغیر متیسر نہیں ہوتا اس نُور کے پرتو سے سالک کی ہستیٔ مجازی دُور ہو کر اُسے تقرّبِ شہودی حاصل ہوتا ہے۔

قلّاش :۔ اہلِ ترک و تجرید جو مقامِ لذّتِ نفسانی سے گزر چکا ہو اور آلائشِ دُنیا سے منقطع ہو گیا ہو۔ جو تجلّیات سے سیر نہ ہوتا ہو۔

قلب :۔ قلب کے معنی لغت میں دل اور خرد اور لشکر کے خالص اور درمیانی حصّہ کے ہیں۔ منازلِ قمر میں سے ایک منزل کا نام بھی قلب ہے۔ مگر صُوفیائے کرام کی اصطلاح میں قلب ایک جوہرِ نُورانی ہے جو مادّہ سے مجرّد اور رُوح و نفسِ انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے۔ انسانیت کا دار و مدار اسی قلب پر ہے۔ حکماء اسے نفسِ ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ رُوح اس کا باطن ہے اور نفسِ حیوانی اس کا ظاہر ہے اور اس کے لئے بمنزلہ مرکب کے ہے۔ نفسِ حیوانی متوسّط ہے درمیان قلب و جسد کے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے آیتِ نُور یعنی اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الخ) میں جسم کو مشکوٰۃ کے ساتھ۔ قلب کو زجاجہ کے ساتھ۔ رُوح کو مصباح کے ساتھ۔ اور نفس کو شجرۃ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

بندہ کا قلب اللہ کا عرش ہے جس میں حق تعالیٰ بالذات ظاہر ہوتا ہے۔ رحمٰن اُس پر مستوی ہے۔ وہ اسرارِ الٰہیہ کا مرکز اور تمام اعیان و مخلوقات کے دوائر کا احاطہ کرنے والا ہے۔ ہر چیز کا قلب اس کا خلاصہ ہُوا کرتا ہے۔

Marfat.com

قلبِ انسانی بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوقات و موجودات کا خلاصہ ہے۔ اس کی ایک خاصیت یہ ہے کہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے کیونکہ وہ ایک نقطہ ہے جس پر تمام اسماء و صفات کا دور گردش کرتا رہتا ہے جب کسی اسم یا صفت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے حکم سے منطبع ہو جاتا ہے۔ مختلف اسماء کا انطباع یکے بعد دیگرے ہوتا رہتا ہے۔ جملہ اسماء و صفات قلب کے لئے مثل قوالب کے ہیں۔

اس کا نام قلب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے محلِ اصلی کی طرف منقلب ہوتا ہے۔ دنیا سے آخرت کی طرف پھرتا ہے۔ مشہد اس کا خلقی سے حقی ہو جاتا ہے۔

ایک وجہ اس نام کی یہ ہے کہ قلب اپنی اس فطرت کے مطابق جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے رہتا ہے تو اس کے لئے تمام امور اسی کی مرضی کے مطابق منقلب ہو جاتے ہیں۔ اور وجود میں وہ جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ جس فطرت پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے وہ اسماء و صفات ہیں۔

قلب کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ وجود کے حقائق کا آئینہ ہے کیونکہ عالم کے تغیرات قلب میں منعکس اور منطبع ہوتے رہتے ہیں بعض کے نزدیک عالم قلب کا آئینہ ہے کیونکہ قلب اصل اور عالم اس کی فرع ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَاسَمَائِیْ وَ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ قلب میں اللہ تعالیٰ نے قوتِ ذاتیہ الٰہیہ سے وسعت فرمائی ہے۔ یہ وسعت تین اقسام پر ہے:۔

(۱) وسعتِ علمی:۔ یہ معرفتِ الٰہی ہے۔ قلب کے سوائے کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ پہچانے۔

(۲) وسعتِ مشاہدہ:۔ یہ ایک کشف ہے جس کے ذریعہ سے قلب جمالِ الٰہی ہی کی خوبیوں سے مطلع ہوتا ہے۔ مخلوقات میں سوائے قلب کے کوئی چیز ایسی نہیں جو اسماء و صفات کے ذائقوں سے آشنا ہو سکے۔

(۳) وسعتِ خلافت:۔ یعنی ملکِ خدا میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرفات میں وسعت۔ یہ محققین کی وسعت ہے یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ذات میں ذات اور صفات میں صفات اور ھویت میں ھویت اور انیت میں انیت اس درجہ ڈوب جائے کہ غیریت کا حکم قطعاً مفقود ہو جائے۔

اسرافیل علیہ السلام نورِ قلبی محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ وہ سب فرشتوں میں اقویٰ و

Marfat.com

اقرب ہیں اور عالم کو زندگی و موت کے درمیان لوٹ پوٹ کر دینے والے ہیں۔

دل عرش سے بزرگتر ہے۔ اسمِ رحمٰن میں ایک جامعیت ہے اور یہ اسم افاضۂ وجود کا سرچشمہ ہے۔ عالمِ شہادت میں اُس کا مظہر عرش ہے۔ گویا رحمٰن کا استویٰ آفاق میں عرش اور انفس میں قلب ہے۔ لیکن ظہوراتِ رحمانی بہ نسبت عرش کے دل میں زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل برزخ ہے درمیان غیب و شہادت کے اور مشتمل ہے دونوں کے احکام پر بخلاف عرش کے جس پر صرف احکامِ شہادت جاری ہیں۔ قلب کو عرش سے وہ نسبت ہے جو مرکز کو محیط سے ہو۔ حرکتِ عرش دَور پر ہوتی ہے اور حرکتِ قلب مرکز پر۔ عرش شب و روز صاحبِ دل کا طواف کرتا ہے حرکتِ افلاک سے مقصودِ حقیقی اربابِ قلوب اور اصحابِ مکاشفات و مشاہدات ہیں ؎

درحقیقت داں کہ دل شد جامِ جم ٭ مے نماید اندرا و ہر بیش و کم
دل بود مرآتِ ذاتِ ذوالجلال ٭ در دلِ صافی نماید حق جمال
حق نہ گنجد در زمین و آسمان ٭ در دلِ مومن بگنجد این و آن
مظہرِ شانِ الٰہی دل بود ٭ مظہرِ شانش کما ہی دل بود

قلب کی بیماریاں تین ہیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے:-

(۱) حدیثِ نفس :- یعنی اپنے قصد و اختیار سے دل سے باتیں کرتے رہنا۔

(۲) خطرہ :- یعنی بلا قصد دل میں باتوں کا گزرنا۔

(۳) نظر بہ غیر :- جو اشیاءِ متکثرہ کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔

قلم :- تعیّنِ اوّل۔

عقلِ اوّل اور قلمِ اعلیٰ حقیقتاً ایک ہی نُور کے دو نام ہیں۔ جب عبد کی جانب اُس نور کی نسبت کی جاتی ہے تو اُسے عقلِ اوّل اور جب حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی جانب اس کی نسبت کی جاتی ہے تو قلمِ اعلیٰ کہتے ہیں۔ پھر عقلِ اوّل جو کہ دراصل نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ازل میں جبرئیل علیہ السّلام پیدا کئے گئے اور اُن کا نام رُوح الامین رکھا گیا کیونکہ وہ ایک ایسی رُوح ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے علم کا خزانہ بطور امانت کے سپرد کیا گیا۔ اس نُور کی اِنسان کی جانب اضافت دی جاتے تو وہ رُوحِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ملقب ہوتا ہے۔ قلمِ اعلیٰ، اور عقلِ اوّل اور

Marfat.com

روحِ محمدی یعنی ان تینوں کی تعبیر لفظِ جوہرِ فرد سے ہوتی ہے۔ مظاہرِ خلقیہ میں متمیز ہونے کے طور پر جو ابتدائی تعیّناتِ حق ہیں اُنھیں قلمِ اعلیٰ کہتے ہیں۔

علمِ الٰہی میں خلق کے لئے ایک ابہامی تعیّن پہلے سے موجود ہے۔ اس تعیّنِ ابہامی کا ایک مجمل اور حکمی وجود پہلے عرش میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اُس کا ظہورِ تفصیلی کُرسی میں ہوتا ہے۔ پھر متمیز ہونے کے طور پر اس کا ظہور قلمِ اعلیٰ میں ہوتا ہے برعکس مجالیٔ سابقہ کے جہاں اُس کا ظہور غائب ہونے کے طور پر ہوتا ہے۔ قلمِ اعلیٰ میں آکر یہ علم وجودِ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے متمیز ہوتا ہے۔ پھر قلمِ اعلیٰ اپنے اندر کے نمونوں کو لوحِ محفوظ میں اُتارتا ہے جس طرح کہ عقل جس چیز کو چاہتی ہے نفس میں منقوش کر دیتی ہے۔ چنانچہ عقل کے رہنے کی جگہ قلم اور نفس کے رہنے کی جگہ رُوح ہے۔

نفس میں جو نقوشِ فکریہ قوانینِ عقلی کی قیود کے ساتھ پائے جاتے ہیں وہ بمنزلہ صُوَرِ وجودیہ کے ہیں جو لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

قلم کے ذریعہ سے علمِ مجمل تفصیل میں آتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ حروف مجمل صُورت میں دوات میں مبہم ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دُوسرے سے اُن کی تمیز وہاں غیر ممکن ہوتی ہے۔ قلم کے ذریعہ سے جب وہ وہاں سے منتقل ہو کر لوحِ تفصیل پر آتے ہیں تو اُن کا علم نہایت تفصیل سے حاصل ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ یا جیسے کہ نطفہ جو مادّۂ انسانی ہے جب تک کہ پشتِ پدر میں رہتا ہے صُورتِ انسانی کو اپنے میں مجمل و مبہم رکھتا ہے مگر جب قلمِ انسانی کے ذریعہ سے لوحِ رحمِ مادر میں منتقل ہوتا ہے تو صورتِ تفصیلی اختیار کرتا ہے۔ رُوحِ اعظم نے قلمِ وجہِ خاص سے رُوح پُرفتوح حضرت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نامِ مُبارک کے سرو کمرِ مُبارک پر میمِ تعیّن کو لکھ دیا اور علمِ مجمل کو علمِ مفصّل بنا دیا ہے

محمدؐ کش قلم چوں نامور ساخت ؛ زمیمش حلقۂ طوقِ کمر ساخت (جامیؒ)

قناعت :۔ مالوفاتِ طبائع کے معدوم ہونے کی صُورت میں سکونِ قلب کا ہونا۔ نہ کہ قِلّتِ عبادت پر قانع ہو جانا۔

قوامع :۔ ہر وہ چیز جو انسان کو مقتضیاتِ طبع و نفس و ہوا سے منقطع کر دے۔ امدادِ اسمائیہ و تائیدِ الٰہیہ جو سالک کو سیر الی اللہ میں مدد دیں۔

قوت :۔ جمالِ الٰہی سے عاشق کا غذا پانا۔

قیام باللہ :۔ استقامت جو جملہ منازل عبور کرنے اور بقا بعد الفنا کے حصول کے بعد نصیب ہوتی ہے۔

Marfat.com

قیام للّٰہ :۔ سیر الی اللہ میں خوابِ غفلت سے بیدار رہنا اور توجہات کو ادھر اُدھر زائل ہونے سے روکنا۔

قیامتِ کبریٰ :۔ جب اسمار و صفات کی دولت وحکومت کا ظہور عالمِ شہادت سے اُٹھ جائے گا۔ حجابات درہم برہم ہو جائیں گے۔ تعینات کا سلسلہ منہدم ہو جائے گا۔ کُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَىٰ أَصْلِهٖ پر عمل درآمد شروع ہوگا۔ اور حق تعالیٰ وحدتِ حقیقی سے جلوہ افروز ہوگا۔ تو وہ قیامتِ کبریٰ ہوگی۔ اس دن ہر شئے اپنی اصلی صُورت پر ظاہر ہوگی اور حق کو باطل سے امتیاز ہو جائے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ (الزمر۔ ع)	اور پھونکا جاوے گا بیچ صُور کے پس بے ہوش ہو جائیں گے جو کہ بیچ آسمانوں کے اور زمینوں کے ہیں مگر جس کو چاہے اللہ۔

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ سے یہاں صاعقۂ قیامت سے وہ لوگ مستثنیٰ فرمائے گئے ہیں جن کے لئے قیامتِ کبریٰ پہلے ہی ہو چکی ہوگی اور جو اپنی اصل سے پہلے ہی جا ملے ہوں گے۔

ہر چیز پر موت کا واقع ہونا یہاں تک کہ ملک الموت کا بھی ذائقۂ موت چکھنا تعینات کا اُٹھ جانا ہے۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن ع)	واسطے کس کے ہے بادشاہی اُس دن۔ واسطے اللہ اکیلے غالب کے۔

میں مرتبۂ احدیت کی حکومت کے قائم ہونے کا اشارہ ہے۔

Marfat.com

ک

کاف ونون:- صورتِ ارادیہ کلّیہ جو لفظ کُن کے کاف اور نون کے درمیان محصور ہے۔

کباب:- تجلیاتِ صُوری میں پرورشِ دل۔

کِبر:- عاشق پر تسلّطِ صفاتِ قہری۔ عالمِ لاہوت۔

کبودی:- تخلیطِ محبت۔

کُرسی:- جملہ صفاتِ فعلیہ کی تجلی مظہرِ اقتداراتِ الٰہیہ۔ اوامر و نواہی کے جاری ہونے کا محل۔ رقائقِ حقیہ کی پہلی توجہ حقائقِ خلقیہ کے ظاہر کرنے کی جانب۔

قدمین کرسی کے قریب ہیں۔ کیونکہ عدم وایجاد۔ ہلاکت وسلامتی پستی و بلندی۔ عزت و ذلت۔ نفع و نقصان۔ جمع و تفریق وغیرہ صفاتِ متضاد کے آثار بالتفصیل یہاں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام سے وجود میں امرِالٰہی ظاہر ہوتا ہے۔

قلم تقدیر کا محل ہے۔ لوحِ محفوظ تقدیر کے جمع کرنے اور لکھنے کا محل ہے۔ کُرسی اُس تقدیر کو جُدا اور متفرق کردینے کا محل ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس وسعت کی دو اقسام ہیں، ایک وسعتِ حکمی دُوسری وسعتِ وجودی۔ گویا وجودِ مقید کا نام کرسی ہے۔

کرشمہ:- التفات۔ تجلیِ جمال۔ پرتوِ انوارِ معرفت۔

کشاکش:- جبکہ سالک مقامِ نُورِ ذات تک پہنچ جاتا ہے جو کہ بے جہت و بے کیف ہے تو وہ کشاکش سے گزر جاتا ہے۔

Marfat.com

تو گویا نورِ ذات تک پہنچنے سے قبل کی کیفیات کا نام کشاکش ہے۔

کشف:۔ لغت میں کشف پردہ اُٹھانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ صوفیہ میں امورِ غیبی اور معانیٔ حقیقی پر سے حجابات کا اُٹھنا اور حقیقتِ ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اِطّلاع پانا کشف ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ کشفِ صُوری اور کشفِ معنوی۔

کشفِ صوری کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خواب میں جو معاملات بندہ کے ساتھ پیش آویں وہ بیداری میں بھی اُس کے ساتھ پیش آنے لگیں۔ کشفِ صوری میں بالعموم حواسِ خمسہ عالمِ مثال میں صورتوں کا ادراک کرتے ہیں۔ یہ ادراک کبھی بطور مشاہدہ کے ہوتا ہے جیسے اہلِ کشف انوار رُوحانی اور ارواح کی صُورتوں کو متجسّد دیکھتے ہیں۔ کبھی بطور سماع کے ہوتا ہے۔ جیسے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی تھی مسلسل کلام کی صُورت میں سُنتے تھے اور گھنٹے کی سی آواز اور مکھیوں کی سی بھن بھناہٹ میں اُسے پاتے تھے۔ کبھی وہ کشف نفحاتِ الٰہی اور شمائمِ ربّانی کو سُونگھنے کے طور پر ہوتا ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ تمہارے دہر کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے بہت نفحات اور خوشبوئیں ہیں۔ ہوشیار رہو اور اُن کو لو اور دریافت کرو، یا جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نفسِ رحمان کو یمن کی جانب پاتا ہوں۔ کبھی وہ کشف بطور ملامست کے ہوتا ہے اور ملامست سے دو انوار یا دو اجسام کا آپس میں ملنا مراد ہے جیسے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کو بہت ہی اچھی اور خوبصورت شکل میں دیکھا اور اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ محمدؐ ملاءِ اعلےٰ کس چیز میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے دو بار کہا کہ رَبِّ اَنْتَ اَعْلَمُ یعنی اے میرے مالک تو ہی خوب جانتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی کو میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا اور میرے سینہ میں اُس ہاتھ کی خنکی ظاہر ہوئی پھر میں نے آسمان وزمین کی سب چیزوں کو جان لیا۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا:۔

وَكَذَالِكَ نُرِىٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (الانعام ع ۹)	اور اسی طرح دکھلاتے ہیں ہم ابراہیم کو بادشاہی آسمانوں کی اور زمینوں کی اور تاکہ ہووے وہ یقین لانے والوں میں سے۔

کبھی وہ کشف بطریق ذائقہ کے ہوتا ہے جیسے کوئی شخص مختلف اقسام کے کھانوں کو دیکھتا ہے یا دیکھتا بھی ہے اور کھاتا

Marfat.com

بھی ہے تو اُسے معانی غیبیہ پر اطلاع ہوتی ہے۔ جیسے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ :

"میں نے اپنے کو دودھ پیتے دیکھا یہاں تک کہ سیری میرے ناخنوں سے ظاہر ہوئی۔ پھر میں نے اپنا اُلش عمر کو دیا پھر میں نے اس کی تعبیر علم سے کی۔"

کبھی اقسامِ متذکرۂ بالا میں سے چند اقسام کی صُورتیں آپس میں مجتمع ہو کر ایک ہی وقت میں پیش آتی ہیں۔ یہ جُملہ اقسام تجلیاتِ اسماء سے ہیں۔ کیونکہ شہود حق تعالیٰ کے اسمِ بصیر کی تجلّی ہے۔ سماع اسمِ سمیع کی تجلّی ہے وعلیٰ ہٰذالقیاس۔ اور یہ جُملہ تجلیات اسمِ علیم کے آستانہ سے ہیں۔ یعنی اسمِ علیم کا فیضان جو بصر و بصیرت کے ذریعہ پہنچتا ہے وہ شہود ہے اور جو سمع کے ذریعہ سے پہنچتا ہے وہ سماع ہے وعلیٰ ہٰذالقیاس۔

کشفِ کونی یعنی کشفِ صُوری کی وہ انواع جن سے مغیباتِ دُنیوی پر اطّلاع یابی ہوتی ہے خلافِ شرع لوگوں کے لئے استدراج بن جاتی ہے۔ مجاہدات و ریاضات کے سبب سے جوگیوں اور راہبوں وغیرہ کو اس نوع کا کشف ہونے لگتا ہے۔ اہلِ سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے کیونکہ اُن کی ہمت عالی ہوتی ہے اور امورِ دنیوی پر نہیں ٹھہرتی۔ وہ حقیر اور بیکار چیزوں کی دریافت پر تضیعِ اوقات نہیں کرتے بلکہ اُن قوتوں سے آخرت کا کام لیتے ہیں اور آخرت ہی کے متعلق امور دریافت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ بعض حضرات تو ایسے اولوالعزم اور عالی ہمت ہوتے ہیں اور اتنا بلند نصب العین رکھتے ہیں کہ امورِ اخروی کی جانب بھی التفات نہیں کرتے بلکہ اُن کا تنہا مقصد فنا فی اللہ اور بقا۔ بالحق ہوتا ہے۔ یہ حضرات عارف اور محقق اور موحّد ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہستی کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور جُملہ عوالم میں ہر مظہر کو اللہ ہی کا مظہر جانتے ہیں ؎

ہر چہ آید در نظر غیرِ تو نیست ؛ یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو (خسروؒ)

دوئی اور غیریت ان سے اُٹھ جاتی ہیں۔ کسی چیز کو یہ حق تعالیٰ کا غیر نہیں سمجھتے۔ ہر چیز میں یہ تجلّیٔ الٰہی پاتے ہیں اور ہر چیز کو اُس کی منزلت پر رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں اس قسم کا کشف استدراج نہیں ہوتا۔ استدراج صرف اُن کے لئے ہوتا ہے جو حق تعالیٰ سے دُور ہیں اور امرِ خسیس پر قناعت کئے بیٹھے ہیں اور دُنیا میں جاہ و منصب کے حصول کا ان باتوں کو ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔

مکاشفات کے بھی مدارج ہیں۔ بعض مکاشفات صُوری ہوتے ہیں۔ بعض معنوی۔ اور بعض صُوری اور معنوی دونو

Marfat.com

کے جامع ۔ بعض اہلِ کشف کے لئے چند حجابات اُٹھتے ہیں اور بعض کے لئے جملہ حجابات اُٹھ جاتے ہیں ۔

حضرتِ علمیہ الٰہیہ میں اعیانِ ثابتہ کا دیکھنے والا درجہ میں سب سے اعلیٰ ہے ۔ اس کے بعد اُس کا درجہ ہے جو عقلِ اوّل یا دُوسری عقلوں میں اعیانِ ثابتہ کو دیکھے ۔ اس کے بعد وہ ہے جو لوحِ محفوظ اور باقی نفوس میں اُن کا مشاہدہ کرے ۔ پھر وہ ہے جو کتابِ محو و اثبات میں مشاہدہ کرے ۔ پھر وہ ہے جو ارواحِ اعلیٰ اور عرش و کرسی اور سموات وعناصر و مرکّبات وغیرہ یا اس نوع کی دیگر کُتبِ الٰہیہ میں نظر رکھتا ہو ۔

مکاشفہ سماعی کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اہلِ کشف حق تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے کلام سُنے جیسا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے معراج اور اُن اوقات میں سُنا جن کی بابت اس حدیث میں اِشارہ ہے :-

لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ ۔	یعنی مُجھ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں ملک مقرّب اور نبی مرسل نہیں سماتے ۔

اور جیسا کہ موسیٰ علیہ السّلام نے کلام کو حق تعالیٰ سے بے واسطہ سُنا ۔ اس کے بعد وہ مرتبہ ہے جس میں حق تعالیٰ کا کلام جبرئیل علیہ السّلام کے واسطہ سے سُنا جاتے جیسا کہ ہمارے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کلامِ ربّانی قرآنی کو جبرئیل کے واسطہ سے سُنا ۔ اس کے بعد عقلِ اوّل یا دیگر عقول کے واسطہ سے کلامِ حق تعالیٰ کا سُننا ہے ۔ پھر نفسِ کلّی اور ملائکہ سماوی و ارضی وغیرہم کے ذریعہ علی الترتیب کلام کا سُننا ۔ اسی پر بقیہ مراتب کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے ۔

اس قسم کے مکاشفات کا منبع و مخزن قلبِ انسانی اور اُس قلب کے حواس ہیں ۔ قلب بھی سمع و بصر و دیگر حواس سے آراستہ ہے ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۔ (الحج ع)	پس تحقیق وہ (یعنی اُن کی بابت یہ ہے کہ) نہیں اندھی ہو جاتی ہیں آنکھیں اُن کی ولیکن اندھے ہو جاتے ہیں دل وہ جو بیچ سینوں کے ہیں ۔

اور فرماتا ہے :

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ (البقرع)	مُہر کر دی اللہ نے اُوپر دلوں اُنکے کے اور اُوپر کانوں اُنکے کے اور اوپر آنکھوں اُن کی کے پردہ ہے ۔

Marfat.com

وہ حواسِ رُوحانی جو قلب میں ہیں حواسِ ظاہری جسمانی کی اصل ہیں۔ جب حجابات اُٹھ جاتے ہیں تو فرع اصل کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتی ہے۔ پھر اِن حواس سے اُن حواس کا اور اُن حواس سے اِن حواس کا کام لیا جا سکتا ہے اور رُوح اُن جملہ حواس سے کام لیتی ہے کیونکہ یہ جُملہ حواس رُوح میں اس طرح متحّد ہو جاتے ہیں جس طرح کہ جُملہ حقائق عقلِ اوّل میں متحد ہیں۔

ابتدائے سلوک میں یہ مکاشفات سب سے پہلے خیالِ مقیّد میں واقع ہوتے ہیں پھر آہستہ آہستہ یعنی جیسے جیسے کہ ملکہ حاصل ہوتا جاتا ہے وہ مکاشفات عالمِ مثالی مطلق میں منتقل ہوتے ہیں۔ پھر سالک عناصر کے خصائص پر واقف ہوتا ہے۔ پھر سمٰوات پر اطلاع پاتا ہے۔ پھر عروج کرتا ہُوا لوحِ محفوظ اور عقلِ اوّل تک پہنچتا ہے۔ پھر وہ علمِ الٰہی میں منتقل ہوتا ہے۔ یہاں اگر سالک اعیانِ ثابتہ پر اُس قدر واقف ہوتا ہے جس قدر کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ اُسے واقف کرنا چاہتا ہے۔ وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ یہ بندے کے لئے شہود میں سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ اُس کے اوپر فقط مرتبۂ ذات ہے جب تجلّیٔ ذات سے بندہ نواز لیا جاتا ہے تو وہ ہر چیز سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

کشفِ معنوی حقائق کی صُورتوں سے مجرّد ہوتا ہے۔ یہ کشف اسمِ علیم اور اسمِ حکیم کی تجلّیات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں معانیٔ غیبیہ اور حقائقِ مغیبیہ اچانک ظہور کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی چند مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ قوّتِ فکریہ میں معانی بغیر ترکیب و ترتیبِ مقدّمات اور بغیر اس کے کہ قیاسات سے کام لیا جائے خود بخود ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ ذہن مطالب سے مبادی کی جانب منتقل ہوتا ہے پھر یہ معانی قوّتِ عاقلہ میں ظہور کرتے ہیں اور قوّتِ عاقلہ مقدّمات و قیاسات کو اِستعمال کرتی ہے۔ رُوح میں ایک قوّتِ خاص ہے جسے نُورِ قدس کہتے ہیں۔ جسم سے اُسے کوئی تعلّق نہیں۔ کشفِ معنی اسی نُور کی چمک سے ہوتا ہے۔ قوّتِ فکریہ کو چونکہ جسم سے تعلّق ہے۔ نُورِ قدس کے لئے یہ قوّت حجاب بن جاتی ہے اور معانیٔ غیبیہ کی بجلی کی چمک کو نہیں دیکھنے دیتی۔

فتوح کی دو قسمیں ہیں :-

فتح فی النّفس۔ فتح فی الرّوح

فتح فی النّفس میں علم تام عقلاً و نقلاً حاصل ہوتا ہے۔

فتح فی الرّوح میں وجدان سے علم حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ عقل و نقل سے۔

Marfat.com

نورِ قدس کی چمک سے جس کشفِ معنوی کا ورود ہوتا ہے وہ جب قلب کے مرتبہ میں ظاہر ہو تو اُسے الہام کہتے ہیں۔ اگر معانیٔ غیبی ہیں تو الہام ہے۔ اور ارواحِ مجرّدہ یا اعیانِ ثابتہ ہیں تو مشاہدۂ قلبی ہے۔ اگر یہ کشف روح کے مرتبہ میں ظاہر ہو تو شہودِ رُوحی ہے۔ یہ شہود مثل آفتاب کے ہے جو آسمان و زمین یعنی رُوح و جسم کو روشن کر دیتا ہے۔
نورِ قدس بذاتہٖ یعنی بغیر کسی واسطہ کے اپنی اصلی استعداد کے مُطابق معانیٔ غیبیہ کو اللّٰہُ العلیم سے اخذ کرتا ہے اور اپنے ماتحتوں یعنی قلب اور قوائے رُوحانی و جسمانی پر اُن کا فیضان کرتا ہے۔ جس طرح کہ سالکوں کے مقامات مراتب و استعدادات میں تفاوت ہوتا ہے اسی طرح کشف کی نوعیت و مدارج و اجمال و تفصیل و وسعت و محدودیت ابہام و اظہار وغیرہ میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔

کشف کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کے سمجھنے میں کسی سے کبھی کوئی غلطی واقع ہو جائے۔

کشف سے مراد یہ ہوتی ہے کہ صاحبِ کشف کو بعض امورِ خاص پر اطّلاع ہو جاوے۔ نہ یہ کہ کُل امور اُس پر ظاہر ہو جاویں۔ اسی بناء پر آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حکم ہُوا کہ کہدو :-

مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔ (الاحقاف ع۱)	میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔

یعنی حجاب کی تصریح کر دو تاکہ کوئی مغالطہ میں نہ رہے۔

کعبہ :- مقامِ وصل۔

کُفر :- ظلمتِ تفرقہ۔ کثرت کا وحدت میں پوشیدہ کر دینا۔ بحرِ احدیت جس میں کثرات و تعیّنات فنا ہو جاتے ہیں۔ ہر چیز حتّٰی کہ اپنی ذات تک کو ذاتِ الٰہی میں گم کر دینا۔ اسمائے جلالی کے تحت میں آجانا ؎

لبِ دریا ہمہ کُفرست و دریا جُملہ دینداری ؛ ولیکن گوہرِ دریا ورائے کفر و دیں باشد

کُفرِ حقیقی :- سالک کا ذات کو عینِ صفات اور صفات کو عینِ ذات جاننا۔ ذاتِ حق کو ہر جگہ دیکھنا۔ بجز ذاتِ حق کے کسی چیز کو موجود نہ جاننا۔ وحدت میں یک رنگ ہو کر ماسویٰ سے پاک ہو جانا۔

کُفرِ مجازی :- ناشکریٔ ذاتِ حق اور گمراہی۔

کافر :- صاحبِ اعمال جو مرتبۂ اسماء و صفات و افعال سے بلند نہ ہُوا ہو اور حق کو تعیّنات و تکثرات میں پوشیدہ

Marfat.com

رکھتا ہو کبھی اُسے بھی کافر کہہ دیتے ہیں جو شہودِ ذاتِ بحت تک پہنچ گیا ہو یا جو حقیقت کا مجاز میں مشاہدہ کرتا ہو۔

کافر بچہ :- عالمِ وحدت میں جس نے یک رنگی حاصل کر لی ہو۔ جو ماسوٰے سے روگرداں ہو کر سوادِ ہستی میں جاگزیں ہو گیا ہو۔ اِسے گبر بھی کہتے ہیں۔

کُل :- نامِ حق تعالیٰ باعتبار اس کے کہ وہ مُظہر ہے جُملہ مظاہر کا۔

کلامِ الٰہی :- خُدا کا کلام فی الجملہ صفتِ واحدہ نفسیہ ہے جس کی دو جہتیں ہیں :-

جہتِ اوّل کی دو اقسام ہیں :-

پہلی قسم یہ ہے کہ وہ کلام عزّت کے مقام سے بحکمِ الوہیت عرشِ ربوبیت پر صادر ہوتا ہے۔ مگر مخلوقات کی رسائی سے وہ بالاتر ہے۔

دُوسری قسم یہ ہے کہ ربوبیت کے مقام سے زبانِ انسان میں یہ کلام درمیان خالق و مخلوق کے صدور پاتا ہے مثل اُن کتب کے جو انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام پر نازل ہوئیں اور مثل اُن مکالمات کے جو انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے ہوئے اور اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔

دُوسری جہت کلامِ الٰہی کی یہ ہے کہ حق کا کلام بالذّات اعیانِ ممکنات ہیں اور ممکنات کبھی ختم نہیں ہوتے یا بالفاظِ دیگر مخلوقات کلامِ الٰہی کے اظلال و آثار ہیں کیونکہ لفظ کُن بھی ایک کلمہ ہے۔ یا پھر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خود کلماتِ الٰہی ہی ہیں جو قدرتِ الٰہی سے مخلوقات کے رنگ میں نمودار ہو جاتے ہیں ؎

توانائیکہ دریک طرفۃ العین ؛ زکاف و نون پدید آورد کونین

چو قافِ قدرتش دم بر قلم زد ؛ ہزاراں نقش بر لوحِ عدم زد

ازاں دم گشت پیدا ہر دو عالم

وزاں دم شد ہویدا جانِ آدم

گویا تمام موجودات کلامِ الٰہی ہے ؎

ہمہ عالم صدائے نغمۂ اوست ؛ کہ شنید ایں چنیں صدائے دراز

کتابِ حق تعالیٰ مجموعہ ہے عالمِ غیب و شہادت کا۔ افرادِ موجودات کا ہر فرد کلماتِ حق میں سے ایک کلمہ ہے۔

Marfat.com

کلام میں الفاظ بھی ہوتے ہیں اور معانی بھی۔ الفاظ کے اعتبار سے ہر کلمہ صورت ہوا کرتا ہے اُس معنی کا جو متکلم کے علم میں ہوتا ہے متکلم اُس معنی کے اظہار کی غرض سے ایک صُورت پیش کرتا ہے یعنی ایک جُملہ ادا فرماتا ہے اور سامع اُس جملہ کے سُننے ہی معنی تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں معانی اعیانِ ثابتہ ہیں اور صُورِ الفاظ اعیانِ ممکنات۔

اعیانِ ممکنات خارج از حدّ و حصر ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ (الکہف ع ۱۲)	یعنی تو کہدے کہ اگر سمندر بھر کر سیاہی ہو جس سے میرے رب کے کلمات لکھے جاویں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاتے اگرچہ ہم اُس سمندر کی مانند ایک دُوسرا سمندر بھی مدد کے لئے لاویں۔

صاحبِ دل عارف اور محقق اوراقِ ذرّاتِ موجودات میں اسرارِ تجلّیاتِ حق کا مطالعہ کرتا ہے اور اُس کے لئے ہر ورق معرفت کردگار کا ایک دفتر ہوتا ہے۔

کتابِ عالم میں جو کچھ ہے وہ سب کتابِ منزل میں بھی ہے۔ وہاں عرض جوہر کے تابع ہے۔ یہاں اعراب حروف کے تابع ہیں۔ وہاں موجودات جواہر و عروض سے حاصل ہوتی ہے۔ یہاں کلمات حروف و اعراب سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہاں متعدّد عالم ہیں۔ یہاں متعدّد سورتیں ہیں جس طرح سورۃ چند آیات کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح عالم چند مراتب کا مجموعہ ہے۔ ہر مرتبہ جزو ہے اسمِ کلّی کا۔

اُن اسماء میں سے ہر اسم کے تحت چند اسماء ہیں مختلفُ الاحکام۔ کتابِ عالم کی اوّل آیت عقلِ اوّل ہے جو بجائے بائے بسم اللہ قرآنی کے ہے عقلِ کُل مقابل ہے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے اور اجمالاً مشتمل ہے جمیع مراتبِ عالم پر۔ کتابِ عالم میں اُس کے بعد کی آیۃ نفسِ کُل ہے۔ کیونکہ عقلِ کُل میں اجمالِ احدیت ہے اور نفسِ کُل میں تفصیلِ واحدیت۔ اس جہت سے نفسِ کُل مقابل ہے آیۂ نور کے۔ کیونکہ جمیع اشیاء نے نُور ہی سے ظہور پایا۔ اور تفصیل اختیار کی۔ اس کے بعد عالمِ جسمانی یعنی فلکِ اطلس ہے جو مقابل ہے آیۃ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کے۔ پھر کرسی ہے جو آیت الکرسی کے مقابل ہے۔ پھر سبع سماوات مقابل ہیں سبعِ مثانی یعنی سورۃ فاتحہ کے۔ افلاک کے

Marfat.com

بعد عناصر کا مرتبہ ہے۔ یعنی آب و آتش و باد و خاک اور یہ مقابل ہیں اُن آیاتِ قرآنی کے جو اولی الابصار کے لئے نازل ہوئیں۔ پھر عناصر سے موالید پیدا ہوئے اور بالآخر انتہائی تنزّلات میں آکر غرض و غایتِ ایجاد یعنی اِنسان پیدا ہوا جو کہ ایک ہیئت و حقیقتِ اجتماعی ہے اور تخلیقِ کائنات کا مقصد ہے اور باعتبار ظہور کے آخری چیز ہے۔ اسی طرح قرآن میں بھی آخری لفظ ناس ہے۔

اِنسانِ کامل[1] تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ باعتبار اپنی عقل و رُوح کے اُمُّ الکتاب ہے۔ باعتبار قلب کے لوحِ محفوظ ہے۔ باعتبار اپنے نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے۔ انسانِ کامل ہی صحفِ مکرّمہ ہے اور یہی وہ کتابِ مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی۔ اس کے اسرار و معانی کو سوائے اُن لوگوں کے جو حجاباتِ ظلماتی سے پاک ہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

مرا بہ ہیچ کتابے مکن حوالہ دگر ؎ کہ من حقیقتِ خود را کتاب می بینم

جو نسبت کہ عقلِ اوّل کو عالمِ کبیر اور اُس کے حقائق سے ہے وہی نسبت رُوحِ انسانی کو بدنِ انسانی اور قوائے اِنسانی سے ہے۔ نفسِ کلّی عالمِ کبیر کا قلب ہے۔ نفسِ ناطقہ عالمِ صغیر یعنی اِنسان کا قلب ہے۔ اسی اِنسان پر کتابِ عالم ختم ہوئی۔ اور یہی انسان لفظِ کُن کی غایت تھا۔

اُمّ الکتاب :۔ حضرتِ علمیہ۔ کنہِ ذات کی ماہیت جس کو بعض اعتبارات سے ماہیاتِ حقائق بھی کہتے ہیں۔ اُس پر لفظِ اسم و نعت و وصف و وجود و عدم و حق و خلق نہیں بولا جاتا۔ چونکہ عقلِ اوّل جملہ اشیاء پر محیط ہے اس لئے بعض موقعوں پر اس کی جانب بھی اُمّ الکتاب سے اِشارہ کیا جاتا ہے۔

کتاب :۔ وجودِ مطلق جس میں عدم نہیں۔ وجود اس میں اس طرح داخل ہے جس طرح حروف دوات میں کہ داخل تو ہیں مگر کسی حرف کا اطلاق دوات میں کی روشنائی پر نہیں کیا جا سکتا۔

کتابِ مبین :۔ نفسِ کلّی جس میں اشیاء مفصلاً ظاہر ہیں۔

کتابِ محو و اثبات :۔ حضرتِ نفس جو جسمِ کلّی میں منطبع ہے۔ کیونکہ اس کو حوادثات سے تعلّق ہے اور محو و اثبات دونوں اس پر لاحق ہوتے رہتے ہیں۔

---

[1] انسانِ کامل پر تفصیلی مضمون ص۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

علم الکتاب :۔ وجودِ مطلق کی معرفت۔
قرآن :۔ ذاتِ محض بحیثیتِ احدیت جس میں جملہ صفات بلا امتیاز مخفی ہیں قرآن کا دفعۃً واحدۃً آسمانِ دُنیا کی طرف نازل ہونا اشارہ ہے طرف اسماء وصفات کے ظہور کے ؎

برمصحفِ روئے او نظر کُن ٭ خسرو غزل وکتاب تاکے

توریت :۔ تجلّیاتِ اسمائے صفاتیہ۔

انجیل :۔ تجلّیاتِ اسمائے ذات۔

زبور :۔ تجلّیاتِ صفاتِ افعالی۔

فرقان :۔ صفاتِ الٰہی۔

سورۃ :۔ صُورِ ذاتیہ یعنی کمال کی تجلّیات۔ ہر سورۃ کے تحت میں معنی ہیں جو اُسے دوسری سورتوں سے متمیز کرتے ہیں۔
آیات :۔ اجتماعِ حقائق۔ اجتماعِ ظہورِ اشیاءِ متفرقہ۔ ہر اجتماع کے لئے اسمِ جمالی اور اسمِ جلالی ضروری ہے اور آیت ان دونوں کا مجموعہ ہے جس طرح کہ آیتِ قرآنی متفرق کلمات کا مجموعہ ہے۔
کلمات :۔ مخلوقاتِ عینیہ کے حقائق۔ یعنی وہ چیزیں جو عالمِ شہادت میں متعیّن ہیں۔ مجرّدات۔ جس طرح کلمات معنی رکھتے ہیں مجرّدات بھی معنی سے خالی نہیں۔
حروفِ عالیات :۔ عالمِ غیب۔ ہم حروفِ عالیات تھے کہ نہ پڑھے جاتے تھے نہ سمجھے جاتے تھے نہ دیکھے جاتے تھے۔ متکلّم نے کلام کیا تب ہمارا اظہار ہُوا۔ متکلّم جب کلام کرنا چاہتا ہے تو پہلے ایک حرکتِ ارادی ہوتی ہے۔ پھر وہ سینہ سے بذریعہ سانس کے حروف کو خارج کرتا ہے۔ پہلی چیز ارادہ اور دُوسری چیز قدرت ہے جن کے ذریعہ سے عالمِ غیب کو عالمِ شہادت کی جانب لایا گیا۔ مخلوقات اور کلمات کی ہیّاتِ مخصوصہ نفسِ متکلّم میں مخفی تھیں جنھیں ظہور میں لایا گیا۔ چنانچہ انسان اُس ذاتِ پاک کا نسخۂ کاملہ ہے۔ یعنی انسان کی ہر چیز ذاتِ پاک کی ہر چیز کا نسخہ ہے۔
حروفِ منقوط :۔ اعیانِ ثابتہ۔ یہ علمِ الٰہی میں موجود ہیں۔
حروفِ مہملہ :۔ ان کی دو قسمیں ہیں :۔ ایک وہ جن سے حروف متعلق ہوں لیکن وہ خود حروف سے متعلق نہ ہوں۔

Marfat.com

پانچ حروف ہیں :۔ الفؔ ۔ دالؔ ۔ رےؔ ۔ واؔو ۔ لاؔم الف ۔ الف اشارہ ہے مقتضیاتِ کمالیہ کی جانب جو کہ پانچ ہیں :۔ ذاتؔ حیاتؔ ۔ علمؔ ۔ قدرتؔ ۔ ارادہؔ ۔ ذات کے بغیر بقیہ چار کا وجود نہیں ہو سکتا اور ان چار کے بغیر ذات کا کمال متصور نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم حروف مہملہ کی وہ ہے جو حروف کے ساتھ اور حروف اُن کے ساتھ متعلّق ہوں۔ یہ نوؔ حروف ہیں[1] اور اُن سے انسانِ کامل کی جانب اشارہ ہے جس میں خمسۂ الٰہیہ اور اربعہ خلقیہ دونوں جمع ہیں۔

کلبۂ احزان :۔ وقتِ حُزن ۔ ہجرِ محبُوب۔

کنار :۔ دوامِ مراقبہ۔

کنزِ مخفی :۔ ہویّت ۔ غیب الغیب۔

کِنشت :۔ استیلائے صُورت ۔ تشبیہ۔ اسے مقامِ موسوی علیہ السّلام بھی کہتے ہیں۔

کُنہ :۔ ماہیّتِ الٰہی بیرون از ادراکِ عالمیان۔

کون :۔ وجودِ عالم بحیثیتِ عالم نہ کہ بحیثیتِ حق۔

عالمِ کون وفساد :۔ عالمِ عناصرِ اربعہ۔ عالمِ کثیف۔

کَون اُسے کہتے ہیں جو ایک کے بعد دُوسری اور دُوسری کے بعد تیسری صُورت اختیار کرے اور اسی طور پر صورتاً بدلتا رہے۔ اور فساد صُورتوں کے بگڑنے اور مٹ جانے کو کہتے ہیں۔

کیمیا :۔ تصوّف میں اس سے نظرِ مرشدِ کامل اور عشق مراد ہوتی ہے۔

کیمیائے سعادت :۔ تہذیبِ نفس۔ رذائل سے اجتناب وتزکیہ و فضائل کا اکتساب۔

کیمیائے عوام :۔ دُنیائے فانی کے مقابلہ میں آخرتِ باقی کو ترجیح دینا۔

کیمیائے خواص :۔ دل کو دولتِ خلُوص واحسان سے مالا مال کرنا۔

کین وکینہ :۔ تسلّطِ صفاتِ قہری۔

---

[1] یہ حروف ح، س، ص، ط، ع، ک، ل، م اور ہ ہیں۔

Marfat.com

گ

گفتگو :۔ ہر وہ چیز جو محبت انگیز ہو۔

گُل :۔ نتیجۂ عمل۔ لذّتِ معرفت۔ عالم بہ ہئیتِ مجموعی کیونکہ عالم عین معرفتِ حق ہے حق کے لئے۔

گلزار :۔ مقامِ کشفِ اسرار۔

گوش :۔ جماعتِ صُوفیہ میں حدیث در گوشِ او کردن ایک جملہ مروّج ہے جس سے مراد ہُوا کرتی ہے اسم سمیع میں فانی ہو جانے اور اس اسم کے مظہر بن جانے سے۔

گوہرِ سخن :۔ محسوسات و معقولات میں اشاراتِ واضح۔

گوہرِ معانی :۔ صفات و اسمائے الٰہی۔

گوتے :۔ وہ مجبوری اور مقہوری جو سالک کو چوگانِ تقدیرِ الٰہی کے مقابلہ میں پیش آتے۔

Marfat.com

ل

لاأُبالی :۔ جو کچھ سامنے آجائے اُس سے نہ ڈرے اور دلیری کے ساتھ جو کہے وہی کرے۔

لالہ :۔ نتیجۂ معارف جو مشاہدہ میں آجائیں۔

لاہوت :۔ گنجِ مخفی۔ مقامِ فنا۔ محویتِ تامہ۔ حقیقتِ وحدت جو جمیع اشیاء میں ساری ہے۔ مرتبۂ ذات۔ لاہوت دراصل لَاھُوَ اِلَّاھُوْ ہے۔

لَب :۔ فیضِ رحمانی۔ نفسِ رحمانی۔ کلامِ معشوق۔ لُطفِ ربّ الودود۔ نیستی کو ہستی میں لانا۔ نوازشِ معشوق۔ قبض و بسط۔

لبِ لعلِ جاناں حیات بخش ہیں۔ سانس کی آمد و رفت سے دم بطون سے ظہور اور ظہور سے بطون میں آتا جاتا ہے۔ سانس لیتے وقت جب انسان اپنا دم اندر سے باہر نکالتا ہے تو جو کچھ اندر ہوتا ہے وہی باہر آکر ظاہر و منتشر ہو جاتا ہے۔ یہی تجلّیِ ثانی اور نفسِ رحمانی اور فیضِ رحمانی کی مثال ہے۔ دم کا یہ اخراج و انتشار چونکہ لبوں کی وساطت سے عمل میں آتا ہے اس لئے لب اور بوسہ اور آبِ زلال جاں بخش اور حیات آور ہیں۔ احاطۂ وجوب و امکان میں نیستیِ امکان کی نمائش صفاتِ لب ہی کی بدولت وجود میں آئی۔ دلِ دردمند کو لبوں ہی کی وساطت سے مژدۂ وصال سُنایا جاتا ہے اور عاشق کے جسم میں بجلی دوڑا دی جاتی ہے۔ استغنائے چشم سے جان پر بجلی گر جاتی ہے تو جنبشِ لب اور تبسم کی اُمید افزائیاں جسم میں بجلی دَوڑا دیتی ہیں۔ جان پر جو بجلی گرتی ہے اُس سے نیستی کا لُطف آجاتا ہے جسم میں جو بجلی دوڑ جاتی ہے اُس سے حیاتِ جدید کا فیضان ہو جاتا ہے ؎

چشمت کشد و لبت دہد جاں ✦ مرگ آید و درمیاں نگنجد

Marfat.com

فیضانِ حیات ہی نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ہے ۔ اس نفخ کو بوسہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور بوسہ لب ہی کا ایک فعل ہے جس سے کبھی حیات بخشی جاتی ہے کبھی بے خودی اور بے خبری طاری کر دی جاتی ہے ۔ سرگوشیاں بھی لبوں ہی سے ہوتی ہیں ۔ غصہ کا اظہار بھی لبوں کو دبا کر کیا جاتا ہے ۔ اور تبسم بھی لبوں ہی کی ایک گوہر افشانی اور برق ریزی ہے ۔

چشمت بغمزہ لب بشکر خندہ میکند ؛ تفسیرِ آیتِ خلق الموت والحیات

لبِ لعل :۔ بطونِ کلامِ معشوق ۔

لُب :۔ عقل جسے نورِ قدسی نے پاک و صاف کر دیا ہو اور اوہامِ باطلہ اور تخیلاتِ بے بنیاد کی آلائش سے وہ پاک ہو گئی ہو ۔

لَبس :۔ حقیقۃ الحقائقِ انسانیہ ۔

لُبس :۔ لباسِ حقائقِ رُوحانیہ ۔

لذّتِ سریانیہ :۔ حق تعالیٰ نے اپنے نفس پر واجب فرما لیا ہے کہ اپنے اسماء و صفات کو بلا وسیلۂ انسانِ کامل ظاہر نہیں فرماتا ۔ اس کے جملہ اسماء و صفات دو اقسام پر ہیں ۔ ایک تو وہ جو انسانِ کامل کی داہنی جانب سے متعلق ہیں جیسے حیات و علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر وغیرہ ۔ دُوسرے جو بائیں جانب سے متعلق ہیں ، جیسے ازلیت و ابدیت و اولیت و آخریت وغیرہ ۔ انسان کو جُملہ اسماء و صفات کی لذّتیں تزکیہ و تصفیہ سے حاصل ہوتی ہیں ۔ ان تمام لذّتوں کے علاوہ انسان اپنے وجود میں ایک لذّتِ سریانیہ پاتا ہے جسے لذّتِ الوہیت بھی کہتے ہیں ۔ یہ لذّت تمام وجود میں پائی جاتی ہے ۔ بعض فقراء نے اس لذّت کو اپنے وجود میں اس قدر بڑھا ہوا پایا کہ انھوں نے اسی میں پڑے رہنے کی آرزو کی ۔ ایسے لوگوں کو بُرا کہنے والا چونکہ اس مقام سے آگاہ نہیں اس لئے اس کی بات اس معاملہ میں قابلِ التفات نہیں ۔

لسانُ الحق :۔ وہ انسانِ کامل جو مظہرِ اسمِ متکلّم ہو ۔ ایسے ہی انسان کو لسانُ الغیب بھی کہتے ہیں ۔

لطائفِ ستّہ :۔ جسمِ انسانی میں چھ مواضع ہیں جن پر فیوض و انوار و برکاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے :۔

(۱) لطیفۂ قلبی :۔ دو اُنگل زیرِ پستانِ چپ ۔ نُور اس کا سُرخ ہے ۔ معرفت کا محل ہے ۔

(۲) لطیفۂ روحی :۔ دو اُنگل زیرِ پستانِ راست ۔ نُور اس کا سپید ہے ۔ محبت کا محل ہے ۔

Marfat.com

(۳) لطیفۂ نفس :۔ زیرِ ناف۔ نور اس کا زرد ہے۔

(۴) لطیفۂ سری :۔ مابینِ سینہ۔ نور اس کا سبز ہے۔ مشاہدہ کا محل ہے۔

(۵) لطیفۂ خفی :۔ بالائے ابرو۔ نور اس کا نیلگوں ہے۔ اسے لطیفۂ قالبیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مقامِ اتصال ہے درمیان رُوح وجسم کے۔ عالمِ قدس سے فیضان براہِ راست اسی لطیفہ پر نازل ہوتا ہے۔ پھر دیگر لطائف میں تقسیم ہوتا ہے۔ رُوح بدن میں اسی راستہ سے آتی ہے۔ اور اسی راستہ سے جاتی ہے۔

(۶) لطیفۂ اخفیٰ :۔ اُمّ الدماغ میں۔ نور اُس کا سیاہ ہے۔ مثل سیاہیِ چشم کے۔

ان مختلف لطائف کے انوار میں اختلاف ہے باعتبارِ اختلافِ مکشوفات۔ مگر سلوک میں اس نوع کے اختلافات مؤثر نہیں۔ اسی بنا پر محققین کا ارشاد ہے کہ مقیّد بہ انوار نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مقصود ملکہ ذکرِ مدام کا پیدا ہونا ہے۔

حضرات مجددیہ رحمہم اللہ کے نزدیک انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ پانچ عالمِ امر سے متعلق ہیں اور پانچ عالمِ خلق سے۔ لطائفِ عالمِ امر کی جڑیں عرش کے اُوپر ہیں اور جسمِ انسانی میں ان کے مختلف ٹھکانے ہیں۔ یہ لطائف قلب و رُوح و سِرّ و خفی و اخفیٰ ہیں۔ لطائفِ عالمِ خلق نفس اور اربعہ عناصر ہیں جن کی اصل لطائفِ عالمِ امر کی اصل ہے۔ جملہ لطائف مختلف انوار سے منوّر اور مختلف اولو العزم انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے زیرِ قدم ہیں۔

(۱) لطیفۂ قلب :۔ ہم اصلِ لطیفۂ نفس۔ نورِ زرد۔ زیرِ قدمِ آدم علیہ السّلام۔ محل زیرِ پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت۔

لطیفۂ نفس کا مقام پیشانی ہے اور رنگ اُس کا بعد تزکیہ کے رنگِ بے رنگی اختیار کر لیتا ہے۔

(۲) لطیفۂ روح :۔ ہم اصلِ باد۔ نورِ سُرخ۔ زیرِ قدم حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السّلام۔ محل زیرِ پستانِ راست بفاصلہ دو انگشت۔

(۳) لطیفۂ سِرّ :۔ ہم اصلِ آب۔ نورِ سپید۔ زیرِ قدمِ حضرت موسیٰ علیہ السّلام۔ محل برابر پستانِ چپ مائل بوسط۔

(۴) لطیفۂ خفی :۔ ہم اصلِ نار۔ نورِ سیاہ۔ زیرِ قدمِ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام۔ محل برابر پستانِ راست۔ مائل بوسط۔

(۵) لطیفۂ اخفیٰ :۔ ہم اصلِ خاک۔ نورِ سبز۔ زیرِ قدمِ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ محل وسطِ سینہ۔

اصلِ قلب جو فوق العرش ہے تجلّیِ افعال ہے۔

Marfat.com

اصلِ رُوح جو فوق العرش ہے صفاتِ ثبوتیہ ہیں۔
اصلِ سِرّ جو فوق العرش ہے شیونات ذاتیہ ہیں۔
اصلِ خفی جو فوق العرش ہے صفاتِ سلبیہ ہیں۔
اصلِ اخفیٰ جو فوق العرش ہے شانِ جامع ہے۔

لُطف :۔ معشوق کا عاشق کی پرورش کرنا بطریقِ موافقت وموانست۔ تجلّی جمالی تائیدِ حقّانی برائے بقائے سالک۔

لطیفہ :۔ ہر اشارۂ دقیق المعنی جو عبارت کے ذریعہ بہ آسانی سمجھ میں نہ آسکے جس طرح کہ علومِ ذوقی عبارات سے سمجھ میں نہیں آسکتے۔

لقاء :۔ معشوق کا ظہور اس شان کے ساتھ کہ عاشق کو یقین آجائے کہ معشوق ہی ہے جس نے صورتِ انسانی میں ظہور فرمایا۔

لوائح۔ لوامع۔ طوالع۔ بوادہ۔ ہجوم :۔ یہ وہ حالتیں ہیں جو دورانِ مجاہدہ میں مبتدیوں کے قلب پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ کبھی تجلّی میں ہوتے ہیں کبھی استتار میں آجاتے ہیں۔

جب سالکوں کے قلب پر خطوطِ نفسانی کے بادل چھا جاتے ہیں اور تاریکی پیدا کر دیتے ہیں تو رحمتِ الٰہی سے فوراً کشف کے لوائح اُن پر جلوہ ریز ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے استتار کی حالت میں لوائح کی اچانک جلوہ گری کے منتظر رہتے ہیں۔ لوائح دراصل وہ انوارِ ذاتیہ ہیں جو بجلی کی چمک کے مانند ظاہر ہوتے ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ ایک لمحہ سے زائد نہیں ٹھہرتے۔ لوامع میں ٹھہراؤ بہ نسبت لوائح کے کسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ اور کبھی دو دو تین تین لمحہ تک بھی قائم رہتے ہیں۔ گویا لوائح سے بڑھی ہوئی منزل کی تجلّیات ہیں۔ لوامع چمکنے کے ساتھ ہی اپنی تابش سے بندہ کو خودی سے منقطع کر کے حق کے ساتھ جمع کر دیتے ہیں اور اُن کی روشنی پورے طور پر پھیلنے بھی نہیں پاتی کہ زوال شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اثر کسی قدر بعد تک قائم رہتا ہے۔ طوالع میں دیرپائی اور قوّتِ تاثیر لوامع سے بھی زائد ہوتی ہے۔ غفلت کی تاریکی کو یہ بہت جلد دُور کر دیتے ہیں۔ تجلیاتِ اسماءِ الٰہی کی یہ پہلی قسط ہیں جن سے بندہ کا باطن صفاتِ الٰہی سے متّصف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ان کا درجہ کچھ زیادہ اُونچا نہیں۔ یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتے اور ان کے زوال کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

بوادہ بھی ایک کیفیت ہے جو غیب سے قلب پر اچانک وارد ہوتی ہے۔ اس کا ذریعہ کبھی رنج بن جاتا ہے کبھی خوشی۔

Marfat.com

ہجوم وہ کیفیت ہے جو بلا کسی آورد کے قوتِ شدید کے ساتھ طاری ہو اور بندہ کو محو کر دے۔

بعض مردانِ خدا ایسے بھی ہیں جو ان کیفیات اور ان قوتوں سے بالاتر ہیں اور ان کے ورود سے متغیر نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ اپنے وقت کے سردار ہوتے ہیں۔

لوح :۔ تقدیرِ الٰہی میں جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اُس کا نوشتۂ ازلی۔ اسے کتابِ مبین بھی کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ لوح چار ہیں :۔

(۱) **لوحِ قضاء** :۔ اس میں ہر قسم کے محو و اثبات ازلاً درج ہیں۔ یہ لوح عقلِ اوّل ہے۔

(۲) **لوحِ قدر** :۔ لوحِ نفسِ ناطقۂ کلیہ جس میں لوحِ اوّل کا اجمال تفصیل میں آیا۔ اور مقدرات کو اسباب سے متعلق کر دیا گیا۔ اسی کو لوحِ محفوظ کہتے ہیں۔

(۳) **لوحِ نفسِ جزویہ سماویہ** :۔ اس میں وہ سب کچھ جو کہ اس عالم میں ہے بہ شکل و ہیئت و مقدار خود منقش ہے۔ ان نقوش کو اسمائے دُنیا بھی کہتے ہیں۔

(۴) **لوحِ ھیولی** :۔ اس میں وہ تمام صُورتیں اور کیفیات اور واردات شامل ہیں جو عالمِ شہادت میں پائی جاتی ہیں۔ لوحِ اوّل مشابہ رُوح کے ہے۔ لوحِ ثانی مشابہ قلب کے ہے۔ لوحِ ثالث مشابہ عالمِ خیال کے ہے۔

لہو :۔ اعتبارِ ذات بحسبِ غیبت و فقدان ؎

غائب ز حق است لہوازاں می گوید ٭ گم کردہ ہُویّت بہ ہوا می جوید

لیلۃُ القدر :۔ وہ شب جس میں سالک پر اوّل بار تجلّی خاص ہو۔

لی مع اللہ :۔ مرتبۂ اتحاد۔ یہ انسانِ کامل ہی کا مختص حصّہ ہے ؎

فرشتہ گرچہ دارد قربِ درگاہ ٭ نگنجد در مقامِ لی مع اللہ

حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے کہ :۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔	یعنی مجھ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں ملکِ مقرّب اور نبی مرسل نہیں سماتے۔

*

Marfat.com

م

ماجرا :۔ بیانِ وشرحِ دردِ عشق ۔

ماہروی :۔ تجلّیاتِ صُوری ۔ حالتِ خواب یا بے خودی میں مادّی صُورتوں میں تجلّیات ۔

مبدا ۔ معاش ۔ معاد :۔

مبدا :۔ مرتبۂ وجودِ علمی ۔ اسمائے کلّی کونی ۔

معاش :۔ مرتبۂ وجودِ عینی

معاد :۔ رجوع بہ مبدا ۔ تجلّیاتِ اسمائے الٰہی ۔

مبدا ۔ لغت میں جائے آغاز کو اور جائے ظہور کو ۔ اور معاد انجام اور جائے انجام کو کہتے ہیں ۔ حضراتِ صُوفیہ کے نزدیک مختلف اعتبارات سے ان الفاظ کا اِستعمال مختلف موقعوں پر کیا جاتا ہے ۔ سالک کی ابتدا چونکہ اسمائے کلّی کونی کی راہ سے ہوتی ہے اس لئے انھیں مبدا کہتے ہیں ۔ اور اسمائے کلّی الٰہی جن کی راہ سے اس کی رجوع و بازگشت ہوتی ہے معاد ہیں ۔

دُوسرا لحاظ یہ ہے کہ ہر چیز کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہے ۔ اس لئے جملہ اسماء مبدا اور جملہ اشیاء معاد ہیں ۔

حقیقت کے لحاظ سے ہر چیز کا مبدا حق تعالیٰ ہے ۔ احدیتِ ذات سے ہر چیز نکلی اور مختلف مدارج طے کرتی ہوئی آگے بڑھی ۔ مثلاً پہلے سِرّ[۱] پیدا ہُوا ۔ سِرّ سے نور[۲] ۔ نور سے نار[۳] ۔ نار سے باد[۴] ۔ باد سے آب[۵] ۔ آب سے خاک اور خاک سے انسانِ کامل ۔ یا بالفاظ دیگر احدیت[۱] سے وحدت[۲] ۔ وحدت سے واحدیت[۳] ۔ واحدیت سے ارواح[۴] ۔ ارواح سے

Marfat.com

مثال۔ مثال سے شہادت۔ اور شہادت کا نچوڑ اور ملخص اور لبِّ لباب انسانِ کامل کی نموداریاں ظہور میں آئیں۔

مجاہدہ :۔ نفس کو اُس کی صفات سے مجرّد کرنے اور اوصافِ ذمیمہ کو اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کرنے کی عملی کوشش۔ مقابلۂ نفس، مخالفتِ ہوا۔

مجلس :۔ آیات و اوقاتِ حضورِ حق۔

محادثہ :۔ خطابِ حق تعالیٰ جو عالم الملک و الشہادت سے عارفوں کی جانب ہوتا ہے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السّلام کو درخت سے ندا آئی تھی۔

محاضرہ :۔ قدرتِ الٰہی کی نشانیاں دیکھ کر حق تعالیٰ کے حضور کی کیفیت کا قلب میں پیدا ہونا۔

محافظت :۔ مراقبۂ اوقات۔

محراب :۔ ہر مطلوب و مقصود جس کی جانب دل متوجّہ ہو۔

محنت :۔ راہِ عشق میں عاشق کو معشوق سے جو اختیاری اور غیر اختیاری رنج پہنچے ہیں۔

محق :۔ فنائے ذات۔ وجودِ اشیاء کو حقیقتاً وجودِ ذات جاننا اور تعیّناتِ عدمی و وجودی کو توحیدِ ذاتی میں ڈبو دینا۔

محو :۔ رفعِ اوصاف و عاداتِ بشری۔

محوالجمع :۔ فنائے کثرت در وحدت۔ اسے محوالحقیقی بھی کہتے ہیں۔

محوِذات :۔ عاشق کا انوارِ ذات میں محو ہو جانا۔ محوِذات وہ شخص ہے جس سے خلق محجوب ہو گئی ہو۔

محوالعبودیت۔ محوعین العبد :۔ وجود کی اعیان سے اضافت کا ساقط ہو جانا۔

مخدع :۔ قطب کے مستور طور پر رہنے کی جگہ۔

مخلِص :۔ جس کی عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہو۔

مخلَص :۔ جس کو خداوندِ عالم نے شرک و معاصی سے پاک و صاف فرما دیا ہو۔

مخموری :۔ مستی بے خودی مطلق اور فنائے سُکر سے ایک ایسے تنزّل میں آجانا جس میں پوری بے خودی نہ ہو۔ بوجہ مستی بے خودی نہ ہونے کے افشائے سرِّ حقیقت یہاں ممنوع ہے۔

مدرسہ :۔ محلِ تعلیم علومِ شرعیہ۔

Marfat.com

مدہوشی :- ظاہری و باطنی استہلاک ۔
مراتبِ وجود :- (اس مضمون پر ایک جداگانہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے جو آخرِ کتاب میں بطور ضمیمہ ۱ درج ہے)
مراد :- محبوب جس کو جذبِ الٰہی نے اپنی جانب کھینچا ہو اور شدائد و مشقت میں وہ مبتلا نہ کیا گیا ہو۔
مرید :- جس کا ارادہ حق تعالیٰ کے ارادہ میں محو ہو گیا ہو جس کے لئے اسمائے الٰہی کا دروازہ کھولا گیا ہو۔ اور اُس دروازہ سے وہ متوصل الی اللہ ہو گیا ہو۔ جو ماسوائے سے منقطع ہو کر حق سے ملحق ہو گیا ہو۔
مرشد :- صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کرنے والا۔
مراقبہ :- دل کی ماسویٰ سے نگہبانی۔ دل میں مقصود کے تصور کی محافظت کرنا۔ بندہ کا اپنے علم کو بعرضِ فیضانِ علمِ قدسی حق تعالیٰ کی جانب رجوع کرنا۔
مزاج :- عناصر کیفیات میں مختلف و متخالف ہیں۔ جب یہ آپس میں مختلط ہوتے ہیں تو اُس اختلاطِ باہمی کی وجہ سے ان میں ایک کا فعل دوسرے کے فعل کو زائل کر دیتا ہے اور ایک تیسری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسے مزاج کہتے ہیں۔ جمادات و معدنیات وہ مرکبات ہیں جو مزاج نہیں رکھتے۔ نباتات مزاج رکھتے ہیں۔ اس مزاج کو نفس بھی کہتے ہیں۔ حیوانات میں یہ نفس بھی ہوتا ہے اور حس بھی اور حرکتِ ارادی بھی۔ ان ہی تراکیب کا نتیجہ موالیدِ ثلاثہ ہیں۔
مژہ :- حجابِ سالک از رویت۔ اعمال میں تقصیر۔ مژہ۔ سنان۔ نیزہ۔ تیر۔ پیکان۔ غرضیکہ معشوق کا ہر غمزہ اور ہر کرشمہ عشاق کے سینوں کو مجروح کرتا ہے اور اس جراحت میں عشاق ایسی لذت پاتے ہیں کہ ہر دم ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں۔
مژگان :- بصیرتِ ازلی۔
مسافرت :- خلق ہمیشہ مسافرت میں ہے کسی ایک حال پر اُسے قرار نہیں۔ موجوداتِ اوّل یعنی عقلِ اوّل سے آخر تنزلات یعنی مرتبۂ انسانی تک اور مرتبۂ انسانی سے مرتبۂ الٰہیہ تک ایک خطِ مستدیر موہوم ہے جس پر خلق مسافرت میں رہتی ہے۔ بطون سے ظہور اور ظہور سے بطون کی جانب آتی ہے اور جاتی ہے۔ اس آنے جانے کو تجددِ تعینات بھی کہتے ہیں۔ نقطۂ وحدت نے تجددِ تعینات ہی میں ظہور کیا۔
مسامرت :- عارفوں کو عالمِ اسرار و غیوب کے متعلق جو خطاباتِ حق ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خطابات روح الامین کے

Marfat.com

دلوں میں پہنچاتے ہیں ؎

فیضِ رُوح القدس ار باز مدد فرماید ٭ دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

کبھی مناجات کو بھی مسامرت کہتے ہیں۔

مسترِیح :۔ وہ بندہ جسے قضاء وقدر کا علم عطا فرمایا گیا ہو اور وہ جان گیا ہو کہ کون سا کام کب واقع ہو گا یا واقع ہی نہ ہو گا اور اس خیال سے کہ وقتِ مقررہ سے قبل کسی شئے کا ظہور ناممکن ہے اُس شے کے انتظارِ لاحاصل سے استراحت میں آگیا ہو۔

مستی :۔ حیرت و ولولہ جو سالکِ صاحبِ شہود کو جمالِ دوست میں پیدا ہو۔

مسجد :۔ مرتبۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ عینیت۔ مظہرِ فیضِ نفسِ رحمانی۔ مظہرِ تجلّیِ جمال۔ آستانۂ پیر و مرشد۔

مسخرہ :۔ جو لوگوں میں بیٹھ کر اپنے کشف وکرامات بیان کرتا ہو اور اپنی درویشی اور معرفت کی بابت شیخی مارتا ہو۔

مشارق ومغارب :۔ مشرق سے ایک چیز طلوع ہوتی ہے اور مغرب میں وہ غروب و پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ عالمِ الوہیت کو عالمِ ربوبیت سے اور عالمِ ربوبیت کو عالمِ برزخ ومثال سے اور عالمِ برزخ ومثال کو عالمِ شہادت سے نسبتِ شرقی حاصل ہے۔ چونکہ ہر عالم کا فیض عالمِ ماتحت کو پہنچتا ہے اس لئے ہر عالم اپنے ماتحت کے لئے مشرق اور مافوق کے لئے مغرب ہے۔ اسمائے الٰہی میں سے ہر تعیّن میں ایک اسم غروب ہوتا ہے اور اُس کی جگہ دُوسرا اسم طلوع ہوتا ہے۔ اس لئے قلبِ انسانی کے مقابل ہزاروں لاکھوں مشارق ومغارب پیش آتے رہتے ہیں۔

مشاہدہ :۔ اسماء وصفات کی جہت سے حق کا مشاہدہ۔ تجلّی۔ تجلّیات کا پیہم ہونا۔

مشہد :۔ محلِّ شہود۔ وہ تجلّی جو انوار الغیوب سے قلوب پر وارد ہو اور کسی انکشاف کا باعث بنے۔

مُطرِب :۔ شیخِ مکمّل۔ ساقی۔ بُت۔ فیض رساندہ۔ ترغیب دہندہ۔ کشفِ رموز وبیانِ حقائق ومعانی سے عارفوں کو مسرور کرنے والا۔ آگاہ کنندۂ عالمِ ربّانی۔ ترانۂ توحید کا سُنانے والا۔

مُنطِلق :۔ اچھا کلام کرنے والا۔

مَظہر :۔ آئینۂ ظہور یعنی اعتباراتِ واقعیہ جن سے وجودِ مطلق نے ظہور پایا۔

مُظہِر :۔ وجودِ مطلق۔ وہ ہستی جو تعیناتِ عالم میں متعیّن ہوئی۔

Marfat.com

معائنہ:۔ نورِ تجلّیاتِ ذاتِ بے کیف و بے جہت و بے مثل و بے مثال کا دلِ سالک پر چمکنا۔ رویتِ الٰہی حجابِ تعین۔

معراج:۔ ہر اُس چیز سے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ ہے عروج کرنا۔ چنانچہ نماز مومن کے لئے معراج ہے۔ کیونکہ نماز میں بندہ حق تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے اور کوئی غیر چیز درمیان میں نہیں حائل ہوتی۔ ہر شخص کی معراج اس کی استعداد کے مُطابق ہوتی ہے۔ مومنینِ عامّہ کو اُن کی شان کے مُطابق۔ اولیاء اللہ کو اُن کی شان کے مُطابق۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو اُن کی شان کے مُطابق اور حضرت محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی شان وعظمت ومرتبت کے مطابق۔

معراج الروح السماع:۔ حالتِ سماع میں سالک کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہوجانا اور بسبب غلبۂ اسم باطن کے تعیّنِ اسمِ ظاہر کا مستور ہوجانا اور تشبیہہ کا تنزیہ اختفا میں گُم ہوجانا۔

مغبچہ:۔ اہلِ معانی اور اہلِ رُوحانیات جن کے صفاتِ ذمیمہ متغیّر بہ صفاتِ حمیدہ ہوگئے ہوں۔ اور جن کے قلوب مصفّا پر اسرارِ غیبی کا ورود ہونے لگا ہو۔

مکاشفہ:۔ حضوریِ معنوی۔ ناسوت و ملکوت وجبروت ولاہوت کا نفس ودل ورُوح وسِرّ کے سامنے آشکار ہوجانا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو اُن واقعات سے پہلے سے مطلع فرما دینا جو دُنیا میں پیش آنے والے ہیں۔

مکر:۔ معشوق کا عاشق کو مغرور بنا دینا کبھی لُطف وموافقت کی راہ سے کبھی قہر ومخالفت کے ذریعے سے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آگے چل کر عاشق اپنی بے بضاعتی کو پہچان لیتا ہے اور پُوری طرح حق تعالیٰ کی جانب رجوع ہوتا ہے۔ مکر ایک نعمت ہے مخالفت کے جامہ میں اور اِنعام ہے باوجود سوئے ادبی کے۔

ملاحت وصباحت:۔

صباحت:۔ جمالِ ظاہر۔ جمال جس نے ظہور پایا۔ کھُلا ہوا حُسن۔ حُسن کی ظاہری صورت۔ ظاہری چمک دمک۔

ملاحت:۔ ایک حالتِ وجدانی ورائے حسن جو مالکِ حُسن وجمال پر مسلّط ہوگئی اور اپنے فتنوں اور شورانگیزیوں کی وجہ سے عالم کو درہم برہم اور دلوں کو مسخّر کرنے لگی اور جس شان سے صُورتِ دلبری کو اقرب پایا اُسی میں تجلّی کرنے لگی۔

فی الحقیقت ملاحت لمعۂ نورِ وحدتِ حقیقی ہے جس نے مرتبۂ اطلاق یعنی جہانِ بے مثالی سے تنزّل کیا اور

Marfat.com

وسیلہ سے دلوں کو جذب کرنے لگی۔ اور نہیں چاہتی کہ کسی کو مملکتِ تعقید و مثال میں مقید رہنے دے۔

ک و ملکوت :۔

مُلک :۔ عالمِ شہادت۔ عالمِ محسوسات۔ عالمِ اجسام۔

ملکوت :۔ وہ عالم جو مختص ہے ملائکہ اور ارواح اور نفوس کے لئے۔

لہ :۔ اعمال کا پختہ ہونا جس طرح خام میوہ امتدادِ زمانہ سے پختہ ہوتا ہے اسی طرح اعمال نیک ہوں یا بد تکرار سے نتیجہ نفسِ انسانی میں ظاہر کرتے ہیں۔ گویا پختہ ہوتے ہیں۔ تفکر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایک کام کو اختیار کرتا ہے۔ پہلے بتکلف انجام دیتا ہے۔ پھر مزاولت اور تسلسل سے اُسے آسان بنالیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اُس کام سے اُسے اُلفت پیدا جاتی ہے اور وہ کام اُس شخص کی عادت میں داخل ہو جاتا ہے اور ملکۂ نفس بن جاتا ہے۔ یہ ملکہ ایک کیفیتِ نفسانی جس کا پیدا ہونا گویا عمل کا پختہ ہونا ہے۔ یہ کیفیاتِ نفسانی جو کہ عالمِ صورت میں مخفی ہوتی ہیں عالمِ معنی یعنی آخرت میں سب صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ رُوح کے بدن سے علیحدہ ہوتے ہی وہ جملہ ملکات جو دُنیا میں بتدریج حاصل ہوتے دفعتہً روشن و ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جسمِ مثالی چونکہ ظلمت و کثافتِ عنصری سے مبرّا ہے اُن صورتوں کے عکس کو جو اُس ی جاتی ہیں فوراً قبول کرلیتا ہے۔

:۔ وہ گروہ جو نجوم کو مؤثرِ حقیقی سمجھتا ہے۔ اثراتِ نجوم پر غور و خوض کرنے میں اس گروہ کو فاعلیتِ حق اور تصرّفاتِ سبب التفاتی رہتی ہے۔ یہ لوگ راہِ حق سے ایک طرف کو ہٹ گئے ہیں۔ دُوسرا گروہ جو راہِ حق سے دُوسری طرف کو ہٹا ہے وہ ہے جو نجوم کو باطل سمجھتا ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ :۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ (ص۔ ع)	یعنی اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بے فائدہ۔ یہ گمان اُن لوگوں کا ہے جو کہ کافر ہوتے پس وائے ہے ان لوگوں پر جو کہ کافر ہوتے آگ سے۔

متذکرۂ بالا دونوں فریق افراط و تفریط پر ہیں اور راہِ حق سے ہٹے ہوتے ہیں۔

عات :۔ سلوک میں موانعات ان رکاوٹوں کو کہتے ہیں جو وصول الی اللہ میں سدِّ راہ ہوں۔ وہ مجمل طور پر یہ چار ہیں :۔

Marfat.com

(۱) احداث و انجاس (۲) معصیت وشرک ووسواس

(۳) اخلاقِ ذمیمہ (۴) قلب کی ماسوئے سے آلودگی

موت وحیات :- موت :- تفرقہ ہیأتِ اجتماعی۔ خفا۔ کمون۔

موتِ اقتضائی :- وہ موت جو حسبِ اقتضائے ذاتی واقع ہو جیسے کہ تجددِ امثال اور کمون و بروز میں واقع ہوتی ہے

موتِ اضطراری :- مفارقتِ رُوح از بدن جسے عام طور پر موت کہتے ہیں۔

موتِ اختیاری :- ہوائے نفس کا قلع و قمع۔ لذتِ جسمانی سے اعراض۔ توبہ۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی مرنے کے قبل مرجانے سے اسی موت کی جانب اشارہ ہے۔ اس مرگِ اختیاری کی بھی چند اقسام ہیں جو حسبِ ذیل ہیں

موتِ ابیض :- سفید موت، یعنی بھوک، پیاس اور نیند پر قابو پالینا۔ چونکہ اس سے اشراقیت بڑھتی ہے اسے سفید موت کہتے ہیں۔

موتِ احمر :- سُرخ موت۔ یعنی خواہشات پر غلبہ پالینا۔ لذائذ و خواہشات کی قربانی کی جاتی ہے اور اُن کا خون بہایا جاتا ہے۔ و نیز یہ قربانی سُرخروئی کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے اسے موتِ سُرخ کہتے ہیں۔

موتِ اخضر :- سبز موت۔ یعنی آئندہ کے متعلق اُمنگوں کو خیرباد کہہ دینا۔ اس سے ترقی و سرسبزی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس موت کو سبز قرار دیا گیا۔

موتِ اسود :- سیاہ موت۔ یعنی دارین سے منہ پھیر لینا۔ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ۔ چونکہ دونوں جہان سے آنکھ بند کرلی جاتی ہے اسے سیاہ کہتے ہیں۔ یہ موت تصفیہ سے متعلق ہے۔

حیات :- زیست۔ زندگی۔ آگاہی۔ شعور۔ ظہور۔ بروز۔

موت کے مقابلہ میں حیات بھی اقتضائی و اضطراری و اختیاری ہوتی ہے :-

حیاتِ اقتضائی :- حسبِ اقتضائے ذاتی واقع ہوتی ہے۔ جیسے تجددِ امثال اور کمون و بروز۔

حیاتِ اضطراری :- حیاتِ ابدی ہے جو عالمِ برزخ اور عالمِ ملکوت میں حسبِ استعداد اور حسبِ حالت عطا فرمائی جاتی ہے۔ اسے حیات بعد الممات بھی کہتے ہیں۔

حیاتِ اختیاری :- حیاتِ ابدی قلبی بواسطہ تزکیہ و تصفیہ و تجلیہ۔

Marfat.com

حیات و ممات کی دو قسمیں اور بھی بیان کی جاتی ہیں جنھیں حسّی و معنوی کہتے ہیں :-

حیاتِ حسّی وہ حیوانی زندگی ہے جو جملہ حیوانات میں مشترک ہے۔

حیاتِ معنوی وہ حقیقی اور رُوحانی زندگی ہے جو خواصِ افرادِ انسانی کے ساتھ مختص ہے۔ یہ زندگی مندرجۂ ذیل طریقوں سے حاصل ہوتی ہے :-

(۱) جہل و نادانی کی موت سے نکل کر علم و دانش کی زندگی میں آجانا۔

(۲) تفرقہ کی موت سے نکل کر حقیقت کی جانب متوجّہ ہونے میں ہمّت صَرف کرنا۔

(۳) فقدان و نایافت کی مردنی سے نکل کر وجود و یافت کی حیات سے زندہ ہونا اور اپنی ذات سے فنا ہوکر بقائے حق سے باقی ہونا۔

مندرجۂ بالا تفصیل سے مماتِ حسّی اور مماتِ معنوی کا بھی فرق معلوم کیا جا سکتا ہے۔

مولدات یا موالیدِ ثلاثہ :- معدنیات و نباتات و حیوانات۔

مِہر :- باوجود اس حقیقت سے واقف ہونے کے کہ ہم اصل سے پیوستہ ہیں، اصل کی جانب میلان کرنا۔ حق سُبحانہٗ تعالیٰ سے بے غرض اور بلا کسی مراد کے محبت اور دوستی کرنا۔

مہربانی :- صفتِ ربوبیت۔

مئے بے رنگ :- شرابِ وجہِ باقی جس میں نہ رنگِ افعال ہے نہ بوئے صفات سے

مستم اما نہ ازاں بادہ کہ سازند فرنگ ؎ مستم اما نہ ازاں بادہ کہ سازند مغاں

لِلّٰہِ الحمد کہ در ساغرِ من ریختہ اند ؎ مئے بے رنگ زمیخانۂ بے نام و نشاں

میخانہ :- شراب خانہ۔ بتکدہ۔ عالمِ لاہوت۔ عالمِ جبروت۔ باطنِ عارفِ کامل۔ خانقاہِ پیر سے

در میکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد ؎ در عالمِ بے رنگی جز یار نمی گنجد

میدان :- مقامِ شہود۔

میزان :- عدالت۔

اہلِ ظواہر کے نزدیک وہ ترازو جو قیامت کے دن لوگوں کے اعمال تولنے کے لئے قائم ہوگی۔

Marfat.com

اہلِ باطن کے نزدیک عقل جو انوارِ قدسی سے منور ہو چکی ہو۔

میزانِ خاص بہ طریقت۔

میزانِ خاص الخاص :۔ عدلِ الٰہی سے متحقق ہونا جو کہ انسانِ کامل کا ایک منصب ہے۔

مَیل :۔ اپنی اصل کی جانب شعور و آگاہی کے ساتھ رجوع ہونا۔ نہ کہ مثل جمادات و نباتات کے ہو جانا جن میں اپنی اصل کی جانب رجوعِ طبعی تو ہے مگر بلا اختیار و بلا شعور۔

میمِ احمدؐ :۔ احد اور احمدؐ میں میم کا فرق ہے۔ احد اسمِ ذات ہے باعتبار انتفاءِ تعددِ اسماء و صفات۔ میم کے ہونے سے احمد ہو گیا جو تعینِ اول ہے اور احد کا مظہرِ حقیقی ہے۔ تو گویا میمِ احمد اشارہ ہے دائرۂ موجودات کی جانب۔ جمیع مراتبِ کونیہ اجزاء ہیں حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے۔ میم کے عدد چالیس ۴۰ ہیں۔ مراتبِ موجودات بھی از روئے کلی چالیس ۴۰ ہیں۔

Marfat.com

ن

ن :- جُملہ صُورِ کونیہ میں حق تعالیٰ کی تجلی اسمِ ظاہر کے تحت ہیں۔ یہ ایک اسمِ الٰہی ہے۔ مرتبۂ ظاہر العلم علمِ اجمالی۔ بحرِ امکان جو اسمائے کونی کا منشا ہے۔ اور جُملہ اسمائے کونی پر محیط ہے۔ نؔ مثل بحر کے ہے اور حقائقِ کونی مثل اُن مچھلیوں کے ہیں جنھوں نے اُس بحر سے صُورت پکڑی۔

ناز :- صفتِ الٰہی جو کافّہ موجودات کے لئے ضروری ہے۔ معشوق کا عاشق کو قوت و ارادہ کا عطا فرمانا بطریقِ موافقت۔ ناقص چیز لے کر کامل چیز عطا فرمانا۔

نازؔ صفتِ معشوقیت ہے۔ نیازؔ صفتِ عاشقیت۔

ناسوت :- بشریت۔ عالمِ بشریت۔

ناقوس :- مقامِ تفرقہ۔ صوتِ سرمدی۔ صلصلۃ الجرس۔ انتباہ جو توبہ و انابت و زہد و عبادت کی جانب بڑھنے کی رغبت دلاتا ہے۔ وہ جذبہ جو حق تعالیٰ کی جانب سے آتا ہے۔ اور خوابِ غفلت سے چونکا دیتا ہے۔

نالہ :- مناجاتِ عاشق۔

نالۂ زار :- طلبِ محبت۔

نامرادی :- وہ مقام جہاں سالک میں نہ کوئی خواہش باقی رہتی ہے نہ کوئی ارادہ ؎

گر مرادِ خویش خواہی نامرادی پیشہ گیر ✽ ما مرادِ خویش را در نامرادی یافتیم

اس مقام پر ارادۂ عاشق عین ارادۂ معشوق بن جاتا ہے اور رضائے عاشق تابعِ رضائے معشوق ہوجاتی

Marfat.com

ہے۔ شاہ تراب علی صاحب کاکوروی فرماتے ہیں ؎

عشق دُوکانِ نامرادی ہے ⁂ عاشقی کانِ نامرادی ہے

ہم سے فرمانِ نامرادی ہے ⁂ اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد

نامرادی کی بھی طلب نہ رہی

یہی پایانِ نامرادی ہے

سرمدؒ فرماتے ہیں ؎

دردے اگرت رسد منادی نہ دہی ⁂ سرمد غمِ عشق را بشادی نہ دہی

زنہار زدست نامرادی نہ دہی ⁂ صد بار اگر شود مرادت حاصل

مولینا جامیؒ فرماتے ہیں ؎

مرادِ عشق بازاں نامرادی ⁂ ہوائے نیکواں عیش است و شادی

حقیقتاً یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں بشریت مرتفع ہوجاتی ہے اور سالک اپنے کو عین حق جاننے لگتا ہے اور ھوویتِ حقہ میں اس درجہ گم ہوجاتا ہے کہ اپنی یافت کے علم کو فراموش کردیتا ہے ؎

نیستی در ہست آئینِ منست ⁂ گم شدن در گم شدن دینِ منست

ناموس :۔ حبِّ جاہ۔ طلبِ جاہ و شہرت۔ خودنمائی۔ خودستائی۔ نیک نامی و نام آوری کی خواہش۔ خلق سے عزت و احترام کی تمنا۔ کبھی ناموس سے مخفیتِ کنزِ مخفی قبلِ تخلیقِ عالم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

نائے :۔ پیغامِ محبوب۔

نایافت :۔ جمع حضور۔ نسبتِ خالقیت کا پرتو مخلوق پر۔

نُبُل :۔ دوستیٔ حق باوجود وجدِ تمام۔

نبوّت۔ رسالت۔ ولایت :۔

ضرورتِ نبوّت | ہر کارخانہ چھوٹے پیمانہ پر ہو خواہ بڑے پیمانہ پر اپنے قیام اور اپنی سلامت روی کے لئے ایک منتظم اور مہتمم کا محتاج ہوتا ہے۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے مگر دُنیا بھی ایک عظیم الشان کارخانہ ہے جو قیام و سلا

Marfat.com

کے لئے خدائے برتر اور قدیر کا ہمیشہ محتاج ہے۔ ہر کارخانہ کے حسنِ انتظام کا دارومدار اُن کاریگروں اور کارکنوں کی قابلیت پر موقوف ہے جو اس میں کام کرتے ہیں اور اُسے چلاتے ہیں۔ اور کارکنوں کی قابلیت اور صلاحیت کا انحصار اُس تعلیم و تربیت پر ہے جو اُنھیں دی جاتی ہے۔ کارخانۂ عالم کی خوبیوں کا دارومدار بھی اُس کے کاریگروں اور کارندوں یعنی اس دُنیا کے رہنے بسنے والوں کی قابلیت پر ہے۔ اور دُنیا کے رہنے بسنے والوں کی قابلیت کا انحصار اُس تعلیم و تربیت پر موقوف ہے جن کا فیضان وقتاً فوقتاً کارخانۂ عالم کے دانا و حکیم موجد و حاکم کی جانب سے اُس کے مقرر کردہ اتالیق و معلّمین کے ذریعہ عوام و خواص پر حسبِ ضرورت و مناسبتِ وقت ہوتا رہتا ہے۔ انسان اپنی ذات سے خود ایک کارخانہ ہے۔ وہ عالمِ صغیر ہے۔ اور عالمِ کبیر یعنی کائنات کا ایک نمونہ ہے۔ اُس کا صراط المُستقیم پر قائم رہنا بغیر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور توفیقِ عطا کردہ کے محال ہے۔ یہ بدیہیات سے ہے کہ ہر انسان یکساں قابلیت نہیں رکھتا مختلف اِنسان ظرف و صلاحیت و اِستعداد و قابلیت کے لحاظ سے باہم متفاوت ہوتے ہیں۔ ہر شخص نور و عزّت و جلال و حکمت و شفقتِ الٰہی کے اُس درجہ تک متحمّل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا جو اُس کے رہنمائے خلق و ہادی و معلّم و اتالیق بننے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے چند برگزیدہ کامل النفوس بری از خصائلِ ذمیمہ و متصف از اوصافِ حمیدہ افراد کو اس کام کے لئے چُن لیا اور اُنھیں محلِّ نبوّت قرار دیا۔ علومِ الٰہی کے فیضان کا جو طریقہ اور ذریعہ مقرّر فرما دیا گیا ہے وہ دُنیا کی سلامتی اور اُس کے امن و امان اور اُس کی ترقّی و بہبود کے لئے نہایت ضروری ہے۔ حکمت و شفقت و رحمتِ الٰہی کے اس دروازہ سے دُنیا کا تعلق جس قدر قوی اور مستحکم و حقیقی ہوگا اُسی قدر سرسبزی و شادابی و خوشحالی و عافیت و سلامتی و ترقّی رُونما ہوگی۔ اور اس بابِ رحمت سے جس قدر گریز ہوتا جائے گا اسی قدر خرابیاں و بربادیاں اور بدامنیاں اور فتنہ و فساد و تکالیفِ قلبی و جسمانی پیش آئیں گی۔ کوئی عقلمند اس سے اِنکار نہیں کر سکتا کہ دُنیا خدا کی خدائی کی محتاج ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ دُنیا نورِ نبوّت کے فیضان و اِنتشار اور تعلیمِ نبوی کی پابندی کی محتاج ہے۔ لوگ فلاحِ دنیوی کے لئے بھی انبیاء علیہم الصّلوٰة والسّلام کی تعلیمات کے محتاج ہیں اور سلامتیِ عقبیٰ کے لئے بھی۔

حقیقتِ نبوّت | جب ہدایت و سلامتیِ خلق کی غرض سے خالق و مخلوق کے درمیان انبیاء علیہم السّلام واسطہ ہیں تو ظاہر ہے کہ نوعِ اِنسانی میں انبیاء کا مرتبہ اس درجہ اشرف و اعلیٰ ہو کہ کسی اور کا وہاں گزر تک نہ ہو سکے۔ چنانچہ

Marfat.com

مرتبۂ نبوّت وہ مرتبہ ہے جس کے اُوپر کوئی مرتبہ نہیں۔ اور نبی اور خُدا کے درمیان سوائے حجابِ حدوث کے کوئی حجاب نہیں۔

کمالاتِ انسانی میں نفسِ انسانی کو جو سب سے پہلا کمال حاصل ہوتا ہے وہ صانع کا علم ہے۔ اُس کے بعد اُس کی احدیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اُس کی فکر میں حضور حاصل ہوتا ہے۔ پھر اُس کے جلال کا شہود ہوتا ہے۔ پھر اُس کی وحی کی وساطت سے اُس کے علم کے ادراک میں استغراق حاصل ہوتا ہے۔ اس موخّرالذکر حالت کا نام نبوّت ہے۔

یہ استغراق ایسے ہی نفوس کو حاصل ہو سکتا ہے جو رذائل سے پاک ہوں۔ فواحش سے منزّہ ہوں۔ فسا دُور ہوں۔ طبیعت کے غلبہ سے آزاد ہوں۔ کیونکہ نفس جب تک ان آفاتِ محسوسہ میں مشغول رہے اس کا عالمِ بالا جانب متوجّہ ہونا محال ہے۔ جب تک عالمِ حِس سے التفات و اشتغال میں کمی نہ واقع ہو کمالاتِ علوی اور علومِ الٰہیہ نفس کو کوئی حصّہ نہیں ملتا۔ ان آفات سے محفوظ ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ نفس بالا سے قریب ہو جاتا ہے اور وہاں کے علوم و حالات و معاملات سے براہِ راست متاثّر ہونے لگتا ہے۔ نبی کا قلب عالم کے علوم و معانی کی حقیقت سے بطور معائنہ کے آگاہ ہوتا ہے اور یہ آگاہی اُسے بلا کسب و طلب و اجتہاد کے حا ہوتی ہے۔ کیونکہ نبوّت کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ تمام کمالاتِ انسانیہ و ربّانیہ بغیر اکتساب و اجتہاد فی التحصیل حاصل ہوں۔ سعی و کوشش کو اس راہ میں دخل نہیں۔ اسرارِ مکنونہ میں سے نبوّت ایک ودیعت ہے جسے اللہ تعالیٰ جس بندہ کے قلب میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ ودیعت اُس بندہ کے جوہرِ نفس میں قرار پکڑ لیتی ہے۔ اس سے نبوّت نبی کے لئے ذاتی ہوتی ہے نہ کہ کسبی۔ یعنی یہ کہنا غلط ہو گا کہ نبوّت ایک عرض ہے جو نفس پر طاری ہوتی ہے نفس کی ایک خصلت ہے۔ بلکہ صحیح یوں ہے کہ نبی کے نفس کے لئے نبوّت صفتِ ذاتی ہے۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نفس کی ذات کے کمال کا نام نبوّت ہے۔

نبوّت حواس کے ادراک سے بالاتر ہے۔ حقیقتِ نبوّت یہ ہے کہ عقلِ کلّی یعنی وہ عقل جو جوہرِ مبدع ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور سب کے بعد تک باقی رکھے گا، جو غیر محسوس جوہر ہے اور اجسادِ بشریہ سے متعلق جو علوم و کمالاتِ الٰہی کا آئینہ ہے ایک ایسے انسان کی جانب متوجّہ ہوتی ہے جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ کامل و

Marfat.com

ستعد ہوتا ہے، اور اُس کی رُوح کے ساتھ پیوست ہو جاتی ہے، اور اُس کی رُوح و جسم میں ایسا تصرّف کرتی ہے جیسا رُوح بدن میں تصرف کیا کرتی ہے، اور اُسے بالکل اپنے ہی قبضہ میں کرلیتی ہے، اور اپنے علم و حکمت کے خزائن کا اُس فیضان کرتی رہتی ہے۔ یہی فیضان وحی کی حقیقت ہے۔ تو گویا نبوّت علم و حکمت کا کمال ہے جو نبی کو وحیِ الٰہی کے یعہ حاصل ہوتا ہے۔ یہی نورِ نبوّت اللہ تعالیٰ کی وہ امانت ہے جس کے متحمّل آسمان و زمین نہ ہوسکے مگر انسانِ کامل اس متحمل ہوگیا۔

سالت | جب یہ معلوم ہوگیا کہ انبیاء اللہ کے اُن خاص بندوں کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی جانب سے خلق کے پاس یت لے کر آتے ہیں اور حصولِ کمال کے وہ راستے بتلاتے ہیں جو اُس زمانہ کے لوگوں کے مناسبِ حال ہوں تو اِسے بھی لینا چاہیے کہ انبیاء علیہم السّلام دو اقسام پر منقسم ہیں۔ ایک وہ جو جدید شریعت لے کر آتے ہیں۔ دُوسرے وہ جو شریعت نہیں آتے بلکہ کسی اولوالعزم کی لائی ہُوئی شریعت کی مُطابقت میں لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں۔ جو نبی صاحبِ شریعتِ جدید ہوتے ہیں اور اپنی لائی ہُوئی شریعت کی تبلیغ دُنیا میں فرماتے ہیں رسُول کے لقب سے ملقّب ہوتے ۔ جُملہ انواع و اقسام کے لوگوں پر انبیاء علیہم السّلام کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کی عت میں سب سے زیادہ فضیلت اولوالعزم رسُولوں کو ہے اور اولوالعزم برگزیدہ رسُولوں میں سب سے زیادہ افضلیت رت محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حاصل ہے۔ آپ خاتم النبیّین ہیں۔ خاتم الرسل ہیں۔ کافّۃ النّاس ہیں۔ تہ للعٰلمین ہیں۔ آپ کی شریعت جُملہ ادیانِ سابقہ کی ناسخ ہے اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت قائم و برقرار رہے گی۔ ں قدر تمدّنی معاشرتی اور سیاسی پیچیدگیاں قیامت تک پیدا ہوں گی، جس قدر حجاباتِ ظلمت و غفلت خالق و لق کے درمیان حائل ہوں گے، اُن سب کے دفعیہ کے لئے شریعتِ محمدیؐ ہی کافی ثابت ہوگی۔

بیت | جب رسُولِ خدا محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جُملہ مخلُوقات میں برگزیدہ ٹھہرے تو کمالِ انسانی کا مدار بھی آپ ہی کے اتباع پر رہے گا یا اُن مقدّس ہستیوں کے اتّباع پر جنھوں نے آپ کی پیروی میں پُوری صداقت یدے اِستقلال اور ثابت قدمی کا اظہار فرمایا مثلاً خلفائے راشدین و ائمۂ اطہار و صحابۂ کرام و اولیائے متقدّمین خرّین۔ اس اتباع کی بھی دو اقسام ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ متابعتِ ظاہری مرتبۂ نبوّت سے متعلق ہے۔ اور متابعتِ مرتبۂ ولایت سے۔ نبوّت سے اُن احکامِ شریعت کی جانب اِشارہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عالمِ قدس

Marfat.com

سے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام حاصل فرما کر خلق کو پہنچاتے ہیں۔ ولایت وہ فیضانِ اسرارِ توحید ہے جو حضور سرورِ کائنات مقامِ لِی مَعَ اللہِ میں بلا وساطتِ جبرئیل براہِ راست حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اخذ فرماتے ہیں۔ عارفین کے اس قول میں کہ :

" ولایت نبوت سے افضل ہے۔"

اسی امر کی جانب اشارہ ہے۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو۔ وہ ولی جو نبی نہیں ہوتا انوارِ ولایت کا استفاضہ کمالاتِ نبی سے کرتا ہے لیکن ہر نبی نورِ نبوت اور کمالاتِ نبوت کو اپنی ہی ولایت کے آفتاب سے اخذ کرتا ہے اور کسی غیر کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا۔ نبی مثل آفتاب کے ہے جو خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی بخشتا ہے۔ ولی مثلِ ماہتاب کے ہے جو آفتاب نبوت سے نور اخذ کرتا ہے اور متابعتِ آفتاب اس پر لازم ہوتی ہے۔ تاوقتیکہ ولایت کمال کو نہیں پہنچتی۔ نبوت ظاہر نہیں ہوتی۔ قوتِ نبوت حسبِ قوتِ ولایت ہوتی ہے۔ آدم علیہ السلام جنت میں ولی تھے۔ جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی کیونکہ نبوت تشریع و تکلیف کا نام ہے اور دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ برخلاف جنت کے کہ وہ کرامت و مشاہدہ کی جگہ ہے۔

جماعتِ کثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعتِ ظاہری سے بہرہ اندوز ہوتی ہے اور جماعتِ قلیل یَھْدِی اللہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ کی دستگیری سے اسرارِ ولایت تک رسوخ پاتی ہے۔ اول الذکر کو اربابِ ظاہر اور موخر الذکر کو اربابِ باطن کہتے ہیں۔ نبوت کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اور نبوت کا باطن ولایت ہے۔ ظاہر کو باطن سے مدد ملتی ہے۔ باطن ہی سے ظاہر کی پرورش ہوتی ہے اور باطن ہی کی جانب سے ظاہر کو فیضان پہنچایا جاتا ہے۔ باطنی پہلو یہ ہے کہ اللہ سے تعلق قوی ہو اور اس میں استغراق و فنائیت حاصل کی جائے۔ اسی کا نام ولایت ہے۔ ظاہری پہلو یہ ہے کہ اس باطنی تعلق کی بناء پر جو کچھ عالمِ قدس سے حاصل کیا گیا ہے اُسے خلق تک بطریقِ مناسب و مفید پہنچایا جائے۔ یہ نبوت ہے۔

اقسامِ ولایت ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ عام و خاص۔ ولایتِ عامہ تمام ایمان و اسلام و عمل والوں کے لئے ہے۔ اَللہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ولایتِ خاصہ واصلینِ حق کے لئے ہے۔ وَلِکُلٍّ وِّجْھَۃٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا۔ ہر شخص کو ایک جہتِ خاص حاصل ہوتی ہے جب وہ شخص حق تعالیٰ کی جنابِ مطلق میں حضورِ تام حاصل کر کے اس جہت

Marfat.com

کو تقویت پہنچاتا ہے تو وہ جہتِ خاص اُس کی خلقیت پر غالب آجاتی ہے اور بشریت کو مقہور کر دیتی ہے۔ اسی کو فنائیت کہتے ہیں جو ولایت کا لازمہ ہے۔ یہ فنا مقدمہ ہے اور سبب بن جاتا ہے واسطے بقا بالحق کے۔ دراصل مقامِ فنا فی اللہ میں پہنچنا ولایتِ خاصہ کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ ورنہ اس ولایت کے اعلیٰ مراتب بقا باللہ اور ظہور من اللہ ہیں۔ جسے مرتبہ فنا الفنا کی عمر میں ایک بار بھی تجلّی ہوگئی وہ ولایتِ خاصہ سے نواز لیا گیا۔ مگر اعلیٰ مراتب ولایتِ خاصہ کے یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنے اسماء و صفات بطور علم و یقین و حال کے ظاہر فرما کر اُسے اُن کے ذریعہ تاثیرات و تصرّفات کی قوت عطا فرما دے اور اپنے اسماء و صفات کا اُس بندہ کو متولّی کر دے۔ یہ مرتبہ حقائقِ الٰہیہ کے ثابت ہوئے بغیر نہیں حاصل ہوتا اور اُس کے حصول کے لئے نہایت ضروری ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صحیح اتباع کیا جائے۔ اور تمام صالحین کے آداب کی پیروی کی جائے۔

ولایتِ خاصہ میں بھی دو انواع ہیں۔ وَلَایَۃ اور وِلَایَۃ۔

وَلایت (بفتحِ واوٗ) سے مراد وہ ولایت ہے جس میں بندہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے وہ تصرّفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلبِ الٰہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکانِ راہِ طریقت کو مقاماتِ قُرب تک پہنچایا جاتا ہے۔

وِلایت (بکسرِ واوٗ) سے مراد وہ ولایت ہے جس میں وہ تصرّفات عطا ہوتے ہیں جو خلق میں مقبولیت کا باعث ہوں مثلاً خوارق و تصرّفاتِ تکوینی۔

بعض حضرات کو ان دو میں سے ایک ہی قسم کی ولایت نصیب ہوتی ہے۔ اور بعض کو دونوں اقسام کی۔ ان میں سے بعض میں غلبہ ایک کو دُوسرے پر رہتا ہے اور بعض میں دونوں قوتیں مساوی ہوتی ہیں۔ بقول صاحبِ اقتباس الانوار کے مشائخِ چشتیہ و قادریہ قدّس اللہ اسرارہم کو دونوں اقسام کی ولایت میں سے وافر حصّہ عطا ہُوا ہے گو اُن میں سے بعض پر ایک اور بعض پر دُوسری کا غلبہ رہا ہے۔ مشائخِ سہروردیہ اور شطّاریہ قدّس اللہ اسرارہم کو بھی ان ہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مشائخِ نقش بندیہ قدّس اللہ اسرارہم پر ہمیشہ وَلایت (بالفتح) کا غلبہ وِلایت (بالکسر) پر رہتا ہے اور ان حضرات میں سے جب کوئی مقتدیٰ اس عالم سے رحلت فرماتا ہے تو وِلایت (بالکسر) کو اپنے کسی مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے اور وَلایت (بالفتح) کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

Marfat.com

کمالاتِ ولایت کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ نزول کی تو ایک حد ہے جو جسم پر آکر رُک جاتی ہے مگر عروج کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے اولیاء اللہ کے مراتب غیر متناہی ہیں۔ تاہم مختلف اعتبارات کے لحاظ سے لوگوں نے اس جماعت کو مختلف طور پر چند اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا تقسیم کے ایک تقسیم اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ ولایت کی تین اقسام ہیں :۔

ولایتِ صغریٰ [۱] ۔ ولایتِ کبریٰ [۲] اور ولایتِ علیا [۳]۔

(۱) ولایتِ صغریٰ کا مقام لطیفۂ قلب ہے۔

(۲) ولایتِ کبریٰ کا مقام لطیفۂ قالبیہ ہے۔

(۳) ولایتِ علیا دوام تجلّیِ ذات بلا پردۂ اسماء و صفات میں حاصل ہوتی ہے۔ اسے ولایتِ ملاءِ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

صاحبِ مرآۃ الاسرار لطائفِ اشرفی سے نقل فرماتے ہیں کہ ولایت کی چار حسب ذیل اقسام ہیں :۔

(۱) ولایتِ باطنِ نبوّتِ مطلقہ :۔ ہر ولایت کے ایک ایک خاتم ہیں۔ اس ولایت کے خاتم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ چنانچہ اسی جہت سے آپ فرماتے ہیں کہ اگر اہلِ کتابِ اربعہ جمع ہو جاویں تو میں اُن میں سے ہر ایک کو اُن ہی کی کتاب سے حکم کر سکتا ہوں۔

(۲) ولایتِ مقیّدۂ ہر نبی :۔ ولایتِ مقیّدۂ محمدیہ کے خاتم بقول خود شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ ہیں۔

(۳) ولایتِ مطلقۂ ہر نبی جو کہ ولایتِ محمدی ہے :۔ اسے ولایتِ مطلقۂ محمدیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے خاتم امام آخر الزمان حضرت مہدی علیہ السلام ہیں جو کہ نسلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی سے ہوں گے۔

(۴) ولایت جو مخصوص بہ نبوّت نہ ہو۔

بقول صاحبِ فتوحاتِ مکّی ولایت کی حسب ذیل چار اقسام ہیں :۔

(۱) ولایتِ محمّدی جو کہ جامع ہے درمیان تصرّفاتِ صُوری و معنوی کے اور مقرون بہ خلافت ہے۔ خاتم اس کے علی کرّم اللہ وجہہٗ ہیں۔ آپ کو خاتمِ کبیر کہتے ہیں۔

(۲) ولایتِ محمّدی جو کہ جامع ہے درمیان تصرّفاتِ صُوری و معنوی کے لیکن مقرون بہ خلافت نہیں۔ خاتم اس کے امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ آپ کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا۔ آپ کے بعد کوئی ولی سلطان نہ ہوگا۔

Marfat.com

آپ خاتمِ صغیر ہیں۔

(۳) ولایتِ محمدی جس میں تصرفاتِ معنوی کے ساتھ تصرفاتِ صُوری جمع نہ ہوں گے۔ خاتم اس نوع کے حضرت محی الدین ابن عربیؒ صاحبِ فتوحاتِ مکی ہیں۔ آپ کو خاتمِ اصغر کہتے ہیں۔

(۴) ولایتِ عامہ جس کے خاتم عیسٰے علیہ السلام ہوں گے۔ آپ کے بعد اصلاً کوئی ولی نہ ہوگا۔ آپ خاتمِ اکبر ہیں۔ آپ کے بعد بس قیامت ہے۔

ایک تقسیم اولیاء اللہ کی مستورین[1] اور ظاہرین[2] میں کی گئی ہے:۔

اولیاءِ مستورین میں یہ لوگ شامل ہیں:۔

قطبِ مدار، اقطابِ اثنا عشر، چہل ابدال، چہار اوتاد، چہل نجباء، سی صد نقباء، ابدالِ اقالیم سبعہ۔

یہ لوگ طےِ ارض کرتے ہیں۔ پانی پر چلتے ہیں۔ ہوا میں اُڑتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں سے جب چاہتے ہیں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ بلند آواز سے قرآن و اشعار وغیرہ پڑھتے ہیں۔ مگر عوام ان کی آواز نہیں سُنتے وجد و رقص کرتے ہیں۔ آگ میں جاتے ہیں مگر نہیں جلتے۔ پتھر کو سونا چاندی بنا دیتے ہیں۔ کشفِ مغیبات اُنھیں ہمیشہ یا اکثر ہوتا رہتا ہے۔ خضر و الیاس ان ہی میں سے ہیں۔

اولیاءِ ظاہرین میں یہ لوگ شامل ہیں:۔

قطب الارشادِ مطلق۔ قطب الارشادِ ناحیہ۔ اولیاءِ ابرار۔ عارفین۔ عاشقین۔ موحدین۔ محققین۔ اویسیہ۔ ملامتیہ۔ طالبین۔ مریدین۔ سالکین۔ سائرین۔ طاہرین۔ واصلین۔

ان میں سے بعض اپنی اور بعض دُوسروں کی تکمیل میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے خوارق مستورین کے خوارق سے بڑھے ہُوئے ہوتے ہیں۔ مستورین کے بعض خوارق کو یہ حضرات خوارق ہی نہیں قرار دیتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قوائے سماویہ کو قوائے ارضیہ پر غلبہ ہونے کی وجہ سے خلافِ عادت واقعات ظہور پذیر ہو جاتے ہیں اور یہ کرامت فی اللہ کا نتیجہ نہیں۔ اولیاءِ مستورین کو بیشتر کشفِ کونی ہو جاتا ہے جسے کشفِ صُوری بھی کہتے ہیں۔ اولیاءِ ظاہرین کو کشفِ حقائق ہوتا ہے جسے کشفِ معنوی بھی کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں کشف و کرامات عالمِ جبروت کی چیزیں ہیں۔ اور عالمِ جبروت ایک درمیانی منزل ہے انتہائی منزل تسلیم و رضا ہے جہاں کشف و کرامات سے مطلق سروکار نہیں رہتا۔ کیونکہ سالکِ منتہی فنائے احدیت میں

Marfat.com

غرق ہوتا ہے۔ اُسے اپنا ہی ہوش نہیں رہتا۔ تصرفات کرے بھی تو کون اور کس پر۔

تو ز توگم شو وصال این ست و بس ؛ تو مباش اصلاً کمال این ست و بس

جہاں نہایت یہ ہو کہ بندہ اپنے اختیار ہی سے گزر جائے وہاں تصرفات کو کسی طرح قابلِ قدر نہیں سمجھا جاسکتا۔

تصرفات | اولیاء اللہ صفاتِ الٰہیہ کی قوت سے خلق میں تصرفات کرتے ہیں۔ مگر سب سے قوی اور سب سے وقیع تصرفات اُن کے وہ ہوتے ہیں جو قلوبِ طالبین میں اُن سے سرزد ہوں۔ ان تصرفات کے ذریعہ سے گمراہوں کو وہ راہِ راست پر لاتے ہیں۔ بدشوقوں کو صحیح ذوق وشوق کا فیضان کرتے ہیں۔ ناقصوں کو کامل بناتے ہیں۔ اور جن لوگوں پر جہل کی مردنی چھائی ہوا نھیں علم کی حیات میں لاکر زندگیٔ جاوید بخشتے ہیں۔ اس اعتبار سے شیخ کو محی بھی کہتے ہیں۔ ولی حقیقتاً مظہرِ تصرفاتِ نبی ہوتا ہے۔ اُس کی صحتِ حال کی علامت بھی صحتِ متابعتِ نبی ہی ہوتی ہے۔ لیکن ظہورِ کرامات و خوارقِ عادات شرطِ ولایت نہیں۔ بلکہ علمائے ظاہر و باطن کا اتفاق ہے کہ ان امور کی قدرت کا ہونا بھی شرطِ ولایت نہیں عصمت بھی شرطِ ولایت نہیں مگر ہاں اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں۔ اور انبیاء معصوم۔

مقاماتِ عشرہ | ولایت بلا حصولِ مقاماتِ عشرہ حاصل نہیں ہوتی جو حسبِ ذیل ہیں:۔

۱ توبہ۔ ۲ انابت۔ ۳ زہد۔ ۴ قناعت۔ ۵ ورع۔ ۶ صبر۔ ۷ شکر۔ ۸ توکل۔ ۹ تسلیم۔ ۱۰ رضا۔

زیرِ قدمِ نبی | محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں تین مراتب مجتمع ہیں:۔

۱ ولایت۔ ۲ نبوت۔ ۳ رسالت۔

جملہ انبیاء کی روحانیت نے آپ ہی کی روحانیت سے اخذِ فیضان کیا کیونکہ آپ نے خبر دی ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاۗءِ وَالطِّیْنِ اور عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور انبیا ہی سے اقتباسِ فیض کرتے ہیں۔ جس ولی کو جس نبی سے فیض حاصل ہوتا ہے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر یا فلاں نبی کے زیرِ قدم ہے۔ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی ولی کو ولایتِ ابراہیمی، کسی کو ولایتِ یوسفی، کسی کو ولایتِ موسوی، کسی کو ولایتِ سلیمانی، کسی کو ولایتِ عیسوی حاصل ہوتی ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ منتخب اولیاء اللہ بوجہ اپنی جامعیت کے ولایتِ محمدی سے نوازے جاتے ہیں۔ آفتابِ حقیقتِ محمدی کا سایہ مثل سایۂ آفتاب ہر قرن میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ زمانۂ رسالتِ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سمت الراس پر آیا اور غایتِ نور وظہور کے باعث اُس نے اپنے سایہ کو بھی غائب پایا۔ آفتابِ وحدتِ حقیقی اُس وقت سمت الراسِ تجلّیِ ذات میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تاباں ہُوا۔ اور آپ کو تمام وکمال اپنے ہی نورِ ذات وصفات سے متور فرما کر ظلمتِ امکانیہ سے محفوظ کر دیا۔ آسمانِ نبوت کے نصف النّہار پر یعنی نقطۂ اعتدالیٰ درمیانی کے بلند ترین مقام پر محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تاباں و درخشاں ہیں۔ بجانبِ مشرق تمام دیگر انبیاء اور بجانبِ مغرب تمام اولیاء اللہ متمکن ہیں۔ ہر ولی جو مغرب میں ہے اپنے محاذِ مشرقی کے نبی کے مشرب پر ہے۔ اُس کے قلب پر اس کا قلب ہے۔ انبیاء میں جناب رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اقرب ترین نبی عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ اولیاء اللہ میں اقرب ترین ولی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ اور ہر اعتبار سے مقابل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ختمِ ولایتِ محمدی مہدی علیہ السّلام پر ہے اور وہ ہر اعتبار سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ظِلّ ہوں گے۔

اولیاء سے زمانہ خالی نہیں زمانہ کبھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا۔ جب ہر نبی کے زیرِ قدم کم از کم ایک ولی کا ہونا ضروری ہے۔ تو نا ممکن ہے کہ کوئی زمانہ اولیاء اللہ سے خالی رہے۔ اگر سوا لاکھ پیغمبر گزرے ہیں تو کم از کم سوا لاکھ اولیاء اللہ کا ہر زمانہ میں رہنا لازمی ہے۔ اور چونکہ بعض انبیاء کے زیرِ قدم کئی کئی سو کی تعداد میں اولیاء ہوتے ہیں اس لئے اُن کی اقل تعداد سوا لاکھ سے بہت زیادہ ہونی چاہیے۔ زمانہ کبھی اللہ کے خاص بندوں سے خالی نہیں رہتا۔ جو غلط فہمی عوام میں پھیل رہی ہے کہ اس زمانہ میں اولیاء اللہ نہ اگلی سی تعداد میں ہیں نہ اگلے سے تصرفات رکھتے ہیں سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ چنانچہ احادیثِ صحیحہ میں بھی اس خیالِ باطل کی تردید موجود ہے۔

شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر ہمارے پیغمبرِ خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ سے لے کر ظہورِ مہدی اور نزولِ عیسیٰ علیہما السلام تک رجال اللہ کا وجود رہا ہے، اور رہے گا محافظتِ عالم کے لئے۔ قوامِ عالم ان ہی کی ذات سے ہے۔ اس قسم کے رجال اللہ بیشتر اولیاء اللہ مستورین سے ہوتے ہیں یعنی اُن کو سوائے بعض خاصانِ خدا کے کوئی نہیں پہچانتا۔ مثل عوام النّاس کے وہ صفاتِ بشری میں ظاہر ہوتے ہیں یعنی کھاتے ہیں۔ پیتے ہیں۔ بول و براز کرتے ہیں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اسبابِ دُنیا اور اموال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگ اُنھیں اچھا بھی کہتے ہیں اور بُرا بھی۔ اُن سے حسد بھی کرتے ہیں اور اُنھیں تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔ وہ بیمار بھی پڑتے ہیں اور علاج بھی کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ اُن کے مراتبِ

Marfat.com

عالیہ کو عوام کی نگاہ سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ سے اسی امر کی جان

حجّتِ الٰہی | اولیا۔ اللہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں جو نبوّت کی تصدیق کرتے ہیں اور انبیاء علیہم ال
نشان دہی فرماتے ہیں۔ انھیں دیکھ کر نبوت پر یقین آتا ہے۔ اِن کے وجود باجود سے نبوت زندہ رہتی ہے اور
اثراتِ نبوّت قائم رہتے ہیں اور اِنتشار پاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی یہ بہت بڑی رحمت ہے کہ اُس نے اپنے اولیاء کو
بندوں میں برقرار رکھا ہے۔ ان خاصانِ خدا کے وجود کا انکار اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی قدرت کا انک
اور ان سے گریز و سرتابی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت سے منھ کا موڑنا اور آنکھوں کا بند کرنا اور اُس نعمت کا کفرا

نخست :۔ روزِ ازل جس کی کوئی ابتدا ہی نہیں۔

نرگس :۔ نتیجہ جو دل میں پیدا ہو۔

نزدیکی :۔ اسماء و صفات و افعالِ الٰہی کا شعور و عرفان۔

نزولِ الٰہی :۔ حق تعالیٰ کے آثار و صفات کا ظاہر ہونا جو کہ ربوبیت کے مقتضیات سے ہے۔

نسبت :۔ وہ ملکۂ راسخۂ محمودہ جو سالک اکتساب سے حاصل کرتا ہے اور جو ملکہ کہ اُس کی رُوح کو جمیع ج
سے احاطہ کر لیتا ہے اور اُس کی صفتِ لازمی بن جاتا ہے اور اُس کا مرنا جینا اُسی پر واقع ہوتا ہے۔

نسیم :۔ عنایت و یاد آوری۔

نشستن :۔ سکینہ۔ اطمینان۔ خاطر جمعی۔

نصح :۔ عمل کو جملہ فسادات سے پاک کرنا۔

نصیحت :۔ نیکی کی جانب بلانا۔ اور بُرائی سے روکنا۔

نعت و وصف :۔

نعت :۔ وہ تعریف جو موجب تمیزِ ذاتی ہو۔ وصف :۔ وہ تعریف جو موجب تمیزِ عرضی ہ

نعلین :۔ دو متضاد صفتیں۔ جیسے رحمت و نقمت۔ غضب و رضا۔ انعام و انتقام وغیرہ۔

قدمین سے وہ متضادات مراد ہیں جو مخصوص بالذات ہوں۔ اور نعلین سے وہ متضادات مراد ہیں
کی طرف پہنچیں۔ نعلین سونے کی ہونے سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ وہ بالذّات اثر کو طلب کرتے ہیں

Marfat.com

ات میں اپنے احکام جاری کرتے ہیں چنانچہ اُن کا حکم ہر موجود اور ہر جسم میں پایا جاتا ہے۔

ثِ روحی :۔ نفث کے لغوی معنی پھونکنے کے ہیں۔ نفثِ روحی وہ خطرۂ رحمانی ہے جو بلا واسطہ نہ ہو۔ بلکہ اُس

ضان حق تعالیٰ سے عقلِ اوّل پر ہو۔ پھر وہاں سے ارواحِ قدسیہ پر ہو پھر یہ فیضان رُوحِ حیوانیہ پر ہو

م میں موجود ہے۔ گویا یہ فیضان رُوح القدس کی وساطت سے ہوتا ہے۔

ت :۔ فیوض جو مبدا ِ فیاض کی جانب سے قلبِ سالک پر وارد ہوں اور رُوحِ سالک کو قدسی خوشبوں

عطر کردیں۔

ں :۔ کسی چیز کی ذات کو اُس کا نفس کہتے ہیں۔ نفس کی حقیقت اُس کی رُوح ہے اور رُوح کی حقیقت حق تعالیٰ

ق تعالیٰ نے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نفس کو اپنے نفس سے پیدا کیا۔ پھر آدم علیہ السّلام کی ذات کو محمّد

لیہ وآلہٖ وسلّم کے نفس کا ایک نسخہ بنایا۔ اسی لطیفہ کی وجہ سے انھوں نے باوجود ممانعت کے شجرِ ممنوعہ کھالیا۔

فس ذاتِ ربوبیت سے پیدا تھا۔ اور ربوبیت کی شان یہ ہے کہ کسی کے منع کرنے سے باز نہ رہے۔ لیکن اس میں

التباس ہُوا۔ نفس نے بالذات اپنے اُوپر بھروسہ کیا۔ حالانکہ اُس کا فرض تھا کہ اخبارِ الٰہی پر بھروسہ کرتا۔ اُس نے

ناکہ اقتضائے طبیعت کے مُطابق عمل کرنا رُوح میں تاریکی پیدا کرتا ہے اور ایسے عمل کرنے والے کو شقی بنا دیتا

یہ بھی نہ جانا کہ ربوبیت کی یہ شان نہیں کہ شقاوت پیدا کرنے والی چیزوں کو عمل میں لاوے۔ ظلمتِ طبیعت

ضیات کو معاصی اور انوارِ رُوحی کے مقتضیات کو طاعت کہتے ہیں۔ نافرمانیوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ عاصی

ں کو پستی کی جانب اُتار دیا جاتا ہے۔ قربِ الٰہی سے بُعدِ جسمانی کی جانب نکال دیا جانا ہی نیچے اُترنا ہے۔

جو معلومات کہ بندہ کو ذاتی طور پر حاصل ہُوئی ہوں اُن کو ترک کر دینا اور اُن کی جگہ اخبارِ الٰہی پر ایمان لانا

ایمان پر کاربند ہونا موجبِ سعادت ہے اور روشِ برعکس موجبِ شقاوت۔ افراد و اقوام کی ہلاکت ان ہی

التباس اور حیلہائے نفسانی کا نتیجہ ہُوا کرتی ہے۔

اِنسان میں یہ نفس ایک لطیفہ ہے لطائفِ ستّہ میں سے اور صوفیائے کرام کے نزدیک اس لطیفہ کا مقام جسم

ں ناف کے متّصل ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ نفس ربوبیت کی ایک شعاع ہے تو اسے بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ تعیّنِ انسانی میں آکر

Marfat.com

یہ شعاعِ ربوبیت ایک تقیدِ اعتباری میں مقید ہوجاتی ہے۔ اس تقید سے آزادی اور مبداء اصلی کی جانب مراجعت کی تلاش وکوشش موجبِ سعادت ہے۔ اور برعکس اس کے تقیدِ مذکور سے اُنس اور مبداءِ اصلی سے برگشتگی موجبِ شقاوت ہے۔

جو نفس کہ طبیعتِ عنصری اور عاداتِ سفلی کی تاریکی میں پوری طرح گھرا ہوا ہے اُسے نفسِ امّارہ کہتے ہیں۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔ (یوسف۔ ع)	تحقیق نفس البتہ حکم کرنے والا ہے ساتھ بُرائی کے۔

جب ریاضت ومجاہدہ سے نفس اس پستی سے اُبھرنا شروع ہوتا ہے اور برقِ ہدایت وقتاً فوقتاً اُس پر روشنی ڈالنے لگتی ہے تو اُسے اپنی ضلالت وگمراہی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اور وہ معصیت سے بھاگنا چاہتا ہے اور ہر معصیت پر ملامت کا اظہار کرتا ہے۔ اُس وقت اُسے نفسِ لوّامہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۞ (القیٰمۃ۔ ع)	اور قسم کھاتا ہوں میں نفس ملامت کرنے والے کی۔

جب یہ ملکہ اُس میں راسخ ہوجاتا ہے اور اصلاح وتہذیب کے اعلیٰ مراتب پر وہ پہنچ جاتا ہے تو اُسے نفسِ مطمئنّہ کہتے ہیں۔ اُس وقت اُس سے خطاب ہوتا ہے۔ کہ:۔

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۞ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۞ (الفجر)	اے نفسِ مطمئنّہ رجوع ہوجا طرف اپنے پروردگار کے تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس داخل ہو بیچ بندوں میرے کے اور داخل ہو بیچ میری بہشت کے۔

اب رہا یہ سوال کہ نفسِ مطمئنّہ حاصل کیونکر ہوتا ہے۔ تو اس کی بابت بھی قرآن ہی سے دریافت کرلیا جائے جس میں ما[...] ارشاد ہے کہ:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۞ (الرعد۔ ع)	خبردار ہوجاؤ کہ یادِ الٰہی سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

Marfat.com

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں انسان کے اُوپر کے نصف دھڑ کو جسمِ ملکوتی اور نیچے کے نصف دھڑ کو جسمِ نفسانی کہتے ہیں لیکن جب تہذیبِ نفس کا حقہٗ حاصل ہو جاتی ہے تو پورا جسم ہیئتِ وحدانی حاصل کر لیتا ہے۔

ابلیس نفس کی جہتِ جلالی وگمراہی کا مظہر ہے اور اُسے انسان پر نفس ہی کے وسیلہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں۔ ابلیس نے نفسِ طبیعیہ پر قابو پاکر عاداتِ حیوانیہ کی دُنیا میں دل کی شہوانی آگ سے نکاح کیا تو شیاطینُ الاِنس والجن پیدا ہوئے اور بہ نسبت شیاطینِ جن کے شیاطینِ اِنس زیادہ قوی اور زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔

ابلیس کے وجود میں ننانوے (۹۹) مظاہر ہیں ساتھ بے شمار تنوّعات کے۔ ان میں سے سات مظاہر بطور اصل کے ہیں بمقابلہ ہفت امّہاتِ اسمائے الٰہی کے اور اس میں بھی اہلِ بصیرت کے لئے ایک عجیب نکتہ ہے۔ وہ سات مظاہر حسبِ ذیل ہیں :-

(۱) دُنیا و ما فیہا :- اس میں ابلیس کفّار و مشرکین پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) طبیعت وشہوات ولذات :- اس میں وہ مسلمانوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) عُجب :- اس میں وہ نیک لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اُنھیں اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ کسی کی نصیحت اُن پر کارگر نہیں ہوتی۔ اُن کے اعمال نیک ہوتے ہیں تو اُن اعمال کی عظمت کے وہم میں اُن میں تخفیف شروع ہو جاتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بدخلقی، بدگمانی، غیبت اور فسق وفجور میں وہ لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(۴) ریا :- اس میں وہ عابدوں اور زاہدوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اُن کے دِل میں یہ ڈالتا ہے کہ تیرے اعمال اچھے ہیں۔ انھیں لوگوں پر ظاہر کر تاکہ لوگ تیرے معتقد بنیں اور تیری پیروی کرکے ہدایت پاویں۔" رفتہ رفتہ ان کی نیتّوں کو فاسد کرکے اُنھیں ہلاک کر دیتا ہے۔

(۵) علم :- اس میں وہ علماء پر ظاہر ہوتا ہے۔ علماء پر اُسے بمقابلہ جہلاء کے بڑی جلدی اور بڑی آسانی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ابلیس قسم کھاتا ہے کہ ایک جاہل کے مُقابلہ میں ہزار قویّ الایمان عالموں کا بہکانا اُس کے لئے آسان ہے۔

(۶) عادات اور طلبِ راحت :- اس میں وہ سچّے مریدوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اُن کی ہمّتوں کو شدّتِ عبادت میں تھکا ڈالتا

Marfat.com

ہے تاکہ وہ لوگ اپنے نفس کی طرف واپس آئیں اور طبیعت کی تاریکی میں پھر گرفتار ہو جائیں۔

(۷) معارفِ الٰہیہ :- اس میں وہ صدیقین و اولیاء اللہ و عارفین پر ظاہر ہوتا ہے۔ ابلیس ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر موت کے وقت تک ظاہر ہوتا رہتا ہے اور اعتقادات و تجلیات و فہم میں التباس کرتا رہتا ہے مقربین اس کی مکاریوں کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے اثر سے بالکل محفوظ رہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ جب اس کا مکر پہچان لیتے ہیں تو یہ شناخت اُن کی مزید ترقی کا باعث ہوتی ہے۔

ابلیس کے پاس گمراہ کرنے کے حسبِ ذیل آلات ہوتے ہیں :-

(۱) غفلت :- یہ اس کی تلوار ہے۔

(۲) شہوت :- یہ اس کا تیر ہے۔

(۳) ریاست :- یہ اس کا قلعہ ہے۔

(۴) جہل :- یہ اس کی سواری ہے۔

(۵) لہو ولعب۔ شرابیں اور فضول قصے کہانیاں :- یہ اس کے ہتھیار ہیں۔

(۶) عورتیں :- یہ اس کا گروہ ہیں جن سے زیادہ زبردست ہتھیار اس کے قبضہ میں اور کوئی نہیں۔

پھر اس کے حملہ کرنے کے خاص خاص موسم اور خاص خاص اوقات بھی ہیں جن میں اس کی مصروفیت بڑھ جاتی ہے اور اُسے کامیابیاں زیادہ ہوتی ہیں منجملہ اُن کے رات ہے۔ اور غصہ کا وقت ہے۔ اور تہمت کا وقت ہے۔ اور جھگڑے کا وقت ہے۔

گمراہ کرنے میں ابلیس کسی خاص روش کا پابند نہیں۔ کسی خاص معصیت پر وہ مُصر نہیں ہوتا کسی متعین و مخصوص گمراہی میں وہ کسی کو کھینچ کر لانے کی مسلسل کوشش نہیں کرتا۔ ایک گناہ میں پھانسنے کی کوشش میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو دوسرے اور دوسرے میں ناکامی ہوتی ہے تو تیسرے میں پھانسنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ تا زیست اسی قسم کی کوششوں میں وہ لگا رہتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان گمراہ ہو خواہ کسی صورت سے ہو اور معصیت میں مبتلا ہو خواہ کوئی سی بھی معصیت ہو۔ برعکس اس کے نفس ہے جو نہایت ضدی اور ہٹی ہے جس لذت کی چاٹ اُسے پڑ جاتی ہے یا جو خواہش اس میں پیدا ہو جاتی ہے وہ اس پر اڑ جاتا ہے اور ہر طرف سے گھیر گھار کر انسان کو اسی طرف لانے کی کوشش

Marfat.com

کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اصل اُس کی خراب نہیں اس لئے ناکامیوں کی مسلسل ٹھوکریں اور ہدایت کی ذرا سی تحریک سے اُس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ یہ وہ بات ہے جو ابلیس کو نصیب نہیں۔

نفسِ کلیہ :۔ یہ ایک نفس ہے مدبّرِ کلیہ۔ موجودات میں عرش سے فرش تک جو کچھ گزرتا ہے وہ نفسِ کلیہ ہی کا مقتضیٰ ہے۔ مبدئیّت خاصیتِ افعال کے اعتبار سے اُسے طبیعتِ کلّیہ کہتے ہیں۔ اُس نفس کے نظامِ مقتضیات کو مصلحتِ کُلّیہ کہتے ہیں۔ نفوسِ اجزائے افلاک اور طبائعِ عناصر اور نفوسِ نباتیہ اور حیوانیہ سب کے سب گویا نفسِ کُلّیہ کے مختلف المزاج اعضا ہیں اور سب کے سب نفسِ کُلّیہ ہی میں مجتمع ہیں۔ ہر ظاہر و پوشیدہ شئے میں یہ نفس ساری ہے۔ صُورتوں کے تغیّر سے یہ نفس متغیّر نہیں ہوتا۔ وہ صرف مدبّر کی تدبیر ہوتی ہے جو صُورتوں میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ جب پانی ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا پانی بن جاتی ہے تو نفسِ کلّیہ دونوں صُورتوں میں باقی رہتا ہے۔ ایک طور سے چھُپ جاتا ہے اور دُوسری وضع میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

نفسِ ناطقہ کی حقیقت بھی نفسِ کلّیہ ہی ہے۔

نفسُ الامر :۔ محلِّ اعیانِ ثابتہ وصُورِ علمیہ۔

نفی اثبات :۔ توحید کی دو جہتیں ہیں۔ نفی اور اثبات۔ اور کلمہ طیبہ مرکب ہے نفی اور اثبات سے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اُن اوصافِ ناقص سے منزّہ ہے جو اس کی شان کے شایاں نہیں اور ان ہی اوصافِ ناقصہ سے اُس کی نفی کی جاتی ہے۔ اور چونکہ وہ اپنی ذات سے کامل اور اپنی صفات سے متکمل ہے ان اسمائے حسنیٰ اور اُن صفاتِ کاملہ سے جن کو کہ اُس نے خود اپنی شان میں بیان فرمایا ہے اُس کا اثبات کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقتِ خداوندِ عزّوجلّ نفی اور اثبات دونوں سے منزّہ و ماورائے ہے۔

نقاب :۔ حجاب۔ موانع۔ استعدادِ تجلّی کے پیدا ہونے میں ہر سنگِ راہ۔

نُقل :۔ کشفِ معنی واسرار۔

نقطۂ جوالہ :۔ مرکزِ توحید سے

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم وبیش ٭ کہ من این مسئلہ بے چون وچرا می بینم

اس مرکز کا دائرہ ممکنات ہیں۔

Marfat.com

رسّی کے ایک سرے میں شعلہ باندھو اور دوسرا سرا ہاتھ میں لے کر رسّی کو تیزی سے گھماؤ تو بادیُ النظر میں دائرہ بن جائے گا۔ حالانکہ فی الحقیقت وجود صرف ایک ہی شعلہ کا ہے۔ اسی طرح مرکزِ توحید کے گرد بے شمار دوائرِ ممکنات بنتے رہتے ہیں جو محض اعتباری ہیں ؎

زہر یک نقطہ زیں دورِ مسلسل ❊ ہزاراں شکل مے گردد مکمل

نکاحِ معنوی :۔ مختلف الخاصیت اجزاء کی ترکیب باہمی سے تناسب واعتدال نے مساوات پیدا کر کے جس صورتِ انسانی کو پیدا کیا اُس میں حُسن جھلکا۔ اُس حُسن نے نفسِ ناطقۂ انسانی کو اپنی جانب کھینچا اور اپنا عاشق بنالیا۔ چنانچہ رُوح و بدن کا تعلّق عاشق و معشوق کا تعلّق ہے۔ ولیِ مطلق یعنی حق تعالیٰ نے دونوں کے درمیان نکاحِ معنوی کر دیا۔ نکاح ایک عقد ہے اور تصرّف ہے۔ نکاح بلا مہر نہیں بندھتا۔ چنانچہ یہاں مہر میں تمام عالم کو مِلکِ انسانی بنا دیا گیا اور اُسے انسان کے تحت میں کر دیا گیا۔ اجزائے عالم انسان ہی کے اجزاء اور انسان ہی کی فروع ہیں۔

اس نکاحِ معنوی سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ حسب ذیل ہے :۔

علوم۔ نطق۔ فصاحت۔ اخلاقِ حسنہ۔ صباحت۔ بالفاظِ دیگر صفاتِ کمال و جلال و جمال۔

نکتہ :۔ ذاتِ بحت۔ خطرۂ رحمانی۔ وہ پیامبر یا رسُول جس کی وساطت سے حق کی جانب سے عبد کے دل میں پیام آناً فاناً آجاتا ہے اور عبد و معبود میں رشتہ قائم و دائم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جو کبھی نہیں ٹوٹتا۔

نماز و روزہ :۔ توجّہ باطن الی اللہ اور اعراض از ماسوائے۔

نمط :۔ مقامِ حضور و مشاہدہ۔

نوالہ :۔ خلعت جو افراد کے لئے خاص ہے۔ عطیۂ حق برائے مقرّبین۔

نور :۔ یہ ایک اسم ہے اسمائے الٰہی میں سے جو تقریباً مترادف ہے اسم الظّاہر کے۔ وجودِ عالمِ ظاہر در لباسِ صُوَرِ جمیع اکوانیہ از جسمانیات۔ ہر وارِدِ الٰہی جو دل پر وارد ہو۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ	"اللہ نُور ہے آسمانوں کا اور زمینوں کا اُس کے نُور کی مثال مانند طاق کے ہے جس کے بیچ میں

Marfat.com

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۙ

(النور۔ ع ۵)

چراغ ہو وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے شیشہ کی وہ قندیل گویا کہ تارا ہے چمکتا ہُوا۔ روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ زیتون کے مُبارک درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی نزدیک ہے کہ تیل اُس کا روشن ہو جاوے اگرچہ نہ لگے اس کو آگ۔ نور پر نُور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتا ہے۔ اور بیان فرماتا ہے اللہ مثالیں واسطے لوگوں کے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

سمٰوات ارواح ہیں اور زمین اجساد۔ مشکوٰۃ جسمِ انسانی ہے۔ مصباح رُوح ہے جو مثل چراغ کے روشن اور روشن کنندہ ہے۔ زجاجہ قلبِ عبد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نُورِ وجود سے آسمانوں اور زمینوں کا اِشراق فرمایا بعد اس کے کہ جو حجابات اُس کے اور اُن کے درمیان تھے انھیں وہ اُٹھا چکا تھا۔ حجابات کے اُٹھا دینے سے یہ مراد ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ اُن میں ہے اُن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نُور قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دی۔ جس طرح کہ آئینہ میں صیقل کر دینے سے صُورتوں کے قبول کرنے کی اُس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے نُور کے عالم میں ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ رُوحِ اِنسانی بدنِ انسانی میں۔ بدنِ انسانی میں مصباح یعنی رُوح ہے۔ یہ رُوح قلب یعنی زجاجہ میں ہے۔ شجرۃ مبارکۃ سے نفسِ انسانی مراد ہے۔ اور زیتونۃ سے مراد ہے انواع و اقسام کے فیوض قبول کرنے کی قابلیت۔ لا شرقیۃ سے اشارہ ہے عالمِ مجرّدات کی جانب۔ و نیز یہ کہ اُس میں کمالات بالفعل ہیں۔ اور لا غربیۃ سے مراد ہے کہ وہ اجسامِ کثیفۂ ظلمانیہ میں سے نہیں۔ یکاد زیتها یضیٓء سے یہ مراد ہے کہ اُس میں خود ہی چمک اُٹھنے کی استعداد موجود ہے۔ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ یعنی اگرچہ حرارتِ غریزہ کا رُوحِ انسانی کے ساتھ کوئی مدبّرانہ تعلّق نہ ہو۔ نورٌ علیٰ نور سے وہ نُور مراد ہے جو اس نورِ انسانی کے مافوق ہے اور وہ نورِ الٰہی ہے۔

نوروز:۔ مقامِ تفرقہ۔

Marfat.com

نَے :۔ بانسری۔ انسانِ کامل۔ درویش صاحبِ حال۔ واصلانِ حق جو از خود تہی اور از حق باقی ہیں اور جن میں سے خود ان کی کوئی آواز نہیں نکلتی بلکہ نَے نواز کی آواز نکلتی ہے۔ نَے سے مراد قلم بھی ہے جس سے باطن ظہور میں آتا ہے۔ قلمِ وجودِ محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وساطت سے سرِّ مکتوم ظہور میں آیا اور جمیع علوم کی تعلیم کے لئے رابطہ پیدا ہو گیا ۔

کیست نَے آں کس کہ گوید دم بدم ؎ من نیم جز موجِ دریائے قِدم (جامیؒ)

نیم مستی :۔ اپنے استغراق سے آگاہ ہونا اور اس پر نظر رکھنا۔

Marfat.com

و

واجب الوجوب :- واجب اُسے کہتے ہیں جو اپنے وجود و بقا کے لیے کسی غیر کا محتاج نہ ہو۔ وہ ذاتِ حق ہے جو اپنے وجود و قیام و بقا کے لئے کسی کی محتاج نہیں۔

واجب الوجود اُسے کہتے ہیں جس کا وجود اُس کی ذات کا مقتضا ہو۔

ممکن الوجود وہ ہے جو اپنی موجودیت کے لئے کسی غیر کا محتاج ہو اور اُس میں حکم کے اختلافات جاری ہوں۔

واحدتین :- وحدتِ حقیقی حق اور وحدتِ حقیقی انسان۔

وادیٔ ایمن :- تصفیۂ قلب جو قلب کو تجلیٔ الٰہی کے قابل بنا دے۔

وارد :- خواطرِ محمودہ۔ جو چیز از قسمِ معانی دل پر بلا کوشش صادر ہو۔

واسطہ :- صورتِ پیر و مرشد۔

واقعہ :- جو کچھ کہ عالمِ غیب و شہادت کے متعلق سالک کے دل پر واقع ہو۔

وجد :- احوالِ صادقہ جو قلب پر اُس وقت وارد ہوں جبکہ قلب شہود میں فانی ہو۔

وجدان :- مقامِ شہود۔

وجود :- ہستی۔ ذاتِ بحت۔ ہستیٔ مطلق۔ واحدیت۔ ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں۔ چنانچہ اس لحاظ سے حضرت الجمع پر بھی وجود کا اطلاق ہوتا ہے۔

وجود چھ اقسام پر منقسم ہے :-

Marfat.com

(۱) واجب الوجود : یعنی لازم الوجود۔

(۲) ممکن الوجود : یعنی جسمِ مثالی۔

(۳) ممتنع الوجود :۔ یعنی رُوحِ اضافی۔

(۴) عارف الوجود :۔ یعنی اعیانِ ثابتہ۔

(۵) شاہد الوجود :۔ یعنی مرتبۂ وحدت۔

(۶) واحد الوجود :۔ یعنی مرتبۂ احدیت۔

وجود کے متعلق تفصیلی بحث "مراتبِ وجود[1]" کے تحت میں کی گئی ہے۔

وجودِ اکبر :۔ وہ واصل جو نقطۂ انتہا کو پہنچ گیا ہو اور جس میں جمال وجلال کا اجتماع و امتزاج نہایت اعتدال کے ساتھ ہوا ہو اُسے وجودِ اکبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ ہدایت کرنے کی بہترین قابلیت رکھتے ہیں۔

جن منتہیوں میں جمال وجلال کا اعتدال اس درجہ حُسن کا پہلو لئے ہوئے نہیں ہوتا اُنھیں وجودِ کبیر کہتے ہیں۔

وجودِ کبیر، قطب مدار اور قیّومِ عالم وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ لوگ نادر و کمیاب ہوتے ہیں۔

وجودِ اکبر اور بھی زیادہ نادر و کمیاب ہیں اور یہی لوگ ظاہر و باطن میں حضور سرورِ کائنات صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے بالکل قدم بقدم ہوتے ہیں اور حضور ہی کے جمال و جلال کے اعتدال کا پَرتو ان پر پڑتا ہے۔

وجودِ مکتسب :۔ اولیاء اللّٰہ کو بعض صُورتوں میں بعد اکتساب کے ایک خاص نوعیت و لطافت و قوّت کی صُورتِ مثالی عطا فرمائی جاتی ہے جو صُورتاً بدنِ عنصری کے مشابہ اور لطافت میں رُوح کے قریب ہوتی ہے اور قوّت میں عوام کی صُورتِ مثالی سے بڑھی ہُوئی ہوتی ہے۔

دراصل ہر شخص ایک صُورتِ مثالی رکھتا ہے۔ یہ صورت ہر شخص میں رُوح و جسم کے درمیان ایک برزخ ہے جو صُوری اعتبار سے مشابہ جسم اور حسّی اعتبار سے مشابہ رُوح ہوتی ہے۔ خواب کی مُلاقاتیں ان ہی مثالی صُورتوں کی

---

[1] ضمیمہ ۱ مندرجہ آخر کتاب ھٰذا صفحہ ۳۴۰۔

Marfat.com

آپس میں مُلاقاتیں ہُوا کرتی ہیں۔ بعد مرنے کے جب انسان عالمِ برزخ میں جاتا ہے تو اُسے ایک صورتِ مثالی عطا ہوتی ہے جو اس کی رُوح کا مرکب بنتی ہے۔ یہ وہی صُورت ہے جو اس دُنیا میں بدنِ جسمانی میں حلول کئے ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ کسب و ریاض سے اس صُورتِ مثالی پر اقتدار حاصل کر لیتے ہیں اور ان حضرات کو یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی صُورت ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر نمایاں کر سکتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ کو حیاتِ ظاہری میں و نیز بعد مماتِ اضطراری یہ قدرت حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ جس شکل اور جس صُورت میں چاہیں اپنے آپ کو ایک ہی وقت میں ہزاروں مختلف مقامات پر دکھلادیں۔

وجہ :- ذاتِ واجب تعالیٰ۔ وجودِ حقیقی۔

وحدتِ حقیقی :- وہ وحدت جس میں کسی وجہ سے کثرت نہ ہو اور جو تجزی کو قبول نہ کرے اور نہ اُس کے مقابل اُس کی کوئی ضد ہو۔ تجزی و تلغیر و ضدیت و تشبیہ و اثنینیت کو وہ قبول نہیں کرتی۔ یہ وحدتِ حقیقی ہویتِ مطلقہ ہی کے شان کے شایان ہے۔

وحدتِ مجازی :- وہ وحدت جو تجزی و تعدد و تکثر کو و نیز اپنے مقابل کو قبول کرے۔ یہ وحدت تمام محدثات میں جاری ہے مثلاً کہتے ہیں کہ ایک شخص۔ یا ایک جماعت۔ یا ایک صدی۔ یا ایک ہزار۔

وحدتِ وجود و وحدتِ شہود :- لفظِ وجود کا اطلاق صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واجب تعالیٰ پر ہوتا ہے اور اس سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے برعکس دیگر اشیاء کے جو ہستیِ مطلق سے قائم ہیں ؎

ہرچہ آید در نظر غیرِ تو نیست ؛ یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو (خسروؒ)

یہاں توئی سے مراد ذات ہے۔ بوئے تو سے مراد صفات اور خوئے تو سے افعالِ باری تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ وحدت الوجود سے یہی مراد ہے کہ ؎

مجموعۂ کونین بقانونِ سبق ؛ کردیم تفحّص وَرَقاً بَعْدَ وَرَق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو ؛ جز ذاتِ حق و شیونِ ذاتیۂ حق

اس حقیقت تک از روئے کشف و مشاہدہ پہنچنے سے قبل ایک درمیانی منزل آتی ہے جس میں سالک بوجہ غلبہ

Marfat.com

انوارِ حق جملہ موجودات کو اپنی نظر سے غائب پاتا ہے اور غیرِ حق سے یہاں تک روگردانی کرلیتا ہے کہ بسا اوقات حفظِ مراتب سے بھی غافل ہوجاتا ہے اور غلبۂ حال میں سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ یا اَنَا الْحَق یا اسی نوع کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ دن میں جبکہ آفتاب کی روشنی کا غلبہ ہوتا ہے تو آسمان میں ستارہ ایک بھی نظر نہیں آتا اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ آسمان میں کوئی ستارہ ہی نہیں بلکہ آفتاب ہی آفتاب ہے۔ حالانکہ ستارے ہوتے ہیں گو آفتاب کی چمک اُنھیں ڈھانپ لیتی ہے لیکن یہ حالت وسطِ سلوک کی ہے۔

ابتدائے سلوک میں سالک کی حالت رات کو ستارے دیکھنے والے کی سی ہوتی ہے کہ تارے تو دیکھتا ہے مگر آفتاب نہیں دیکھتا۔ وسطِ سلوک میں سالک پر دن چڑھ آتا ہے کہ آفتاب دیکھتا ہے مگر تارے نہیں دیکھتا۔ انتہائے سلوک میں سالک رات اور دن کی کیفیات سے تجاوز کرکے حقیقت کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرتا ہے جہاں سے وہ آفتاب کو بھی دیکھتا ہے اور تاروں کو بھی۔ اور یہ بھی صریح طور پر معلوم کرلیتا ہے کہ یہ سب تارے آفتاب ہی کی روشنی سے چمکتے ہیں۔ یہیں پہنچ کر وہ حفظِ مراتب کا بھی خیال رکھ سکتا ہے۔ اور اس مقام پر یہ عقدہ اُسے حل ہوتا ہے کہ ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ٭ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

وسطِ سلوک میں جو حالت طاری ہوتی ہے وہ وحدتِ شہود ہے۔ اور انتہائے سلوک کی حالت وحدتِ وجود ہے۔ جمہور صوفیہ کا مسئلہ توحیدِ وجودی پر اتفاق ہے۔ اظہارِ حقیقت کے لئے البتہ مختلف پیرایوں اور مختلف اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مگر حقیقتاً سب آپس میں متفق ہیں۔ عوام اور اغیار کو جو اختلافات نظر آتے ہیں وہ اور لفظی ہیں نہ کہ معنوی۔

وَرَقہ :۔ نفسِ کلیہ۔ لوحِ محفوظ۔

وسیلہ :۔ مقامِ قربت۔ اور یہی مقامِ محمود ہے۔

وصال :۔ تعیّن کا اُٹھ جانا اور ہستیِ مجازی سے جُدائی کا واقع ہوجانا اور اپنی خودی کے وہم سے بیگانہ ہوجانا وصالِ حق ہے۔ اسے آشنائیِ حق بھی کہتے ہیں ؎

تو مباش اصلاً کمال این ست و بس ٭ تو ز تو گم شو وصال این ست و بس

Marfat.com

واصلِ حق حق ہے۔ کیونکہ وجود ہر مرتبہ میں واجب ہے اور مخلوقات تعینات ہیں۔ جب تک تعیّن رفع نہیں ہوتا وصول سّر نہیں آتا چنانچہ واصلِ حق مخلوق نہیں رہتا اور مخلوق کے اثرات اُس پر سے زائل ہو جاتے ہیں۔

صول :۔ سالک کا مقامِ مرآتیہ تک پہنچنا۔ یعنی بندہ کا آئینۂ ذات بن جانا اور اُس سے ذات کا ظہور واقع ہونا۔

فا :۔ عنایتِ ازلی جو کہ عمل پر التفات کئے بغیر آغوش میں لے لیا کرتی ہے۔

قت :۔ حالتِ موجودہ۔ وقت اُس حالت کو کہتے ہیں جو انسان پر کسی وقت غالب ہو۔ اگر انسان دُنیا میں مبتلا ہے اُس کا وقت دُنیا ہے۔ عقبیٰ کی فکر دامن گیر ہے تو اُس کا وقت عقبیٰ ہے۔ سرور میں سرشار ہے تو وقت سرور ہے۔ رنج غرق ہے تو وقت حُزن ہے۔ خوشی میں مسرور ہے تو اُس پر وقت خوشی ہے۔ غرضیکہ انسان پر جس وقت جو حال طاری ہو اُس کا وقت ہے۔ جو زمانہ گزر چکا ہے وہ ماضی ہے اور ہاتھ سے نکل گیا۔ جو زمانہ کہ ابھی آیا نہیں مُستقبل ہے اور نہیں آتا بس حال ہی سے سروکار ہے۔ اور حال ہی نقدِ وقت ہے جو مٹھی میں ہے۔ اور حال ہی سے سالک کو قت سابقہ رہتا ہے۔ مثل شمشیرِ برق کے آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ سے وقت کی اس برق تاری ہی کی جانب اِشارہ ہے ؎

چوں بوقت آئینہ صافی شد زنگ ؎ رہ نیابد صورتِ انس و ملک
اہلِ وقت از وقت بیروں ننگرند ؎ کے غمِ ماضی و مُستقبل خورند
تا تو با وقتی ز کار افتادۂ ؎ وقت اگر با تو بود آزادۂ
وقت اگر با تو بماند حالِ تست ؎ بازیابی نقدِ وقتِ خود درست
نیست وقتِ حال را چندیں درنگ ؎ زیں سبب گیرد ولت ہر گونہ رنگ

طوالتِ وقت در کثافت :۔ لطافت سے کثافت کی جانب جس قدر نزول ہوگا۔ وقت اُسی قدر اندازہ میں ت اختیار کرتا جائے گا۔ عالمِ ملکوت میں تھوڑا سا وقت عالمِ ناسوت کے زیادہ وقت کے برابر ہوگا۔ جیسے کہ دائرہ میں کے قریب کی تھوڑی سی جگہ خطِ محیط کی جانب آ کر زیادہ وسعت اختیار کر لیتی ہے۔

نہ :۔ دو مقامات کے درمیان میں رُک جانا۔

:۔ پندار۔ اِنسان میں بدترین چیز قوّتِ وہمیہ ہے جو ایک مہلک قوّت ہے اور ہر خوبی کو ہلاک کر دیتی ہے۔

Marfat.com

ھ

ھا :۔ اعتبارِ ذات بلحاظ حضورِ وجود۔

ھاھوت :۔ وہ مقام جس کی جانب کُنتُ کَنزاً مخفیاً سے اِشارہ ہے۔

ھَبار :۔ تنزلاتِ وجود کا وہ مرتبہ جس میں اجسامِ عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے یہ مرتبہ عینی نہیں ہے بلکہ مثل عنقا کے ہے جو دیکھنے میں نہیں آتا بلکہ سُننے میں آتا ہے۔ عقلِ اوّل کے بعد چوتھا مرتبہ ہے۔ ایک جوہر ہے جس میں صُورِ اجسام مفتوح ہوتے ہیں۔

ہجران :۔ ظاہر و باطن میں غیر کی جانب التفات کرنا ہجران ہے۔ اشتیاق میں تڑپنا بھی ہجران ہے۔ ہجر دراصل وہ کیفیت ہے جو فراقِ بعدِ وصال میں پیدا ہو۔ وصل سے قبل جو کیفیت ہوتی ہے، اُسے ہجر نہیں کہتے۔ بلکہ اضطراب کہتے ہیں۔

ہجوم :۔ کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا بغیر اس کے کہ اُس کے لئے اپنی طرف سے کسی قسم کی کوشش کی جائے۔

ہدایت :۔ یہ بالذّات ایک بھید ہے وجودی اور الہامی جو اللہ کے بندوں پر طاری ہوتا ہے اور اُن پر ہجوم کرتا ہے۔ جذبۂ الٰہی کا ایک نور ہے جس کے تحت میں عارف خدا کے راستہ پر تائیدِ الٰہی سے مناظرِ اعلیٰ کی جانب ترقی کرتا ہے۔

ہدیہ :۔ ولایت خواہ کسی نوع کی ہو۔

Marfat.com

ہشیاری :۔ غلبۂ عشق سے افاقۂ سکون کی جانب آنا۔ یعنی مقامِ سُکر سے مقامِ صحو میں آنا۔

ہفت منزل :۔ یہ وہ سات وادیاں ہیں جو سالک کو راہِ سلوک میں پیش آتی ہیں اور جنھیں حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ اپنی کتاب منطق الطیر میں بیان فرماتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) وادیِ طلب۔ (۲) وادیِ عشق۔

(۳) وادیِ معرفت۔ (۴) وادیِ استغنا۔

(۵) وادیِ توحید۔ (۶) وادیِ حیرت۔

(۷) وادیِ فقر و فنا۔

ہمّت :۔ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے حصولِ کمالات کی غرض سے اپنی پوری قوّتوں اور جمیع قوائے رُوحانیہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی جانب متوجّہ ہو جانا۔ وصول الی اللہ کے لئے جُملہ مخلوقات کو ترک کر دینا اور قلب کو تمام خواہشوں اور آرزوؤں سے پاک کر لینا اور دل میں طلبِ صادق کا پیدا کر لینا بھی ہمّت ہے۔

ہمّت ایک براق العارفین ہے۔ جس کی بدولت طالبانِ حق کو معراج نصیب ہوتی ہے۔ سوائے نیک لوگوں اور مقبول بندوں کے کسی کو اس میں حصّہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر اپنے اسمِ قریب سے تجلّی فرمائی اور اسمِ سریع اور اسمِ مجیب سے نظر ڈالی۔ ہمّت جب کسی چیز کا قصد کرتی ہے تو اُس پر قائم ہو جاتی ہے اور اُس کو اپنی مرضی کے موافق پا لیتی ہے۔ ہمّت کے قائم ہونے کی دو علامتیں ہیں۔ ایک علامتِ حالیہ اور دُوسری علامتِ فعلیہ۔ علامتِ حالیہ یہ ہے کہ حصولِ مقصد کے لئے خصوصیت کے ساتھ قلب میں یقینِ کامل راسخ ہو جاوے۔ اور علامتِ فعلیہ یہ ہے کہ حرکات و سکنات و عمل و کوشش سے حصولِ مقصود کے لئے جی توڑ سعی کی جائے۔ جس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں وہ ہرگز صاحبِ ہمّت نہیں۔ بلکہ جھوٹی اُمید اور بے کار آرزوؤں والا ہے۔ بغیر قلم اور سیاہی اور لکھنے کا طریقہ جاننے کے کوئی شخص کتابت نہیں کر سکتا۔ سیاہی بمنزلہ اس کے ہے کہ کسی چیز کی جانب توجّہ کی جائے۔ قلم بمنزلہ یقین کے ہے۔ اور لکھنے کا طریقہ جاننا اور اُس طریقہ کو عمل میں لانا بمنزلہ حرکات و سکنات یعنی عملِ صالحہ کے ہے۔

ہمّت کے مؤثر ہونے کے لئے یقین بہت ضروری چیز ہے۔ جب شیطان دِلوں میں حلول کر جاتا ہے اور وسواس ڈال دیتا ہے تو نا اُمیدی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یقین کا نُور التباس کی تاریکی میں مخفی ہو جاتا ہے۔ مایوسی شیطان کا ایک

Marfat.com

دھکا ہے۔

ہمّت کا اصلی تعلق صرف خُدا کے ساتھ ہے۔ موجودات سے تعلق پیدا کرنے والی جدّوجہد ہمّت نہیں کہلاتی بلکہ ہم کہلاتی ہے۔ ہمّ دل کی توجہ ہے کسی مقصد کی جانب وہ مقصد اعلیٰ ہو خواہ ادنیٰ لیکن ہمّت کے لئے اسرار کی معرفت حاصل ہونے سے قبل اُس سے مترقّی ہوجانا ضروری ہے۔ ورنہ یہ معرفت بھی حجاب ہوجاتی ہے۔

میکائیل علیہ السّلام ہمّت ہی کے نُور سے پیدا ہُوئے۔

دِل میں جو خطرہ سب سے پہلے کسی امر کے متعلّق گزرتا ہے اُسے خاطِر اوّل یا خاطِر ربّانی یا ہاجس یا سببِ اوّل یا نقرِ خاطر کہتے ہیں اور اُس میں خطا کا کبھی احتمال نہیں ہوتا۔ جب وہ خطرہ قوی ہوکر نفس میں متحقّق ہوجاتا ہے تو اُسے ارادہ کہتے ہیں جب تردّد اور غور وخوض اور مزید چھان بین سے اُس میں پُختگی پیدا کرلی جاتی ہے تو اُسے ہمّت کہتے ہیں۔ اُس میں جب اور بھی مضبوطی آجاتی ہے تو اُس کا نام عزم ہوجاتا ہے۔ جب دل میں اُس عزم کے عمل میں لانے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو قصد کے نام سے اُسے موسوم کرتے ہیں۔ جب اُس کام کو شروع کرنے لگتے ہیں تو وہ قصد نیّت کی صُورت اختیار کرلیتا ہے۔

ھُو :۔ اعتبارِ ذات بلحاظ غَیبت اور بلا اعتبارِ صفات۔

ھَوا :۔ مقتضیاتِ طبیعت کی جانب نفس کا میلان اور علویت سے سفلیت کی جانب جُھکنے کی خواہش۔

ھُوِیّت :۔ لفظ ھُوَ سے مشتق ہے جو غائب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال میں آتا ہے۔ ھُوِیّت سے حق تعالیٰ کی کُنہِ ذات کی جانب اِشارہ ہے۔ باعتبار اُس کے اسماء وصفات اور اُس کی غیبوبیت کے۔ حق تعالیٰ کی غیبت عین اُس کی شہادت ہے۔ اور اُس کی شہادت عین اس کی غَیبت ہے۔ اِنسان کی حالت پر اُس کا قیاس نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بالذّات ایسا غیب ہے جو اسی کو لائق ہے اور اس کی شہادت بھی ایسی ہے جس کے وہ ہی لائق ہے۔ وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنے کو جانتا ہے۔

ھیولیٰ :۔ وہ چیز ہے جس میں صُوَرِ اشیاء ظاہر ہوتی ہیں اور وہ نفسِ رحمانی ہے۔ ہر وہ باطن بھی ہیولیٰ ہے جو صُورتِ ظاہر رکھتا ہو۔

Marfat.com

ی

یار :- تجلّیِ صفات ۔ صفتِ نصرتِ الٰہی ۔

قوتِ حمرا :- نفسِ کُلیّہ ۔ کیونکہ بوجہ تعلّق بہ جسم اس میں ظُلمت ہے برعکس عقل کے جسے درّۂ بیضا کہتے ہیں ۔

قین :- جس میں شک و شبہ کو مطلق دخل نہ ہو ۔ رویتِ عیان بقوّتِ ایمان نہ کہ بذریعۂ حجّتِ برہان ۔

وم الجمع :- وقتِ لقاء و وصول ہوتے عینِ جمع ۔ روزِ قیامت ۔

تمّت

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سِرِّ دلبراں

ضمیمہ نمبر (۱)

مراتبِ وجود

۱

تمہید حال کا قال میں مقید ہونا محال ہے۔ مشاہدات وکیفیات کا ماحصل منطق و ریاضی کی خشک و مقید جدوجہد سے ہاتھ نہیں آتا۔ کشف وشہود کی وساطت سے جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ کتابوں کی مدد سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ لذتِ طعام کا صحیح اندازہ قوتِ ذائقہ ہی کی وساطت سے ہو سکتا ہے نہ کہ نظم ونثر کے ذریعہ۔ قوتِ سامعہ، قوتِ باصرہ، قوتِ شامہ، قوتِ لامسہ مجتمع ہو کر بھی قوتِ ذائقہ کی کمی کو پورا نہیں کر سکتیں۔ اس مضمون کے لکھنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ سالکینِ راہِ طریقت کو خانقاہوں کی زندگی اور ریاضات ومجاہدات سے جو مفاد حاصل ہوتے ہیں، وہ اس مضمون کے ذریعہ بلامشقت حاصل ہو جاویں کیونکہ ایسا ہونا غیر ممکن ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حقیقت کی راہ میں الفاظ وعبارات حجابات ہیں۔ مگر باوجود اس کے بڑے مرتبہ کے حقائق دان اور معرفت آگاہ اہل اللہ نے ان مسائل پر قلم اٹھایا ہے اور الفاظ وعبارات ہی سے ضخیم ضخیم کتابیں بھر دی ہیں۔ اُن کا یہ فعل بے سُود نہیں۔ انھوں نے اپنے قیمتی وقت کو کسی فضول اور بے فائدہ مشغلہ میں ضائع نہیں کیا۔ بلکہ ایک بہت بڑی ضرورت کو پُورا کیا ہے۔ ان کی تحریریں حقیقت کے رُخِ زیبا پر نقاب ہیں۔ نقاب سے پردہ پوشی بھی متصور ہے اور نشان دہی بھی۔ رُخِ یار کی جانب رہنمائی اسی سے ہوتی ہے۔ جب تک نقاب سے سابقہ نہیں پڑتا چہرہ تک رسائی نہیں ہوتی۔ نشان دہی اور رہنمائی کی خدمت وہ خدمت ہے کہ

Marfat.com

مشتاقانِ جمالِ یار اس بارِ احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اس مضمون کا منشاء فقط یہی ہے کہ عنوانِ بالا کے تحت میں جو کچھ یہ حضرات تحریر فرما گئے ہیں اس کو اختصار کے ساتھ حتی الوسع عام فہم پیرایہ میں بیان کر دیا جائے تاکہ طالبانِ حقیقت کو یہ معلوم ہو جائے کہ توحید و وجود و شہود و مراتبِ وجود و تنزلات وغیرہ کے ضمن میں مستند عارفوں اور حقائق شناسوں نے کیا لکھا ہے اور ان حضرات کا مافی الضمیر کیا ہے اور کن اصطلاحات کے ذریعہ سے اپنے مافی الضمیر کا انھوں نے اظہار فرمایا ہے۔ تصوّف کے بیشتر عرفانی مسائل کا سمجھنا اس مضمون کی صحیح تفہیم پر موقوف ہے۔

وجود تصوّف کی عبارات میں وجود سے ہمیشہ وجودِ حق تعالیٰ مراد ہوتی ہے۔ وجود مِنْ حَيْثُ هُوَ هُوَ میں نہ اعتبارِ ذہنی ہے نہ اعتبارِ خارجی۔ مرتبہ لا بشرط شئے میں وجود نہ اطلاق میں مقیّد ہے نہ تقیّد میں۔ اس مرتبہ میں وہ نہ کُلّی ہے نہ جزوی۔ نہ عام ہے نہ خاص۔ نہ واحد ہے اس معنٰی میں کہ اُس کی ذات پر کوئی شئے زائد ہوئی ہو نہ کثیر ہے۔ جملہ اعتبارات و اضافات یہاں ساقط ہیں اور یہ مرتبہ سب درجوں سے بلند ہے۔ رفیع الدّرجات سے اسی مرتبہ کی جانب اشارہ ہے۔ پھر وہ مطلق اور مقیّد اور کلّی اور عام اور خاص اور واحد اور کثیر سب ہی کچھ ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات اور حقیقت میں کوئی تغیّر و تبدّل واقع ہو۔ وہ تھا اور کوئی شئے اس کے ساتھ اور اُس کے علاوہ نہ تھی۔ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْئًا اور اب بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ تھا۔ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے۔ بعینہٖ اور بذاتہٖ موجود ہے اور کسی دُوسری چیز سے جو ذہناً یا خارجاً اُس سے مغائرت رکھتی ہو موجود نہیں۔ وہ بدیہی ہے اور حقیقت و ماہیت میں سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ ذہن اور خارج میں کوئی شے بغیر اس کے نہیں پائی جاتی پس وہ بالذات سب کا محیط ہے اُسی سے اشیاء کا قوام ہے۔ وہی اشیاء کا عین ہے۔ وہی اپنے مرتبوں میں تجلّی فرماتا ہے اور علم اور عین میں اپنی حقیقتوں اور صُورتوں سے ظہور فرماتا ہے۔ پھر اسی کا نام ماہیت اور اعیانِ ثابتہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر مرتبہ میں اسی کا نام بدلتا رہتا ہے وہی ضدین میں ظہور کرتا ہے اور اسی سے مثلین قائم ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ اس کی وحدتِ حقیقی کثرت کے مقابل نہیں۔ اور اس کی وحدتِ اسمائی جو کثرت کے مُقابل ہے اُس کی وحدت اصلی ذاتی کی ظلّ ہے۔ وہ نورِ محض ہے۔ اپنی ذات سے ظاہر ہے اور غیر کو ظاہر کرتا ہے۔ اُس کی حقیقت اُس کے غیر پر ظاہر نہیں۔ وجودِ عام یعنی وہ وجود جو عمومیت میں مقیّد ہے اور وجودِ ذہنی اور وجودِ خارجی سب اُسی کے اظلال ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان ع۴) | کیا نہیں دیکھا تُونے طرف اپنے رب کے کہ کیونکر پھیلایا ہے سائے کو۔

Marfat.com

یعنی وجودِ اضافی کو ممکنات پر کیسا پھیلایا ہے۔ اسمار و صفات کے لباس میں وہ ظاہر ہے۔ اور اپنی پیدا کی ہوئی اشیار میں وہ مخفی ہے۔ قیامتِ کبریٰ میں وہ وحدتِ حقیقی سے ظاہر ہوگا اور تعینات کے پردہ کو پاش پاش کردے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کا جواب لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہوگا۔ اور قیامتِ صغرےٰ میں وہ عالمِ شہادت سے عالمِ غیب میں تحویل فرمائے گا۔[1]

وہ پہلے علم میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر عین میں۔ اور وجود میں سوائے اُس کے دُوسری کوئی چیز نہیں ہے

درکون و مکاں نیست عیاں جز یک نُور ✿ ظاہر شدہ آں نور بانواعِ ظہور

حق نُور و تنوّعِ ظہورش عالم ✿ توحید ہمیں است دگر وہم و غرور

تنزّلات | وجود نے مرتبۂ ورار الورئے سے جن سیڑھیوں پر سے علی الترتیب نزول فرما کر باغ و بہارِ کائنات کی گلشن آرائی فرمائی اُنھیں تنزّلات کے نام سے موسُوم کرتے ہیں۔ یہ ایک اصطلاح ہے اور اپنے استعمال میں لغوی معنی سے ہٹی ہُوئی ہے۔ لغت کے اعتبار سے اُوپر کی منزل کو چھوڑ کر نیچے کی منزل میں آجانے کا نام "تنزّل" ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کلکٹر کا تنزّل تحصیل داری میں ہوگیا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وہ ڈپٹی کلکٹر نہیں رہا۔ بلکہ تحصیل دار ہوگیا ہے۔ پہلی جگہ سے ہٹ کر اب وہ نیچی جگہ میں اُتر آیا ہے۔ اُوپر کی جگہ اس سے خالی اور نیچے کی جگہ اس سے پُر ہوگئی ہے۔ مگر یہاں تصوّف میں "تنزّلات" کے یہ معنی نہیں۔ وجود جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس میں کسی قسم کا بھی تغیّر نہیں ہُوا۔ اَلْآنَ کَمَا کَانَ ۔ یہ جُملہ تغیّرات شہودی اور اعتباری ہیں۔ خواہ وہ علمی ہوں یا عینی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ "جُملہ تنزّلات شہود میں واقع ہوئے نہ کہ وجود میں" تو اس جملہ سے یہی مُراد ہوتی ہے کہ یہ تنزّلات اعتباری ہیں نہ کہ حقیقی۔

ترتیبِ موجودات | جن منزلوں یا جن سیڑھیوں پر سے وجود نے نزول فرمایا انھیں حسبِ موقعہ کبھی تنزّلات، کبھی تعیّنات۔ کبھی تجلّیات۔ کبھی تقیّدات۔ اور کبھی اعتبارات کہتے ہیں۔ ترتیبِ تنزّلات کی تفہیم کی غرض سے ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے جس سے ترتیبِ موجودات کا ایک خاکہ ذہن کے سامنے بہ آسانی آسکے گا :-

(خاکہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] المؤمن ع ۲ -

Marfat.com

نقشہ مراتبِ وجود

تشریح اجمالی | جملہ تنزلات دوائر کے طور پر واقع ہوتے ہیں۔ اس طرح پر کہ ہر تنزل ماتحت پر تنزلِ مافوق بہ شکلِ دائرہ محیط ہے۔ ہر حقیقت اپنی جزویات کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر جزو اپنے زیرِ حکم اجزاء پر محیط ہے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ یوں ہی چلا گیا ہے اور بے شمار و لامتناہی دوائر پیدا ہوتے چلے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا نقشہ ایک اجمالی نقشہ ہے اور اس میں بھی دائرے کے اندر دائرے بتلائے گئے ہیں۔ سب سے بڑے دائرے سے خارج ذاتِ لاتعین بتلائی گئی ہے اور اس مرتبہ وراء الوریٰ

Marfat.com

کے اظہار کے لئے جن اصطلاحات کا عموماً استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی لکھ دی گئی ہیں۔ یہ مرتبہ جملہ تعینات و تقیدات و اعتبارات سے برتر ہے۔ اسی بنا پر دوائرِ تعینات سے اسے خارج بتلایا گیا ہے۔ تنزلِ اوّل اس کے بعد ہے۔ پہلا تنزل اجمالی ہے۔ دُوسرا تنزل تفصیلی ہے۔ اس تفصیل نے صورتِ انسانی میں پھر اجمال اختیار کیا جسے اجمال بعد التفصیل کہہ سکتے ہیں تو سادہ عبارت میں ترتیبِ تنزلات یوں بیان کی جا سکتی ہے کہ ذاتِ بلاتعین نے پہلے اجمالی تنزل فرمایا پھر تفصیلی۔ اس تفصیل کے بعد صُورتِ آدم میں پھر اجمال اختیار فرمایا۔ بجائے اس کے کہ ایک دائرہ کو دُوسرے دائرہ کے اندر دکھلایا جائے جیسا کہ اُوپر کے نقشہ میں دکھلایا گیا ہے اگر آسانیٔ فہم کی غرض سے تنزلات کو علی الترتیب اُوپر نیچے دکھلایا جاوے تو پھر نقشہ کی یہ شکل ہو گی :۔

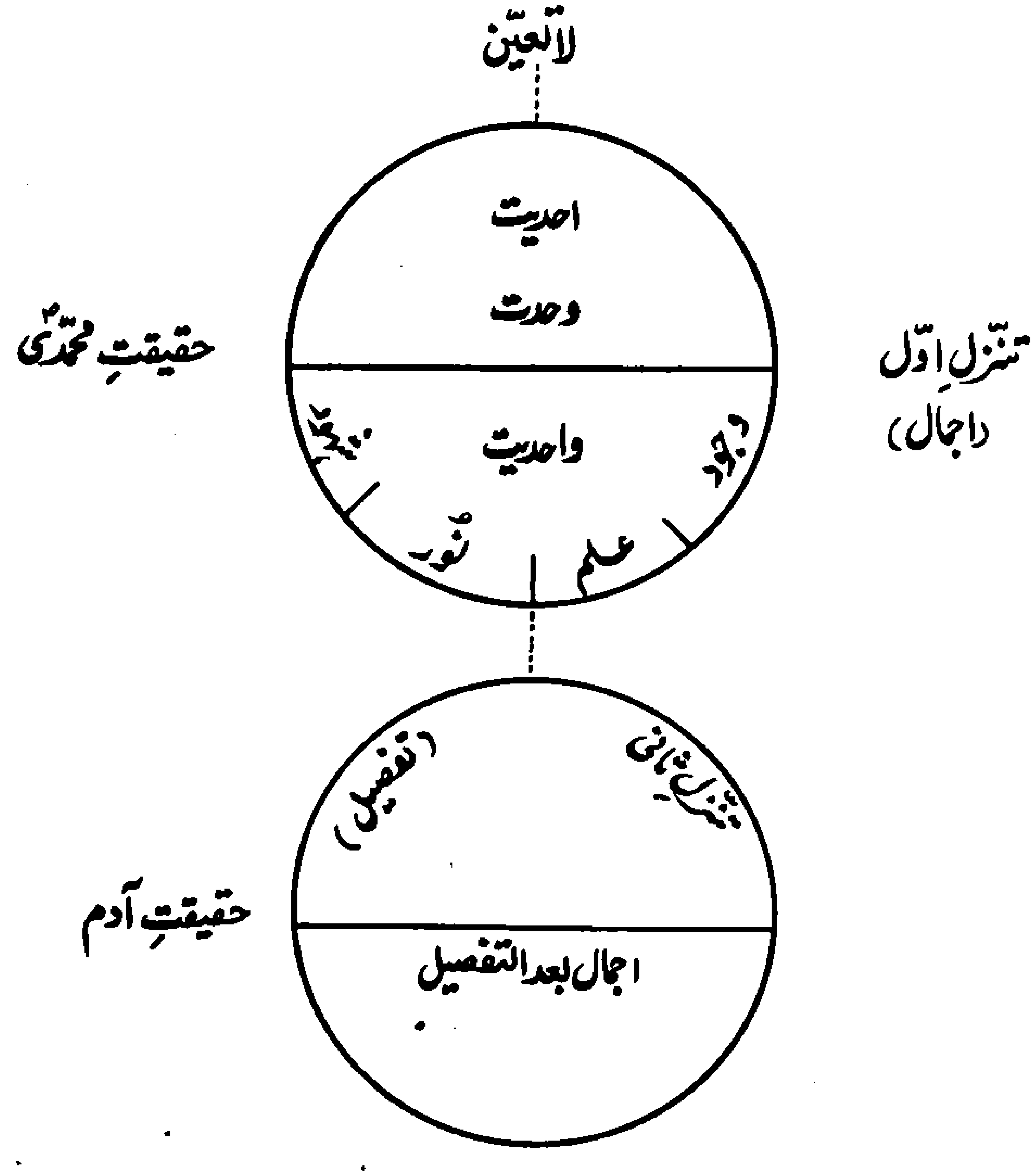

تجلیِ اوّل میں از روئے علم کے کمالِ ذاتی کا ظہور ہے باعتبار اطلاق کے جس کی جانب احدیت سے اِشارہ ہے

Marfat.com

اور باعتبار کمالِ اسمائی اجمالی کے جس کی جانب واحدیت سے اشارہ ہے۔ تجلیِ ثانی میں کمالِ ذاتی کا اظہار بالتفصیل یوں ہوا کہ پہلے اسماؔ وصفات کے آثار مفصّل طور پر اجزائے عالم میں ظاہر ہوئے بعدازاں جُملہ تفاصیل کا اجمال آدم میں ہُوا۔

تشریحِ تفصیلی | تشریحِ مزید کی غرض سے ذیل میں تینوں مراتب (یعنی لاتعین۔ تعینِ اول اور تعینِ ثانی) کے تحت میں اُن اصطلاحات کی ایک فہرست شائع کی جاتی ہے جن سے اُن مراتب کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔ ان اصطلاحات اور اُنکے وجوہِ استعمال پر غور کرنے سے مضمون کے سمجھنے میں بہت مدد ملے گی :-

لاتعیّن	تعیّنِ اوّل	تعیّنِ ثانی
غیبِ ہویّت	تجلّیِ اوّل	تجلّیِ ثانی
غیب الغیوب	حقیقتِ محمّدیّہ	حقیقتِ انسانی
ازل الآزال	وحدت الحقیقیہ	حضرت الوہیت
عینِ کافور	علمِ مطلق	حضرتِ اسماؔ والصفات
منقطع الوجدانی	القابلیۃ الاولیٰ	منتہی العالمین
منقطع الاشارات	احدیت الجمع	احدیت الکثرت
مجہول النعت	وجودِ مطلق	وجودِ اضافی
الغیب المسکوت عنہ	مرتبۂ ولایتِ مطلقہ	منشاءِ سویٰ
ذاتِ ساذج	حجابِ عظمت	فلک الحیوٰۃ
ذاتِ بحت	مقامِ او ادنیٰ	نفسِ رحمانی
ذات بلا اعتبار	المحبۃ الحقیقیۃ	عالمِ جبروت
مرتبۃ الہویّت	رابطہ بین الظہور والبطون	معدن الکثرت
	برزخ البرازخ	قابلیتِ ظہور
	برزخِ کبریٰ	منشاءِ کثرت
		عماء
		حضرت جمع الوجود
		منتہی العابدین

Marfat.com

قبلِ نزول | تنزّلات کے دوائر شُروع ہونے سے قبل کے مرتبہ پر جو اصطلاحات صادق آتی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

لاتعیّن :۔ ذات میں یہاں کسی تعیّن کا اعتبار نہیں۔ نہ اسمائی نہ افعالی۔

غیبِ ھویّت :۔ ھویّت ذاتِ خالص کو کہتے ہیں جس میں اسم و رسم و نعت و وصف تک کو دخل نہ ہو۔ غیب اس لئے ہے کہ اس مرتبہ میں ذات کا شعور محال ہے۔

غیب الغیوب :۔ یہ مرتبہ جُملہ مراتبِ معقولہ سے بالاتر ہے۔

ازل الآزال :۔ جُملہ مراتبِ قدیمہ ازلیہ کی انتہا ہے اس سے بالاتر کوئی مرتبہ نہیں۔

عینِ کافور :۔ کافور میں کافوری قہر و غلبہ کی وجہ سے دُوسری کسی چیز کو تحقق نہیں اور جو چیز اس میں چلی جاتی ہے۔ وہ اسی کی صفت اختیار کر لیتی ہے۔ اس مرتبہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔

منقطع الوجدانی :۔ یہاں نہ وجدان ذاتی ہے نہ صفاتی۔ بعض جگہ جیم کا نقطہ غائب کر کے منقطع الوحدانی بھی کہہ دیتے ہیں جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ تعیّنِ اوّل جو کہ وحدت ہے یہاں منقطع ہے۔

منقطع الاشارات :۔ یہاں جُملہ امتیازات اُٹھ جاتے ہیں اور کسی قسم کے اشارہ کی یہاں گنجائش نہیں۔

مجہول النعت :۔ نعت کہتے ہیں وصفِ ثبوتی کو اور یہاں وصفِ ثبوتی یا کسی قسم کا بھی لغوی یا اسمی اعتبار مطلق نہیں۔

الغیب المسکوت عنہ :۔ سکوت ضد ہے کلام کی۔ اور کلام محتاج ہے اسم و نعت کا اور یہاں نہ اسم کو دخل ہے نہ نعت کو نہ کلام کو۔ بجز سکوت کے یہاں چارہ نہیں۔

ذاتِ ساذج :۔ ساذج معرب ہے سادہ کا یہاں ذات میں کوئی چیز شامل نہیں۔

ذاتِ بحت :۔ بحت کہتے ہیں خالص کو۔ یہاں ذات خالص از اسم و رسم و نعت و وصف ہے۔

ذات بلا اعتبار :۔ یہاں جُملہ اعتبارات و تقییدات گم ہیں۔

مرتبۃ الھویّت :۔ ذاتِ بحت بحیثیت ھو۔ یعنی ذات جو کہ کامل ہے اپنی ذاتیت میں۔

تعیّنِ اوّل | یہ تعیّن یا تنزّل یا تجلّی ایک دائرہ کی شکل میں واقع ہے۔ وہ دائرہ مشتمل ہے دو قوسوں اور ایک خطِ درمیانی پر جو کہ دونوں قوسوں کے درمیان برزخ ہے۔ اُوپر کا قوس احدیت ہے اور اشارہ ہے اطلاق کی جانب۔ نیچے کا قوس واحدیت ہے۔ جہاں شعورِ ذات من حیث الاسما والصفات مجملاً حاصل ہوتا ہے۔ خطِ درمیانی وحدت ہے جو برزخ ہے

Marfat.com

درمیان احدیت و واحدیت کے۔ یعنی دونوں کو شامل ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہے۔ کاغذی شکل اس دائرہ کی یہ ہے :-

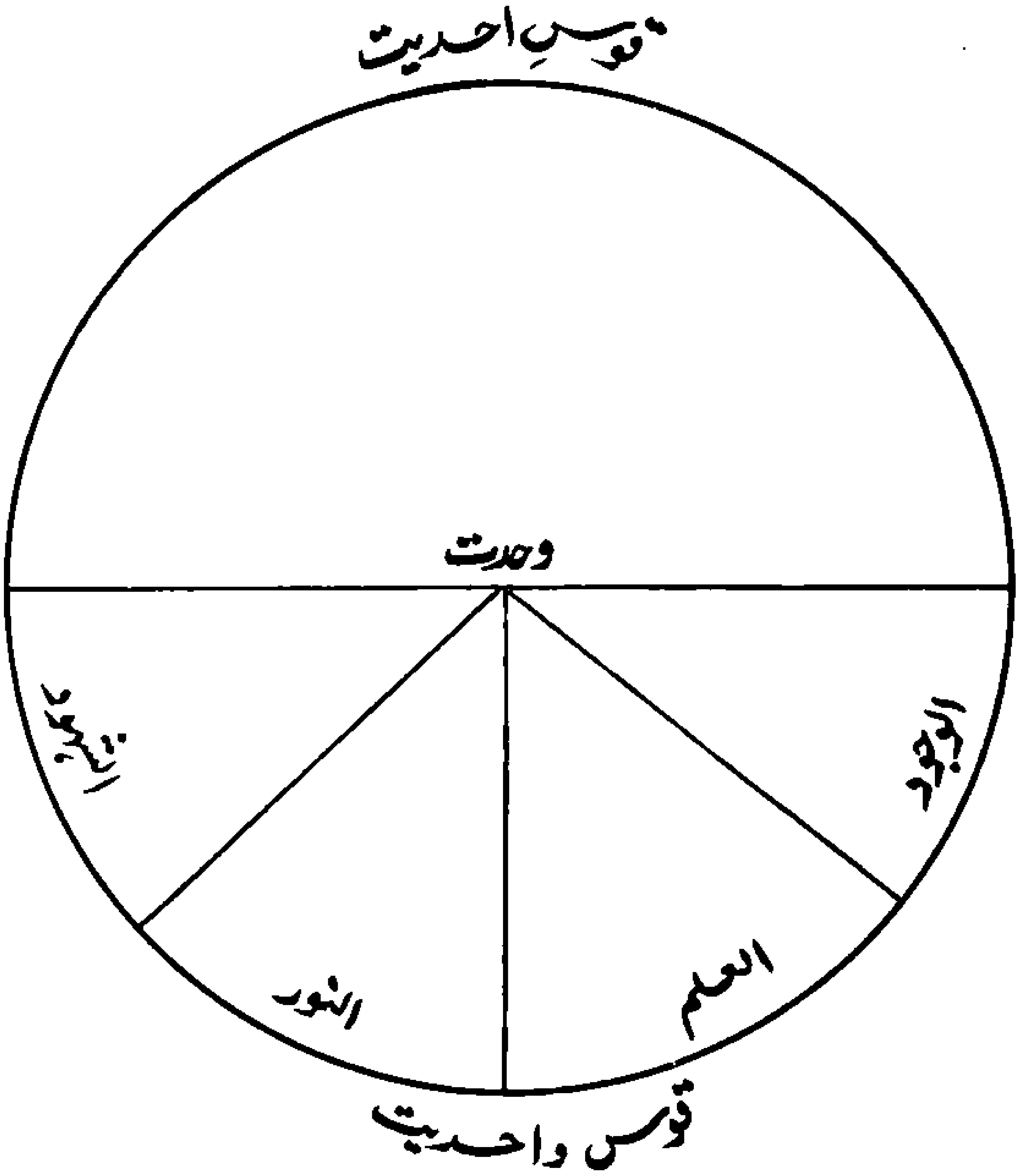

اس دائرہ میں قوسِ بالائی احدیت ہے یعنی وحدت غیر زائدہ علیٰ ذاتہ۔ غیبِ ہویت۔ ذاتِ بحت۔ لابشرط شے۔ وجود یہاں تمام قیود حتیٰ کہ قیدِ اطلاق سے بھی مطلق اور عدم احاطہ کا مقتضی ہے۔ تو گویا اس دائرے میں آکر شاہدِ خلوتِ غیب الہویتہ نے پہلا تنزّل اطلاق میں فرمایا اطلاق میں تنزّل فرمانے کے یہ معنی ہوئے کہ ترتیبِ موجودات میں عقل نے ذات کے متعلق جو سب سے پہلا تعقّل اور سب سے پہلا اعتبار کیا وہ اطلاق میں کیا۔ اس اطلاق سے عدم تقیّد فی الواقع مراد نہیں بلکہ عدم اعتبارِ قیود مراد ہے۔ یہاں ظہور فی البطون کا حکم مندرج ہے کیونکہ اس مرتبہ میں سب کچھ ہے مگر عدمِ تمیز کے ساتھ جُملہ مراتب کا ظہور قربِ اطلاق میں آتے ہی سطوۃ الوحدۃ القاہرۃ کے تحت میں گُم ہو جاتا ہے۔ عدم اندراجِ حقیقی یہاں اندراجِ حکمی کے ساتھ گُھل مِل جاتا ہے۔ عینیت اور غیریت کی یہاں بحث تک نہیں رہتی۔ اسماء کو یہاں دخل نہیں۔ کیونکہ اسماء میں تمیز ہے۔ رسم یہاں اس لئے نہیں کہ رسم میں نعت پائی جاتی ہے۔ نعت یہاں اس لئے نہیں کہ

Marfat.com

نعت وصف بالمعنی ہے۔ وصف کو بھلا یہاں کیسے دخل ہو جبکہ یہ مرتبہ وجود و عدم سے بھی اعم ہے۔ وصف کسی شئے کا اُسی صُورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ شئے ظاہر و باطن کی تقسیم کی تحت میں ہو۔ اور یہاں کسی بھی تقسیم کو دخل نہیں۔ ظہور و بطون کی تقسیم یہاں کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ ظہور میں کثرت ہے، اور بطون میں وحدت، اور یہاں کثرت و وحدت ہی کا امتیاز اُٹھا ہُوا ہے۔ کثرت و وحدت تو لوازم وجوب و امکان سے ہیں۔ اور وجوب و امکان کی تفریق کا یہاں وقوع ہی نہیں بلکہ اس کا صرف ایک اعتبار عقلی و مخفی ہے۔ اوّلیت مقتضی ہے وجوب کی اور آخریت مقتضی ہے امکان کی۔ اور یہ جُملہ امور یہاں مختفی ہیں۔ اور جُملہ اعتباراتِ متقابلہ یہاں سے اُٹھے ہُوئے ہیں۔ ان اعتبارات کا توہم تک موجب نقص ہے۔ یہی غیب ذات ہے جو احدیّت سے موسُوم ہے۔ یہاں شاہد خلوتِ غیب ہویت اپنی ذات سے اپنی ذات پر تجلّی فرماتا ہے۔ اسے حُضُورُ الشَّیْئِ لِنَفْسِہٖ مَعَ تَجَرُّدِہٖ کہتے ہیں۔ اور یہ عقلِ انسانی سے بہت ماورٰی ہے۔

اطلاق کے بعد جو پہلا تعقل ہوتا ہے اور جو ہویتِ اطلاقیہ سے بالکل متّصل ہے وحدت ہے جس کے تحت میں قوسِ واحدیت ہے۔ احدیت باطن ہے اور واحدیت ظاہر۔ جو کچھ احدیت میں باطن تھا وہ واحدیت میں اجمالاً ظاہر ہے۔ احدیت میں اعتبارِ ذات ہے۔ اور واحدیت میں اعتبارِ ذات مع صفات، ذات باطن ہے اور صفات ظاہر ہیں۔ وحدت میں احدیت اور واحدیت دونوں شامل ہیں۔ یہ ایک جہت سے احدیت سے متّصل ہے اور دُوسری جہت سے واحدیت سے۔ اس میں ذات و صفات اور ظہُور و بطون دونوں شامل ہیں۔ یہ دونوں کی جامع اور دونوں کے درمیان حدِّ فاصل ہے۔ دونوں میں اِمتیاز پیدا کرتی ہے اور دونوں کو جمع کرتی ہے مگر خلط ملط نہیں ہونے دیتی۔ احدیت اور واحدیت ان دونوں کا ظہور وحدت سے ہُوا جو کہ نسبت اور رابطہ ہے درمیان دونوں کے مِثل محبّت کے جو کہ نسبت ہے درمیان محبیّت اور محبُوبیت کے۔ یا مثل علم کے جو کہ نسبت ہے درمیان عالم و معلوم کے۔ وحدت اور احدیت اور واحدیت مع اُس نسبت کے علم کے جو کہ ان کے درمیان ہے مرتبۂ ذات میں متّحد ہیں۔ ھُوَالکل۔ مگر تعدّد یا کسی اور تمیز کا اعتبار وہاں گم ہے۔ وحدت میں اگر اعتبارات کا تمیز پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تمیُّز کے اعتبار سے وحدت ہی تعیّنِ اوّل ہے۔ دائرۂ مندرجۂ بالا تشریح ہے وحدت کی۔ اُوپر اور نیچے کی دو قوسین وحدت کی دونوں جہتیں ہیں۔ وحدت بھی مجموعہ ہے دو طرفین اور ایک وسطیت کا۔ اُس میں دونوں طرفین بھی ہیں۔ اور ہر دو طرفین کی عینیت بھی ہے گویا پورا دائرہ وحدت ہے۔ اسی کو مقامِ محمّدیہ کہتے ہیں۔ اور یہی ہے منشاء رُوحِ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا۔

Marfat.com

قاب قوسین وہ مقامِ اتصال ہے جہاں سے احدیت اور واحدیت کی قوسین میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ یہ غایت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے معراج وشہود ووجدان کی قبل فنا فی اللہ کے۔ تمیز کے دُور ہوتے ہی قوسین بواسطہ سطوتِ تجلّیِ ذات متّحد ہوگئیں اور حصول فنا فی اللہ ہوگیا جس کی جانب او ادنیٰ سے اِشارہ ہے۔

وحدت کی سمت ظہور یعنی واحدیت میں جو تمیزِ اجمالی ہے وہ ان چار اعتبارات پر مشتمل ہے :-

(۱) وجود

(۲) علم

(۳) نور

(۴) شہود

حق تعالیٰ نے غیبِ ہویت سے تعیّنِ اوّل یعنی وحدت میں اپنے پر اپنی تجلّی فرمائی، یہ علم ہے۔ اپنے پر نظر ڈالی، یہ نور ہے۔ اپنے کو پایا، یہ وجود ہے۔ اپنے سامنے حاضر ہُوا، یہ شہود ہے۔ یہاں پر کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ یہ علم ونور و وجود وشہود پہلے نہ تھے، اور بعد میں ہُوئے کیونکہ یہ مراتبِ ازلیہ ہیں نہ کہ کونیہ حادثیہ۔ حق سبحانہ تعالیٰ حدوث سے منزّہ ہے اس کے علم سے قبل جہل نہ تھا۔ اس کے نُور سے قبل استتار نہ تھا اس کے وجود پر فقدان اور اس کے شہود پر غیبت کو کبھی تقدیم نہ تھی۔ یہاں تو بحث اعتبارات سے ہے۔ کہیں کمالِ ذاتی کا اعتبار ہے۔ کہیں کمالِ اسمائی کا اجمالی اعتبار ہے کہیں کمالِ اسمائی کا تفصیلی اعتبار ہے۔ ورنہ جو کچھ تعیّنِ ثانی میں ہے وہ سب تعیّنِ اوّل میں ہے اور جو کچھ تعیّنِ اوّل میں ہے، وہ سب ذاتِ مطلق میں ہے۔ ذات اور اسماء میں مغایرت نہیں جب غلبہ وحدت کا ہوگا جس میں کمال ذاتی تاباں ہوتا ہے تو تفصیل لازمی طور پر پوشیدہ ہوجائے گی کیوں کہ تفصیل متقاضی ہے کثرت کی۔ اس بحث میں جہل کبھی لازم نہیں آتا۔

تعیّنِ اوّل کو تجلّیِ اوّل اس بنا پر کہتے ہیں کہ وجود کا یہ سب سے پہلا ظہور ہے۔

حقیقتِ محمّدیہ بھی اس لحاظ سے ہے کہ یہ مقام حامل تجلّی اوّل ہے۔

وحدت الحقیقیہ سے موسوم ہونے کی وجہ اُوپر بیان ہوچکی ہے۔

علمِ مطلق اسے اس لئے کہتے ہیں کہ شعورِ ذات اور یافتِ ذات یہاں از روئے علم بالذات کے ہے بلا اعتبار اسماء و

Marfat.com

صفات و اعیانِ ممکنات بشعور و یافت اس مرتبہ میں مطلق اور مجمل طور پر حاصل ہے برخلاف مراتبِ مابعد کے جہاں مختلف اسماء نے تقیّد تفصیلی پایا۔ یہ اطلاق ماورئے کے تحت میں ایک دوسرا اطلاق ہے جو تقیّدِ اسماء وصفات سے مطلق ہے۔ اسی بنا پر اس مرتبہ کو **وجودِ مطلق** بھی کہتے ہیں۔

قابلیتِ اولیٰ یہ اس لحاظ سے ہے کہ یہ مرتبہ ایک حالہ اجمالیہ بسیطیہ ہے اصل جمیع قابلیات کا اور اس کی پیدائش سب سے اوّل ہوئی۔ یہ ہیولیٰ اور مبدء ہے جمیع قابلیات کا۔

احدیتہ الجمع:۔ کیونکہ اعتبارِ ذات من حیث ھی بلا اعتبارِ اسقاطِ صفات و اثباتِ صفات بھی اس مرتبہ میں ہے ونیز واحدیت یعنی صفات کا اعتبار اجمالی بھی اس میں درج ہے۔

مرتبہ ولایتِ مطلقہ:۔ اس مرتبہ پر ولایتِ مطلقہ کا دارومدار ہے اور ولایت کا کوئی مرتبہ ولایتِ مطلقہ سے بلند تر نہیں۔ اور ولایتِ مطلقہ کہتے ہیں ولایتِ محمد صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی متابعتِ کاملہ کی وجہ سے ولایتِ خاتمِ اولیاء کو۔

حجابِ عظمت:۔ یہ اس بناء پر ہے کہ سوائے حضرت محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اور کوئی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

اَوْ اَدنیٰ:۔ اس کی وجہ اُوپر بیان ہو چکی ہے۔ یہاں ارتفاعِ برزخیت بھی ہے۔

المحبتہ الحقیقیتہ:۔ یہ مقامِ حُبِّ حقیقی ہے۔ بحسبِ قول کُنت کنزاً مخفیاً الخ یہاں حُبِّ ظہور و توجہ بخلق رُونما ہوا۔ کنزِ مخفی وہ ہویتِ احدیت ہے جو کہ غیب میں پوشیدگی کی وجہ سے باطن ترین مقام ہے۔ تعیّنِ اوّل میں حُبِّ ظہور کا پہلا اظہار ہے اور اس لئے یہ مرتبہ مقامِ حُبِّ حقیقی ہے۔

رابطہ بین الظہور والبطون:۔ متذکرۂ بالا تشریحِ تفصیلی میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

برزخ البرازخ اور برزخِ کبریٰ:۔ اسے اس لئے کہتے ہیں کہ یہ برزخ حائل ہے درمیان حق تعالیٰ اور جملہ برازخ کے تعیّنِ اوّل کو مختلف مواقعات پر مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے متذکرۂ بالا اصطلاحات کے علاوہ دیگر اصطلاحات سے بھی نامزد کیا جاتا ہے مثلاً عقلِ کل، قلمِ اعظم، رُوحِ اعظم، اُمُّ الکتاب وغیرہ۔ صُوفیا کے کلام میں تخالف و تناقض نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اُن کی باریک بینی ہے کہ ایک ہی چیز کے مختلف پہلوؤں کو مختلف عبارات میں ظاہر کرتے

Marfat.com

رہتے ہیں جس پر اغیار اور نا واقف لوگوں کو اختلاف کا دھوکا ہوتا ہے۔

۲

خلاصۂ ماسبق کائنات خدا کی قدرت کا نتیجہ ہے۔ خدا ہی کی قدرتیں اور خدا ہی کے کمالات اور خدا ہی کی حکمتیں اس آئینہ میں رونما ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر خدا ہی کی ذات و صفات اس کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ تصوف کی زبان میں یوں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے کائنات میں نزول فرمایا۔ لفظ "نزول" ایک اصطلاح ہے جس میں اس ظہور کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس نزول سے ذاتِ اَلْآنَ کَمَا کَانَ میں کوئی تغیر نہیں واقع ہوتا۔ تم جس وقت اپنے چہرہ کو کسی آئینہ کے سامنے لاتے ہو تو تمہارا چہرہ تصوف کی اصطلاح میں اُس آئینہ میں "نزول" کرتا ہے۔ اُس "نزول" سے تمہارا چہرہ اپنے ٹھکانے سے نہ کھسکتا ہے نہ اُس میں کسی قسم کا تغیر واقع ہوتا ہے۔ بلکہ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہتا ہے۔ آئینہ پر اگر نجاست ڈال دی جائے تو تمہارے اصلی چہرہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آئینہ کو توڑ دیا جائے تو تمہارا اصلی چہرہ متغیر نہیں ہوتا۔ آئینہ کا اور آئینہ میں چہرہ کا تم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ گو آئینہ میں کی صورت اپنے وجود اور اپنے قیام کے لئے کلیتہً تمہاری اور صرف تمہاری ہی محتاج ہے۔ تمہارا چہرہ اپنی جگہ بھی آزادی سے قائم ہے اور آئینہ میں بھی مقید ہے۔ آئینہ والا چہرہ تمہارے چہرہ کا ایک لحاظ سے نہ عین ہے نہ غیر اور دوسرے لحاظ سے عین بھی ہے اور غیر بھی۔ دونوں میں غیریت ہوتی تو تمہارے چہرہ کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد آئینہ والے چہرہ میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ وہ بدستور قائم رہتا لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ دونوں میں عینیت ہوتی تو آئینہ کے ٹوٹنے اور اس میں سے تمہاری صورت کے مفقود ہو جانے کا اثر تمہارے چہرہ پر بھی پڑتا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوتا۔ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ جب تک تمہارا چہرہ موجود ہے آئینہ میں بھی وہ رونما ہے اور اگر تمہارا چہرہ ہی سامنے سے ہٹ جائے تو پھر آئینہ میں میدان صاف ہے گویا آئینہ کے اندر کا چہرہ تمہارا ہی چہرہ ہے تو اس لحاظ سے دونوں میں عینیت ہے۔ اور اگر یہ بات دیکھی جائے کہ کجا یہ کجا وہ۔ یہ اصل وہ عکس۔ یہ زندہ وہ مردہ۔ یہ مستغنی وہ محتاج۔ یہ اپنے طور پر قائم وہ اس کے سہارے قائم۔ تو اس لحاظ سے ان دونوں میں غیریت ہے۔

آئینۂ کائنات میں وجود نے مرتبہ ورائے تعین سے پہلا تنزل اطلاق میں فرمایا اور اس اطلاق کی نشان دہی وحدت سے فرمائی۔ ذات میں صفات مخفی تھے۔ وحدت میں ذات مخفی ہوئی اور صفات نے ظہورِ اجمالی حاصل

Marfat.com

کیا۔ یعنی وحدت میں ظہور و بطون دونوں شامل ہیں۔ احدیت بطون ہے۔ واحدیت ظہور ہے۔ اور وحدت دونوں کے درمیان برزخ جامع و فاصل ہے۔ احدیت سے ذات کی جانب اشارہ ہے۔ اور واحدیت سے صفات کے ظہور علمی اجمالی کی جانب۔ اور تعینِ اوّل یا تنزلِ اوّل یا تجلّیِ اوّل میں احدیت وحدت اور واحدیت ان تینوں کی شمولیت ہے مطلوب اس تجلّی سے تمیزِ اجمالی ہے۔ یہاں از رُوئے علم کے کمالِ ذاتی کا بھی ظہور ہے اور اجمالاً کمالِ اسمائی کا بھی۔

تعینِ ثانی کی ضرورت | تجلّیِ اجمالی کمالاتِ اسمائی کے اظہارِ تامّہ کے لئے کافی نہ تھی۔ ضرورت تھی کہ پہلے اسماء کی نسبتیں حقائقِ عالم و آدم کے ساتھ کلّی طور پر ذہناً اور علماً معلوم ہوں۔ پھر اسماء و صفات کا ظہور اُن کے آثار و مظاہر میں بالتفصیل آنکھوں کے سامنے خارجی صُورتوں میں نمایاں ہو۔ کیونکہ تمیزِ حقائق اور اسماء کا آپس میں ایک دُوسرے سے امتیاز، اور کمالاتِ جزوی و تفصیلی کا فرداً فرداً اظہار، اور باعتبارِ ظہور کے مظاہر پر غیریت کا حکم، جب تک ان جملہ امور کی تفصیل ہاتھ نہ آئے ذات و اسماء و صفات کا تفصیلی ظہور ناممکن ہے۔ چنانچہ تجلّیِ تفصیلی کے لئے تجلّیِ ثانی کی ضرورت پیش آئی۔

تجلّیِ اوّل کے اجمال کی تفصیل تجلّیِ ثانی میں اس طرح واقع ہُوئی کہ پہلے اسماء و صفات کے آثار مفصّل طور پر اجزائے عالم میں ظاہر ہوئے۔ پھر ان تفاصیل کا اجمال آدم میں ہُوا۔ اس تفصیل اور اجمال بعد التفصیل سے تجلّیِ ثانی تکمیل کو پہونچی اور کمالِ ذاتی کا ظہور پُوری آن بان کے ساتھ ذہناً اور خارجاً حاصل ہُوا۔

تعینِ ثانی کی تشریح تفصیلی | جو کچھ تعینِ اوّل میں تھا وہی تعینِ ثانی میں ہے۔ صرف اجمال و تفصیل اور بطون و ظہور کا فرق ہے۔ کلّیہ ہے کہ ہر اجمال میں تفصیل پوشیدہ ہے۔ انسان اپنی قوت سے اپنے اندر کی سانس کو باہر نکالتا ہے تو جو کچھ اُس کے اندر ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ اندر سانس مخفی تھی۔ باہر آکر ظاہر ہوئی اندر وہ اجمال کے صندوق میں گھٹی ہُوئی بند تھی۔ باہر آکر اُس نے انبساط و انتشار و تفصیل کا پھیلاؤ اختیار کیا۔ اسی طرح تعینِ اوّل نے جب سانس کا اخراج کیا تو تعینِ ثانی نے یہ صُورت پکڑی۔ اسی بنا پر تعینِ ثانی کو تجلّیِ نفسی اور تجلّیِ ظہوری اور نفسِ رحمانی اور ظہور النفس وغیرہ اسماء سے بھی موسُوم کرتے ہیں چونکہ یہ تجلّیِ نفسی ہے جس میں متنفس ہی کے اندر کی چیز باہر آتی ہے اور پھیلاؤ اختیار کر لیتی ہے لامحالہ یہ تجلّی بھی تجلّیِ اوّل ہی کی صُورت پر ایک دائرے کی شکل میں واقع ہوئی جو دو قوس اور ایک برزخ پر مشتمل ہے۔ تجلّیِ اوّل میں احدیت واحدیت اور برزخ ہے۔ تجلّیِ ثانی میں وحدت کثرت اور

Marfat.com

برزخ ہے وہاں کی احدیت کے مقابلہ میں یہاں وحدت ہے۔ واحدیت کے مقابلہ میں کثرت ہے۔ اور برزخ کے مقابلہ میں برزخ ہے۔ وہ برزخ حقیقت محمدیہ ہے۔ اور یہ برزخ حقیقتِ آدم جسے حقیقتِ انسانی بھی کہتے ہیں۔ دائرہ تعینِ ثانی کا نقشہ اجمالی یہ ہے :-

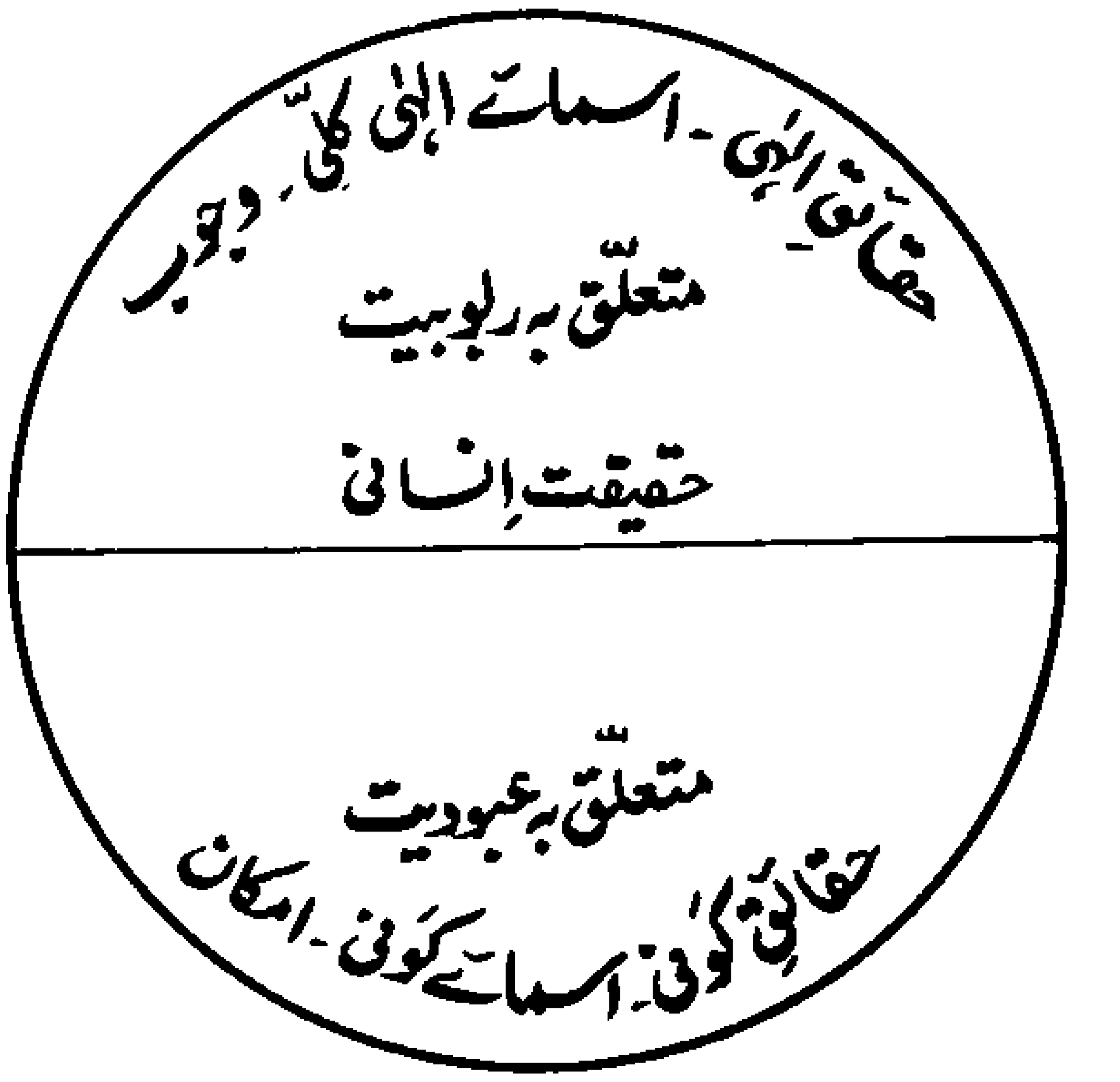

آسانی کے خیال سے یہاں صرف ایک سادہ سا خاکہ دے دیا گیا ہے۔ ورنہ تعینِ ثانی کی کسی قدر تفصیلی شکل تو نقشہ مراتبِ وجود میں آچکی ہے۔

ظاہر و باطن اوّل و آخر

اس تعین میں غیبِ ہویت یعنی مرتبہ ذات سے باطنِ متنفس ظہور میں آیا۔ اور جو کچھ باطن تھا ظاہر ہوا۔ باطن میں تمیز نہ تھا۔ ظہور ہوا تو لفظ ظاہر و باطن پیدا ہوئے۔ نفس باعتبارِ باطن اوّل تھا۔ باعتبارِ ظاہر آخر ہوا اطلاق اور تجلیِ اوّل میں جو شیوناتِ ذاتیہ مخفی تھے انھوں نے تجلیِ ثانی میں آکر پہلے حقائقِ الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کا امتیاز حاصل کیا۔ بعد ازاں انسان میں پہنچ کر حقائقِ الٰہیہ و کونیہ کی جامعیت کو پھر دکھلا دیا۔ عالمِ تفصیل کے جزئیات میں سے ہر جزو اسباب و مسببات کے با ترتیب سلسلہ پر سے گزرتا ہوا اسبابِ اسمائی پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ یہ اسبابِ اسمائی بلحاظ اپنے مخفی ہونے کے نفس سے مشابہ ہیں۔ حقائقِ کونیہ اور حقائقِ انسانی کا بھی یہی حال ہے کہ اسباب و مسببات کے سلسلہ پر سے ترتیب وار گزرتے ہوئے اسبابِ اسمائیہ پر منتہی ہوتے ہیں اور احدیت میں جا کر مخفی ہو جاتے ہیں۔ وہاں ذات میں اسماء و صفات مخفی ہیں یہاں اسماء و صفات میں ذات مخفی ہے۔

Marfat.com

وحدۃ الوجود | ایک ہی وجود ہے جو بطون سے ظہور میں آیا اور آئینہ ہائے کثرت میں نمایاں ہُوا اس ظہور و بطون میں نہ کل وجزو کا تعلق ہے نہ ظرف و مظروف کا۔ بلکہ وہ تعلق ہے جو چہرہ کو آئینہ میں کے عکس کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ دونوں مقابل ہوں۔ اصل چہرہ باطن ہے اور آئینہ میں اُس کا ظہور ظاہر ہے۔ اسی بناء پر تعیّنِ ثانی کو کثرتِ ظاہرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کثرت قاطعِ وحدت نہیں۔ کثرتِ مظاہر سے مُظہر کا تکثّر ثابت نہیں ہوتا۔ وحدۃ الوجود حقیقتاً وجود الکل ہے۔ مجموعۂ وجوداتِ الاشیا امرِ واحد ہے۔ ظہورِ حق کُل میں ہے هُوَ الْکُلْ۔ اور یہ کُل مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بھی وحدۃ المجموع ہے۔ اس مجموع میں ماسوئے وغیرہ شامل ہیں۔ ماسوئے سے اِشارہ عالمِ حادث کی جانب ہے۔ اور غیرہ سے اِشارہ اسماء وصفات کی جانب ہے۔ جو نہ غیر ہے نہ عین۔

عالمِ حادث | عالمِ حادث کے دو اقسام ہیں:- (۱) لطیف و (۲) کثیف

عالمِ لطیف باطن ہے۔ یہ مجرّدات کا عالم ہے جو مادّہ نہیں رکھتا۔ مثلاً عالمِ ارواح یعنی نفوسِ ناطقۂ بشریہ خواہ بدن سے متعلّق ہوں یا نہ ہوں۔ اور عقول یعنی ملائکہ کرّوبین۔ اور نفوس یعنی ملائکہ سماویہ وغیرہ۔

عالمِ کثیف ظاہر ہے۔ یہ عالمِ اجساد ہے اور مادّی ہے اور ظاہرِ عرش سے مرکزِ خاک تک پھیلا ہُوا ہے۔

یہ دونوں یعنی عالمِ لطیف و کثیف باعتبارِ حقیقت و ماہیت کے (نہ کہ باعتبارِ وجودِ خارجی اور اسمائے کونی کے) کلّیات عالمِ ارواح و اجساد ہیں اور دائرۂ تعیّنِ ثانی میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ یہی تجلّی نفسِ رحمانی ہے اور تفصیل ہے مفرداتِ عالمِ ارواح و اجسام کی جس کا انتہائی نقطہ انسان ہے جو کہ جامع ہے کل حقائقِ الٰہی اور کونی کا حتّٰی کہ برزخِ وحدت تک کو اپنے میں لئے ہُوئے ہے چنانچہ دائرۂ دوم جمیع عوالمِ لطیف و کثیف پر محیط ہے۔ اور جُملہ عوالم اس میں ثابت ہیں۔ یہی کمالِ ظہور ہے۔ قرآن میں رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ سے اسی انبساطِ نفس کی جانب اِشارہ ہے۔ اور کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ سے اشارہ ہے طرف ثبوتِ عوالم کے ساتھ اپنے حقائق کے۔ اور اشارہ ہے طرف دائرۂ ثانی کی جمعیت کے۔ رَقّ وہ چیز ہے جس پر لکھتے ہیں۔ نفسِ رحمانی بمنزلہ کاغذ منبسط کے ہے۔ اور حقائقِ عالم بمنزلہ کتابِ مسطور کے۔ چنانچہ عرش و کرسی و پُل صراط و میزان و جنّت و نار و زمین و آسمان وغیرہ یعنی سب ہی کچھ اس دائرہ میں داخل ہے۔ گو اس مضمون اور اس کے نقشوں اور دائروں میں فروعات مثل پُل صراط و میزان وغیرہ کو بتلایا نہیں گیا۔ صرف کلّیات ہی کو بتلایا گیا ہے ورنہ یوں تو بے شمار دوائر ہیں جو ایک دُوسرے کے تحت میں سلسلہ وار چلے گئے ہیں۔ ہر اُوپر کا دائرہ نیچے کے دائرہ پر محیط ہے اور اسی طرح فرو

Marfat.com

در فروع تسلسل لامتناہی چلا گیا ہے۔

تشریحِ اصطلاحات اس تعیّن کی مزید تفہیم کے لئے ضرورت ہے کہ جن اصطلاحات سے اُس کی جانب اِشارہ کیا جاتا ہے، اُن کے ذریعہ سے بھی اس دائرہ کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ذیل میں پہلے صرف اُن اصطلاحات سے بحث کی جاتی ہے جن کا اطلاق پُورے دائرہ پر بہیئتِ مجموعی ہوتا ہے۔ اس کے بعد دونوں قوسین کا علیٰحدہ علیٰحدہ ذکر کیا جائے گا۔ پھر ان قوسین کی درمیانی برزخ کی تشریح ہوگی۔

جن اصطلاحات سے تعیّنِ ثانی کے پُورے دائرے کی جانب اِشارہ مقصود ہوتا ہے۔ وہ علی العموم یہ ہیں۔

تعیّنِ ثانی :۔ مراتبِ وجود میں اس کا مرتبہ بعد تعیّنِ اوّل کے ہے۔ ذات کا تقیّد یہاں اسمار میں ہُوا۔

تجلّیِ ثانی :۔ بلحاظ ظہور کے یہ دُوسری تجلّی ہے اور تفصیل ہے تجلّیِ اوّل کی۔ ذات کا ظہور یہاں اسمار کے ساتھ ہُوا۔

حضرت الاسمار والصّفات :۔ یہ مرتبہ شامل ہے اسمار وصفات اور ان تمام چیزوں پر جو ان سے منسوب ہیں از حقائقِ کونیہ و انسانیہ۔

حضرتِ الوہیت :۔ اسمِ الوہیّت اللّٰہ ہے جو شامل ہے جملہ اسمار ذات وصفات و افعال پر بلحاظ اس کے کہ اس مرتبہ کا تعلق جُملہ اسمار وصفات سے ہے اسے حضرتِ الوہیت کہتے ہیں۔

احدیّت الکثرت :۔ بہ لحاظ اس کے کہ احدیت کا ظہور یہاں کثرت میں ہُوا۔

معدن الکثرت :۔ اس تعیّن میں کثرت ہے چونکہ اس تعیّن کا منشا ہی کثرت ہے۔ اسے منشار کثرت بھی کہتے ہیں۔ بلحاظ اس کے کہ یہ دائرہ درمیان حقائقِ اشیار کے واقع ہُوا ہے اور اس میں کثرت اور وجوداتِ خارجیہ کی قابلیت ہے اسے قابلیّۃ الکثرت بھی کہتے ہیں۔ بہ لحاظ اس کے کہ حقائق عالم یہاں آکر عالمِ ظہور کی قابلیّت اختیار کر لیتے ہیں اس مرتبہ کو قابلیّۃِ ظہور بھی کہتے ہیں۔

منشار السویٰ :۔ وجودِ حق یہاں صورِ ممکنات میں غیر ناموں کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اسی بنا پر اس عالم کو ماسوٰے کہتے ہیں۔ اس کا نام عالم بعد ظہور کے ہُوا نہ کہ قبل ظہور کے۔

حضرت الجمع الوجود :۔ جامعیتِ وحدت ہی کی یہ جہتِ ظہور ہے۔ وہی ذات واحد ہے۔ جو وحدت میں جہتِ بطون میں تھی۔ اور یہاں آکر اسمار وصفات کی حیثیت سے پہچانی گئی۔

Marfat.com

فلک الحیواۃ :۔ حیاتِ عالم کا مدار اسی مرتبہ پر موقوف ہے۔ یہ مرتبہ متضمّن ہے حقائقِ عالمِ ارواح و اجسام پر یا بالفاظِ دیگر کرسی پر۔ اور کرسی ہی پر مدارِ حیاتِ عالم ہے۔ کیونکہ تاثیرات اسی پر موقوف ہیں۔

عالمِ جبروت :۔ عالمِ صفات ہے جس پر غیریت اور اسمِ سوائیہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یعنی یہ عالم نہ عین ہے نہ غیر، برعکس عالمِ حادث کے جس پر غیریت اور اسمِ سوائیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ جبروت اسے اس لئے کہتے ہیں کہ اعیانِ ثابتہ نے یہاں جبرِ وجود اختیار کیا۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکسارِ عدمیت نے یہاں اسماء و صفاتِ الٰہیہ اور تجبّرِ اعیانِ ثابتہ کے غلبہ سے فیضانِ وجود قبول کیا۔

وجودِ اضافی :۔ یہ اس لئے ہے کہ موجودات سے اسے نسبتِ تحقّق فی الخارج ہے۔ اس مرتبہ میں وجود کو اضافت ہوئی طرف کائنات کے۔ بلحاظ حدوث کے اس کا نام کائنات ہے اور باعتبار ظہورِ وجود کے اسے موجودات کہتے ہیں۔

نفسِ رحمانی :۔ تعیّنِ اوّل سے تعیّنِ ثانی بطور انبساطِ نفس کے حاصل ہوا۔ اور جو کچھ باطن تھا وہی ظاہر ہوا جیساکہ بالتفصیل اوپر بیان ہو چکا ہے۔

عماء :۔ نفسِ رحمانی جو مثل سانس کے باہر کی جانب پراگندہ کیا گیا ہے۔ اور جو تعیّن و تجلّیِ ثانی ہے مثل اس ابرِ رقیق کے ہے جو قرصِ آفتاب کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔ آفتابِ وجودِ حقیقی کو عماء نے ظہور سے مخفی رکھا اور مرتبہ کون میں لاکر تو اتنا مخفی کر دیا کہ ظاہر کو اپنے باطن کی خبر ہی نہ رہی۔

ب :۔ حروفِ تہجّی اور حسابِ ابجد میں جس طرح ب حرفِ ثانی ہے اور سبب بنا واسطے دیگر حروف کے اسی طرح تعیّنِ ثانی بھی ثانی مرتبہ وجود ہے، اور سبب بنا واسطے ظہورِ تفصیلی کے۔ چنانچہ ب کے معنی اہلِ اسرار کے نزدیک سبب کے ہیں۔ اس حرف سے اشارہ کیا جاتا ہے طرف ثانی مرتبہ وجود اور موجوداتِ خارجیہ کے۔

منتہی العابدین :۔ سے اشارہ ہے طرف مرتبۂ الوہیت کے جو کہ جملہ عبادات کی انتہا ہے و نیز عابدین تعیّنِ حقیقتِ انسانیہ کے محل سے تجاوز نہیں کر سکتے۔

منتہی العالمین :۔ یہ مرتبہ اس بنا پر ہے کہ جملہ عوالم ظہور میں یہاں اپنی انتہا کو پہنچے۔

قوسین کی تشریح | جن دو قوسوں سے دائرۂ تعیّنِ ثانی مرکّب ہے ان میں سے ایک قوس حقائقِ الٰہیہ سے متعلق ہے اور دوسری حقائقِ کونیہ سے۔ ایک وجوب سے متعلق ہے اور دوسری امکان سے۔ ایک مخصوص ہے ربوبیت کے ساتھ اور دوسری مخصوص ہے عبودیت کے ساتھ ایک تعیّنِ بالا کی احدیت کے مقابل ہے اور دوسری تعیّنِ بالا کی واحدیت کے

Marfat.com

مقابل ہے۔ جو قوس احدیت کے مقابل ہے اُسے قوسِ ظاہر الوجود کہتے ہیں۔ کیونکہ ذاتِ احدیت یہاں اسماء و صفات میں ظاہر ہوئی۔ اور جو قوس واحدیت کے مقابل ہے اُسے قوسِ ظاہر العلم کہتے ہیں کیونکہ اسماء و صفات کا علم جو وہاں اجمال میں معقول تھا یہاں آثارِ کثرت میں بالتفصیل ظاہر ہُوا۔ قوسِ ظاہر الوجود میں حقائقِ الٰہی کا اظہار اسمائے الٰہی کلّی سے ہُوا جن سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور قوسِ ظاہر العلم میں حقائقِ کونی کا اظہار اسمائے کونی سے ہُوا جن سے مراد وہ معنی اور استعدادات خاص ہیں جن کا قیام خلق کے ساتھ ہے۔ اسمائے الٰہی کلّی اٹھائیس (۲۸) ہیں۔ ان کے تحت میں اسمائے کونی بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں جن کی پرورش اسمائے الٰہی سے ہوتی ہے۔ حروفِ ملفوظی بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں۔ اور منازلِ قمر بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں۔ یہ سب علی الترتیب ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور ایک دوسرے سے پرورش پاتے ہیں۔ ہر ماتحت اپنے مافوق کے زیرِ اثر ہے۔ ہر مُربّی اپنے مربوب پر محیط ہے۔ ہر اسمِ الٰہی مُربّی ہے اپنے مقابل کے اسمِ کونی کا اور حروف کا اور منازل کا۔ جملہ اسمائے الٰہی بوجہ کسی نہ کسی کے مُربّی ہونے کے ارباب ہیں۔ ارباب کا ظہور مربوب سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسمائے الٰہیّہ کی معرفت کا انحصار مربوبات کی معرفت پر ہے۔ ان ارباب و مربوبات کی وضاحت کے لئے ذیل میں ایک نقشہ درج کیا جاتا ہے۔ اس نقشہ میں اسماء الٰہی اُس قوس میں شامل متصوّر کئے جائیں جو احدیّت کے مقابل ہے۔ اور اسماء کونی اس قوس میں جو واحدیّت کے مقابل ہے۔

Marfat.com

نقشہ ارباب و مربوبات

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
(۱)	بدیع	عقلِ کل	الف	شَرَطَین	یہ استعداد خاص حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اصل ہے قابلیات و استعداداتِ ابداعیہ کی متوجہ ہوئی اور مربی بنی عقلِ اوّل کی جو مسمّیٰ ہے قلم سے اور مظہر ہے ابداع کی۔ کیونکہ قلم نے وجود پایا کُن سے بلا سبقت مادّہ و زمان و مثال۔ اسمِ بدیع حروفِ الف کی ایجاد پر بھی متوجہ ہوا جس سے کہ جُملہ حروف بنے و نیز متوجہ ہوا منزلِ شرطین کی ایجاد پر جو جُملہ منازلِ قمر میں اوّل ہے۔
(۲)	باعث	نفسِ کل	ھ	بُطَین	باعث اصل ہے قابلیاتِ باعثہ کی۔ عقل کا اجسام پر تصرّف نفس کے توسّط سے ہوتا ہے۔ عقلِ اوّل نے امرِ الٰہی یعنی کُن سے وجود پایا۔ اور نفسِ کل جسے لوحِ محفوظ بھی کہتے ہیں اوّل موجود ہے جس نے عقلِ کل کی وساطت سے وجود پایا۔
(۳)	باطن	طبیعتِ کل	عینِ مہملہ	ثریّا	اصل ہے قابلیاتِ طبائع کی۔ اشیاء اس میں مخفی ہیں۔ اُن کا ظہور نفسِ رحمانی سے ہوا۔

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
(۴)	آخر	ھبا	حائے مہملہ	مہر یا دبران	جوہر ھبا ہیولے ہے جسم کا اور ظہورِ وجود کے آخری مراتب سے ہے۔ وجود اس مرتبہ میں غایتِ حسن میں ہے کیونکہ کمالِ لطافت نے کمالِ کثافت میں تنزّل پایا۔ عالمِ مرکبات کی صورِ اجسامِ خلقی اس میں ظاہر ہوتی ہیں۔
	ظاہر	شکلِ کل	غینِ معجمہ	ھقعہ	شکلِ کل پر ہیولے کا ظہور موقوف ہے۔ شکل و صورت کے بغیر ہیولے ظاہر نہیں ہوسکتا۔ شکل ایک قید ہے اور متشکّل وہ ہے جو اپنے آپ کو کسی شکلِ ظاہر میں مقیّد کرے۔ جو کچھ عالمِ تفاصیل میں ظاہر ہے حضرتِ الٰہی کی صورتِ مقیّدہ ہے بشرطِ شے یہ صورت نہ ہوتی تو صورتِ الٰہی ظاہر نہ ہوتی۔ شکلِ کل شامل ہے جملہ صور و اشکال پر مثل فلکِ اطلس کے جو شامل ہے ہر اُس چیز پر جو فلک و کواکب و منازل میں ہے۔
(۶)	حکیم	جسمِ کل	خائے معجمہ	ھنعہ	طبائعِ مختلفہ کا اجتماع حکمت سے ہوا۔ جسمِ کل پہلی صورت ہے طبیعت کی جس میں طبیعتیں اپنا حکم ظاہر کرتی ہیں۔ چنانچہ جسمِ کل حرارت و رطوبت و برودت و یبوست کو قبول کرتا ہے۔ حق تعالیٰ جملہ عالم کی صورتیں مختلف استعدادات پر اُس میں ظاہر فرماتا ہے۔

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الہٰی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
(۷)	محیط	عرش	قاف	ذراع	عرش تمام اجسام کو گھیرے ہوئے ہے۔ احاطہ کرنے اور مدوّر ہونے کی حیثیت سے عرشِ اعظم اجسام میں سے ہے۔
(۸)	شکور	کرسی	کاف	نثرہ	مبدأ ہے تفاصیلِ اوامر و نواہیِ شرعی کا اور باعث ہے کلماتِ موجباتِ شکر کا۔
(۹)	غنیّ	فلک الاطلس فلک البروج	جیم	طرفہ	اسمِ غنی کو غنی الدہر بھی کہتے ہیں کیونکہ اسے اسمِ دہر سے استعانت حاصل ہے۔ فلکِ اطلس کے نزدیک ہی فلکِ بروج ہے۔ فلکِ اطلس کواکب سے غنی ہے۔
(۱۰)	مقتدر	فلک المنازل	شین	جبہۃ الاسد	عالمِ عناصر میں یہ منازل اسباب ہیں برائے کون و فساد۔ یہ فلک جہنم کی چھت ہے اور جنّت کا فرش۔
(۱۱)	ربّ	فلکِ زحل	ی	سرطان یا زُبرہ	آسمانِ اوّل کا کوکب زحل ہے جو جُملہ کواکب سے بالاتر ہے۔ یومِ شنبہ سے متعلّق ہے۔ امراء و کبراء کا طالع ہے۔ بیتِ معمور اور سدرۃ المنتہیٰ کا مقام ہے۔ ابراہیم علیہ السّلام یہاں متمکّن ہیں بیت المعمور اس آسمان میں ٹھیک خانۂ کعبہ کے اُوپر ہے۔ اس میں دو دروازے ہیں ایک شرقی دُوسرا غربی۔ دروازۂ شرقی بابِ ظہورِ انوار ہے جس سے روزانہ ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ دروازۂ غربی بابِ سترِ انوار ہے جس سے وہ فرشتے غائب ہو جاتے ہیں اور قیامت

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
					تک پھر دوبارہ عود نہیں کرتے۔ سدرۃ المنتہیٰ بھی اسی آسمان میں ہے جو زبانِ متشابہات میں ایک درخت ہے جس کے پتے مثل ہاتھی کے کان کے اور پھل مثل مٹکوں کے ہوتے ہیں۔ اہلِ سعادت اس کا میوہ کھاتے ہیں جس سے غل وغش اُن کے سینوں سے دُور ہو جاتا ہے۔ اس کے پتوں پر لکھا ہُوا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ۔ بنی آدم کے اعمال یہاں منتہی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ یعنی شجرۃ منتہیٰ رکھا گیا ہے۔ اس درخت کے نیچے جبرائیل علیہ السّلام کا ٹھکانہ ہے۔ اس شجرۃ پر لکھا ہُوا ہے۔ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر
(۱۲)	علیم	فلکِ مشتری	ضادِ معجمہ	صرفہ	دُوسرے آسمان کا کوکب مشتری ہے دن اس کا پنجشنبہ ہے وحیِ الٰہی القاء الہام اور علماء کے قلوب کو علم ورفاقت و مکارمِ اخلاق سے زندہ کرنا اس اسم اور اس آسمان سے متعلّق ہے۔ رزق پہنچانا اور بیماروں کو تندرُست کرنا بھی یہیں سے متعلّق ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام یہاں متمکّن ہیں۔ اور میکائیل علیہ السّلام یہاں کے موکّل ہیں۔

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
(۱۳)	قاہر	فلکِ مریخ	ل	عواء	تیسرے آسمان کا کوکب مریخ ہے۔ دن اس کا سہ شنبہ ہارون علیہ السّلام اور یحییٰ علیہ السّلام یہاں مقیم ہیں یہ آسمان عظمتِ الٰہی اور انتقام کا مظہر ہے۔ بعید کو قریب اور ناپید کو پیدا کرنا۔ ایمان کو دل میں راسخ کر کفّار کو عالمِ اسرار سے دفع کرنا اور انتقام و توبیخ و قبض ارواح یہاں کے ملائک کی عبادت ہے۔ عزرائیل علیہ السّلام یہاں کے حاکم ہیں۔ اُن کی رُوحانیت وہی قوت ہے جو اہلِ سیف اور بدلہ لینے والوں کی معین و مددگا ہے وہ اُس کے مؤکّل ہیں جس کی مدد کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔
(۱۴)	نُور	فلکِ شمس	نون	سماک اعزل	چوتھے آسمان کا کوکب شمس ہے جو از روئے نو کے اتم ہے اور عالم کو منوّر کرتا ہے۔ یہ آسمان تمام آسما کا قطب ہے۔ قطبِ عالم ہے۔ قطبِ سمٰوات ہے او اللہ تعالیٰ نے اُسے مکانِ علیا کہہ کے پکارا ہے۔ اد و عیسیٰ و سلیمان و داؤد و جرجیس علیہم السّلام او اکثر انبیاء و اہلِ تمکین یہاں متمکن ہیں۔ مقاماتِ محمدیہ سے یہ ایک مقام ہے۔ دن اس کا یک شنبہ ہے۔ او مؤکّل یہاں کے اسرافیل علیہ السّلام ہیں۔ انوار و اسر الٰہی کا یہ جائے نزول ہے۔ پستی و بلندی اور قبض

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروف ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
					بسط اور سدرۃ المنتہٰی سے تحت الثریٰ تک جملہ امور میں یہیں کے فرشتوں کا تصرف ہے۔
(۱۵)	مصوّر	فلکِ زہرہ	راءِ مہملہ	غفرہ	پانچویں آسمان کا کوکب زہرہ ہے۔ دن اس کا جمعہ ہے۔ عالمِ مثال کا محل اور یوسف علیہ السّلام کا مقام ہے مؤکّل یہاں کے صورائیل ہیں اس کے ملائکہ پکارنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ ارحامِ مادر میں تصویرِ اولاد کھینچتے ہیں۔ وحی اور تعلیم وتربیتِ اطفال اور غمگین دِلوں کے لئے تسلّی وتشفّی وتفریح و اُلفت ومحبّت کا پیدا کرنا اور دلِ عشّاق میں محبّت کی آگ دہکانا اور اُن دلوں میں معشوقوں کی صُورت کا تحفّظ ونیز پیام رسانی کی خدمت اور اہلِ تمکین کے احکام کی تعمیل ان ملائکہ کے سپُرد ہے۔
(۱۶)	محصی	فلکِ عطارد	طاءِ مہملہ	زبانا	چھٹے آسمان کا کوکب عطارد ہے جو کاتبِ آسمان ہے دن اُس کا چہارشنبہ ہے۔ نوح علیہ السّلام کا مسکن ہے۔ مؤکّل یہاں کے نوحائیل ہیں۔ حسابِ کتاب۔ نزولِ علم۔ انوارِ الٰہی کی جانب رہنمائی۔ اور رُوحانی صُورتوں کو جسمانی قالب میں اُتارنا اس آسمان سے متعلق ہے۔
(۱۷)	مبین	فلکِ قمر	دالِ مہملہ	اکلیل	ساتویں آسمان یعنی آسمانِ دنیا کا کوکب قمر ہے دن

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروفِ ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
					اس کا دو شنبہ ہے۔ آدم علیہ السلام کا مسکن ہے۔ اسمٰعیل یہاں کے مؤکل ہیں۔ زمین سے اس آسمان کو وہ نسبت ہے جو جسم سے رُوح کو ہے۔ زمین کی تدبیر کا یہ متولی ہے زمانوں کے مقادیر کے متعلق بصیرت اس کے توسّل سے حاصل ہوتی ہے۔
(۱۸)	قابض	کرۂ اثیر	تاءِ منقوطہ	قلب	یعنی کرّۂ اثیر اور وہ سب کچھ جو کہ اس میں ہے ہیوت کا افادہ اس کرہ سے متعلق ہے۔
(۱۹)	حیّ	کرۂ ھوا	زاءِ معجمہ	شولہ	یعنی کرّۂ ہوا اور جو کچھ اس میں ہے از سحاب و ریاح و بخارات۔ یہ کرّہ بقائے حیوانی کا سرمایہ ہے۔ ملک الرّعد کی تخلیق ہوا کے ذریعے ہُوئی۔
(۲۰)	محیی	کرۂ آب	سینِ مہملہ	نعائم	اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۤءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور کیا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ (الانبیاءؑ)
(۲۱)	ممیت	کرۂ ارض	صادِ مہملہ	بلعہ	اسے کرّۂ تراب بھی کہتے ہیں۔ یہ مرجع ہے اموات کا اور اکثر حیوانات کو اُس میں عیش نہیں۔
(۲۲)	عزیز	معدنیات	ظائے معجمۃ	سعد الذابح	جو اشیاء کہ عوام کے نزدیک بیش قیمت ہیں یہاں پائی جاتی ہیں۔
(۲۳)	رزّاق	نباتات	ثاءِ مثلثہ	سعد طبع	نباتات میں رزق ہے حیوانات کے لئے جبکہ اسم رزّاق

Marfat.com

نمبر شمار	اسمائے الٰہی (ارباب)	اسمائے کونی (مربوبات)	حروف ملفوظی	منازلِ قمر	تفصیل
					کے تحت میں ہر قسم کا رزق اور بذریعہ رزق کے ہر نوع کی پرورش کا سامان مہیا فرمایا جاتا ہے اور جملہ نباتات اسی اسم کی تجلی ہیں تو لازمی طور پر ہر قسم کا رزق حسی ہو خواہ معنوی. محسوس ہو خواہ معقول نباتات سے فراہم ہوسکتا ہے چنانچہ جڑی بوٹیوں میں بھی خدا نے بڑی قدرت رکھی ہے۔
(۲۴)	مذلّ	حیوانات	ذالِ معجمہ	سعد السعود	حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کیلئے انسان کے سامنے ذلیل کیا ہے۔ درندے بھی حیوانات میں شامل ہیں. اور اسمِ مذلّ کی تسخیر کے تحت میں ہیں۔
(۲۵)	قوی	ملائکہ	فا	سعد الاخبیہ	فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے قوی بنایا ہے۔
(۲۶)	لطیف	جنات	باءِ موحّدہ	والی	جنّات اجسام لطیف رکھتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔
(۲۷)	جامع	انسان	میم	مؤخّر	انسان اسرارِ اسماءِ الٰہیہ وحقائقِ کونیہ کا جامع ہے، اور روحِ عالم ہے۔
(۲۸)	رفیع الدرجات	مرتبۂ جامعہ	واو	رِشاء	اس جامعیت سے اشارہ ہے طرف حقیقتِ محمدیہ کے جو کہ حقیقتِ انسانیہ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اسرارِ حروف اوپر کے نقشہ سے واضح ہے کہ اٹھائیس ۲۸ اسمائے الٰہی کلی کے تحت میں اٹھائیس ۲۸ اسمائے کونی علی ترتیب وجود ہا اور اٹھائیس ۲۸ حروفِ ملفوظی علی ترتیبِ مخارجہا (یعنی حلق و زبان ولب) کو ترتیبِ اظہار وجود میں جگہ دی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان حروف کے تحت میں بھی اسرارِ الٰہی مخفی ہیں. اور ہر حرف کا سرّ عالمِ علوی میں موجود ہے۔

Marfat.com

حروف کی ذوات و حقائق ملائکہ روحانی ہیں۔ اسمائے الٰہی بھی ملفوظی اور مکتوبی اعتبار سے انھیں حروف کا مجموعہ ہیں۔ اس لئے اسمائے الٰہی کی روحانیات بھی فرشتے ہیں۔ جو اپنے اپنے اسماء کے محافظ و مؤکل ہیں۔ اور جن سے یہ اسماء قائم رہتے ہیں۔ بمثل دیگر روحانیات کے۔ ان روحانیات کی بھی صورتیں نفسِ انسانی میں اپنی منزل رکھتی ہیں۔ اور حروف کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ تکلم میں یہ صورتیں مخارج ہوتی ہیں اور تحریر میں خطوط۔ ان روحانیات کا عالمِ ارواح میں ایک ایک نام ہوتا ہے جو اپنے اپنے حروف کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔ مثلاً ملک العین، ملک القاف، ملک الہاء وغیرہ۔ یہ ملائک ان حروف کی ارواح ہیں۔ اور یہ حروف اُن ملائک کے اجساد۔ یہ اجساد ملفوظی بھی ہوتے ہیں اور مکتوبی بھی۔ یہ حروف اپنی ارواح کے ذریعہ سے تاثیر کرتے ہیں نہ کہ اپنے اجسام سے۔ ہر حرف کے لئے تسبیح و تمجید و تہلیل ہے جو اُس کے لئے مخصوص ہے۔ یہ روحانیات اپنے حروف سے کبھی مفارقت نہیں اختیار کرتیں۔ ان حروف کی مثال کواکب کی سی ہے جو ارواحِ ملکیہ رکھتے ہیں۔ یہ ارواح اُن کواکب کی تدبیر کرتی ہیں جس طرح کہ نفوسِ ناطقہ ابدان کی تدبیر میں رہتی ہیں۔ جیسے کہ کواکب کی تاثیر ان کی روحانیات سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ان حروف کی تاثیر بھی ان کی روحانیات ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔

موجودات کا ظہور نفسِ رحمانی کے توسّل سے ہوا اور حروفِ ملفوظی کا ظہور نفسِ انسانی کی وساطت سے ہوا۔ مگر اصل ان جملہ فروعات کی وہی ہے جو کہ اصل ہے جمیع اشیاء اور جملہ کائنات کی ؎

ہر چہ آید در نظر غیرِ تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو (خسروؒ)

۳

خلاصۂ ماسبق وجود و مراتبِ وجود میں بلاشبہ مبتدیوں کے لئے اشکال اور پیچیدگیاں ہیں۔ اس لئے ان مسائل اور ان کے جزویات کو بار بار اور مختلف عبارات میں بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ کسی نہ کسی عنوان سے ان کے سمجھنے میں لوگوں کے لئے آسانی مہیا ہو۔ گو ان معاملات کے صحیح طور پر ذہن نشین ہونے کی اُس وقت تک نوبت نہیں آتی جب تک کہ کثرتِ ذکر و شغل سے طالب میں مسائلِ توحید کے ساتھ ایک گونہ مناسبت نہ پیدا ہو لے۔ تاہم تکرارِ بیان فائدہ سے خالی نہیں۔

Marfat.com

مضامینِ ماقبل میں بتلایا جاچکا ہے کہ ذاتِ وراء الوراء نے جوکہ جملہ قیود و اعتبارات حتیٰ کہ تعقلِ اطلاق سے بھی منزہ و ماورے ہے پہلا تنزّل وحدت میں فرمایا جو حقیقتِ محمدیہ ہے۔ یہ تجلّی اجمالی ہے اور اس میں دو رُخ ہیں۔ بطون وظہور۔ بطون کا رُخ اطلاقِ ذات کی جانب ہے۔ اور ظہور کا رُخ اجمالِ صفات کی جانب دُوسرا تنزّل کثرت میں ہُوا جس میں اجمالِ متذکّرہ بالا نے تفصیل اختیار کی از روئے ظہورِ اسماء وصفات۔ یہ ظہورِ تفصیلی اپنے پورے کمال کے ساتھ آثارِ صُورِ حسّی و عینی میں نمودار ہُوا پھر اس تفصیل نے حقیقتِ آدم میں دوبارہ اجمال اختیار کیا اور اس مرتبۂ جامعیت میں آکر وجود نے اپنے تنزّلات کی غایت کو پالیا۔

جس طرح جملہ تنزّلات دوائر کی شکل پر ظاہر ہُوئے تجلّیِ ثانی نے بھی ایک دائرہ کی صُورت اختیار کی جو حسبِ معمول دو قوسین اور ایک قُطر یعنی خطِ درمیانی پر مشتمل ہے۔ ایک قوس حقائقِ الٰہی سے متعلق ہے جس میں کہ اٹھائیس[۲۸] اسمائے الٰہی مندرج ہیں۔ اور دُوسری قوس حقائقِ کونی سے متعلّق ہے جس میں اسمائے الٰہی کے مقابل اور ان کے تحت میں اٹھائیس[۲۸] اسمائے کونی جنھیں حروفِ عالیات بھی کہتے ہیں مندرج ہیں ان ہی حروفِ عالیات کے مظاہر وہ اٹھائیس[۲۸] حروفِ ملفوظی بھی ہیں جو لغت میں مروّج ہیں اور انسانی تقریر و تحریر میں استعمال ہوتے ہیں۔ خطِ درمیانی برزخ ہے جو قوسین پر شامل ہے اور جس سے قوسین میں اِمتیاز پیدا ہوتا ہے۔

پہلے مضمون میں تنزّلِ اوّل یعنی وحدت کی تفصیل کردی گئی۔ دُوسرے مضمون میں تنزّلِ ثانی کی تفصیل کے تحت میں قوسین دائرۂ ثانی کی تشریح کردی گئی۔ اب اس تیسرے مضمون میں ان قوسین کے درمیان جو برزخ ہے اور حقیقتِ آدم یا حقیقتِ انسانیہ کے نام سے موسوم ہے اس کی شرح بیان کی جاتی ہے۔

حقیقتِ انسانیہ | حقیقتِ انسانیہ یا حقیقتِ آدم جامعیتِ الٰہیہ کا وہ ظہورِ اجمالی ہے جو دائرۂ ثانی میں ظہورِ تفصیلی کے بعد حاصل ہُوا۔ یہ جامعیت دائرۂ ثانی کے برزخ میں واقع ہوئی جسے برزخِ ثانی کہتے ہیں جس طرح ہر برزخ اپنی جانبین پر شامل ہوتا ہے۔ برزخِ ثانی بھی اپنے دائرہ کی دونوں قوسین پر شامل ہے۔ ایک قوس وجوب سے متعلّق ہے۔ دُوسری قوس امکان سے۔ قوسِ وجوب میں اسمائے الٰہیہ ثبت ہیں جنھیں حقائقِ الٰہیہ بھی کہتے ہیں۔ اور قوسِ امکان میں اسمائے کونیہ ثبت ہیں جنھیں حقائقِ کونیہ بھی کہتے ہیں۔ قوسِ حقائقِ الٰہیہ کو قوسِ ظاہر الوجود کہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ذات کا ظہور ہے جو کہ احدیت کی بے نشانی میں مخفی تھی۔ اور قوسِ حقائقِ کونیہ کو قوسِ ظاہر العلم کہتے ہیں کیونکہ یہاں اسماء و صفات

Marfat.com

کا ظہور تفصیلی ہے جو کہ واحدیت کے اجمالِ علمی میں فرداً فرداً غیر متمیز تھیں۔ قوسِ ظاہرالوجود برزخِ ثانی کی جہتِ بطون ہے اور قوسِ ظاہرالعلم جہتِ ظہور یعنی حقائقِ الٰہیہ انسان کا باطن ہیں اور حقائقِ کونیہ انسان کا ظاہر۔ چونکہ برزخِ ثانی مجموعہ ہے جانبین کا اس کی تفصیل محتاج ہے قوسین کی تشریح کی۔ اگرچہ قوسین کی تفصیل مضمون ۲ میں ہو چکی ہے تاہم برزخِ ثانی کی تشریح کے ضمن میں اس کا کسی قدر اختصار کے ساتھ اعادہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ برزخ قوسین کا نچوڑ اور خلاصہ اور اجمال ہے اور اسی بنا پر اسے اجمال بعد التفصیل بھی کہتے ہیں۔

برزخِ ثانی یعنی حقیقتِ انسانیہ کی تشریح کی غرض سے ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے۔ جس طرح مضمون نمبر اوّل میں وحدت یعنی برزخِ اولیٰ کی تشریح ایک دائرہ کی شکل میں دکھلائی گئی ہے اسی طرح یہاں برزخِ ثانی کی تشریح بھی دائرہ کی شکل میں دکھلانی چاہیئے تھی مگر مندرجہ ذیل نقشہ کو دوائر کی پیچیدگیوں سے سلجھا کر سیدھے سادھے خانوں کے ذریعہ سے کسی قدر آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے خصوصیاتِ قوسین کو دائیں اور بائیں خانوں میں دکھلایا گیا ہے۔ قطر یعنی برزخِ ثانی کی تشریح خانۂ درمیانی میں درج ہے اور چونکہ یہ برزخ جانبین پر شامل ہے اُس کی حدبندی نقطوں سے کی گئی ہے:-

نقشہ حقیقتِ انسانی

قوس مقابلِ احدیت	قطر	قوس مقابلِ واحدیت
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ مخصوص بالرّبوبیت قوسِ ظاہرالوجود۔ بحرالوجوب۔ حضرت الوجوب۔ مرتبۃ الالوہیۃ۔ عالم الجبروت۔ مرتبۃ الاسماء والصفات۔ حقائقِ الٰہیہ۔ تجلّیِ ثانی۔ منبسط بر اعیانِ ممکنات۔ سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والکبریاء والجبروت۔ (باطنِ خدا)	حقیقتِ انسانیہ۔ مرتبۃ الجوامع۔ ملتقی العالمین۔ مرج البحرین یلتقیان۔ بینہما برزخ لا یبغیان۔ برزخِ ثانی۔ قابَ قوسین الوجوب والامکان۔ مشترک بین الربوبیت والعبودیت۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ	اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ مخصوص بالعبودیت قوسِ ظاہرالعلم۔ حقائقِ کونیہ۔ بحرالامکان۔ مرتبۃ الحقائق الکونیہ۔ عالم المعانی۔ حضرۃ الارتسام حضرۃ الاستعدادات مہبط الانوار الالٰہیہ سُبحان ذی الملک والملکوت (ظاہرِ خدا)

Marfat.com

تشریح اشارات | حدیثِ تقسیم صلوٰۃ میں رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہے کہ :

"فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تقسیم کی میں نے نماز درمیان اپنے اور درمیان اپنے بندے کے آدھوں آدھ اور واسطے بندہ میرے کے ہے جو مانگے۔ پس جب کہتا ہے بندہ الحمد للہ رب العٰلمین۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ میری تعریف کی میرے بندہ نے اور جس وقت کہتا ہے بندہ الرحمٰن الرحیم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ میرے بندہ نے مجھ پر ثنا کی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدّین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے "میرے بندہ نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا۔") اور جس وقت کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین فرماتا ہے یہ درمیان میرے اور میرے بندہ کے ہے اور واسطے بندہ میرے کے ہے جو کچھ کہ مانگا (اُس نے) اور جس وقت کہتا ہے بندہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ فرماتا ہے کہ یہ واسطے بندہ میرے کے ہے اور واسطے بندہ میرے کے (ہے) جو (وہ) مانگے"۔

(صحیح مُسلم)

تقسیم مندرجۂ بالا کی رُو سے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم سے لے کر مالک یوم الدّین تک مخصُوص بالرّبوبیّت ہے۔ اھدنا الصراط المُستقیم سے لے کر ولا الضالین تک مخصوص بالعبودیّت۔ اور ایاک نعبد و ایاک نستعین مشترک ہے درمیان ربوبیت اور عبودیت کے۔

حمد کے معنیٰ دراصل یہ ہیں کہ ذات کے کمالاتِ لامتناہی اور صفات اور افعال کا اعتراف کیا جائے اور انھیں یاد کیا جائے۔ اور شکر مبنی ہے منعم کی تعظیم جو دل میں اعتقاد اور زبان سے ثنا اور ارکان سے خدمت و پابندیٔ احکام کے ذریعہ سے کی جاوے۔

تعیّنِ اوّل میں جو قوسِ احدیّت ہے اس کے بالمقابل تعیّنِ ثانی میں قوسِ ظاہر الوجود ہے۔ کیونکہ نفسِ وجود جو احدیّت میں مخفی تھا یہاں اسمائے الٰہیہ کے ساتھ قیدِ ظہور میں آیا یہ برزخِ ثانی کا باطنی پہلو ہے اس کے بالمقابل اس برزخ کا جو ظاہری پہلو ہے اسے ظاہر العلم کہتے ہیں کیونکہ مرتبۂ وحدت میں اسماء و صفات کا جو علمی اعتبار تھا وہ یہاں آکر ظہور میں آیا۔ اگرچہ احدیت کے مقابل ظاہر الوجود اور واحدیّت کے مقابل ظاہر العلم ہے۔ مگر حقیقتاً ان دونوں قوسین

Marfat.com

یعنی ظاہر الوجود اور ظاہر العلم میں احدیت و واحدیت یعنی وحدتِ حقیقی اور کثرتِ اعتباری دونوں شامل ہیں بس فرق اتنا ہے کہ ظاہر الوجود میں غلبہ احدیت کو ہے اور ظاہر العلم میں غلبہ واحدیت کو۔

قوسِ ظاہر الوجود کو بحر الوجود اس بناء پر کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں وجود غایت کثرت میں ہے اور بحر الجودیہ اس بناء پر ہے کہ وجودِ الٰہی یہاں بواسطہ اسماء و صفات ہوا۔ حضرۃ الوجوب یہ اس لحاظ سے ہے کہ یہ قوس اسمائے الٰہیہ کلیہ کو گھیرے ہوئے ہے اور وجوب ذات و اسماء و صفات کا یہاں ظہور ہوا۔ مرتبۃ الالوہیۃ اسے اس لئے کہتے ہیں کہ الوہیۃ مجموعہ ہے جملہ اسماء و صفات و افعال کا اور یہ قوس سب پر محیط ہے۔ مرتبۃ الاسماء والصفات بھی یہ مقام اسی لحاظ سے ہے۔ اور اسی لحاظ سے عالم الجبروت کا اسم بھی اس پر صادق آتا ہے کیونکہ جبروت عالمِ اسماء و صفات ہے جس پر غیریت اور اسمِ سوائیہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یعنی یہ عالم نہ عین ہے نہ غیر برعکس عالمِ حادث کے جس پر غیریت اور اسمِ سوائیہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ وجودِ اضافیہ بھی اسے کہتے ہیں کیونکہ موجودات سے اسے نسبتِ تحقق فی الخارج ہے۔ نفسِ رحمانی یہ قوس اس اعتبار سے ہے کہ یہاں جملہ اسماء اور اعیانِ ممکنات کا تنفس اس شان سے ہوا کہ ان میں سے ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے متمیز ہو گئے۔ حقائقِ الٰہیہ یہ اس بناء پر ہے کہ یہ قوس ان اٹھائیس[۲۸] اسمائے الٰہیہ کو جو کہ حقائقِ الٰہی ہیں یا یوں کہئے کہ اعیانِ ثابتہ کو اجمالاً محیط ہے۔ منبسط بر اعیانِ ممکنات اسے اس لئے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس قوس میں اعیانِ ممکنات پر از روئے حقیقت انبساط فرمایا۔ اس قوس کو عالم العزۃ و العظمۃ و الکبریاء و الجبروت کے کلمات سے اس بناء پر پکارا گیا ہے کہ حلول و اتحاد سے منزہ ہونے کے باوجود ذاتِ الٰہی کی کبریائی کا ظہور آسمانوں اور زمین سے ہوا اور ہیبتِ الٰہی کا ظہور اس سے ہوا کہ اُس کے ارادہ کی مخالفت نہیں کی جاتی۔ اور قدرت کا اظہار ظہورِ اسماء و صفات سے ہوا۔ اور جبروت کا اظہار یوں ہوا کہ انکسارِ عدمیت کے بعد اسماء و صفاتِ الٰہیہ اور تجبّرِ اعیانِ ثابتہ کے غلبہ سے فیضانِ وجود ہوا اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اسی قوسِ ظاہر الوجود سے متعلق ہے اوّلِ فاتحہ میں بسم اللہ کی ب سے مالکِ یوم الدین تک جو کہ مخصوص ہے ساتھ اللہ کے مطابق حدیث قسمتِ صلوٰۃ کے۔

قوسِ ظاہر العلم سے متعلق ہے سورۃ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم سے آخرِ سورۃ تک بوجہ سورت کے اس حصہ کے مختص ہونے کے ساتھ عبد کے کیونکہ یہ قوس مرتبۂ اسمائے کونی ہے اور مخصوص ہے ساتھ عبودیت اور تسبیح تہلیل و تحمید کے۔ قوسِ ظاہر العلم میں نفس العلم ماخوذ ہے واحدیت سے علمِ الٰہی کا یہاں ظہور ہوا۔ اسمائے الٰہیہ یہاں

Marfat.com

صُورتوں اور آثار میں ظاہر ہوتے، اِس بنا پر اسے حضرتِ معلومات اور کثرتِ علمیہ بھی کہتے ہیں۔ یہاں علم کا اظہار مظاہر کثرت میں ہُوا بہ نظرِ مجموعی اسے وحدتِ علمیہ اور حضرتِ ارتسام بھی کہتے ہیں۔ ارتسام وحدتِ نسبی کو کہتے ہیں اِس قوس میں وحدتِ نسبی نے اعیان اور اُن کی استعدادات میں بذریعہ کثرتِ مظاہر کے شرح و بسط اختیار کی اور اسماء و صفات میں آپس میں امتیاز پیدا ہوگیا اور باغِ کثرت لہلہانے لگا۔ اس کثرت کا محل ایک ہے اور وہ علمِ الٰہی ہے۔ علم ایک صفتِ الٰہی ہے اور صفاتِ الٰہی میں تعدّد جائز نہیں۔ حق تعالیٰ علمِ واحد سے جمیع معلومات پر محیط ہے اور کلامِ واحد سے جمیع معانی پر کلام فرماتا ہے۔ یہ قوس عالمِ معانی اس لحاظ سے ہے کہ اسمائے الٰہیہ کے معانی کا یہاں ظہورِ تامہ ہوا اشیاء کی صورتیں اعیانِ ممکنات ہیں اور اشیاء کے معانی اعیانِ ثابتہ۔ صُورتوں میں معانی بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اعیانِ ممکنات اپنے اندر اعیانِ ثابتہ کو لئے ہُوئے ہیں۔ بحرالامکان یہ اس اعتبار سے ہے کہ اس قوس کا تعلق اصالۃً حقائقِ ممکنات سے ہے۔ اور حقائقِ ممکنات یا حقائقِ کونی اعیانِ ممکنات اور کثرتِ حقیقی کو کہتے ہیں۔ حقائقِ کونیہ وہ اٹھائیس اسمائے کونیہ ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امرِ کُن کے تحت میں جو کچھ ہے سب ممکنات میں شامل ہے اس لئے بحرالامکان وہ اجتماعِ ممکنات غیر متناہیہ ہے جس کی جانب قرآن میں ن سے اشارہ کیا گیا ہے (نٓ وَ الْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ) قلمِ اعلیٰ نے قضاوقدر کو اعیانِ موجودات پر لکھ ڈالا اور حقائق کو جو کہ بمنزلِ معانی کے ہیں صور و آثار کے الفاظ میں ظاہر کر دیا۔ یا یوں کہئے کہ ن بمنزلہ بحر کے ہے اور حقائق بمنزلہ مچھلیوں کے ہیں جنھوں نے اُس بحر سے صورت پکڑی اور جو اُس بحر میں مخفی ہیں حضرتِ الاستعدادات یا ارضِ استعداد اسے اس لئے کہتے ہیں کہ اس قوس میں عالمِ لطیف و کثیف یعنی مجردات و اجسام دونوں کی استعداد موجود ہے اور علم و ظہور ان استعدادات کے تابع ہے۔ مہبط الانوار یہ اس لحاظ سے ہے کہ اسمائے الٰہیہ کا تنزّل یہاں صور و آثار میں حسبِ استعداداتِ اعیان واقع ہُوا اور نورِ وجوب ظلمتِ امکان میں آگیا۔ قوسِ ظاہر العلم میں متعین ہے سُبحان ذی الملک و الملکوت بہ اعتبار اشتمالِ شہادت و غیب یعنی اس مرتبہ میں استعدادِ عالمِ ملک و ملکوت دونوں پائی جاتی ہیں۔

متذکرۂ بالا دونوں قوسین کے درمیان جو قُطر یعنی خطِ درمیانی ہے حقیقتِ انسانی ہے کیونکہ یہی خط حقیقت تام ہے تجلّی حقیقتِ انسانی کا یہی مقام متحمّل ہُوا اور یہی مقام منشا ہے رُوحانیت کا۔ سورۂ فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین اس سے متعلق ہے کیونکہ مشترک ہے درمیان ربوبیت اور عبودیت کے۔ یہ برزخ برزخِ اولیٰ کے بعد ہے اور فرع ہے

اس کی ۔اس بنا پر اسے برزخِ ثانی کہتے ہیں ۔حقیقتِ انسانی ماتحت ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برزخِ ثانی میں جامعیت ہے ۔قوسین کا اس میں اجتماع ہے ۔جملہ حقائقِ الٰہیہ وکونیہ یہاں ثبت ہیں ۔ارباب ومربوبات سب یہاں مجتمع ہیں اور باہم مربوط ہیں ۔ارباب کا ظہور مربوبات سے ہوتا ہے اسمائے الٰہیہ کی معرفت منحصر ہے اسمائے کونیہ کی معرفت پر ۔ہر شئے کسی اسم کے تحت میں ہے اور ہر شئے تسبیح میں ہے ۔حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝

(النور ۔ ع ۶)

یعنی کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو تسبیح کرتا ہے واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے اور جانور پرند پر کھولے ہوئے ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اپنی اور تسبیح اپنی اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں ۔مگر ہر شے اسی اسم کے ساتھ تسبیح کرتی ہے جو اس کے لئے مختص ہے ۔نہ کہ کسی دوسرے اسم کے ساتھ ۔

برعکس انسان کے کہ جسے حسبِ آیتہ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا

اور تعلیم کئے آدم کو کل اسماء (سورہ بقر رکوع ۴)

جملہ اسماء کی تعلیم کی گئی اور اس کی عبادت ومعرفت جملہ اسماء کی راہ سے ہے ۔لہٰذا حقیقتِ انسانی میں تمام چیزیں جمع ہیں اور یہ حقیقت ہر چیز پر محیط ہے ۔قوسِ ظاہر الوجود حقیقتِ انسانی کا باطن ہے اور قوسِ ظاہر العلم اس کا ظاہر آیتِ متذکرۂ بالا میں اسماء کلھا سے مراد اسمائے الٰہیہ وکونیہ ہیں ۔حقائقِ کونیہ اس کے اجزا ہیں فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا یہی معنیٰ رکھتا ہے کہ جزو نے کل کی تابعداری قبول کرلی ۔اُمہاتِ صفات الحق یعنی حیات، علم، ارادہ، قدرت سمع، بصر، کلام اس میں ثابت ہیں ۔وجوب وامکان دونوں کو اپنے میں سمیٹے ہوئے ہے ۔برزخِ کبریٰ یعنی حقیقتِ محمدیؐ سے بھی علی الاطلاق وہ یعنی حقیقتِ انسانی خارج نہیں کیوں کہ تعیّنِ ثانی میں یہ اسی کی تجلی اور اسی کا ظہور ہے ۔جملہ انبیاء کے حقائق بھی یہاں اسی طرح موجود ہیں ۔مندرجہ ذیل اشعار میں اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے ۔

زیں سبب شد خلیفہ اش انساں ∴ دیگرے کس نبود لائقِ آں

Marfat.com

اوست آیتِ صاحب الوجہین ٭ گر بہ بینی تو با حقیقتِ عین
روئے سوئے خصائصِ ربّی ٭ وجہ طرفِ نقائصِ عبدی
سجدہ آش بانقائصِ عبدی ٭ جانب آں خصائصِ ربّی
پس ہمون ساجدات وہم مسجود ٭ نیست در دہر غیرِ او موجود
جز عدم نیست غیرِ ذاتِ خدا ٭ پس بود عینِ او ہمہ اشیاء
مجلے ہست آنچہ گفت نیاز ٭ کرد کوتاہ قصّہ ہائے دراز

قاب قوسین الوجوب والامکان :۔ وجوب اور امکان کی قوسین حقیقتِ آدم میں آکر مل جاتی ہیں۔ قاب قوسین وہ مقام ہے جہاں یہ دونوں قوسین آکر آپس میں مل جاتی ہیں مگر ان دونوں کا آپس میں ملنا نظر آتا ہے اور او ادنیٰ وہ مقام ہے جہاں سطوۃِ نورِ تجلّیِ ذات میں یہ اثنینیت مخفی ہوکر قوسین کے باہم متّصل ہونے کا امتیاز بھی جاتا رہتا ہے اور ایک ہی چیز رہ جاتی ہے۔ غرضیکہ او ادنیٰ کا مقام قاب قوسین سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غایتِ معراج قبل فنا فی اللہ کے قاب قوسین تھی۔ اور بعد حصول فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے او ادنیٰ ہوئی برعکس دیگر انبیاء علیہم السّلام کے جن کی غایتِ معراج بعد حصول فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے قاب قوسین ہوئی۔

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لّا یبغیان :۔ برزخِ ثانی پر اس لئے لکھا گیا ہے کہ وجوب و امکان کے دونوں دریا یہاں ملتے ہیں مگر یہ برزخ ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا اور اسی بنا پر اسے ملتقی الغالمین بھی کہتے ہیں۔

حضرت العماء :۔ ذاتِ الٰہیہ اور موجودات کے درمیان یہ خط حجاب ہوگیا اور جس طرح ابر آفتاب کو چھپا لیتا ہے یہ خط بھی آفتابِ ذات کے لئے ابر بن گیا۔

عالمِ صغیر | متذکرۂ بالا تشریح کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد یہ بات بخوبی سمجھ میں آجائے گی کہ انسان عالمِ صغیر ہے اور کائنات عالمِ کبیر۔ کائنات میں تفصیل ہے اور انسان میں اجمال۔ حقیقتِ محمدیہ میں جو اجمال ہے۔ وہ اجمال قبل از تفصیل ہے۔ اور حقیقت انسانیہ میں جو اجمال ہے وہ اجمال بعد از تفصیل ہے۔ یہ اجمالِ ثانی تجلّی

Marfat.com

ہے ظِلّ ہے پَرتو ہے اجمالِ اوّل کا۔ گویا حقیقتِ محمّدیہ جڑ ہے حقیقتِ اِنسانیہ کی اور ارفع و اعلیٰ ہے حقیقتِ اِنسانی سے۔ آدم علیہ السّلام میں بظاہر حضرات الوجوب و الامکان جمع ہوئے مگر حقیقتاً یہ اجتماع تعیّنِ اوّل یعنی مقامِ محمدیہؐ میں قبلِ تخلیقِ آدم واقع ہو چکا تھا۔

جب تک اِنسان کا وجود قائم ہے کائنات کا بھی قیام متیقّن ہے۔ کیونکہ اِنسان کائنات کی رُوح ہے۔ جب تک رُوح سلامت ہے جسم بھی سلامت رہے گا۔ رُوح کے نکلتے ہی جسم کے اجزا منتشر ہو جاتے ہیں۔ اہل اللہ سے کائنات کا قیام ہے۔ اس فقرہ کے معنی اب اس روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اہل اللہ ہی وہ اِنسان ہیں جو اِنسانیت کا پُورا حق ادا کرتے ہیں اور جن پر اِنسان ہونے کا اطلاق صادق آتا ہے اور وہ بلاشبہ اس جسدِ کائنات کی رُوح ہیں۔ ان حضرات کا قیام کائنات کے قیام کا ذریعہ اور باعث بنتا ہے۔ کائنات کی رُوح اِنسان ہے۔ اِنسان کی رُوح کا سُراغ حقیقتِ مُحمّدیہؐ میں جا کر ملتا ہے۔ اور حقیقتِ محمدیہؐ کی رُوح اور جڑ اور اصلیت اور حقیقت اور سب کچھ وہ ذاتِ بلا تعیّن و بلا نشان ہے جو ان جُملہ اعتبارات و تقیّدات و تعیّنات و تعقّلات وغیرہ سے ماورے ہے ؎

لامکاں اندر مکاں کردہ مکاں
بے نشاں گشتہ مقیّد در نشاں

Marfat.com

ترتیبِ موجودات

تمہید وجود و مراتبِ وجود کے متعلق مضامینِ ماقبل میں کافی صراحت سے کام لیا گیا ہے۔ حقیقت ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ مختلف حضرات کے اندازِ بیان کا تفاوت مختلف نمائی کا باعث ہو جاتا ہے۔ جس حقیقت کا بیان متذکرۂ بالا مضامین متعلق "مراتبِ وجود" میں کیا گیا ہے۔ وہی حقیقت مختلف عنوانات و عبارات و مختلف مصطلحات و مختارات و مختلف اشارات و کنایات میں تصوف کی مختلف کتابوں میں بیان کی جاتی ہے اور عارفوں کی زبان سے سُننے میں آتی ہے۔ اندازِ بیان کا اختلاف اور تشبیہات و تمثیلات میں جدتیں حقائق میں تبدیلی کا باعث نہیں ہوتیں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے و نیز نفسِ مسئلہ کی تفہیم میں امدادِ مزید کے مہیا کرنے کی غرض سے اس مضمون میں یہ دکھلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے "ترتیبِ موجودات" کے عنوان سے اُسی حقیقت کو جو "مراتبِ وجود" کے تحت میں مضامینِ ماقبل میں بیان ہو چکی ہے کس پیرایہ میں بیان فرمایا ہے اور کن تشبیہات و تمثیلات کو وہ کام میں لاتے ہیں۔ کوشش کی جائے گی کہ حتی الوسع وہی عبارت رہے جو کہ امام رحمتہ اللہ علیہ نے استعمال فرمائی ہے۔ صرف اس قدر آزادی برتی جائے گی کہ بعض جگہ بجائے تفصیل کے اجمال سے کام لیا جائے گا۔ اور بعض جگہ بجائے اجمال کے بقدرِ ضرورت تفصیل سے۔ و نیز جو اشارات و کنایات بعید از فہمِ عام ہوں گے اُنھیں کسی حد تک قریب الفہم بنانے میں سعی کی جائے گی۔

ترتیبِ موجودات بقول امام غزالیؒ عالم ایک اسم جامع ہے جو بہت سے اجزاء مثل زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اُن سب پر شامل ہے لیکن جب اطلاق کے ساتھ یہ نام لیا جاتا ہے اس وقت فلکِ اعلیٰ پر واقع ہوتا ہے کیونکہ فلکِ اعلیٰ جملہ اشیاء پر شامل ہے اور سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ عالم کے کل اجزاء خالقِ واحد کی مخلوق ہونے

Marfat.com

میں برابر ہیں۔ اور ان اجزا میں سے ہر ایک جزو دوسرے جزو سے خالق کی طرف محتاج ہونے اور امکان وضعف وفنا میں برابری کی نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ خالق میں بہ لحاظ خالقیتِ مخلوق کے تفاوت نہیں ہے بلکہ تفاوت مخلوقات ہی میں ہے۔ مگر خالق کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کی طرف سے۔ عالم کی ہر صنعت و ہر نوع نے اپنی استعداد کے مطابق اپنی مقدار کو قبول کیا ہے۔ اور موجودات میں سے ہر ایک نے اپنی قوت اور طاقت کے موافق اپنی صورت اختیار کی۔ قلت و کثرت، تقدم و تاخر، شرف و نقص کے ساتھ مراتب کے اختلاف کا راز اسی میں مخفی ہے۔

حدوثِ عالم | عالم کا حادث ہونا صحیح ہے کیوں کہ عالم متغیر و متحرک ہے۔ اور حرکت دینے والے اور تغیر پیدا کرنے والے کا محتاج ہے۔ متحرک ہمیشہ غیر کا محتاج ہوتا ہے تحریک میں بھی اور تسکین میں بھی۔ اور تغیر ہمیشہ کون و فساد کے اندر واقع ہوتا ہے۔ جو چیز کہ نہ تھی۔ پھر ہوگئی۔ وہ حادث ہے۔ حدوث کے معنے ہیں محتاج ہونا ایسے موجودِ سابق کی طرف جس سے پہلے کوئی موجود نہ ہو، اور وہ موجود جس سے پہلے کوئی موجود نہیں، ذاتِ باری جلّ شانہٗ ہے جس نے جملہ اشیاء کو پیدا کیا بغیر کسی غرض اور طمع اور فساد اور ضرورت اور احتیاج کے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ | سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آلہ، مادہ، مدت اور موضوع کے پیدا کیا اور جس سے بعد میں بقیہ تمام چیزیں پیدا کیں عقل ہے عقل مبداۓ اوّل ہے۔ ایک صاف جوہر ہے۔ اپنی ذات میں کامل ہے۔ اور اپنے غیر کی عقل اور سمجھ رکھنے والا ہے۔ اسی کو عقلِ کلی کہتے ہیں۔

تخلیقِ ابتدائی کے بارہ میں تین احادیث وارد ہوئی ہیں:۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ یعنی پہلے جو چیز اللہ نے پیدا کی وہ قلم ہے۔ ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے:۔

اوّلیت | اوّلیت کے دو استعمال ہوتے ہیں۔ ایک اوّلیت زمانہ کی ہوتی ہے مثلاً باپ بیٹے سے اوّل ہوتا ہے۔ اور دوسری اوّلیت رتبہ کی ہوتی ہے۔ جیسے رتبہ میں سب سے اوّل نبی ہیں پھر صحابہ۔ پھر امت۔ زمانہ کی اوّلیت مجازی ہے اور مرتبہ کی اوّلیت حقیقی۔ جو چیز زمانہ کے لحاظ سے اوّل ہے ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی چیز اوّل ہو جس کے مقابلہ میں یہ دوسرے درجہ

Marfat.com

آجاتے ۔ مگر جو چیز مرتبہ اور حقیقت میں اوّل ہے وہ اس تغیّر سے محفوظ ہے ۔ یہی حقیقی اوّلیت عقل کے لئے ثابت ہے ۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عقل سے پہلے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا ۔ نہ مخلوق میں سے کسی کو اس کے برابر مرتبہ عنایت فرمایا ہے ۔ جملہ مفردات و مرکبات میں عقلِ اوّل ہی اوّل ہے ۔ باقی اشیاء کا ظہور اسی سے ہُوا ۔ اور آخر میں سب چیزیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں ، اور اس لحاظ سے یہی اوّل ہے ، یہی آخر ہے ، یہی مبداء ہے ، یہی معاد ہے ۔

یہی عقل خدا کا قلم ہے جس سے اُس نے کتابتِ موجودات کے حروف صنعت کے صفحات اور قدرت کی لوح پر لکھے ۔

نبوّت کسی شخص کے اندر عقل کی مدد سے تاثیر کے ہونے کو کہتے ہیں ۔ دُوسری حدیث میں نُوری سے مراد نُورِ نبوّت ہے ۔ نُورِ نبوّت تمام موجودات سے سابق ہے کیونکہ اللہ نے پہلے اسی نُور کو پیدا کیا ۔ تاکہ تمام عالم نُورِ نبوّت کا اتّباع کرے ۔ اور نُورِ نبوّت اصل میں عقل ہی ہے اور ایجاد میں انبیاء کی ایجاد سب سے سابق ہے ۔ جملہ انبیاء وحیِ الٰہی کی مناسبت سے بمنزلہ ایک شخص کے ہیں ۔ کیونکہ اگرچہ انبیاء کے اعداد مختلف ہیں ۔ مگر نبوّت کے اعداد مختلف نہیں ۔ رسُول بہت ہیں ۔ راستے بھی بہت ہیں ، مگر مقصود ایک ہے ۔ عقل ایک ہے ۔ نفس ایک ہے اور وحی بھی ایک ہے ۔ جبکہ نبوّت کی حقیقت مختلف نہیں تو آدم علیہ السّلام کی نسبت اس کی طرف ایسی ہی ہے جیسے کہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت ۔ گویا ایک ہی حقیقت دونوں صُورتوں میں جلوہ گر ہے ۔ پس جبکہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آدم علیہ السّلام کی نبوّت کو ثابت کیا تو گویا اپنی ہی نبوّت کو ثابت کیا ۔ اور جب آپ نے اپنی ذات کا کمال ثابت کیا تو گویا آدم علیہ السّلام کا کمال ثابت کیا ۔

تو اب معلوم ہو گیا کہ عقل اور قلم اور نورِ نبوّت سے ایک ہی چیز مراد ہے مختلف اعتبارات کے ساتھ ۔ جب اشیاء کو بمنزلہ معانی قرار دیا تو مبداءِ اوّل کو عقل کہہ کے پُکارا ۔ جب اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات کے قرار دیا تو مبداءِ اوّل کو قلم گردانا ۔ جب بندوں کو اپنی طرف بُلانے کا ذکر کیا تو مبداءِ اوّل کو نُورِ نبوّت کے نام سے موسوم فرمایا ۔ دراصل عقل کی ذات ایک ہی ہے جس کو خدا نے سب سے اوّل پیدا کیا ۔ اور صفات اس کی متعدّد ہیں ۔ کبھی وہ عقل ہے کبھی فرشتۂ مقرّب ۔ کبھی حاملِ عرش ۔ کبھی صاحبِ دعوت ۔ اور یہی اوّلیت کی حقیقت ہے ۔

مختلف اعتبارات کو لیا جائے تو ہر نوع کا ایک مبداء ہے ۔ چنانچہ رُوحانیات کا مبداء عقل ہے ۔ جسمانیات کا مبداء قلم ہے ۔ نُورِ نبوّت کا مبدیٰ محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں ۔ انسان کا مبداء آدم علیہ السّلام ہیں ۔ اور ان سب

Marfat.com

مبداؤں کا مبدا۔ اللہ تعالیٰ کا لفظِ کُن ہے جو اوّل الاوائل ہے۔ پس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عقل کی صُورت ہیں اور خُدا کا قلم ہیں اور دعوت الی اللہ کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقولِ جزویہ ہیں اور تینوں احادیث سے آپ ہی کی ذات مراد ہے۔ کیوں کہ نبوت کے اُوپر بجز الٰہیت کے اور کوئی مرتبہ نہیں پس مرتبہ میں سب سے اوّل عقل ہے اور حقیقت میں سب سے اوّل نورِ حقیقت ہے جو دُوسرا نام ہے نورِ نبوت کا اور یہ نورِ نبوّت عقل اور قلم دونوں پر غالب ہے۔

فعل و انفعال جب عقل کی آنکھوں میں خُدا نے وحدانیت کا سُرمہ لگایا تو اُس نے دو نظریں کیں ایک کمالِ ابداع کی جانب۔ دُوسری نقصِ حدوث کی جانب۔ پیدا کرنے والے کے کمال پر نظر پڑی اور پیدا شُدہ کے نقصان کو دیکھا۔ ان دونوں نظروں کے باہم واقع ہونے سے فعل و انفعال ظاہر ہوئے۔ کیوں کہ نقص و کمال ہی فعل و انفعال پر دلالت کرتے ہیں۔ یہی راز لفظِ کُن میں مخفی ہے۔ کاف اس کمال کا محل ہے جو فعل میں رکھا ہوا ہے اور نون اس نقصان کا محل ہے جو انفعال میں رکھا ہوا ہے۔ یہی فعل و انفعال سب سے پہلی دو اصلیں ہیں جن سے تمام عالم وجود میں آیا۔ فعل خدائے عظیم و قدیم کی قدرت سے پیدا ہُوا اور انفعال حادث کے قبول سے۔ فعل بمنزلہ نر اور انفعال بمنزلہ مادہ کے ہے۔ اور دونوں حکمِ الٰہی سے حادث ہیں۔ فعل نے عقل کی ذات میں قرار پکڑا۔ اور انفعال نے نفس میں جگہ پائی۔ نر و مادہ میں حکمِ الٰہی سے نکاح ہُوا نفس عقل سے منفعل ہُوا یعنی عقل نے نفس کے اندر فعل شُروع کیا۔ عقل و نفس کی مثال عالمِ اشخاص میں آدم و حوّا ہیں پہلی چیز جو اللہ نے ابداع فرمائی عقل ہے۔ اور پہلی چیز جو اس نے خلق فرمائی نفس ہے جس طرح آدم سے حوّا پیدا ہوئیں عقل سے نفس پیدا ہُوا۔ پھر جس طرح آدم و حوّا سے تمام نوعِ بشر متولد ہوئی عقل و نفس کے ملاپ سے تمام عالم ظہور میں آیا۔

ترتیبِ مابعد عقل ہی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر کامل عاقل زندہ عالم بالقوۃ نہ کہ بالفعل جو کہ درجۂ اعتدال پر قائم تھا پیدا کیا جسے نفس کہتے ہیں جس طرح کہ عورت مرد کے نطفہ کی محتاج ہوتی ہے تاکہ اپنے رحم میں اُسے ترکیب دے کر انسان بناتے اسی طرح نفس عقل کے نطفۂ فیضان کا محتاج ہُوا اور اس کا عاشق بن گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جوہرِ عقل کو بھی اُس کی طرف متوجّہ ہونے کا حکم فرمایا تاکہ نفس کے اندر وہ تخم افشانی کرے۔ کیوں کہ تخم کے قبول کرنے کی فطری قابلیت نفس میں رکھی گئی تھی۔ نفس کے بعد اللہ تعالےٰ نے قوت ہیولیٰ کو پیدا کیا جو کہ مادّہ ہے اور مثل شہوت کے تمام صُورتوں کو قبول کرتا ہے۔ مثلاً شہوت گھوڑے کو دامن گیر ہوئی تو اُس سے گھوڑے ہی کی صُورت۔ اور گدھے کو دامن گیر ہوئی

Marfat.com

تو گدھے ہی کی صورت۔ اور نوعِ انسان ہیں برانگیختہ ہوئی تو انسان ہی کی صورت پیدا ہوگی۔ ہیولیٰ کے بعد اللہ تعالےٰ نے طبیعت[4] کو پیدا کیا جو ہیولیٰ پر مسلط ہوئی اور جس نے ہیولیٰ کو اُس صورت کے ساتھ آراستہ کیا جس کے کہ وہ لائق ہے۔ مثلاً آسمان کے ہیولیٰ کو آسمانی صورت اور گھوڑے کے ہیولیٰ کو گھوڑے کی صورت اور انسان کے ہیولیٰ کو انسانی صورت عنایت کی۔ چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی قوت کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَسُوْقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ۔	یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اہل کو اہل کی جانب چلاتا ہے۔

یہ فرشتہ ہی قوتِ طبعی ہے جو ہر صورت کو اُس کے مناسب مادہ کی طرف لے جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد حرکتِ[5] مطلقہ پیدا ہوئی۔ یہ حرکت نفس طبیعت کے اندر ہے تاکہ طبیعت حرکت کرے اور اس کے سبب سے مادہ و صورت بھی حرکت کریں۔ چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی۔ اور اس کو ہیولیٰ[6] جسمیہ کے ساتھ متعلق کیا گیا تاکہ جسمیت ظاہر ہو۔ اب طبیعت حکمِ الٰہی سے جسمِ[7] مطلق کی صورت میں ظاہر ہوئی جسے فلکِ اعلےٰ کہتے ہیں۔ اس سے تمام افلاک پیدا ہوئے۔ طبیعت کے تصرف نے فلکِ اعلیٰ میں نو[8] حصے پیدا کر دیئے جس سے نو افلاک ظاہر ہوئے۔ اور افلاک البروج میں کواکب پیدا کئے جن میں سات سیارے جُدا ہو کر ہر فلک میں ایک ایک مقیم ہو گیا۔ حتیٰ کہ طبیعت اس طرح تصرف کرتی ہوئی فلکِ قمر تک پہونچی جو سب سے آخری فلک ہے۔ پھر ہیولیٰ مطلقہ سے ارکانِ اربعہ[8] کا مادہ یعنی عناصر اربعہ پیدا ہوتے۔ یہ عناصر اپنے میں مختلف صورتوں کی قابلیت رکھتے تھے۔ انھیں آسمانوں کے بیچ میں مرکزِ عالم پر جگہ دی گئی۔ یہ مرکز ایک نقطہ ہے وسطِ دائرہ میں اور قائم مقام ہے قلب کے۔ جس طرح کہ قلبِ انسانی کی جانب تمام اعضائے انسانی رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح اس مرکزِ عالم کی طرف تمام عالم رجوع کرتا ہے۔ یہ مرکز محسوس نہیں ہے بلکہ ایک نقطہ ہے۔ غیر متجزیہ اور غیر متحرکہ۔ اس کی طرف تمام عالم قرار پکڑتا ہے۔ اور اسی پر سارے عالم کا مستقر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوتِ طبعی کے ساتھ ارکان کے اندر مزاج[9] پیدا کیا جس کے باعث ارکان آپس میں خلط ملط ہوئے اور مختلف اشیاء کا اُن سے ظہور ہوا۔ چنانچہ سب سے پہلے معدنیات پیدا ہوئے جو ابتداءً بہت کمزور تھے مگر قوتِ طبعی کے تصرف سے اُن میں قوت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مثل مونگے وغیرہ کے یہ بہت مضبوط ہو گئے۔ ان کے بعد نباتات پیدا کئے گئے جن کی ابتدا بھی بہت ضعیف تھی مگر آگے چل کر قوتِ طبعی نے انھیں بھی بہت تنومند بنا دیا۔ پھر

Marfat.com

طبیعت حیوانیت کی جانب رجوع ہوئی اور کمزور چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا کئے گئے جو پرورش پاتے پاتے بعد میں حشرات الارض وغیرہ اور طیور و وحوش کی بڑی سے بڑی جسامتوں میں مثل ہاتھی وغیرہ کے ظاہر ہونے لگے جس طرح کہ نباتیت اور صورتِ نخل حیوانیت کی بدایت ہے اور مثلاً صورتِ فیل انسانیت کی بدایت ہے۔ اسی طرح صورتِ انسانی نبوت کی بدایت ہے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر طبیعت نے انسانی پیدائش کی جانب توجہ کی اور شکلِ اتم صوتِ احسن اور مزاجِ اعتدال کے ساتھ حضرتِ انسان کو پیدا کیا۔ یہاں خلقیت تمام ہوئی۔ قدرت کمال کو پہنچی۔ الہیت منتہی ہوئی۔ خلافت لازم آئی۔ اور ربوبیت کا اتصال ہوا۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ[1]۔ گویا صورتِ انسانی مثل نوح علیہ السلام کی کشتی کے ہے درمیان طوفان کی موجوں کے اور کمال کا اس صورتِ انسانی کے ساتھ متصل ہونا مثل استوارِ رحمٰن کے ہے عرش پر۔

مختصر الفاظ میں ترتیب متذکرہ بالا یوں واقع ہوئی کہ ذاتِ احدیت کے بعد پہلے[۱] مرتبہ پر عقل دوسرے[۲] مرتبہ پر نفس۔ تیسرے[۳] مرتبہ پر ہیولیٰ۔ چوتھے[۴] مرتبہ پر طبیعت۔ پانچویں[۵] مرتبہ پر حرکت۔ چھٹے[۶] مرتبہ پر ہیولیٰ جسمیہ۔ ساتویں[۷] مرتبہ پر افلاک۔ آٹھویں[۸] مرتبہ پر ارکانِ مفردہ و مرکبہ یعنی آب۔ آتش۔ باد۔ خاک۔ نویں[۹] مرتبہ پر موالیدِ ثلاثہ یعنی جمادات۔ نباتات اور حیوانات کا مزاج۔ اور دسویں[۱۰] مرتبہ پر انسان جس طرح گنتی دس کے عدد پر پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح صورتِ مطلقہ بھی صورتِ انسانی سے کامل ہوتی ہے۔ جس طرح لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[2] سے خالق نے اپنی بے مثلی بیان فرمائی ہے اسی طرح لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ[3] سے اپنے خلیفہ یعنی انسان کی بھی بے مثالی ظاہر فرمائی ہے۔

نوعِ انسانی میں بعض کو بعض پر فضیلت!

نوعِ انسانی کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نوع کے بعض افراد کو بعض پر علم و عمل کے ساتھ فضیلت دی۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا۔ (مریم ۔ع ۶)	یعنی جو لوگ ایمان لائے اور (انھوں نے) نیک کام (بھی) کئے اُن کے واسطے رحمٰن عنقریب محبت کرنے والا ہے۔

یہاں ایمان سے مراد علمِ اشیاء ہے۔ عمل سے مراد اُس علم کے بموجب کاربند ہونا ہے۔ اور محبت کرنے سے مراد وہ امتیاز و فضیلت و برتری ہے جو دیگر مخلوقات پر اُن لوگوں کو عطا فرمائی گئی ہے۔ جب مفردات میں ذاتِ باری تعالیٰ سے قریب ترین

---

[1] ہود ۔ع ۴ [2] الشوریٰ ۔ع ۲ [3] محمد ۔ع ۴

Marfat.com

چیز عقل ہے تو مرکبات میں جناب باری کا سب سے زیادہ مقرب عاقل ہی کو ہونا چاہیے جو کہ انسان ہے اس عقل کے فیضان کی کمی و بیشی پر نوعِ انسانی کے افراد میں باہمی تفاوت کا دار و مدار ہے۔

خلاصہ | امام غزالیؒ ہی کے الفاظ میں مندرجہ بالا مضمون کا خلاصہ دے کر اس سلسلہ کو اب ختم کیا جاتا ہے۔

سب سے اوّل خداوند تعالیٰ نے عقلِ کلّی کو پیدا کیا۔ اس کے بعد نفس کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے فعل و انفعال کو ظاہر فرما کر ہیولیٰ مطلقہ میں ان دونوں کو جاری فرمایا۔ یہاں تک کہ انھوں نے جسمیت میں خوب کام کئے۔ انھیں دونوں کے ذریعہ سے اللہ نے جسم سے افلاک و کواکب کو پیدا کیا۔ پھر ارکانِ اربعہ پیدا کر کے فعل و انفعال کو ان کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے قسم قسم کی مخلوقات مثل معدنیات نباتات وحیوانات کے ظاہر کیں مگر پھر بھی ان کو قناعت نہ ہوئی۔ نہ عقلِ اوّل کو جمادات نباتات وحیوانات وغیرہ کے پیدا کرنے سے اطمینان حاصل ہوا۔ اور اس نے چاہا کہ ان اصناف سے بہتر اور عمدہ اور کامل شخص پیدا کیا جائے جو سب سے افضل ہو۔ تب ان ہی فعل و انفعال نے ایک عمدہ مادّہ پانی اور مٹی میں دیکھا۔ پس یہ دونوں اس کے اندر گھس گئے اور وہ مادّہ ربوبیت کے دروازہ تک دراز ہوا یہاں تک کہ قدرت نے اس میں ارادہ کی تاثیر کے ساتھ اثر کیا اور اس مادّہ سے ایک شخص مجوّف مستوفی نطق کے قابل پیدا کیا۔ پھر نفسِ کلّی اس شخص کی طرف متوجّہ ہو کر اس کے ساتھ اس طرح متعلّق ہوا جس طرح صورت مادّہ کے ساتھ متعلّق ہوتی ہے پھر اس شخص کے قلب میں زندگانی کا نور روشن ہوا۔ اور وہ زمین پر زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگا۔ جب وہ اپنی پیدائش سے حیران ہوا۔ تو عقلِ کلّی اس کی طرف متوجّہ ہوئی۔ اور عقلِ کلّی نے اس شخص کو اس کی کرامت اور بزرگی اور خلافت کا سزاوار بنایا اور اس کے جمال و کمال کو اس کی بصر و بصیرت پر روشن کیا اس وقت عقل کی تائید سے اس کی زبان کھلی اور ان نعمتوں اور بخششوں پر جو بارگاہ خداوندی سے اس کو عنایت ہوئی تھیں پروردگار کا شکر بجا لایا۔

Marfat.com

سِرِّ دِلبراں

ضمیمہ نمبر (۲)

فہرستِ اصطلاحات

الف

آبِ حیات ۔ ۱۵۵
ابد ۔ ۴۶
ابداع ۔ ۴۰۔ ۶۲۔ ۳۵۸
ابدال ۔ ۱۷۵
ابدالآباد ۔ ۴۶
ابر ۔ ۴۱
ابرار ۔ ۱۷۶
ابرو ۔ ۴۱۔ ۱۳۲
آبِ رواں ۔ ۴۱
آبِ زلال ۔ ۲۹۷
ابلیس ۔ ۳۲۵
ابن الوقت ۔ ۴۱
ابوالحال ۔ ۴۱۔ ۲۳۹

ابوالوقت ۔ ۴۱
اِتّحاد ۔ ۱۴۶
اِتّصال ۔ ۴۱
اثبات ۔ ۴۱
اثر ۔ ۴۲۔ ۴۸
اثرالامر ۔ ۷۷
اجازت ۔ ۱۸۵
اجازتِ مطلقہ ۔ ۱۵۸
اجازتِ نیابتی ۔ ۱۵۹
اجمال بعد التفصیل ۔ ۳۶۸۔ ۳۷۳۔
احتلامِ شیطانی ۔ ۱۸۹
احد ۔ ۲۴۹
احداث ۔ ۳۰۸
احدیت ۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۴۹۔ ۳۴۷۔ ۳۴۹۔

احدیۃ الجمع ۔ ۳۵۰
احدیۃ العین ۔ ۲۴۹
احدیۃ الکثرت ۔ ۲۴۹۔ ۳۵۵
احرام ۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸
احساس ۔ ۴۲۔
احسان ۔ ۱۱۔ ۴۲
احصائے اسماء ۔ ۵۱
اخفاء ۔ ۲۶۵
اخلاص ۔ ۴۲۔ ۲۶۶
اخیار ۔ ۴۳۔ ۱۷۶
ادب ۔ ۴۲۔ ۱۰۷
آدابِ مریدی ۔ ۱۰۷
ادراک ۔ ۴۲۔ ۶۰
ادراکِ بسیط ۔ ۴۳
ارادہ ۔ ۴۴۔ ۲۹۴

Marfat.com

ارادۂ الٰہیہ ۔ ۲۶۸ ۔
اربابِ باطن ۔ ۳۱۶
اربابِ ظاہر ۔ ۳۱۶
ارتفاعِ نسبتِ زمان و مکان ۔ ۴۴
ارتقاء ۔ ۴۴
ارتقائے تحلیلی ۔ ۴۵
آرزو ۔ ۲۶۶
ارض (زمین) ۳۲۸ ۔ ۳۲۹
ارضِ استعداد ۔ ۳۷۱
ارکان ۔ ۴۵ ۔ ۳۷۹
ارکانِ اربعہ ۔ ۳۷۹
ارواحِ بسیطہ ۔ ۱۸۵
آزاد ۔ ۴۵
ازل ۔ ۴۶
ازل الآزال ۔ ۴۶ ۔ ۳۴۶
استتار ۔ ۴۷ ۔ ۱۹۸ ۔ ۲۶۶
استجلا ۔ ۴۷
استدراج ۔ ۲۶۹ ۔ ۲۸۷
استغراق ۔ ۲۲۳
استقامت ۔ ۴۷ ۔ ۱۱۳
اسرارِ حروف ۔ ۳۵۷ ۔ ۳۶۵

اسراف ۔ ۵۴
اسلامِ حقیقی ۔ ۴۷ ۔ ۸۸
اسلامِ مجازی ۔ ۴۷ ۔ ۸۸
اسماء و صفات ۔ ۴۷
اسمِ جامع ۔ ۵۱
ذو الوجہین ۔ ۵۱
اسمائے الٰہیہ ۔ ۳۶۶
اسمائے الٰہی کُلّی ۔ ۳۵۳ ۔ ۳۵۷
اسمائے حسنٰی ۔ ۵۰
اسمائے دُنیا ۔ ۳۰۱
اسمائے کونی ۔ ۳۵۳ ۔ ۳۶۷
اسمائے متقابلہ ۔ ۵۱
اسیر ۔ ۵۴
اشارات ۔ ۲۲
اشتمال ۔ ۵۰
اشتیاق ۔ ۵۴ ۔ ۲۳۸ ۔ ۲۶۵
اشجان ۔ ۲۶۶
آشنائی ۔ ۵۴
آشنائیِ حق ۔ ۳۳۴
اشیاء ۔ ۵۴
اصحابِ صُفّہ ۔ ۹

اصطلاحاتِ صوفیہ ۔ ۲۲
اضطراب ۔ ۲۶۶
اضطرار ۔ ۲۶۵
اضغاثِ احلام ۔ ۱۸۹
اطلاق ۔ ۲۰۰
اطوار ۔ ۵۴
اعتبار ۔ ۵۵ ۔ ۳۴۲
اعتدال ۔ ۶۰
اعتکاف ۔ ۶۱
اعزام ۔ ۲۶۶
اعیانِ ثابتہ ۔ ۵۱ ۔ ۶۱ ۔ ۲۷۰ ۔ ۲۹۲ ۔ ۳۷۱
اعیانِ ممکنات ۔ ۵۱ ۔ ۶۱ ۔ ۲۹۲ ۔ ۳۷۱
آغوش ۔ ۶۱
آفاق ۔ ۶۵ ۔ ۸۰
آفتاب ۔ ۶۱
افتادگی ۔ ۶۱
افراد ۔ ۱۷۹
افعالِ الٰہی ۔ ۶۱
افقِ اعلٰے ۔ ۶۷
افقِ مبین ۔ ۶۷

Marfat.com

افلاک - ۳۷۹ -
افلاک البروج - ۳۷۹
اقامت - ۴۷
اقتضاءاتِ الٰہیہ - ۲۶۸
اقطاب - ۱۷۴
اللہ - ۳۲
الٰہیت - ۶۳
الغیب المسکوت عنہ - ۳۴۳ - ۳۴۵ - ۳۴۶
الفت - ۲۶۵
القاء - ۶۷
القابلیتہ الاولیٰ - ۳۴۳ - ۳۴۵ - ۳۵۰
القائے سبوحی - ۷۳
المحبتہ الحقیقیتہ - ۳۴۳ - ۳۴۵ - ۳۵۰
الوہیت - ۳۷۰
الہام - ۶۷ - ۲۹۰
الیاس - ۷۳
اُمّ الکتاب - ۲۶۸ - ۲۹۳ - ۳۵۰
امام مبین - ۲۶۸
امامان - ۱۷۴
امانت - ۷۳

آمدن - ۷۶
آمدن و رفتن - ۱۱۱
آمد و شد - ۱۱۲
امر - ۷۶
امکان - ۳۵۳
امشاء - ۷۸
امّہاتِ اسماء - ۵۰
امّہاتِ حقائق - ۷۸
امّہاتِ صفات - ۱۱۴ - ۱۷۷
امیشری - ۷۸
انا - ۷۸
انابت - ۱۲۲
انانیتِ کبریٰ - ۱۸۳
انتباہ - ۸۰
انجاس - ۳۰۸
انجمن - ۸۰
انجیل - ۲۹۴
انزعاج - ۸۰
اُنس - ۲۶۶ - ۲۷۹
اِنسان - ۳۳ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۳۶۵ - ۳۸۰

انسانِ کامل - ۳۳ - ۲۰۱
انسانِ کبیر - ۳۶
انصداع - ۸۰
انظار - ۸۰
انفُس - ۶۶ - ۸۰
انفعال - ۳۷۸
انگشت - ۸۰
اوّاب - ۱۲۲
اَو اَدنیٰ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۷۳
اوباش - ۸۰
اوبہ - ۱۲۲
اوتاد - ۱۷۵
اولادِ معنوی - ۲۷۵
اوّل و آخر و ظاہر و باطن - ۱۶۳ - ۳۵۳ - ۳۵۴
اولیاء اللہ - ۴۰ - ۱۷۷ - ۳۱۵
اولیائے ظاہرین - ۱۷۳ - ۳۱۹
اولیائے مستورین - ۱۷۳ - ۳۱۹
اوّلیت - ۳۷۶
آہ - ۸۰
آہو - ۸۰

Marfat.com

آیات - ۲۹۴
ایامِ الٰہی - ۸۰
ایثر - ۳۶۴ -
ایقان - ۸۱
ایمان - ۸۱
ایمانِ تحقیقی - ۸۲
ایمانِ تقلیدی - ۸۱

ب

ب - ۸۳ - ۳۵۶
باب الابواب - ۸۳ - ۱۲۳
بادِ صبا - ۸۳
بادہ - ۸۳
بادہ فروش - ۸۴ - ۱۶۰
بادپیمانی - ۸۳
باران - ۸۴
بازگشت - ۲۰۲
بازو - ۸۴
بازی - ۸۴
باطل - ۸۴
بالغ - ۹۱
بام - ۸۴
بامداد - ۸۴
بانگِ جرس - ۱۲۶
باہوت - ۸۴
بُت - ۸۴
بُت پرست - ۸۴
بُت پرستی - ۸۴
بُتِ ترسا بچہ - ۸۹
بُت خانہ - ۸۴ - ۸۹
بُت کدہ - ۸۴ - ۸۹
بحرالامکان - ۳۷۱
بحرالجود - ۳۶۹
بحرالوجود - ۳۶۹
بحرِ مسجور - ۸۹
بدایت - ۲۰۱
بدخوابی - ۱۸۹
بدلا - ۱۷۵
بُدنہ - ۹۰
بدنِ ہوائی - ۱۸۰
بذل - ۲۶۵
برافشاندنِ زلف - ۱۹۳
برزخ - ۸۹ - ۳۶۷
برزخِ اعظم - ۹۰
برزخِ اکبر - ۹۰
برزخ البرازخ - ۹۰
برزخِ اوّل - ۹۰
برزخِ ثانی - ۳۶۷ - ۳۷۱
برزخِ جامع - ۹۰
برزخِ کبریٰ - ۳۶ - ۹۰ - ۳۷۲
برق - ۹۰ - ۲۶۶ - ۳۶۷
بروز - ۹۰
بساطت - ۹۰
بستان - ۹۰
بسط - ۲۷۸
بسطِ محمود - ۲۷۹
بسطِ مذموم - ۲۷۸
بشارت - ۱۸۷
بشرطِ شئے - ۳۵۹
بشرطِ لاشئے - ۳۴۷
بصارت - ۹۰
بصیرت - ۹۰
بطون - ۲۴۹
بطونِ ذات فی الذات - ۹۰
بُعد - ۲۰۱ - ۲۸۰

Marfat.com

بقا۔ ۲۰۱۔ ۲۷۷
بقا باللہ۔ ۲۰۱۔ ۲۷۷
بقا بعد الفنا۔ ۲۰۱۔ ۲۲۸۔ ۲۷۷
بقترۃ۔ ۹۰
بُکا۔ ۲۶۵
بلا۔ ۹۱
بُلبُل۔ ۹۱
بلُوغ۔ ۹۱
بندگی۔ ۹۱
بنفشہ۔ ۹۱
بوادرہ۔ ۹۱
بوادہ۔ ۳۰۰
بوسہ۔ ۹۱۔ ۲۹۷
بُوسے۔ ۹۱
بہار۔ ۹۱
بہشت۔ ۹۱
بیابان۔ ۹۱
بے آرامیٔ زلف۔ ۱۹۳
بیت۔ ۱۹۸
بیت المرفوع۔ ۱۹۸
بیت المعمور۔ ۹۲۔ ۳۶۰
بیخودی۔ ۲۰۱۔ ۲۶۶
بیداری۔ ۹۲
بیرون۔ ۹۲
بیعت۔ ۹۲
بیقراریٔ زلف۔ ۱۹۴
بیگانگی۔ ۱۰۹
بیماری۔ ۱۰۹
بیماریٔ چشم۔ ۱۳۲
بے مثالی۔ ۱۰۹
بینوائی۔ ۱۰۹

پ

پارسائی۔ ۱۱۰
پاکبازی۔ ۱۱۰
پائے کوفتن۔ ۱۱۰
پردہ۔ ۱۱۰
پیالہ۔ ۱۱۰
پیام۔ ۱۱۰
پیرِ خرابات۔ ۱۱۰
پیرِ مغاں۔ ۱۱۰
پیرِ میکدہ۔ ۱۱۰
پیشانی۔ ۱۱۰
پیکان۔ ۱۳۲
پیمانہ۔ ۱۱۰۔ ۱۹۷

ت

تاب۔ ۱۲۲
تابستان۔ ۱۱۱
تابعی۔ ۱۲
تاج۔ ۱۱۱
تاراج۔ ۱۱۱
تاسّف۔ ۲۶۶
تانیس۔ ۲۳۰
تبع تابعین۔ ۱۲
تجدّدِ تعینات۔ ۳۰۴
تجدیدِ ایمان۔ ۸۱
تجدیدِ بیعت۔ ۱۰۶
تجرید۔ ۱۱۲
تجلّی۔ ۱۱۲۔ ۳۴۲
تجلّیٔ اتمّ و اکمل۔ ۱۱۵
تجلّیٔ آثاری۔ ۱۱۴
تجلّیٔ افعالی۔ ۱۱۴۔ ۲۳۰
تجلّیٔ اکمل۔ ۱۱۴
تجلّیٔ اوّل۔ ۳۴۹

Marfat.com

تجلّیِ ثانی ۔ ۳۵۵
تجلّیِ جمادی ۔ ۱۱۶
تجلّیِ حیوانی ۔ ۱۱۶
تجلّیِ ذاتی ۔ ۱۱۵
تجلّیِ رحمانی ۔ ۱۱۵
تجلّیِ رحیمی ۔ ۱۱۵
تجلّیِ شہودی ۔ ۱۱۶
تجلّیِ صفاتی ۔ ۱۱۳ ۔ ۱۱۴
تجلّیِ ظہوری ۔ ۱۱۵ ۔ ۳۵۲
تجلّیِ فضلی ۔ ۱۱۵
تجلّیِ فعلی ۔ ۱۱۴
تجلّیِ نباتی ۔ ۱۱۶
تجلّیِ نفسی ۔ ۳۵۲
تجلّیِ نوری ۔ ۲۲۹
تجلیہ ۔ ۱۱۸
تحریک ۔ ۶۰
تحقیق ۔ ۱۱۶
تحمّل ۔ ۲۶۵
تحوّل فی الصّور ۔ ۸۱
تحیّر ۔ ۳۶۵
تخت ۔ ۱۱۶
تخلیہ ۔ ۱۱۸
تدانی ۔ ۱۱۶
تدبّر ۔ ۱۱۷
تدلی ۔ ۱۱۶
ترانہ ۔ ۱۱۷
ترتیبِ موجودات ۔ ۳۴۲ ۔ ۳۷۵
ترسا ۔ ۱۱۷
ترسابچہ ۔ ۸۹ ۔ ۱۱۷
ترسازادہ ۔ ۱۱۷
ترسائی ۔ ۸۷ ۔ ۱۱۷
ترقّی ۔ ۱۱۷
ترکتاز ۔ ۱۱۸
تزکیہ ۔ ۱۱۸
تسلیم ۔ ۱۲۴ ۔ ۲۶۵
تسویہ ۔ ۳۴
تشبیہ ۔ ۱۱۸
تصرّفات ۔ ۳۲۰
تصرّف فی الخلق ۔ ۲۳۹
تصفیہ ۔ ۱۱۸
تصوّرِ شیخ ۔ ۱۱۹
تصوّف ۔ ۶ ۔ ۱۱ ۔ ۴۲
تضرّع ۔ ۲۶۶
تظلّم ۔ ۱۲۰
تعبیر ۔ ۱۸۹
تعیّن ۔ ۱۲۰ ۔ ۲۰۱ ۔ ۳۴۲
تعیّنِ اجمالی ۔ ۱۲۰
تعیّنِ اوّل ۔ ۱۲۰ ۔ ۳۴۹
تعیّنِ تفصیلی ۔ ۱۲۰
تعیّنِ ثانی ۔ ۳۵۲ ۔ ۳۵۵
تعیّنِ خارجی ۔ ۱۲۰
تعیّنِ داخلی ۔ ۱۲۰
تفرّد ۔ ۲۶۶
تفرید ۔ ۱۱۲
تفکّر ۔ ۷۱ ۔ ۱۱۷ ۔ ۲۶۵
تفویض ۔ ۱۲۳ ۔ ۱۲۴
تقویٰ ۔ ۱۲۰
تقویم ۔ ۴۷
تقیّد ۔ ۲۰۰ ۔ ۳۴۲
تکبّر ۔ ۱۲۰
تکمیل ۔ ۲۰۱
تلخ ۔ ۱۲۰
تلف ۔ ۲۶۶

Marfat.com

تلوین - ۱۲۰ - ۲۰۱
تمکین - ۱۲۰ - ۲۰۱
تمنّا - ۲۶۵
تندی - ۱۲۱
تندرستی - ۱۲۱
تنزّلات - ۳۴۲
تنزّلِ اوّل - ۳۴۹
تنزیہ - ۱۱۸
تواجد - ۱۲۱ - ۲۲۲
تواضع - ۱۲۱
توانائی - ۱۲۱
توبہ - ۱۲۱
توبۃ النصوح - ۱۲۲
توجّہ - ۱۲۲
توحیدِ عیانی - ۱۱۵
توحیدِ مطلب - ۱۰۶
توحیدِ وجودی - ۳۳۴
توریت - ۲۹۴
توقان - ۲۶۶
توکل - ۱۲۲
تونگری - ۱۲۴
تیشہ - ۱۳۲
تیم - ۲۶۵ - ۲۶۶
تیمّم - ۱۲۴

ج

جابلسا - ۱۲۵
جابلقا - ۱۲۵
جام - ۱۲۵
جان - ۱۲۵
جان افزا - ۱۲۵
جاناں - ۱۲۵
جانِ جاں - ۱۲۵
جانِ عالم - ۱۸۵
جان فزا - ۱۲۵
جاہل - ۱۲۶
جبروت - ۱۲۶ - ۳۵۶
جبرئیل - ۲۸۳
جد - ۱۲۶
جرس - ۱۲۶
جرعہ - ۱۲۶
جزو - ۱۲۶
جسمِ کل - ۳۵۹
جسمِ مطلق - ۳۷۹
جسمِ ملکوتی - ۳۲۵
جسمِ نفسانی - ۳۲۵
جِلا - ۴۷
جلال - ۱۲۶
جلاوت - ۱۲۸
جمال - ۱۲۶
جمع - ۱۲۷ - ۲۰۱
جمع الجمع - ۱۲۸ - ۱۸۳ - ۲۰۱ - ۲۶۷
جمع الوجود - ۳۵۵
جمود - ۲۰۳
جنّات - ۳۶۵
جنگ - ۱۲۸
جودی - ۲۶۷
جور و جفا - ۱۲۸
جہانِ بے مثالی - ۳۰۶
جہاں گیشرِ عالم - ۱۲۴
جوہرِ فرد - ۲۸۳

چ

چاہِ زنخ - ۱۲۹

Marfat.com

چشتیہ قلندریہ - ۲۰
چشم - ۱۲۹
ابرو - ۱۳۲
بیماریٔ چشم - ۱۳۲
پیکان - ۱۳۲
تیر - ۱۳۲
چشمِ بے باک - ۱۳۱
چشمِ شوخ - ۱۳۱
چشمِ عالم - ۱۳۲
چشمِ مست - ۱۳۱
خماریٔ چشم - ۱۳۲
دو چشم - ۱۳۲
دیدہ - ۱۳۲
سنان - ۱۳۲
غمزۂ چشم - ۱۳۱
کرشمۂ چشم - ۱۳۲
مژہ - ۱۳۲
نیزہ - ۱۳۲
نیم نگہی - ۱۳۱
چلیپا - ۱۳۳
چوگان - ۱۳۳
چہرہ - ۱۳۳
چہرۂ گلگوں - ۱۳۳
چین برافشاندنِ زلف - ۱۹۳

ح

حال - ۸۱ - ۱۳۴
حالتِ جمودی - ۲۰۳
حُب - ۱۳۴ - ۲۶۴ - ۲۶۶
حُبِّ حقیقی - ۳۵۰
حُبِّ مطلق - ۲۶۶
حباب - ۱۳۴
حبیب - ۱۳۴
حج - ۱۳۴
احرام - ۱۳۷
جمارِ ثلاثہ - ۱۴۰
حجرِ اسود - ۱۳۸
زم زم - ۱۳۹
سر منڈانا - ۱۳۹
صفا مروہ - ۱۳۹
صلوٰۃ بعدِ طواف - ۱۳۹
طوافِ افاضت - ۱۴۰
طوافِ کعبہ - ۱۳۸
طوافِ وداع - ۱۴۰
عرفات - ۱۴۰
عَلَم - ۱۴۰
کعبہ - ۱۳۸
مزدلفہ - ۱۴۰
مشعر الحرام - ۱۴۰
مقامِ ابراہیم - ۱۳۹
مکّہ - ۱۳۸
مِنا - ۱۴۰
میقات - ۱۳۸
حجاب - ۱۴۱
حجابِ خودی - ۱۴۱
حجابِ ظلماتی - ۱۴۱
حجابِ عظمت - ۳۵۰
حجاباتِ کیفی - ۱۴۱
حجاباتِ ملکوتی - ۱۴۱
حجاباتِ ناسوتی - ۱۴۱
حجاباتِ نُورانی - ۱۴۱
جمارِ ثلاثہ - ۱۴۰
حجرِ اسود - ۱۳۸
حجلہ - ۱۴۱
حد - ۱۴۱

Marfat.com

حدس ۔ ۷۱
حدوث ۔ ۴۷۔ ۳۷۶
حدیث درگوشِ اوکردن ۔ ۲۹۶
حدوثِ عالم ۔ ۳۷۶
حدیثِ نفس ۔ ۲۸۲
حرف ۔ ۱۴۲
حرق ۔ ۱۴۲
حرکتِ ارادی ۔ ۴۴
حرکتِ مطلقہ ۔ ۳۷۹
حرم ۔ ۱۴۲
حروف ۔ ۱۴۲
حروفِ عالیات ۔ ۱۴۲۔ ۲۹۴۔ ۳۶۷
حروفِ ملفوظی ۔ ۳۶۷
حروفِ منقوطہ ۔ ۲۹۴
حروفِ مہملہ ۔ ۲۹۴
حسرت ۔ ۲۶۵
حسن ۔ ۱۴۲
حشر ۔ ۱۴۳
حضرت الارتسام ۔ ۳۷۰
حضرت الاستعدادات ۔ ۳۷۱
حضرت الجمع الوجود ۔ ۳۵۵

حضرت الاسماء و الصّفات ۔ ۳۵۵
حضرت العماء ۔ ۳۷۳
حضرت الوجوب ۔ ۳۷۰
حضرتِ الوہیت ۔ ۳۵۵
حضرتِ معلومات ۔ ۳۷۰
حضور ۔ ۱۴۴۔ ۲۷۲
حضور الشئے لنفسہٖ مع مجرّدہٖ ۔ ۳۴۸
حضوری ۔ ۱۴۴
حق ۔ ۱۴۴
حقّ الیقین ۔ ۲۷۰
حقائق ۔ ۱۴۵
حقائقِ الٰہیہ ۔ ۳۵۳۔ ۳۶۷۔ ۳۷۰
حقائقِ عینیہ ۔ ۱۴۵
حقائقِ کونیہ ۳۵۳۔ ۳۶۷۔ ۳۷۱
حقائقِ ممکنات ۔ ۱۴۵۔ ۳۷۱
حقیقت ۔ ۱۴۴۔ ۲۳۲
حقیقتِ آدم ۔ ۳۵۲۔ ۳۶۷۔ ۳۷۱
حقیقتِ انسانی ۔ ۳۳۔ ۳۵۳۔ ۳۶۵۔ ۳۶۷۔ ۳۷۱
حقیقتہ الحقائق ۔ ۱۴۴
حقیقتِ محمّدی ۔ ۳۶۔ ۳۴۹۔ ۳۶۵

حکمت ۔ ۶۱۔ ۱۴۵۔ ۲۶۸
حکیم ۔ ۱۴۵
حلول ۔ ۱۴۶
حمد ۔ ۱۴۶۔ ۳۶۹
حواسِ باطنی ۔ ۴۲
حواسِ ظاہری ۔ ۴۲
حیا ۔ ۱۴۶
حیاء اجلال ۔ ۱۴۷
حیا از ارتکابِ گناہ ۔ ۱۴۶
حیاء از استحقار ۔ ۱۴۷
حیاء انعام ۔ ۱۴۷
حیاء تقصیر ۔ ۱۴۷
حیاء حشمت ۔ ۱۴۷
حیاء کرمِ اخلاق ۔ ۱۴۷
حیات ۔ ۱۴۷۔ ۳۰۸
حیاتِ اختیاری ۔ ۳۰۸
حیاتِ اضافیہ ۔ ۱۴۷
حیاتِ اضطراری ۔ ۳۰۸
حیاتِ اقتضائی ۔ ۳۰۸
حیات بعد الممات ۔ ۳۰۸
حیاتِ تامّہ ۔ ۱۴۷

Marfat.com

حیاتِ حِسّی ۔ ۳۰۹
حیاتِ قدیمۂ الٰہیہ ۔ ۱۴۸
حیاتِ معنوی ۔ ۳۰۹
حیرت ۔ ۱۴۸ ۔ ۲۶۶
حیرتِ محمود ۔ ۱۴۸
حیرتِ مذموم ۔ ۱۴۸
حیوانات ۔ ۳۶۵ ۔ ۳۸۰

خ

خاتمِ اصغر ۔ ۳۱۹
خاتمِ اکبر ۔ ۳۱۹
خاتمِ صغیر ۔ ۳۱۹
خاتمِ کبیر ۔ ۳۱۸
خارہ ۔ ۱۴۹
خاطر ۔ ۱۵۶
خاطرِ اوّل ۔ ۳۳۸
خاطرِ ربّانی ۔ ۳۳۸
خال ۔ ۱۴۹
خالِ سیاہ ۔ ۱۴۹
خالق ۔ ۶۲
خانقاہ ۔ ۱۵۰
خانۂ خمّار ۔ ۱۶۰

ختّام ۔ ۱۵۰
خد ۔ ۱۵۰ ۔ ۱۷۸
خرابات ۔ ۱۵۰ ۔ ۱۶۰
خراباتی ۔ ۱۵۰
خرابی ۔ ۱۵۰
خرقِ عادات ۔ ۲۳۹
خرقہ ۔ ۱۵۰
خرقۂ ارادت ۔ ۱۵۴
خرقۂ تبرّک ۔ ۱۵۴
خشکیِ ساحل ۔ ۱۵۵
خشم ۔ ۱۵۵
خضر ۔ ۷۳
خضوع ۔ ۲۶۵
خط ۔ ۱۵۵
خطِ سبز ۔ ۱۵۶
خطِ سیاہ ۔ ۱۵۶
خطرہ ۔ ۱۵۶ ۔ ۲۸۲
خطرۂ رحمانی ۔ ۱۵۶
خطرۂ شیطانی ۔ ۱۵۶
خطرۂ ملکی ۔ ۱۵۶
خطرۂ نفسانی ۔ ۱۵۶

خفی ۔ ۱۸۲
خلا ۔ ۱۶۰
خلافت ۔ ۱۵۷
خلافتِ افتراقی ۔ ۱۵۷
خلافتِ الٰہی ۔ ۱۵۷
خلافتِ رضائی ۱۵۷
خلافتِ صغریٰ ۔ ۱۵۹
خلافتِ کبریٰ ۔ ۱۵۹
خلّت ۔ ۱۶۰ ۔ ۲۶۴ ۔ ۲۶۵
خلعِ بدن ۔ ۱۶۰
خلق ۔ ۶۲ ۔ ۷۶
خلقِ اوّل ۔ ۳۶
خلوت ۔ ۱۵۹
خلوت در انجمن ۔ ۱۵۹ ۔ ۲۰۲
خُم ۔ ۱۶۰
خُمّار ۔ ۱۶۰
خُمار ۔ ۱۶۰
خُمارِ چشم ۔ ۱۳۲
خُمخانہ ۔ ۱۶۰
خَمِ زلف ۔ ۱۹۳
خنّاس ۔ ۱۶۰
خواب ۔ ۱۶۱ ۔ ۱۸۶

Marfat.com

خوابِ پریشاں ۔ ۱۸۹
خوابِ شیطانی ۔ ۱۸۹
خوابِ نفسانی ۔ ۱۸۸
خورشیدِ عیانی ۔ ۱۶۱
خوف ۔ ۲۷۹
خیال ۔ ۱۶۱
خیال درخیال ۔ ۲۴۹
خیالِ متصل ۔ ۲۵۱
خیالِ منفصل ۔ ۲۵۱

د

دادار ۔ ۱۶۲
دارالاسباب ۔ ۱۶۲
دارالحیوان ۔ ۱۵۵
داعی الی اللہ ۔ ۱۶۲
دام ۔ ۱۶۲
دائرۂ سلوک ۔ ۲۰۰
دائرۂ وحدت ۔ ۳۴۷
دُر ۔ ۱۶۲
درباختن ۔ ۱۶۲
درخت ۔ ۱۶۲
درد ۔ ۲۵۸
دُردی ۔ ۱۶۳
درویش ۔ ۱۶۳
دُرّۂ بیضا ۔ ۱۶۲
دریا ۔ ۱۶۳
دست ۔ ۱۶۵
دستگاہ ۔ ۱۶۵
دف ۔ ۱۶۵
دلال ۔ ۱۶۵
دلبری ۔ ۱۶۵
دلداری ۔ ۱۶۵
دلق دہ توئی ۔ ۱۶۵
دلکشائی ۔ ۱۶۵
دُنیا ۔ ۱۶۶-۳۲۵
دوچشم ۔ ۱۳۲
دُوری ۔ ۱۶۵
دوزخ ۔ ۱۶۶
دوش ۔ ۱۶۶
دِہ ۔ ۱۶۶
دَہن ۔ ۱۶۶
دیدہ ۔ ۱۳۲
دَیر ۔ ۱۶۸
دیوانہ ۔ ۱۶۸
دیہہ ۔ ۱۶۶

ذ

ذات ۔ ۱۶۹
ذاتِ بحت ۔ ۳۴۶-۳۴۷
ذات بلا اعتبار ۔ ۳۴۶
ذاتِ ساذج ۔ ۳۴۶
ذاتِ لاتعیّن ۔ ۳۴۶
ذوالقتہ ۔ ۴۳
ذکر ۔ ۱۶۹
ذکرِ اسمِ ذات ۔ ۱۷۰
ذکرِ جبروتی ۔ ۱۷۰
ذکرِ رابطہ ۔ ۱۷۰
ذکرِ رُوحی ۔ ۱۷۰
ذکرِ سِرّی ۔ ۱۷۰
ذکرِ عشقیہ ۔ ۱۷۰
ذکرِ قلبی ۔ ۱۶۹
ذکرِ لاہوتی ۔ ۱۷۰
ذکرِ لسانی ۔ ۱۶۹
ذکرِ محزونہ ۔ ۱۷۰
ذکرِ مریضہ ۔ ۱۷۰

Marfat.com

ذکرِ ملکوتی۔ ۱۷۰
ذکرِ ناسوتی۔ ۱۶۹
ذکرِ نفسی۔ ۱۷۰
ذکرِ نفی اثبات۔ ۱۷۰
ذوق۔ ۱۷۰۔ ۲۶۶
ذوالعقل۔ ۱۷۱
ذوالعین۔ ۱۷۰
ذہاب۔ ۱۷۱

ر

رابطہ بین الظہور والبطون۔ ۳۶۰۔ ۳۵۰
رقِ منشور۔ ۳۵۴
راجع۔ ۲۰۳
راحت۔ ۱۷۹
راستی قد۔ ۱۹۳
ربوبیت۔ ۱۷۲
رجاء۔ ۲۷۹
رجال اللہ۔ ۱۷۲
رجال الغیب۔ ۱۷۳
رجعت۔ ۲۰۳
رجوع الی البدایۃ۔ ۲۰۰۔ ۲۷۷
رُخ۔ ۱۷۷
رُخسار۔ ۱۷۷
رُخ و زلف۔ ۱۷۸
ردا۔ ۱۷۸
رسالت۔ ۳۱۲۔ ۳۱۵
رسم۔ ۱۷۸
رشحات۔ ۱۷۸
رضاء۔ ۱۲۴۔ ۱۷۸۔ ۲۶۵
رغبت۔ ۲۶۶
رفتن۔ ۱۷۸
رفتن و آمدن۔ ۱۱۱
رفرف اعلیٰ۔ ۱۷۸
رفیع الدرجات۔ ۳۴۱۔ ۳۶۵
رقیب۔ ۱۷۸
رقیقہ۔ ۱۷۸
رقیقۂ حقی۔ ۲۷۶
رقیقۂ خلقی۔ ۲۷۶
رقیقۂ فکریہ۔ ۲۷۶
رمقہ۔ ۲۶۴
رنج۔ ۱۷۹
رند۔ ۱۷۹
رو۔ ۱۷۷
رُوح۔ ۱۷۹۔ ۱۸۲
رُوح اعظم۔ ۱۸۱۔ ۲۸۳۔ ۳۵۰
رُوح الارواح۔ ۱۸۰
رُوح الامین۔ ۲۸۲
رُوحِ الٰہی۔ ۱۸۰
رُوح الروح۔ ۱۸۰
رُوح القدس۔ ۱۸۰
رُوحِ انسانی۔ ۱۸۰
رُوحِ حیوانی۔ ۱۷۹
رُوحِ طبعی۔ ۱۸۰
رُوحِ عالم۔ ۱۸۵۔ ۲۵۱
رُوحِ محمدیؐ۔ ۲۸۲
رُوحِ مخلوق۔ ۱۸۰
رُوحِ ملکوتی۔ ۱۸۰
روز۔ ۱۸۵
روز و شب۔ ۱۸۵
روزِ تاریک۔ ۱۸۵
روزہ۔ ۱۸۵
روسیاہی۔ ۱۸۵
رُوع۔ ۱۸۱
رویائے صادقہ۔ ۱۸۶

Marfat.com

رویائے صالحہ۔ ۱۸۹

رویت۔ ۱۹۰

ریا۔ ۱۹۰۔ ۳۲۵

ریاضت۔ ۱۹۱

ریحان۔ ۱۹۱

ز

زاجر۔ ۱۹۲

زاہد۔ ۱۹۲

زاہدِ خشک۔ ۱۹۲

زمان۔ ۱۹۲

زبور۔ ۲۹۴

زجاجہ۔ ۱۹۲۔ ۲۸۰۔ ۳۲۹

زر۔ ۱۹۲

زردی۔ ۱۹۳

زکوٰۃ۔ ۱۹۳

زلف۔ ۱۷۸۔ ۱۹۳

برافشاندن زلف۔ ۱۹۳

بے آرامیِ زلف۔ ۱۹۳

بے قراریِ زلف۔ ۱۹۴

چین برافشاندن زلف۔ ۱۹۳

خم زلف۔ ۱۹۳

رُخ و زلف۔ ۱۷۸

زُلفِ پُرچین۔ ۱۹۳

زُلفِ دراز۔ ۱۹۳

زُلف و عارض۔ ۱۷۸

زُلف کا پیچ وتاب۔ ۱۹۳

زُلف کوتاہ کرنا۔ ۱۹۳

زُلفِ معطّر۔ ۱۹۴

زنجیرِ زُلف۔ ۱۹۴

ساکن داشتن زُلف۔ ۱۹۳

سیرِ زُلف۔ ۱۹۳

سلسلۂ زُلفِ دراز۔ ۱۹۳

سلسلۂ زُلفِ معشوق۔ ۱۹۳

شکنِ زُلف۔ ۱۹۳

فہم زُلف۔ ۱۹۳

گیسو۔ ۱۹۵

موئے میاں۔ ۱۹۵

مہم زلف۔ ۱۹۳

زمان۔ ۱۹۵

زمزم۔ ۱۳۹

زمستان۔ ۱۹۵

زنّار۔ ۸۷۔ ۱۹۵

زنان۔ ۱۹۵

زنخ۔ ۱۹۶

زنخدان۔ ۱۹۶

زندگی۔ ۱۹۶

زورق۔ ۱۹۶

زہدِ خشک۔ ۲۵۹

زیتون۔ ۳۲۹

س

ساحل۔ ۱۶۳

ساربان۔ ۱۹۷

ساز۔ ۲۲۷

ساعد۔ ۱۹۷

ساعز۔ ۱۹۷

ساقی۔ ۱۹۷

ساکن داشتن زلف۔ ۱۹۳

سالک۔ ۱۹۹

سالک مجذوب۔ ۱۹۹

سالک واصل المسالک۔ ۲۰۳

سالک ہالک۔ ۲۰۳

سبب اوّل۔ ۳۳۸

سبزہ زارِ جانِ عالم۔ ۱۵۵

Marfat.com

سبزی۔ ۱۹۷
سبع المثانی۔ ۱۷۷
سپیدی۔ ۱۹۷
ستر۔ ۱۹۷
سجادگی۔ ۱۵۹
سحق۔ ۱۹۸
سدرۃ المنتہیٰ۔ ۱۹۸۔ ۳۶۰
سر۔ ۱۸۲
سرِ الٰہی۔ ۱۸۰
سرائر۔ ۱۹۸
سرِ زلف۔ ۱۹۳
سرخی۔ ۱۹۷
سردی۔ ۱۹۸
سرکشی۔ ۱۹۸
سرکشیٔ نفس۔ ۱۹۸
سریرۃ۔ ۱۹۸
سفر۔ ۱۹۸
سفر در وطن۔ ۲۰۲
سقف المرفوع۔ ۱۹۸
سکر۔ ۱۹۸۔ ۲۰۰۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷
سکینہ۔ ۱۹۸
سلاب۔ ۱۹۸
سلام۔ ۱۹۸
سلامتی۔ ۱۹۹
سلسلہ۔ ۱۹۹
سلسلۂ زلفِ دراز۔ ۱۹۳
سلسلۂ زلفِ معشوق۔ ۱۹۳
سلطانی۔ ۱۹۹
سلوک۔ ۱۹۹
سلوکِ اتم۔ ۲۲۷
سماع۔ ۲۰۳
سماعِ متکلف۔ ۲۲۲
سماعِ ہاجم۔ ۲۲۲
سماوات۔ ۳۲۹
سمسمہ۔ ۲۲۶
سنان۔ ۱۳۲
سنّۃ۔ ۲۲۶
سنجہ۔ ۲۲۶
سوادِ اعظم۔ ۲۲۶
سوادالوجہ۔ ۲۲۶
سوالِ خفی۔ ۲۲۶
سورۃ۔ ۲۹۴
سوز۔ ۲۲۷
سواد۔ ۲۲۷
سوالے۔ ۲۲۷
سہ جادہ۔ ۲۲۷
سیاہی۔ ۲۲۷
سیبِ زنخ۔ ۲۲۷
سیر۔ ۲۲۷
سیرِ اطواری وجودی آفاقی۔ ۵۵
سیرِ اطواری وجودی انفس۔ ۵۵
سیرِ آفاقی۔ ۶۵۔ ۶۶
سیر الی اللہ۔ ۲۰۱۔ ۲۲۷
سیرِ انفسی۔ ۶۵۔ ۶۶
سیر باللہ۔ ۲۰۱۔ ۲۲۸
سیرِ رجوعی۔ ۲۰۱
سیرِ زورق۔ ۱۹۶
سیرِ عروجی۔ ۲۰۱۔ ۲۲۸
سیر فی اللہ۔ ۲۰۱
سیر مع اللہ۔ ۲۰۱
سیر من اللہ۔ ۲۰۱
سیرِ نزولی۔ ۲۰۱۔ ۲۲۸
سیل۔ ۲۲۸

Marfat.com

سیم۔ ۲۲۸
سیمرغ۔ ۲۲۸۔ ۲۷۸
سیمیا۔ ۲۲۸

ش

شام۔ ۲۴۱
شان۔ ۸۱
شاہد۔ ۲۲۹
شاہد الوجود۔ ۳۳۲
شب۔ ۱۸۵۔ ۲۲۹
شبرو۔ ۲۲۹
شبِ روشن۔ ۱۸۵
شبِ قدر۔ ۲۲۹
شبنم۔ ۲۲۹
شب و روز۔ ۲۲۹
شبِ یلدا۔ ۲۲۶۔ ۲۲۹
شجاعت۔ ۶۱
شجرہ۔ ۳۲۹
شراب۔ ۲۳۰
شرابِ بادہ خوار۔ ۲۳۱
شرابِ بےخودی۔ ۲۳۱
شرابِ بے ساغر و جام۔ ۲۳۱
شرابِ پختہ۔ ۲۳۱
شرابِ خام۔ ۲۳۱
شراب خانہ۔ ۲۳۲
شرابِ ساقی آشام۔ ۲۳۱
شرابِ سلسبیلِ عشق۔ ۲۶۶
شرابِ صاف۔ ۲۳۲
مئے بےرنگ۔ ۲۳۱۔ ۳۰۹
شرب۔ ۲۳۲۔ ۲۶۷
شرح صدر۔ ۱۶
شرط۔ ۲۳۲
شریعت۔ ۲۳۲
شطحیات۔ ۲۳۲
شعور۔ ۲۳۷
شغف۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶
شکر۔ ۲۳۷۔ ۳۶۹
شکل۔ ۲۳۸
شکلِ کل۔ ۳۵۹
شکنِ زلف۔ ۱۹۳
شگوفہ۔ ۲۳۸
شمائل۔ ۲۳۸
شمع۔ ۲۳۸
شوخی۔ ۲۳۸
شوق۔ ۲۳۸۔ ۲۶۶
شہادت۔ ۲۳۸
شہادتِ صغریٰ۔ ۲۳۸
شہادتِ کبریٰ۔ ۲۳۸
شہادتِ وجودیہ۔ ۲۷۲
شہر۔ ۲۳۸
شہود۔ ۲۳۸۔ ۳۴۹
شہودِ روحی۔ ۲۹۰
شیاطین۔ ۳۲۵
شیخ۔ ۲۳۹
شیخِ اکمل۔ ۲۳۹
شیخِ کامل۔ ۲۳۹
شیخِ مکمل۔ ۲۳۹
شیدا۔ ۲۴۰
شیون۔ ۲۴۰
شیوہ۔ ۲۴۰

ص

صاحبِ تلوین۔ ۱۴۱
صاحبِ تمکین۔ ۱۴۱
صاحبِ خدمت۔ ۱۷۲

Marfat.com

صالح۔ ۲۴۲
صانع۔ ۶۲
صبا۔ ۲۴۱
صبایہ۔ ۲۶۶
صباحت۔ ۳۰۶
صبح۔ ۲۴۱
صبر۔ ۲۴۱۔ ۲۶۵
صحابی۔ ۱۲
صحفِ مکرمہ۔ ۲۹۳
صحو۔ ۲۰۱۔ ۲۴۲
صحو بعد المحو۔ ۲۰۱
صحو ثانی۔ ۲۰۱۔ ۲۶۷
صدا۔ ۲۴۲
صداقت۔ ۲۶۵
صدر۔ ۱۸۱
صدق۔ ۲۴۲۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶
صراحی۔ ۲۴۲
صراطِ مستقیم۔ ۲۴۲
صعق۔ ۲۴۲
صفا۔ ۱۳۹۔ ۲۶۵
صفائی مبتدی۔ ۱۹۹
صفائی متوسط۔ ۱۹۹
صفائی منتہی۔ ۱۹۹
صفاتِ سبعہ ذاتیہ۔ ۱۱۴
صفوت۔ ۲۴۲
صلاح۔ ۲۴۲
صلح۔ ۲۴۳
صلصلۂ جرس۔ ۱۲۶
صمدیت۔ ۲۴۳
صنعت۔ ۶۲
صنم۔ ۲۴۳
صوابِ شاب۔ ۲۴۳
صوتِ سرمدی۔ ۱۲۶
صورت الامر۔ ۷۷
صورتِ مثالی۔ ۳۳۲
صورِ علمی۔ ۵۱
صورِ کونیہ۔ ۲۴۳
صوفی۔ ۱۰۔ ۱۲۔ ۱۸
صومعہ۔ ۲۴۳
صیانت۔ ۲۶۶

ض

ضیاء۔ ۲۲۷

ط

طائر۔ ۲۴۵
طاعت۔ ۳۲۳
طامات۔ ۲۴۴
طامّتہ الکبریٰ۔ ۲۴۴
طاہر۔ ۲۴۴
طبِ روحانی۔ ۲۴۵
طبیبِ روحانی۔ ۲۴۵
طبیعت۔ ۲۶۸۔ ۳۷۹
طبیعتِ کلیہ۔ ۳۲۷۔ ۳۵۸
طراوت۔ ۲۴۵
طرب۔ ۲۴۵
طریقِ اخیار۔ ۱۹۹
طریقِ اصحابِ شطاریہ۔ ۱۹۹
طریقِ اصحابِ مجاہدات و ریاضات۔ ۱۹۹
طریقت۔ ۲۳۲
طلب۔ ۲۴۵۔ ۲۶۶
طمانیت۔ ۲۴۵
طلوعِ فجر۔ ۲۴۱
طمس۔ ۲۴۵
طوافِ افاضت۔ ۱۴۰

Marfat.com

طوافِ کعبہ۔ ۱۳۸
طوافِ وداع۔ ۱۴۰
طوالع۔ ۲۴۵
طور۔ ۲۴۶
طور الایمن۔ ۲۴۶
طہارتِ باطنی۔ ۲۴۵
طہارتِ دل۔ ۲۴۵
طہارتِ ظاہری۔ ۲۴۵
طہارتِ سِرّ۔ ۲۴۵
طَیشر۔ ۲۲۷

ظ

ظاہر العلم۔ ۳۶۷
ظاہر الوجود۔ ۳۶۷
ظِلّ۔ ۲۴۷
ظِلّ اللہ۔ ۲۴۹
ظِلّ اوّل۔ ۲۴۹
ظلالا و ظِلال۔ ۲۴۹
ظلال و ظلالا۔ ۲۴۹
اظلّ نوری۔ ۲۴۸
ظہور۔ ۲۴۹
ظہور النفس۔ ۳۵۲
ظہور فی البطون۔ ۳۴۷
ظہور فی الباطن۔ ۲۲۸

ع

عادت۔ ۲۶۸
عارض۔ ۱۲۸
عارف۔ ۲۵۰
عارف الوجود۔ ۳۳۲
عالِم۔ ۲۵۰
عالَم۔ ۲۵۰۔ ۳۵۵۔ ۳۷۵
عالمِ اجساد۔ ۳۵۴
عالمِ ارواح۔ ۱۸۴
عالمِ الامر۔ ۲۵۱
عالمِ الخلق۔ ۲۵۱
عالمِ اُنس۔ ۲۵۴
عالمِ جبروت۔ ۳۵۶۔ ۳۷۰
عالمِ حادث۔ ۳۵۴۔ ۳۷۰
عالمِ شہادت۔ ۵۱
عالمِ صغیر۔ ۳۶۔ ۱۸۱۔ ۳۷۳
عالمِ قدس۔ ۲۵۴
عالمِ کبیر۔ ۱۸۱۔ ۳۷۳
عالمِ کثیف۔ ۲۷۳۔ ۳۵۴
عالمِ کُلّی۔ ۲۵۱
عالَمِ کون۔ ۲۷۳۔ ۲۹۵
عالمِ کون و فساد۔ ۲۹۵
عالمِ لطیف۔ ۲۷۳۔ ۳۵۴
عالمِ ماسوائے۔ ۳۵۵
عالمِ مثال۔ ۲۵۱
عالمِ محسوس۔ ۱۸۴
عالمِ معانی۔ ۲۵۳۔ ۳۷۱
عبادت۔ ۲۵۳
عبارت۔ ۲۲
عبدیت۔ ۲۰۱
عبودت۔ ۲۵۳
عبودیت۔ ۲۰۰
عدالت۔ ۶۱
عدم۔ ۲۵۳
عدمِ صرف۔ ۲۵۳
عرش۔ ۲۵۳۔ ۳۶۰
عرشِ اعظم۔ ۳۶۰
عرش العظیم۔ ۲۵۴
عرش المجید۔ ۲۵۴
عرفات۔ ۱۴۰
عروج۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱

Marfat.com

عزلت۔ ۲۵۴

عزم۔ ۳۳۸

عشرت۔ ۲۵۴

عشق ومحبت۔ ۲۵۴ :-

اخفاء۔ ۲۶۶

اخلاص۔ ۲۶۶

آرزو۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷

استتار۔ ۲۶۶

اشجان۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷

اشتیاق۔ ۲۶۵

اضطراب۔ ۲۶۶

اعزام۔ ۲۶۶

اُلفت۔ ۲۶۵

اُنس۔ ۲۶۶

بذل۔ ۲۶۶

برق۔ ۲۶۶

بُکا۔ ۲۶۵

بیخودی۔ ۲۶۶

تاسّف۔ ۲۶۶

تحمّل۔ ۲۶۵

تحیّر۔ ۲۶۵

تضرّع۔ ۲۶۵

تسلیم ورضا۔ ۲۶۵

تفرّد۔ ۲۶۶

تفکّر۔ ۲۶۵

تلف۔ ۲۶۶

تمنّا۔ ۲۶۵

توقان۔ ۲۶۶

تیم۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶

جمع الجمع۔ ۲۶۷

جودی۔ ۲۶۷

حُب۔ ۲۶۴۔ ۲۶۶

حُبِ مطلق۔ ۲۶۶

حسرت۔ ۲۶۵

حُسنِ اخلاق۔ ۲۶۶

حیثرت۔ ۲۶۶

خلّت۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵

خضوع۔ ۲۶۵

درد۔ ۲۵۸

ذکرِ محبوب۔ ۲۶۵

ذوق۔ ۲۶۶

رغبت۔ ۲۶۶

رمقہ۔ ۲۶۴

شُکر۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷

شرابِ عشق۔ ۲۶۶

شُرب۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷

شغف۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶

شوق۔ ۲۶۶

صبابہ۔ ۲۶۶

صبر۔ ۲۶۵

صحوِ ثانی۔ ۲۶۷

صداقت۔ ۲۶۵

صدق۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶

صفا۔ ۲۶۵

صیانت۔ ۲۶۶

طلب۔ ۲۶۶

عِشق۔ ۲۵۴۔ ۲۵۷۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔
۲۶۶

عشقِ ذات۔ ۲۶۳

عشقِ صفات۔ ۲۶۳

علم۔ ۲۶۶

عمل۔ ۲۶۶

غیرت۔ ۲۶۵

Marfat.com

نفقدان۔ ۲۶۶
فرمانبرداری۔ ۲۶۵
گریۂ و اضطرار۔ ۲۶۵
لحظہ۔ ۲۶۴
محافظتِ باطن از غیر۔ ۲۶۵
محبت۔ ۲۵۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶
محبتِ آثاری۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲
محبتِ ارادی۔ ۲۵۶
محبتِ اکتسابی۔ ۲۵۶
محبتِ حقیقی۔ ۲۶۳
محبتِ ذاتی۔ ۲۶۳
محبتِ شہوت۔ ۲۶۲
محبتِ صفاتی۔ ۲۶۳
محبتِ طبعی۔ ۲۵۶
محبتِ محبوبی۔ ۲۶۲
محبوبِ حق۔ ۲۵۸
مراقبۂ محبوب۔ ۲۶۵
مرضیِ محبوب سے خوشی۔ ۲۶۵
مشاہدۂ غیوب۔ ۲۶۶
ملامت۔ ۲۶۶
موافقت۔ ۲۶۴۔

موانست۔ ۲۶۴
مودّت۔ ۲۶۵
مَیل۔ ۲۶۴۔ ۲۶۶
نیّت۔ ۲۶۶
وجد۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷
وُدّ۔ ۲۶۴۔ ۲۶۶
وری۔ ۲۶۷
ولع۔ ۲۶۶
ولہ۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶
ہوا۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶
ہیبت۔ ۲۶۶
عشوہ۔ ۲۶۷
عصمت۔ ۶۱
عقبیٰ۔ ۲۶۸
عقل۔ ۱۸۱۔ ۲۶۸۔ ۲۷۶۔ ۳۷۶۔ ۳۷۸
عقل و نقل۔ ۲۷۶۔
عقلِ انسانی۔ ۲۶
عقلِ اوّل۔ ۳۶۔ ۲۶۸۔ ۲۸۲۔ ۳۰۱۔ ۳۵۸۔ ۳۷۶۔
عقلِ کُل۔ ۳۵۰۔ ۳۵۸۔
عقلِ کُلّی۔ ۲۶۸

عقلِ معاش۔ ۲۶۸
علّت۔ ۲۶۹
علف۔ ۲۶۹
عِلم۔ ۲۶۶۔ ۲۶۹۔ ۳۲۵۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹
علمِ الٰہی۔ ۷۷۔ ۳۷۱
علم الکتاب۔ ۲۹۴
علمِ حضوری۔ ۲۶۹
علمِ حصولی۔ ۲۶۹
علمِ حقائق۔ ۱۴۵
علمِ حکمت۔ ۱۴۵
علمِ مطلق۔ ۳۴۹
علم الیقین۔ ۲۷۰
علمائے راسخین۔ ۹۷
عماء۔ ۳۵۶
عمد۔ ۱۷۶
عمل۔ ۶۳۔ ۲۶۶
عناصرِ اربعہ۔ ۳۷۹
عنقا۔ ۲۷۰
عید۔ ۲۷۰
عیش۔ ۲۷۰

Marfat.com

عین ۔ ۱۴۵ ۔ ۲۷۰
عین الجمع ۔ ۲۷۰
عین الیقین ۔ ۲۷۰
عینِ ثابت ۔ ۱۴۵ ۔ ۲۷۰
عینِ کافور ۔ ۳۴۶

غ

غارت ۔ ۲۷۱
غبغب ۔ ۲۷۱
غربت ۔ ۲۷۱
غلبہ ۔ ۲۷۱
غم ۔ ۲۷۱
غم خوار ۔ ۲۷۱
غمزہ ۔ ۲۷۱
غمزۂ چشم ۔ ۱۳۱
غمکدہ ۔ ۲۷۲
غمگسار ۔ ۲۷۲
غنچہ ۔ ۲۷۲
غنی عن العالمین ۔ ۲۴۹
غوث ۔ ۱۴۴
غیب ۔ ۲۷۲
غیب الغیوب ۔ ۳۴۶
غَیبت ۔ ۲۷۲
غیبِ عدمی ۔ ۲۷۲
غیبِ مجمل ۔ ۲۷۲
غیبِ مصوّن ۔ ۲۷۲
غیبِ مفصّل ۔ ۲۷۲
غیبِ مکنون ۔ ۲۷۲
غیبِ وجودی ۔ ۲۷۲
غیبِ ھویت ۔ ۳۴۶ ۔ ۳۴۷
غیر ۔ ۲۷۳
غیرت ۔ ۲۶۵ ۔ ۲۷۳
غیرت از حق ۔ ۲۷۳
غیرت از خلق ۔ ۲۷۳

ف

فاتحہ ۔ ۲۷۴
فاتحۃ الکتاب ۔ ۲۷۴
فاتحۃ الوجود ۔ ۲۷۴
فاعل ۔ ۶۲ ۔ ۶۶
فتح فی الروح ۔ ۲۸۹
فتح فی النفس ۔ ۲۸۹
فتق ۔ ۲۷۴
فتوح ۔ ۲۷۴ ۔ ۲۸۹
فتوحِ اوّل ۔ ۲۷۴
فتوحِ ثانی ۔ ۲۷۴
فتوحِ ثالث ۔ ۲۷۴
فراست ۔ ۷۱ ۔ ۲۷۴
فراق ۔ ۲۷۴
فراق وصال ۔ ۲۲۵
فرد ۔ ۱۷۶
فردانیت ۔ ۱۷۴ ۔ ۱۷۶
فرزند ۔ ۲۷۵
فرزندِ حقیقی ۔ ۲۷۵
فرزندِ صُلبی ۔ ۲۷۵
فرزندِ قلبی ۔ ۲۷۵
فرزندِ معنوی ۔ ۲۷۵
فرق ۔ ۲۰۱ ۔ ۲۷۵
فرق الجمع ۔ ۲۷۵
فرقان ۔ ۳۹۴
فرقِ اوّل ۔ ۲۷۵
فرق بعد الجمع ۔ ۲۰۱ ۔ ۲۷۵
فرقِ ثانی ۔ ۲۰۱ ۔ ۲۷۵
فرقِ وصف ۔ ۲۷۵
فریاد ۔ ۲۷۵

Marfat.com

فریب - ۲۷۵
فروختن - ۲۷۵
فساد - ۲۹۵
فصل - ۲۷۵
فضل - ۱۱۵
فعل - ۶۳ - ۳۷۸
فغان - ۲۷۶
فقدان - ۲۶۶
فقر - ۲۰ - ۲۷۶
فقرِ حقیقی - ۲۷۶
فقیر - ۲۷۶
فقیری - ۲۷۶
فکر - ۲۶۸ - ۲۷۶
فلکِ اطلس - ۳۵۹ - ۳۶۰
فلکِ اعلیٰ - ۳۷۵
فلک الحیواۃ - ۳۵۶
فلکِ بروج - ۳۶۰
فلکِ زحل - ۳۶۰
فلکِ زہرہ - ۳۶۳
فلکِ شمس - ۳۶۲
فلکِ عطارد - ۳۶۳
فلکِ قمر - ۳۶۳
فلکِ مریخ - ۳۶۲
فلکِ مشتری - ۳۶۱
فنا - ۲۰۰ - ۲۷۷
فنا الفنا - ۲۰۰
فنائے افعالی - ۲۷۷
فنائے ذاتی - ۲۷۷
فنائے صفاتی - ۲۷۷
فنائیت - ۳۱۷
فواد - ۱۸۲
فہم زلف - ۱۹۳
فیضِ اقدس - ۲۷۷
فیضِ مقدس - ۲۷۷

ق

قاب قوسین - ۳۴۹ - ۳۷۳
قاب قوسین الوجوب والامکان - ۳۷۳
قابلیتِ اولیٰ - ۳۵۰
قابلیتِ ظہور - ۳۵۵
قابلیت الکثرت - ۳۵۵
قاف - ۲۷۸
قامت - ۲۷۸
قبض - ۲۷۸
قبضِ محمود - ۲۷۸
قبضِ مذموم - ۲۷۸
قبلہ - ۲۷۹
قد - ۲۷۹
قدرت - ۲۶۸ - ۲۹۴
قدسیان - ۲۷۹
قدم - ۴۷
قدمین - ۲۷۹
قرآن - ۲۹۴
قرب - ۲۷۹
قربِ ایجادی - ۲۸۰
قربِ شہودی - ۲۸۰
قربِ فرائض - ۱۱۴
قربِ نوافل - ۱۱۴
قسطاسِ مستقیم - ۲۶۸
قصد - ۳۳۸
قطب - ۱۷۳ - ۱۷۴
قطبِ ابدال - ۱۷۴
قطبِ ارشاد - ۱۷۴
قطبِ اقالیم - ۱۷۴

Marfat.com

قطبِ اقلیم۔ ۱۷۶
قطب الاقطاب۔ ۱۷۴
قطبِ جہان۔ ۱۷۴
قطبِ زہاد۔ ۱۷۴
قطبِ عالم۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴
قطبِ عباد۔ ۱۷۴
قطبِ عرفا۔ ۱۷۴
قطبِ کبریٰ۔ ۱۷۳
قطبِ متوکلان۔ ۱۷۴
قطبِ مدار۔ ۱۷۴
قطبِ ولایت۔ ۱۷۴
قلاش۔ ۲۸۰
قلب۔ ۱۸۲۔ ۲۸۰
قلم۔ ۲۸۲۔ ۳۵۸
قلمِ اعظم۔ ۳۵۰
قلمِ اعلےٰ۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳
قلندر۔ ۱۹
قناعت۔ ۲۸۳
قوابلِ طبعیہ۔ ۲۶۸
قوال۔ ۲۰۹
قوامع۔ ۲۸۳
قوائے ادراکیہ۔ ۱۸۴
قوائے حیوانیہ۔ ۱۸۴
قوائے طبعیہ۔ ۱۸۴
قوائے عقلیہ۔ ۱۸۴
قوت۔ ۲۸۳
قوتِ طبعی۔ ۳۷۹
قوسِ حقائقِ الٰہیہ۔ ۳۵۶
قوسِ حقائقِ کونیہ۔ ۳۵۶
قوسِ ظاہر العلم۔ ۳۵۷۔ ۳۶۷
قوسِ ظاہر الوجود۔ ۳۵۷۔ ۳۶۷
قیام باللہ۔ ۲۸۳
قیام للہ۔ ۲۸۴
قیامتِ کبریٰ۔ ۲۸۴

ک

کافر۔ ۲۹۰
کافر بچہ۔ ۲۹۱
کاف ونون۔ ۲۸۵۔ ۳۷۸
کائنات۔ ۳۵۶
کباب۔ ۲۸۵
کبر۔ ۲۸۵
کبودی۔ ۲۸۵
کتاب۔ ۲۹۳
کتابِ حق تعالیٰ۔ ۲۹۱
کتاب المسطور۔ ۳۵۴
کتابِ مبین۔ ۳۰۱
کتابِ محو واثبات۔ ۲۹۳
کتابِ مُطہّر۔ ۲۹۳
کتابِ معین۔ ۲۹۳
کثرت۔ ۲۰۰
کثرتِ ظاہرہ۔ ۳۵۴
کثرتِ علمیہ۔ ۳۷۰
کثیب۔ ۲۵۴
کرامت فی اللہ۔ ۲۳۹
کرامت فی الخلق۔ ۲۳۹
کرسی۔ ۲۸۵۔ ۳۵۶۔ ۳۶۰
کرشمہ۔ ۲۸۵
کرشمۂ چشم۔ ۱۳۲
کرۂ آب۔ ۳۶۴
کرۂ ارض۔ ۳۶۴
کرۂ اثیر۔ ۳۶۴
کرۂ تراب۔ ۳۶۴
کرۂ ہوا۔ ۳۶۴
کشاکش۔ ۲۸۵

Marfat.com

کشش ۔ ۲۵۵
کشف ۔ ۲۸۶
کشفِ صُوری ۔ ۲۸۶
کشفِ کونی ۔ ۲۸۷
کشفِ معنوی ۔ ۲۸۹
کعبہ ۔ ۱۳۸ ۔ ۲۹۰
کفر ۔ ۲۹۰
کفرِ حقیقی ۔ ۲۹۰
کفرِ مجازی ۔ ۲۹۰
کُل ۔ ۲۹۱
کلامِ الٰہی ۔ ۲۹۱
کلبۂ احزان ۔ ۲۹۵
کلمات ۔ ۲۹۴
کلمہ ۔ ۱۸۲
کلیسا ۔ ۱۶۸
کمالِ توحیدِ عیانی ۔ ۱۱۵
کمون وبروز ۔ ۱۱۲
کنار ۔ ۲۹۵
کُن ۔ ۲۸۵ ۔ ۳۷۸
کنزِ مخفی ۔ ۲۹۵ ۔ ۳۵۰
کنشت ۔ ۲۹۵

کُنہ ۔ ۲۹۵
کواکب ۔ ۳۷۹
کَون ۔ ۲۹۵
کیاست ۔ ۷۱
کیمیا ۔ ۲۹۵
کیمیائے خواص ۔ ۲۹۵
کیمیائے سعادت ۔ ۲۹۵
کیمیائے عوام ۔ ۲۹۵
کین ۔ ۲۹۵
کینہ ۔ ۲۹۵

گ

گبر ۔ ۲۹۱
گِروکردن ۔ ۲۷۵
گریہ ۔ ۲۶۵
گفتگو ۔ ۲۹۶
گُل ۔ ۲۹۶
گلزار ۔ ۲۹۶
گوش ۔ ۲۹۶
گوہرِ سخن ۔ ۲۹۶
گوہرِ معانی ۔ ۲۹۶
گوی ۔ ۲۹۶

گیسو ۔ ۱۹۵

ل

لااُبالی ۔ ۲۹۷
لابشرطِ شے ۔ ۳۴۱ ۔ ۳۴۷
لاتعین ۔ ۲۰۰ ۔ ۳۴۶
لاشرقیہ ولاغربیہ ۔ ۳۲۹
لالہ ۔ ۲۹۷
لاھوت ۔ ۲۹۷
لَب ۔ ۲۹۷
لُب ۔ ۲۹۸
لَبس ۔ ۲۹۸
لُبس ۔ ۲۹۸
لبِ لعل ۔ ۲۹۸
لحظہ ۔ ۲۶۴
لذتِ الوہیت ۔ ۲۹۸
لذتِ سریانیہ ۔ ۲۹۸
لسان الحق ۔ ۲۹۸
لسان الغیب ۔ ۲۹۸
لطائفِ ستہ ۔ ۲۹۸
لُطف ۔ ۳۰۰
لطیفہ ۔ ۳۰۰
لطیفۂ اخفیٰ ۔ ۲۹۹

Marfat.com

لطیفۂ انسانیہ - ۱۸۲
لطیفۂ خفی - ۲۹۹
لطیفۂ روحی - ۲۹۸-۲۹۹
لطیفۂ سرّی - ۲۹۹
لطیفۂ قالبیہ - ۲۹۹
لطیفۂ قلبی - ۲۹۸-۲۹۹
لطیفۂ نفس - ۲۹۹
لقاء - ۳۰۰
لوامع - ۲۴۵-۳۰۰
لوائح - ۳۰۰
لوح - ۳۰۱
لوحِ قدر - ۳۰۱
لوحِ قضاء - ۳۰۱
لوحِ محفوظ - ۲۹۳-۳۰۱-۳۵۸
لوحِ نفسِ جزویہ سماویہ - ۳۰۱
لوحِ ہیولیٰ - ۳۰۱
لہو - ۳۰۱
لیلۃ القدر - ۳۰۱
لی مع اللہ - ۳۰۱

م

ماجرا - ۳۰۲
ماسوے - ۲۵۴-۳۵۵
ماہتاب - ۶۱
ماہروی - ۳۰۲
ماہیاتِ حقائق - ۲۹۳
مبداء - ۲۰۱-۳۰۲
متشابہات - ۲۴
متصوف - ۱۸
مجاہدہ - ۳۰۳
مجذوب - ۱۹۹
مجذوب سالک - ۱۹۹
مجلس - ۳۰۳
مجمع البحرین - ۳۸
مجہول النعت - ۳۴۶
محادثہ - ۳۰۳
محاسبہ - ۳۰۳
محاضرہ - ۳۰۳
محافظت - ۲۶۵-۳۰۳
محبت - ۲۵۴-۲۶۵
محبتِ آثاری - ۲۶۱-۲۶۲
محبتِ ارادی - ۲۵۶
محبتِ اکتسابی - ۲۵۶
محبتِ حقیقی - ۲۶۳
محبتِ ذاتی - ۲۶۳
محبتِ شہوت - ۲۶۲
محبتِ صفاتی - ۲۶۳
محبتِ طبعی - ۲۵۶
محبتِ محبوبی - ۲۶۲
محبوبیت - ۱۷۷
محراب - ۳۰۳
محسوسات - ۴۲
محق - ۳۰۳
محقق - ۱۱۶
محق و سحق - ۲۴۶
محنت - ۳۰۳
محو - ۳۰۳
محو الجمع - ۳۰۳
محو الحقیقی - ۳۰۳
محو العبودیت - ۳۰۳
محو ذات - ۳۰۳
محوِ عین العبد - ۳۰۳
محویت - ۴۲
مخدع - ۳۰۳

Marfat.com

مُخلَص - ۳۰۳
مُخلِص - ۳۰۳
مخموری - ۳۰۳
مدرسہ - ۳۰۳
مدہوشی - ۳۰۴
مراتبِ وجود - ۳۰۴ - ۳۴۰
مراد - ۳۰۴
مراقبہ - ۲۶۵ - ۳۰۴
مرتبہ الاسماء والصفات - ۳۶۸ - ۳۷۰
مرتبہ الحقائق الکونیہ - ۳۶۸ - ۳۷۱
مرتبہ العمائیہ - ۳۶۸ - ۳۷۳
مرتبہ الہویت - ۳۴۶
مرتبہ جامعہ - ۳۶۵
مرتبہ ولایتِ مطلقہ - ۳۵۰
مرج البحرین - ۳۷۳
مردانِ غیب - ۱۷۳
مرشد - ۳۰۴
مرو - ۱۳۹
مرید - ۳۰۴
مزاج - ۳۰۴ - ۳۷۹
مزدلفہ - ۱۴۰

مژگان - ۳۰۴
مژہ - ۱۳۲ - ۳۰۴
مسافرت - ۳۰۴
مسامرت - ۳۰۴
مستحسناتِ صوفیائے کرام - ۱۵۰
مستریح - ۳۰۵
مستصوف - ۱۸
مستوی الرحمٰن - ۱۷۳
مستی - ۳۰۵
مسجد - ۳۰۵
مسخرہ - ۳۰۵
مشارق - ۳۰۵
مشاہدہ - ۲۶۶ - ۳۰۵
مشاہدۂ قلبی - ۲۹۰
مشرک - ۲۵۰
مشعر الحرام - ۱۴۰
مشکوٰۃ - ۳۲۹
مشہد - ۳۰۵
مشہدِ احدی - ۲۴۲
مصباح - ۳۲۹
مصلحتِ کُلّیہ - ۳۲۷
مُطرِب - ۱۹۷ - ۳۰۵

مُطلق - ۳۰۵
مظاہرِ اسماء - ۵۱
مَظہر - ۳۰۵
مُظہر - ۳۰۵
مُظہر العلمین - ۳۸
معاد - ۳۰۲
معاش - ۳۰۲
معاصی - ۳۲۳
معاشرہ - ۳۰۶
معتبر - ۱۸۸
معدن الکثرت - ۳۵۵
معدنیات - ۳۶۴ - ۳۷۹
معراج - ۳۰۶ - ۳۴۹
معراج الروح السماع - ۳۰۶
معرفتِ آثاری - ۲۶۹
معرفتِ ایمانی - ۲۶۹
معرفتِ عقلی - ۲۶۹
مغارب - ۳۰۵
مغبچہ - ۳۰۶
مغلوب الحال - ۴۱
مفشروان - ۱۷۶

Marfat.com

مقام ۔ ۱۳۴
مقامِ ابراہیم ۔ ۱۳۹
مقاماتِ عشرہ ۔ ۳۲۰
مقامِ اوادنیٰ ۔ ۳۴۹۔۳۵۰۔۳۷۳
مقامِ حُبّ حقیقی ۔ ۳۵۰
مقامِ علیا ۔ ۳۶۲
مقامِ محمدیؐ ۔ ۳۴۸۔۳۶۲
مقامِ محمود ۔ ۳۳۴
مقامِ موسوی ۔ ۲۹۵
مقتضیاتِ خلقیہ ۔ ۲۶۸
مکاشفہ ۔ ۳۰۶
مکاشفہ سماعی ۔ ۲۸۸
مکانتِ رحمانیہ ۔ ۲۵۳
مکانِ علیا ۔ ۳۶۲
مکتوبات ۔ ۱۶۶
مکر ۔ ۳۰۶
مکہ ۔ ۱۳۸
ملاء ۔ ۱۶۰
ملائکہ ۔ ۳۶۵
ملاحت ۔ ۳۰۶
ملامت ۔ ۲۶۶

ملامت ۔ ۲۸۶
ملامتیہ ۔ ۱۹۔۷۸
ملتقی العٰلمین ۔ ۳۷۳
مُلک ۔ ۳۰۷
ملک الرّعد ۔ ۳۶۴
ملکوت ۔ ۳۰۷
ملکہ ۔ ۳۰۷
ممتنع الوجود ۔ ۳۳۲
ممکن الوجود ۔ ۳۳۲
مِنا ۔ ۱۴۰
منازلِ قمر ۔ ۳۵۷
منبسط براعیانِ ممکنات ۔ ۳۷۰
منتہی العابدین ۔ ۳۵۶
منتہی العٰلمین ۔ ۳۵۶
منجّم ۔ ۳۰۷
منشاء السویٰ ۔ ۳۵۵
منشاء کثرت ۔ ۳۵۵
منقطع الاشارات ۔ ۳۴۶
منقطع الوجدانی ۔ ۳۴۶
منقطع الوحدانی ۔ ۳۴۶

منیب ۔ ۱۲۲
موافقت ۔ ۲۶۴
موانست ۔ ۲۶۴
موانحاتِ سلوک ۔ ۳۰۷
موالیدِ ثلاثہ ۔ ۳۰۴۔۳۰۹۔۳۸۰
موت ۔ ۳۰۸
موتِ ابیض ۔ ۳۰۸
موتِ احمر ۔ ۳۰۸
موتِ اختیاری ۔ ۳۰۸
موتِ اخضر ۔ ۳۰۸
موتِ اسود ۔ ۳۰۸
موتِ اضطراری ۔ ۳۰۸
موتِ اقتضائی ۔ ۳۰۸
موجودات ۔ ۳۵۶
موحّد ۔ ۲۵۰
مودّت ۔ ۲۶۵
مولّدات ۔ ۳۰۹
موٹے میاں ۔ ۱۹۵
مہر ۔ ۳۰۹
مہبط الانوار ۔ ۳۷۱
مہربانی ۔ ۳۰۹

Marfat.com

مہمِ زلف ۔ ۱۹۳

مئے بے رنگ ۔ ۲۳۱ ۔ ۳۰۹

میخانہ ۔ ۳۰۹

میدان ۔ ۳۰۹

میزان ۔ ۳۰۹

میزانِ خاص ۔ ۳۱۰

میزانِ خاص الخاص ۔ ۳۱۰

میقات ۔ ۱۳۸

مَیل ۔ ۳۱۰

میم محمدؐ ۔ ۲۸۳

میم تعیّن ۔ ۲۸۳

ن

ن ۔ ۲۶۸ ۔ ۳۱۱ ۔ ۳۷۱

نابالغ ۔ ۹۱

ناز ۔ ۳۱۱

ناسوت ۔ ۳۱۱

ناقوس ۔ ۳۱۱

نالہ ۔ ۳۱۱

نالۂ زار ۔ ۳۱۱

نامُرادی ۔ ۳۱۱

ناموس ۔ ۳۱۲

نائے ۔ ۳۱۲

نایافت ۔ ۳۱۲

نباتات ۔ ۳۶۴ ۔ ۳۷۹

نبل ۔ ۳۱۲

نبوت ۔ ۳۱۲

نجباء ۔ ۱۷۶

نخست ۔ ۳۲۲

نرگس ۔ ۳۲۲

نزدیکی ۔ ۳۲۲

نزول ۔ ۲۰۰ ۔ ۳۵۱

نزولِ الٰہی ۔ ۳۲۲

نسبت ۔ ۳۲۲

نسیم ۔ ۳۲۲

نشر ۔ ۱۴۳

نشستن ۔ ۳۲۲

نصح ۔ ۳۲۲

نصیحت ۔ ۳۲۲

نطق ۔ ۱۶۳

نظر برقدم ۔ ۲۰۲

نظر بہ غیر ۔ ۲۸۲

نعت ۔ ۳۲۲

نعلَین ۔ ۳۲۲

نفثِ رُوحی ۔ ۳۲۳

نفحات ۔ ۳۲۳

نفخِ رُوح ۔ ۳۴

نفس ۔ ۱۸۱ ۔ ۱۸۲ ۔ ۳۲۳ ۔ ۳۷۸

نفس الامر ۔ ۳۲۷

نفسِ امّارہ ۔ ۱۸۲ ۔ ۳۲۴

نفسِ حیوانی ۔ ۱۸۲

نفسِ رحمانی ۔ ۳۵۲ ۔ ۳۵۶ ۔ ۳۷۰

نفسِ کل ۔ ۶۲ ۔ ۳۵۸

نفسِ کُلّی ۔ ۱۸۱

نفسِ کُلّیہ ۔ ۳۲۷

نفسِ لوّامہ ۔ ۱۸۳ ۔ ۳۲۴

نفسِ مطمئنّہ ۔ ۱۸۳ ۔ ۳۲۴

نفسِ ناطقہ ۔ ۱۸۳ ۔ ۲۸۰ ۔ ۳۲۷

نفسِ ناطقۂ انسانی ۔ ۶۰

نفسِ نباتی ۔ ۱۸۲

نفی اثبات ۔ ۳۲۷

نقاب ۔ ۴۱ ۔ ۳۲۷ ۔ ۳۴۰

نقباء ۔ ۱۷۶

نفرتِ خاطر ۔ ۳۳۸

Marfat.com

نقشۂ ارباب و مربوبات ۔ ۳۵۸
نقشۂ تجلیٔ اول ۔ ۳۴۷
نقشۂ تعینِ ثانی ۔ ۳۵۳
نقشۂ حقیقتِ الثانی ۔ ۳۶۸
نقشۂ دائرۂ سلوک ۔ ۲۰۰
نقشۂ سلوکِ مجددیہ ۔ ۲۰۱
(اس نقشہ میں سلوکِ مجددیہ سے متعلق مندرجہ ذیل اصطلاحات کی نشان دہی کی گئی ہے :۔
اخفیٰ ۔ اصلِ اصل ۔ اصلِ اصل اصل ۔ اقربیت ۔ تجلیٔ افعالی ۔ تجلیٔ جامع ۔ تجلیٔ شیونات ۔ تجلیٔ صفاتِ ثبوتیہ ۔ تجلیٔ صفاتِ سلبیہ ۔ حُبِ صرف ۔ حقیقتِ ابراہیمی ۔ حقیقتِ احمدی ۔ حقیقۃ الحقائق ۔ حقیقتِ صلوٰۃ ۔ حقیقتِ صوم ۔ حقیقتِ قرآن ۔ حقیقتِ کعبہ ۔ حقیقتِ محمدی ۔ حقیقتِ موسوی ۔ خاک ، خفی ۔ راہِ خاص نامعلوم ۔ رُوح ۔ سِر ۔ سیفِ قاطع ۔ شیونات ۔ صفات ۔ عناصرِ ثلاثہ (آب ۔ آتش ۔ باد) ۔ قلب ۔ قیومیت ۔ کمالاتِ اولوالعزم ۔ کمالاتِ رسالت ۔ کمالاتِ نبوت ۔ گزرگاہِ ائمہ و قیومین ۔ لاتعین ۔ مقامِ اسماء و صفات ۔ مقامِ شیونات ۔ مقامِ ظلِ اسماء و صفات ۔ معبودیت صرف ۔ منشاء جامع محبیت و محبوبیت ۔ نفس ۔ ولایتِ انبیاء ۔ ولایتِ اولیاء ۔ ولایتِ صغریٰ ۔ ولایتِ علیا ۔ ولایتِ کبریٰ ۔ ولایتِ ملائکہ ۔)
نقشۂ مراتبِ وجود ۔ ۳۴۳
نقطۂ جوالہ ۔ ۳۲۷
نَفل ۔ ۲۷۶
نقل ۔ ۳۲۷
نکاحِ معنوی ۔ ۳۲۸
نکتہ ۔ ۳۲۸
نکتۂ ب ۔ ۸۳
نگاہ داشت ۔ ۲۰۲
نماز ۔ ۱۸۵ ۔ ۳۲۸
نمط ۔ ۳۲۸
نوالہ ۔ ۳۲۸
نور ۔ ۲۴۷ ۔ ۳۲۸ ۔ ۳۴۹
نورِ اسود ۔ ۲۲۰
نورِ حقیقت ۔ ۳۷۸
نورِ قدس ۔ ۲۸۹ ۔ ۲۹۰
نورِ محمدیؐ ۔ ۲۸۲
نورِ نبوت ۔ ۳۶ ۔ ۳۷۷ ۔ ۳۷۸
نوروز ۔ ۳۲۹
نہایت ۔ ۲۰۰
نیاز ۔ ۳۱۱
نیابتِ مطلق ۔ ۱۵۹
نیت ۔ ۲۶۶ ۔ ۳۳۸
نیزہ ۔ ۱۳۲
نیم مستی ۔ ۳۳۰
نیم نگہی ۔ ۱۳۱
نے ۔ ۳۳۰

و

واجب الوجوب ۔ ۳۳۱
واجب الوجود ۔ ۳۳۱ ۔ ۳۳۲
واحد الوجود ۔ ۳۳۲
واحدتین ۔ ۳۳۱
واحدیت ۔ ۱۴۵ ۔ ۳۴۸
وادیٔ ایمن ۔ ۳۳۱
وارد ۔ ۳۳۱

Marfat.com

واسطہ۔ ۳۳۱
واقعہ۔ ۳۳۱
واقف۔ ۲۰۳
وجد۔ ۲۲۲۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷
وجدان۔ ۳۳۱
وجوب۔ ۳۵۳
وجود۔ ۲۲۲۔ ۳۳۱۔ ۳۴۱۔ ۳۴۹۔
وجودِ اضافی۔ ۲۴۷۔ ۳۴۲۔ ۳۵۶۔ ۳۷۰۔
وجودِ اکبر۔ ۳۳۲
وجود الکل۔ ۳۵۴
وجودِ خارجی۔ ۲۴۷۔ ۳۴۱
وجودِ ذہنی۔ ۳۴۱
وجودِ ساری۔ ۱۸۰
وجودِ عام۔ ۳۴۱
وجودِ عینی۔ ۵۱
وجودِ کبیر۔ ۳۳۲
وجودِ مطلق۔ ۳۵۰
وجودِ مکتسب۔ ۳۳۲
وجہ۔ ۳۳۳
وجہ الٰہی۔ ۱۷۷
وحدت۔ ۳۴۸

وحدتِ اسمائی۔ ۳۴۱
وحدتِ اصلی ذاتی۔ ۳۴۱
وحدت المجموع۔ ۳۵۴
وحدتِ حقیقی۔ ۳۳۳۔ ۳۴۱۔ ۳۴۹۔
وحدتِ شہود۔ ۳۳۳
وحدتِ علمیہ۔ ۳۷۰
وحدتِ غیر زائد علیٰ ذاتہٖ۔ ۳۴۷
وحدتِ مجازی۔ ۳۳۳
وحدت الوجود۔ ۳۳۳۔ ۳۵۴
وحی۔ ۶۷
وحیِ اصطلاحی۔ ۶۸
وحی فی المنام۔ ۷۲
وحیِ صریح۔ ۷۲
وُدّ۔ ۲۶۴۔ ۲۶۶
ورقہ۔ ۳۳۴
وری۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷
وسواس۔ ۱۵۶
وسیلہ۔ ۳۳۴
وصال۔ ۳۳۴
وصالِ حق۔ ۳۳۴

وصال فراق۔ ۲۲۵
وصف۔ ۳۲۲
وصول۔ ۳۳۵
وفا۔ ۳۳۵
وقت۔ ۳۳۵
وقفہ۔ ۳۳۵
وقوفِ زمانی۔ ۲۰۲
وقوفِ عددی۔ ۲۰۳
وقوفِ قلبی۔ ۲۰۳
ولایت۔ ۳۱۵
وَلایت۔ ۳۱۷
وِلایت۔ ۳۱۷
ولایتِ خاصہ۔ ۳۱۶
ولایتِ شمسی۔ ۱۷۴
ولایتِ صغریٰ۔ ۳۱۸
ولایتِ عامہ۔ ۳۱۶
ولایتِ علیا۔ ۳۱۸
ولایتِ قمری۔ ۱۷۴
ولایتِ کبریٰ۔ ۱۸۳۔ ۳۱۸
ولایتِ ملاءِ اعلیٰ۔ ۳۱۸
ولایتِ محمدیؐ۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹

Marfat.com

ولایتِ مطلقہ ۔ ۳۱۸ ۔ ۳۵۰
ولایتِ مقیّدہ ۔ ۳۱۸
ولع ۔ ۲۶۶
ولہ ۔ ۲۶۵ ۔ ۲۶۶
وہم ۔ ۳۳۵

ہ

ہا ۔ ۳۳۶
ہاجس ۔ ۳۳۸
ہاہوت ۔ ۳۳۶
ہبا ۔ ۳۳۶ ۔ ۳۵۹
ہجران ۔ ۳۳۶
ہدایت ۔ ۳۳۶
ھدیہ ۔ ۳۳۶
ہجوم ۔ ۳۳۶
ہشیاری ۔ ۳۳۷
ہفت منزل ۔ ۳۳۷
ہمّ ۔ ۳۳۸
ہمّت ۔ ۳۳۷
ہُو ۔ ۳۳۸
ہوا ۔ ۲۶۴ ۔ ۲۶۵ ۔ ۲۶۶ ۔ ۳۳۸ ۔ ۳۶۴
ہو الکُل ۔ ۳۴۸ ۔ ۳۵۴
ہوش دردم ۔ ۲۰۱
ہویّت ۔ ۳۳۸
ہیبت ۔ ۲۶۶ ۔ ۲۷۹
ہیکلِ انسانی ۔ ۲۷۴
ہیولیٰ ۔ ۳۸ ۔ ۳۴۸ ۔ ۳۷۸
ہیولیٰ جسمیہ ۔ ۳۷۹

ی

یادداشت ۔ ۲۰۲
یادکرد ۔ ۲۰۲
یار ۔ ۳۳۹
یازدہ مصطلحاتِ نقش بندیہ ۔ ۲۰۱
یاقوتِ حمراء ۔ ۳۳۹
ید اللہ ۔ ۳۵
یقین ۔ ۳۳۹
یوم الجمع ۔ ۳۳۹

Marfat.com

سِرِّ دلبراں

ضمیمہ نمبر (۳)

فہرست بعض مضامین "سِرِّ دلبراں"

اللہُ :-

بعض کے نزدیک اللہ اسم جامد ہے اور مشتق و مشتق منہ کے پیدا ہونے سے پہلے سے ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مشتق ہے آلہ یالہ سے۔ ۳۲

اسمِ اللہ جامع ہے جمیع اسمائے الٰہی کا اور شامل ہے جمیع صفاتِ الٰہیہ پر۔ ۳۲

بوجہ جامعیت اسمِ اللہ کی مظہریت کا شرف صرف حقیقتِ انسانی ہی کو حاصل ہے۔ اور جامعیتِ الٰہی کا پَرتو حقیقتِ محمدیہ ہی کے آئینہ میں رونما ہوا۔ ۳۲

اسمِ اللہ کے ہر حرف میں جداگانہ رموز ہیں۔ ۳۲۔ ۳۳

حقیقتِ خداوند عزّ و جلّ نفی اور اثبات دونوں سے ماورائے ہے۔ ۳۲۷

قربِ الٰہی سے مراد۔ ۵۳۔ ۵۴

اسما و صفات:- ۴۷

اصل اسماء و صفات۔ ۴۸

اسم کی تعریف۔ ۴۷

صفت کی تعریف۔ ۴۸

اسماء و صفات غیر متناہی ہیں۔ ۵۰

Marfat.com

اسمائے حسنیٰ۔ ۵۰

اسمِ جامع۔ ۵۰

امہاتِ اسماء۔ ۵۰۔

امہات الصفات۔ ۱۷۷

اشتمالِ اسماء۔ ۵۰

تقابل تکثرِ اسماء۔ ۵۱

احصائے اسماء کی حقیقت۔ ۵۱

اسمائے حق تعالیٰ سے بندہ کا متحقق ہونا۔ ۵۱-۵۲

تخلقوا باخلاق اللہ۔ ۵۲

جس قدر صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اسی قدر صفات اِنسان میں بھی ہیں بہ استثناء وجوبِ ذاتی۔
مگر اللہ اور انسان کی صفات میں فرق ہے۔ ۳۴

اخبارِ الٰہی ترجمانِ حق کی زبانوں پر اُن ہی صفات کے پیرائے میں ظاہر ہوتے ہیں جو انسان
اپنے نفس میں پاتا ہے۔ ۳۴

حدوث وقِدم۔ ہستیِ مطلق قدیم ہے اور وجوب وقِدم اُس کا دائماً باقی ہے۔ برعکس اس کے
مخلوق اپنی ایجاد میں ایک موجد کی محتاج ہے اور ممکن اپنی عدمیت پر دائماً باقی ہے۔ قلبِ حقائق
محال ہے۔ نہ محدث قدیم ہوسکتا ہے نہ قدیم محدث۔ ۱۴۲

جلال وجمال میں استر اور ابرے کا تعلق۔ ۱۲۶-۱۲۷

جلال کو ذاتِ حق سے زیادہ قرب ہے بہ نسبت جمال کے۔ ۱۲۷

انّ رحمتی سبقت غضبی۔ ۱۲۷

اعیان ثابتہ اور اعیان ممکنات۔ ۵۱-۶۱

ازلیت وابدیتِ حق اور ازلیت وابدیتِ خلق میں فرق۔ ۴۶-۳۷۶

Marfat.com

ید اللہ سے اشارہ۔ ۳۵۔ ۱۶۵

حق تعالیٰ کی کوئی صفت کسی وقت معطل نہیں رہتی۔ ۶۸

اسماء و صفات کے حجاب ہونے سے مراد۔ ۴۱۔ ۴۸

ذات کے رُخِ زیبا پر اسماء و صفات کا نقاب ہے۔ نقاب سے پردہ پوشی بھی ہوتی ہے اور نشان د
بھی۔ ۴۱۔ ۳۴۰

ھو الاوّل والآخر والظاہر والباطن کے متعلق ایک نکتہ۔ ۱۶۳۔ ۳۵۳

افعالِ الٰہی:۔ ۶۱

مراتبِ افعالِ الٰہی۔ ۶۲

اقسامِ افعالِ الٰہی۔ ۶۳

افعال کو جو نسبت اللہ سے ہے اور جو نسبت بندہ سے ہے۔ ۶۱

اللہ تعالیٰ فاعلِ حقیقی ہے اور انسان خلافۃً اور نیابتہً فاعل ہے۔ ۶۶

اشتراکِ اصطلاحی مستلزم شرک نہیں۔ ۶۲

انسان اپنے افعال کا ذمہ دار ہے۔ ۶۶

ابداع و صنعت و فعل و عمل میں فرق۔ ۶۲

اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ ۲۵

افعالِ باری تعالیٰ لامحدود ہیں اور وہ سب اس کی نعمتیں ہیں۔ ۶۴

نعمائے ظاہری و باطنی کی تشریح۔ ۶۴۔ ۶۵

محسوسات و معقولات میں تعلق باہمی۔ ۶۳

حق تعالیٰ کے کائنات سے تعلق کی نوعیت۔ ۶۷

کسی شے کا شے ہونا ہی دلیل ہے حق تعالیٰ کے خالق الکل ہونے پر۔ ۵۴

جب موجد بے مثل و بے مثال ہے تو موجود بھی لازمی طور پر بے مثل و بے مثال ہے۔ ۱۰۹۔ ۰۰

Marfat.com

حق تعالیٰ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے اُس فرد کی استعداد کے مُطابق متکلم رہتا ہے۔ ۶۸

حق تعالیٰ کے کلام فرمانے کی مختلف شانیں ۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۲۸۸

نا کی حقیقت :۔ ۷۸۔ ۱۲۰

ھوالحق اور انا الحق میں فرق ۔ ۷۹

ہر چیز جو عبد سے متعلق ہے دراصل حقیقتِ عبد سے متعلّق ہے اور حقیقتِ عبد کی اصل ذاتِ مطلق ہے ۔ ۷۸

انسانِ کامل :۔ ۳۳ ۔ ۲۰۱

حقیقتِ انسانی ۔ ۳۳۔ ۳۶۸

نفسِ ناطقہ انسانی ۔ ۶۰

اسمِ اللہ میں جامعیت ہے اور اس جامعیت کی مظہریت کا شرف اِنسان ہی کو حاصل ہے۔ ۳۲ ۔ ۱۲۷

اِنسان میں رُوح کے مختلف اعتباراتِ ظہور و مراتب ۔ ۱۸۱

انسان عالم کا خلاصہ اور عالم کی رُوح ہے ۔ ۳۳

انسان عالمِ صغیر ہے ۔ ۳۶۔ ۳۷۳

حقائقِ عالم مظاہر ہیں حقیقتِ انسانی کے ۔ ۳۵

وجودِ حقّی و خلقی کی چکّی اِنسان ہی پر گھومتی ہے ۔ ۳۳

جب تک اِنسان کا وجود قائم ہے کائنات کا قیام بھی متیقّن ہے ۔ ۳۷۴

اِنسان ہونے کا حق کب ادا ہوتا ہے ؟ ۔ ۶۶

جملہ کمالاتِ اِنسانی کی اصل ۔ ۳۹

کمالاتِ اِنسانی کا اظہار جن چیزوں پر منحصر ہے ۔ ۴۰

آدم علیہ السّلام مستحق خلافت کیوں ہوئے ؟ ۔ ۳۵

حق تعالیٰ پر جن باتوں کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اُن کا اطلاق حق تعالیٰ کے خلیفہ پر بھی بلحاظ

Marfat.com

خلافت جائز ہے۔ ۱۸۵

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی انسان کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں اور دوسروں کو یہ مرتبہ آپ ہی کی برکت و پیروی و متابعت و محبت سے ظلّی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ۳۳

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافتہ للناس ہیں رحمۃ للعالمین ہیں خاتم النبیین و خاتم الرسل ہیں اور قیامت تک آپ ہی کی شریعت رہے گی جو ناسخ ہے جملہ ادیانِ سابقہ کی۔ ۳۱۵

حقیقتِ محمدیؐ۔ ۳۶۔ ۳۴۹۔ ۳۶۵

حقیقتِ محمدیؐ ارفع و اعلیٰ ہے حقیقتِ انسانی سے۔ ۳۶۵۔ ۳۷۱۔ ۳۷۳

میمِ احمدؐ سے کس جانب اشارہ ہے؟۔ ۲۸۳۔ ۳۱۰

نورِ محمدیؐ سے تخلیقِ آدم کیسے ہوئی۔؟ ۳۶

نورِ محمدیؐ سے جملہ کائنات کیونکر ظہور میں آئی؟۔ ۳۶۔ ۳۷

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو جہتیں۔ ۳۷

ضرورتِ نبوّت۔ ۳۱۲

حقیقتِ نبوّت۔ ۳۱۳

فضیلتِ رسالت۔ ۳۱۵

اصلِ جملہ انبیاء علیہم السلام۔ ۳۶

معراجِ محمدیؐ اور دیگر انبیاء کی معراج میں فرق۔ ۳۷۳

ظہورِ حقیقتِ محمدیہ باوقاتِ مختلفہ۔ ۳۹

نبی کے ورثاء۔ ۴۰

امانت :۔ ۷۳

وہ امانت جس کا حامل انسان بنایا گیا۔ ۷۳۔ ۳۱۵

امانت کا حق ادا کرنے کا طریقہ۔ ۷۵۔ ۷۶

Marfat.com

ظلوماً جہولا سے مراد ۔ ۴۷

اولیاء اللہ: ۔ ۴۰ ۔ ۱۷۲ ۔ ۳۱۵

اولیاء اللہ یا رجال اللہ یا مردانِ خدا کے اوصاف ۔ ۱۷۲ ۔ ۳۲۱ ۔ ۳۲۲

ان حضرات کو دُنیا کی چیزوں سے کس نوعیت کا تعلق ہوتا ہے؟ ۔ ۱۳۶

آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر قربِ قیامت تک یعنی ظہورِ مہدی علیہ السّلام اور نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام تک ان کا وجود رہے گا اور زمانہ کبھی ان سے خالی نہ ہوگا ۔ ۱۷۲ ۔ ۳۲۱

اولیاء اللہ اس دُنیا پر حجتِ الٰہی ہیں ۔ ۳۲۲

اولیاء اللہ کا وجود اس دُنیا میں حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے ۔ ۳۲۲

جس نے کسی ولی اللہ سے عداوت رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی ۔ ۱۵

اولیاء اللہ سے کائنات کا قیام ہے ۔ ۱۷۲ ۔ ۳۷۴

نبوت اور ولایت میں فرق ۔ ۳۱۶

اقسام ولایت ۔ ۱۷۳ ۔ ۳۱۶

وَلایت اور وِلایت میں فرق ۔ ۳۱۷

ولایت بلا حصولِ مقاماتِ عشرہ (توبہ ۔ انابت ۔ زھد ۔ قناعت ۔ ورع ۔ صبر ۔ شکر ۔ توکّل ۔ تسلیم ۔ رضا) حاصل نہیں ہوتی ۔ ۳۲۰

تصرّفاتِ اولیاء اللہ اور ان کی اقسام ۔ ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ ۔ ۲۳۹ ۔ ۳۱۸ ۔ ۳۱۹ ۔ ۳۳۳

ظہورِ کرامات وخوارق بلکہ ان کی قابلیت بھی شرطِ ولایت نہیں ۔ ۳۲۰

عصمت بھی شرطِ ولایت نہیں ۔ ۳۲۰

اصطلاحاتِ صُوفیہ: ۲۲

اظہارِ خیالات کے طریقے ۔ ۲۲

عبارات واشارات میں فرق ۔ ۲۲

Marfat.com

زبان کا محدود ہونا اور اشارات میں بلاغت ۔ ۲۲

قیودِ لغوی کی بندشیں و نیز وسعتیں ۔ ۲۳

معانی حقیقتاً کسے کہتے ہیں؟ ۔ ۷

معانی کو الفاظ پر تقدم ۔ ۲۳

معانی میں بمقابلہ الفاظ کے وسعت بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ ۲۳

اصطلاحات کی ضرورت ۔ ۲۳

ہر فن میں کلام کرنے والے اپنے لئے جُداگانہ اصطلاحات کے محتاج ہیں ۔ ۲۳

اصطلاحاتِ الٰہیہ جنھیں اصطلاحاتِ شریعت میں متشابہات سے تعبیر کرتے ہیں ۔ ۲۴

اصطلاحاتِ الٰہیہ کے تحت میں حقائق و معارف کے بحارِ ذخار ۔ ۲۴

تصوّف میں اصطلاحات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ۔ ۲۴

اسرارِ الٰہیہ سارے کے سارے بدیہیات سے کیوں نہیں ۔ ؟ ۲۵

رموز و اسرار کے علوم اُن ہی پر منکشف ہوتے ہیں جو اُن کی اہلیت رکھتے ہیں ۔ ۲۵

اصطلاحاتِ صوفیہ کے سمجھنے کا طریقہ ۔ ۲۶

عقلِ محدود میں مقید بڑے فلسفیانہ مذاق کے خشک اور خالی لوگ اصطلاحاتِ صوفیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ ۲۶

بڑے کتابی تصوّف کے جاننے والے برائے نام صُوفی بھی باوجود اصطلاحاتِ صوفیہ کا بکثرت استعمال کرنے کے ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ ۲۷

عوام کے سامنے اصطلاحاتِ صوفیہ کا استعمال جائز نہیں ۔ ۲۷

اصطلاحاتِ صوفیہ کے سمجھنے میں جن احتیاطوں کی ضرورت ہے ۔ ۳۰

محسوس و غیر محسوس کے درمیان تشبیہ مِن کُلِّ الوجوہ محال ہے ۔ ۳۰

اصطلاحاتِ صوفیہ کے استعمال میں عارفین کی اقسام ۔ ۲۷

Marfat.com

اقسام مصطلحات صوفیہ ۔ ۲۸

چشم وابرو وخط وخال سے صوفیاء کی مراد ۔ ۲۹

صوفیاء کے کلام میں تخالف وتناقض نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ان کی باریک بینی ہے کہ ایک ہی چیز کے مختلف پہلوؤں کو مختلف عبارات میں مختلف مواقع پر ظاہر کرتے ہیں جس پر اغیار اور ناواقف لوگوں کو اختلاف کا مغالطہ ہوتا ہے ۔ ۳۵۰

صوفیانہ شاعری پر اعتراض کا جواب ۔ ۳۰

شطحیات کی تعریف اور اُن کے متعلق مشائخینِ عظام کی روش ۔ ۲۳۲

شطحیات کی چند مثالیں مع تشریح ۔ ۲۳۳

ایمان وکفر :۔ ۸۱ ۔ ۲۹۰

ذوقِ صحیح اصل اِسلام ہے ۔ ۳

شریعت وطریقت وحقیقت کی تشریح ۔ ۲۳۲

ایمانِ تقلیدی اور ایمانِ تحقیقی میں فرق ۔ ۸۱ ۔ ۸۲

تکمیلِ ایمان کے ذرائع ۔ ۶۵

اونٹ کو صاحبِ ایمان سے کیوں تشبیہ دی گئی ؟ ۔ ۶۴

مومن کی فراست ۔ ۲۵۲

ایمانِ حقیقی اور ایمانِ مجازی ۔ اِسلامِ حقیقی اور اِسلامِ مجازی ۔ کُفرِ حقیقی اور کُفرِ مجازی میں فرق ۔ ۴۷ ۔ ۸۱ ۔ ۸۸ ۔ ۲۹۰

بُت :۔ ۸۴

لفظ بُت اور اُس کے مرکبات ومتعلقات کا اِستعمال تصوّف میں مختلف مواقع کی مناسبت سے مختلف معنوں میں کیا جاتا ہے ۔ ۹۴

عینِ بُت پرستی یا بُت پرستی میں کمال پیدا کرنا یا کُفر میں یکتا ہونا یا اس نوعیت کے دیگر فقروں سے

Marfat.com

حضراتِ صوفیہ کی کیا مراد ہوتی ہے؟ ۸۸

بیعت :- ۹۲

حقیقتِ بیعت ۔ ۹۲

صورتِ بیعت ۔ ۹۳

مسنونیتِ بیعت ۔ ۹۵

تکمیلِ بیعت ۔ ۹۴

تجدید بیعت ۔ ۱۰۶

اقسامِ بیعت ۔ ۹۵

ضرورتِ شیخ ۔ ۹۷-۱۰۲

اوصافِ شیخ ۔ ۱۰۴ ۔ ۲۳۹

انتخابِ شیخ ۔ ۱۰۳

تلاشِ شیخ میں طلبِ ناقص کا سدِّ راہ ہونا اور عذر ہائے لنگ ۔ ۱۰۱

شیخ کا اظہارِ خرقِ عادات ۔ ۹۰ ۔ ۲۳۹

شیخ کو کس اعتبار سے محی کہتے ہیں؟ ۳۲۰

مقامِ مشیخت مقامِ ولایت سے بالاتر ہے ۔ ۲۳۹

صحبت بہت بڑی چیز ہے ۔ تاثیرِ صحبت کی کمی کوئی دوسری چیز پورا نہیں کرسکتی ۔ ۹۹-۱۰۳

مریض اپنی صحت کے لئے نسخہ اور طبیب دونوں کا محتاج ہوتا ہے ۔ صرف نسخہ سے کام نہیں چلتا ۔ ۹۸

یورپ کے "علم دوست" طبقہ کا قرآن مجید کی برکات سے محروم رہنے کا اصلی سبب ۔ ۹۹

وسیلہ کے متعلق تفصیلی بحث ۔ ۹۳

Marfat.com

چند اعتراضات اوران کے جوابات۔ ۹۶
خرقہ مستحسناتِ صوفیائے کرام سے ہے۔ ۱۵۰
خرقہ کی مصلحتیں۔ ۱۵۱
خرقہ کی اصل سنت مطہرہ میں موجود ہے۔ ۱۵۱
اقسامِ خرقہ۔ ۱۵۴
خرقہ کے مختلف رنگوں میں اشارات۔ ۱۵۴
حضرات چشتیہ کے خرقہ پر تجدید بیعت جائز ہے۔ ۱۵۲
آدابِ مریدی۔ ۱۰۷
تصورِ شیخ۔ ۱۱۹
اخذِ فیضان کے لئے توحیدِ مطلب کی سب سے زیادہ ضرورت۔ ۱۰۶
اجازت۔ ۱۵۸
اقسامِ اجازت۔ ۱۵۸
خلافت۔ ۱۵۷
اقسامِ خلافت۔ ۱۵۷
خلافت کب دی جاتی ہے؟ ۱۵۸

تجلّی :۔ ۱۱۲

تجلّی کی تعریف۔ ۱۱۲
ذاتِ مطلق کا اظہار لباسِ تعیّن ہی میں ممکن ہے اور لباسِ تعیّن تجلّی ہے۔ ۱۱۲
تجلیات میں تکرار نہیں۔ ۱۱۳
حق تعالیٰ کے ظہور کی شانیں خارج از حدّ و حصر ہیں۔ ۱۱۲
حق تعالےٰ جب بندہ پر متجلّی ہوتا ہے تو اس تجلّی کا نام حق کے اعتبار سے شانِ الٰہی رکھا جاتا ہے

Marfat.com

اور بندہ کے اعتبار سے اُسے حال کہتے ہیں۔ ۸۱
ہر زمانہ میں وجودِ حادث کا متغیر ہونا اثر ہے اس شانِ الٰہی کا جو ہر تجلّی کو لاحق ہے۔ ۸۱
اقسامِ تجلیات۔ ۱۱۴
تجلّی افعالی کی ایک نوع۔ ۲۳۰
تجلّیِ ذات بے کیف۔ ۲۳۱
جب تجلّیِ ذات سے بندہ نواز لیا جاتا ہے تو وہ ہر چیز سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ۲۸۹
اتمّ و اکمل تجلّی۔ ۱۱۵
کمالِ توحیدِ عیانی۔ ۱۱۵
ہر چیز میں قدرت کے جاری ہونے کو دیکھنا۔ ۱۱۴
عبد کا بالذات فنا ہو جانا اور حق تعالےٰ کا اُس کا قائم مقام ہو جانا۔ ۱۱۴
تجلّیاتِ آثاری میں اکمل تجلّی صُورتِ انسان میں ہوتی ہے۔ ۱۱۴
اسمِ رحمان کی تجلّی کا نتیجہ ہے فیضانِ وجود۔ ۱۱۱
تجلّیاتِ رحمانی کا فیضان موجودات پر علی الدّوام فائز رہتا ہے۔ ۱۱۱
تجلّیاتِ رحمانی ہی کا دُوسرا نام تجدّدِ امثال ہے۔ ۱۱۱
وجوہِ تفاوتِ تجلّیات۔ ۱۱۱
تجلّی کے لئے بندہ میں استقامت کی ضرورت ہے۔ ۴۷-۱۱۳
بندہ کی قابلیت کے مطابق اُس پر تجلّی ہوتی ہے۔ ۱۱۳۔ ۱۱۵
ذو العین اور ذو العقل اور ذو العقل والعین میں فرق۔ ۱۷۰-۱۷۱
خواب بھی ایک تجلّی ہے۔ ۱۱۴
شدّتِ ظہور حجاب ہو گیا۔ ۴۴
مشاہدۃ الابرار بین التجلّی والاستتار۔ ۴۷

Marfat.com

مقامِ احدیت میں تجلّی ممتنع ہے۔ ۱۱۶
جملہ تجلّیات کے بعد جو تاریکیٔ محض پیش آتی ہے اُسے بطونِ ذات فی الذات کہتے ہیں۔ ۹۰

تصوّف :۔ ۹

تصوّف کے متعلق مختلف اقوال۔ ۹
تصوّف کی تعریفِ تحقیقی۔ ۱۱
اسمِ صوفی کی تحقیق۔ ۱۲
صوفیا کے متعلق آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبوی۔ ۱۱ تا ۱۷
محدثین و متکلمین کی ایک جماعت نے عرصہ تک گروہِ صوفیہ سے اختلاف رکھا مگر بعد میں جب حق تعالیٰ نے اُنھیں بصیرتِ صادقہ سے ممتاز فرمایا تو وہ بھی اپنی روشِ سابقہ سے تائب ہوئے۔ ۱۷
رازِ اختلافِ ائمہ اربعہ بابت مدح وقدح در امورِ صوفیہ۔ ۱۷
ائمہ اربعہ بھی اوتاد تھے۔ ۱۷
امام احمد۔ امام مالک۔ امام غزالی۔ ابنِ جوزی۔ ابنِ تیمیہ۔ اور قاضی شوکانی کی اس بارہ میں روش۔ ۱۷۔ ۱۸
شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے متعلق قاضی شوکانی کا رجوع۔ ۱۸
قول امام مالکؒ کہ جس نے تصوّف حاصل کیا اور فقہ حاصل نہ کیا وہ زندیق بنا اور جس نے فقہ حاصل کیا اور تصوّف حاصل نہ کیا وہ فاسق رہا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ محقق بنا۔ ۱۱
مذہب چند بے معنیٰ رسُوم کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل دستور العمل ہے جو انسان کی ظاہری اور باطنی اِصلاح پر مشتمل ہے۔ اس باطنی اور اندرونی اصلاح ہی کے متعلقات کو رُوحانیت اور تصوّف کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ۶
اِنسان مجبور ہے ظاہر و باطن کا جب تک دونوں اعتبار سے نشو و نما پہلو بہ پہلو جاری نہ رہے ترقی

Marfat.com

کا دعوے غلط ہے۔ ۶

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا دار و مدار شرحِ صدر پر رکھا ہے۔ ۱۶

جملہ کمالات اِنسانی کی اصل۔ ۱۱

التصوّف کلّہا ادب۔ ۴۲۔ ۱۰۷

تصوّف کے متعلّق لوگوں کے مغالطے۔ ۱۲

تصوّف کو شریعت سے وہی تعلّق ہے جو جان کو جسم سے ہے۔ ۲۱

احسان۔ ۱۱۔ ۴۲

علم و عمل و احسان باہم لازم و ملزوم ہیں۔ ۱۱

بدنام کنندہ، تصوف پیرزادگان وغیرہ۔ ۲۱

اقسامِ صُوفیہ۔ ۱۸

تصوّف اور فقر میں فرق۔ ۲۰

الفقر سواد الوجہ فی الدّارین۔ ۱۵۵۔ ۱۸۶۔ ۲۲۶۔ ۳۰۸

صُوفی کا مرتبہ فقیر کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔ ۲۰

صوفی ابن الوقت اور ابوالوقت میں فرق۔ ۴۱

ملامتیہ گروہ کی خصُوصیات۔ ۱۹

قلندر کسے کہتے ہیں؟۔ ۱۹

ہند میں مشربِ قلندریہ نے کن بزرگ سے اِنتشار پایا؟۔ ۲۰

مستحسناتِ صوفیائے کرام۔ ۱۵۰

واذا تم الفقر فھو اللہ۔ ۲۲۶۔ ۲۷۶

تصوّف میں جاہل کسے کہتے ہیں؟۔ ۱۲۶

تصوّف میں دیوانہ کسے کہتے ہیں؟۔ ۱۹۸

Marfat.com

حُسن و جمال و جلال :- ۱۲۶-۱۴۲

مطلقاً برائی کا وجود اس کائنات سے مفقود ہے۔ جو برائی ہے وہ محض اعتباری ہے۔

۱۲۶-۱۴۲

جمال و جلال میں بھی فرق اعتباری ہے۔ ۱۲۶

حُسن اعتدال کا نام ہے۔ ۶۱

حُسن و جمال میں فرق۔ ۱۴۲

وجود مع اپنے کمال کے ایک صورتِ حسنہ ہے۔ موجودات کی صورتوں میں سے ہر صورت حُسنِ الٰہی کی ایک تصویر اور حُسنِ الٰہی دیکھنے کا ایک آئینہ ہے۔ ۱۴۲

جذب اور تصرّف فی القلب حقیقتاً افعالِ حق ہیں جن میں کسی کی شرکت نہیں۔ ۱۴۳

عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی اور شہوت میں فرق۔ اور جواز و عدم جواز شرعی پر التفات کی اہمیت۔ ۱۴۳

ملاحت و صباحت۔ ۳۰۶

صوفیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل اصطلاحات سے کیا مراد ہے ؟ :-

ابرو۔ ۴۱-۱۳۲	رُخسار۔ ۱۷۷	غمزہ۔ ۲۷۱
بوسہ۔ ۹۱-۲۹۷	زلف۔ ۱۷۸-۱۹۳	گیسو۔ ۱۹۵
چشم۔ ۱۲۹	زنخدان۔ ۱۹۶	لب۔ ۲۹۷
حیا۔ ۱۴۶	ساعد۔ ۱۹۷	نقاب۔ ۴۱-۳۲۷
خال۔ ۱۴۹	شوخی۔ ۲۳۸	وجہ۔ ۳۳۳
خد۔ ۱۷۸	عارض۔ ۱۷۸	خط۔ ۱۵۵-۱۷۸
عشوہ۔ ۲۶۷	وصال۔ ۳۳۴	دہن۔ ۱۶۶
عیش۔ ۲۷۰	رُخ۔ ۱۷۷	غبغب۔ ۲۷۱

Marfat.com

حقیقت و مجاز :- ۱۴۴

اربابِ تصوّف میں حقیقت و مجاز کا استعمال۔ ۱۴۴

ہر چیز کی حقیقت حق تعالیٰ ہے۔ ۱۴۵

بندہ کے اوصاف جب حق تعالیٰ کے اوصاف میں محو اور بندہ کی ذات جب حق تعالیٰ کی ذات
میں گم ہوجاتی ہے تو بندہ اپنی حقیقت کو پالیتا ہے۔ ۱۴۴

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ۔ ۲۶۱

اعتبار۔ ۵۵

ہر وہ چیز جو حقیقی نہیں اعتباری ہے۔ ۵۵

صرف حق تعالیٰ ہی کی ذات حقیقی ہے اور اس کے ماسویٰ جو کچھ ہے سب اعتباری ہے۔ ۵۵

ایک تمثیل جس سے اعتبار اور چند دیگر اہم مسائلِ توحید کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ۵۷

لفظ اعتبار کا ایک دوسرا استعمال۔ ۵۹

حیات و ممات :- ۱۴۷۔ ۳۰۸

کسی شے کا شے ہونا اُس کی حیات ہے۔ ۱۴۷

حیاتِ تامّہ اور حیاتِ اضافی میں فرق۔ ۱۴۷

اللہ کی حیات سے سب چیزیں قائم ہیں۔ ۱۴۷

تقسیم موجودات بلحاظ مدارجِ حیات۔ ۵۳

موجودات کی حیات باعتبار اپنی حیات کے محدث اور باعتبارِ خدا کی حیات کے قدیم ہے۔ ۱۴۸

حیات و ممات کی اقسام۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹

حشر و نشر۔ ۱۴۳

قیامتِ صغریٰ و قیامتِ کبریٰ۔ ۲۴۴۔ ۲۸۴

بروز پر تناسخ کا گمان غلط ہے۔ ۹۰

Marfat.com

شہادت۔ ۲۳۸
شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ صغریٰ اور کبریٰ۔ ۲۳۸
شہادتِ صغریٰ تلوار کی شہادت ہے۔ اور شہادتِ کبریٰ محبت کی شہادت ہے۔ ۲۳۸

دُنیا :۔ ۱۶۶
دُنیا عارضی ہے اور دورِ جدید کی لغویات بھی عارضی ہیں۔ ۵
صوفیائے کرام کے نزدیک حق تعالیٰ سے غفلت کا نام دُنیا ہے اور یہی دُنیا اُن کے نزدیک مذموم ہے۔ ۱۶۶
دُنیا کی وہ زندگی جو آخرت کی اصلاح میں صرف ہو دُنیا نہیں بلکہ پیش خیمہ آخرت ہے۔ ۱۶۷۔۱۴۱
حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کا قول دولتِ دُنیا کے متعلق۔ ۱۴۹
دُنیا و آخرت میں موازنہ۔ ۱۶۷
دُنیا دارالاسباب ہے، عالمِ صورت ہے، اور محل ہے ظہورِ حکمت کا جو تدریج مانگتا ہے۔ برعکس قدرت کے جس کا محل ظہور عالمِ معنی ہے جہاں امور دفعی طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ۱۶۲
یہ دُنیا عالمِ کون و فساد ہے۔ ۲۹۵
دُنیا اپنی سلامت روی اور فلاح کے لئے تعلیماتِ انبیاء کی محتاج ہے۔ ۳۱۳

رُوح :۔ ۱۷۹
حرکتِ حیات کا سببِ قریبی رُوح ہے۔ ۱۷۹
ہر چیز میں رُوح جاری وساری ہے۔ ۱۷۹
تسویۂ بدن اور نفخِ رُوح سے مراد۔ ۳۴
کُلیّہ ہے کہ پہلے جسم درست کیا جاتا ہے پھر رُوح پھونکی جاتی ہے۔ ۳۴
حیاتِ انسانی کو قائم رکھنے والی رُوح جن اجزاء سے مرکب ہے۔ ۱۷۹
انسان میں رُوح کے مختلف اعتباراتِ ظہور و مراتب۔ ۱۸۱۔۱۸۲

Marfat.com

رُوح بدن کی عین ہے یا غیر۔ ۱۸۵
رُوح کا بدن میں ایسا سریان ہے جیسا وجودِ مطلق کا موجوداتِ عالم میں۔ ۱۸۵
رُوح کو بدن سے وہ تعلّق ہے جو رب کو مربوب سے ہے۔ ۱۸۵
رُوحِ حیوانی کے قلب سے بے تعلّق ہونے کا نام موت ہے۔ ۱۷۹
رُوحِ حیوانی یا رُوحِ طبعی اور رُوحِ انسانی یا رُوحِ ملکوتی اور رُوح القدس و رُوحِ مخلوق میں فرق۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰
سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی رُوحِ انسانی کی کنہ تک کیوں نہیں پہنچ سکتا؟ ۱۸۱
عالمِ ارواح میں کسی کو اپنی جانب متوجّہ کرنے کا طریقہ۔ ۱۸۴
عالمِ ارواح کی توجہ کی نوعیت۔ ۱۸۴
رُوح القدس اور جبرئیل میں فرق۔ ۷۲
کوئی رُوح ایسی نہیں جو اپنے کمال کی مناسبت سے کوئی صُورتِ مثالی نہ رکھتی ہو۔ ۲۵۱
رُوح کا انتہائی مقام افقِ اعلیٰ ہے۔ ۶۷

زمانہ:۔ ۱۹۵
زمانہ کا اعتباری ہونا۔ ۵۶۔ ۱۹۵۔ ۳۳۵
زمانہ حال کی حقیقت۔ ۵۷۔ ۱۹۵۔ ۳۳۵
ازلیت وابدیت۔ ۴۶۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷
الوقت سیفٌ قاطعٌ۔ ۳۳۵
زمان و مکان کی نسبت سالک سے کب مرتفع ہوتی ہے؟۔ ۴۴

سلوک:۔ ۱۹۹
سلوک کہتے ہیں خدا تک پہنچنے کو بطریقِ سیرِ کشفی عیانی نہ کہ بطریقِ استدلال۔ ۱۹۹
الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔ ۱۹۹

Marfat.com

ارتقائے نفسِ ناطقۂ انسانی بمراتبِ عالیہ ۔ ۴۴
اس ارتقاء میں نسبِ مجازی کوئی چیز نہیں ۔ ۴۵
کائنات میں ہر چیز ایک دوسرے میں تحلیل ہوتے ہوتے بالآخر انسان میں تحلیل ہو کر قابلیتِ معرفت پیدا کرتی ہے۔ جو ایجادِ عالم کی غائت ہے ۔ ۴۵
کمالِ انسانی عالمِ تجرد اور مقامِ اطلاق سے متعلق ہے ۔ ۴۵
سالک کی ابتداء خیال سے ہوتی ہے خیال ایک نیند ہے جس کے مختلف مدارج ہیں، جو تمام عوالم کا ہیولیٰ اور عوالم کی رُوح ہے ۔ اور ایک نکتہ ابتدائی ہے جس سے سلوک کی ابتداء ہوتی ہے اور دراصل اسی پر سلوک کی انتہا بھی ہے ۔ لیکن اہلِ دُنیا کا خیال قابلِ اعتبار نہیں ۔ صرف اہلِ حق ہی بیدار ہیں اور انہی کا خیال معتبر ہے ۔ ۱۶۱
طریقِ اخیار، طریقِ اصحابِ مجاہدات وریاضات، اور طریقِ اصحابِ شطّاریہ کی نوعیتیں ۔ ۱۹۹
سالک و واقف وراجع میں فرق ۔ ۱۱۷ ۔ ۲۰۳
سالک کی تعریف اور اس کی روش ۔ ۴۰
سالک کی منزل علم الیقین سے شروع ہو کر حق الیقین پر ختم ہوتی ہے ۔ ۱۶۴
سلوک کا دار و مدار عشق پر ہے ۔ ۲۵۹
سالک کو بالغ کب کہتے ہیں ؟ ۔ ۹۱
سالک آزاد کب ہوتا ہے ؟ ۔ ۴۵ ۔ ۴۶
سالک سے زمان و مکان کی نسبت کب مرتفع ہوتی ہے ؟ ۔ ۴۴
بندہ کا وہ مقام جہاں پہونچ کر افعالِ الٰہی بندہ کی رضا کے موافق ہو جاتے ہیں ۔ ۱۳۴
حسنات الابرار سیّئات المقرّبین ۔ ۵۲
النہایۃ رجوع الی البدایۃ ۔ ۲۰۰
اذا تم الفقر فہو اللہ ۔ ۳۲۶ ۔ ۲۷۲

Marfat.com

سالک کے لئے سیر الی اللہ میں سدرۃ المنتہیٰ سے برتر کوئی مقام نہیں ۔ ۱۹۸

اہلِ عرفان کے نزدیک حجِ بیت اللہ بھی سلوک الی اللہ ہے ۔اس کی تشریح ۔ ۱۳۷

دائرۂ سلوک اور اس کی تشریح ۔ ۲۰۰

نقشۂ سلوکِ مجددیہ اور اُس سے متعلق مصطلحات ۔ ۲۰۱

ہر قسم کا رزق حسّی ہو خواہ معنوی، محسوس ہو خواہ معقول، نباتات سے فراہم ہو سکتا ہے کیونکہ نباتات تجلّی ہے یا رزاق کی اور یا رزاق کا فیضان عام ہے ۔چنانچہ جڑی بوٹیوں میں بھی خدا نے بڑی تاثیر رکھی ہے اور لبسا اوقات سالکوں کو ان سے فائدہ پہونچ جاتا ہے ۔ ۳۶۴ ۔ ۳۶۵ ۔

علاوہ امور بالا کے مندرجہ ذیل بھی منجملہ اُن امور کے ہیں جن سے سالک کو اپنے سلوک میں سابقہ پڑتا ہے :-

استقامت ۔ یہ سب سے بڑی کرامت ہے ۔ ۴۷

اسراف سے عبادت میں بھی بچنے کی ضرورت ہے ۔ ۵۴

اعتدال ہی صراط المستقیم ہے ۔ ۶۱

تجرید و تفرید ۔ ۱۱۲

تحقیق ۔ ۱۱۶

تدانی و تدلّی ۔ ۱۱۶

تدبّر و تفکّر ۔ ۱۱۷

ترقّی ۔ ۱۱۷

تزکیہ ۔ تصفیہ ۔ تجلیہ ۔ تخلیہ ۔ ۱۱۸

تسلیم و رضا ۔ ۱۲۴ ۔ ۱۷۸ ۔ ۲۶۵

تشبیہ و تنزیہ ۔ ۱۱۸

موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی نوعیتیں ۔ ۱۱۸ ۔ ۲۴۳

صحیح راہ درمیان تشبیہ و تنزیہ کے ہے ۔ ۱۱۸

Marfat.com

تعلیمِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جامعیت ہے۔ ۱۱۹

تصورِ شیخ۔ ۱۱۹

تصورِ شیخ کے طریقہ کو اس زمانہ کے مشائخِ عظام کیوں ترک فرماتے جاتے ہیں؟ ۱۱۹

تقویٰ۔ ۱۲۰

اختلافِ حالات کے اعتبار سے کیفیاتِ تقویٰ میں تفاوت۔ ۱۲۰

تلوین وتمکین۔ ۱۲۰

توبہ۔ ۱۲۱

سالک کے لئے سب سے پہلا دروازہ توبہ کا ہے جس کے کھلنے کے بعد ہی دوسرے دروازے کھلتے ہیں۔اس لئے اسے باب الابواب کہتے ہیں۔ ۸۳۔۱۲۱

توبہ کے مدارج ولوازمات۔ ۱۲۲

توکل۔ ۱۲۲

توکل وتفویض وتسلیم ورضا میں فرق۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴

رضا کی اصل۔ ۱۲۴

قضا یعنی حکمِ الٰہی پر راضی رہنا واجب ہے نہ کہ لازمی طور پر اس چیز پر جس پر کہ قضا جاری کی گئی ہو۔ ۱۲۴

حال ومقام۔ ۸۱۔۱۳۴

حیا۔ ۱۴۶

حیرتِ مذموم وحیرتِ محمود میں فرق۔ ۱۴۸

دُعا میں مصلحتیں اور حکمتیں۔ ۲۴۲

دُعا سے صبر میں کوئی قباحت واقع نہیں ہوتی۔ ۲۴۲

ذکر۔ ۱۶۹

Marfat.com

ہر وہ چیز جس کے توسّل سے یادِ حق ہو ذکر ہے۔ ۱۶۹
ذکر کا کمال۔ ۱۶۹
اذکار کی چند اقسام۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰
مختلف سلاسلِ صوفیہ کے اندازِ اذکار کی مختلف خصوصیات۔ ۱۷۰
کثرتِ ذکر و شغل کے بغیر صحیح طور پر طالب کی سمجھ میں مسائلِ توحید نہیں آسکتے۔ ۳۶۶
رفعِ حجابات۔ ۱۴۱
ریا سے گریز۔ ریا کا ٹھکانہ قلب میں ہے۔ نہ کہ اعمال میں۔ ۱۹۱
زھد۔ ۱۹۱
"سات وادیاں" جو بقول خواجہ فرید الدّین عطارؒ سالک کو راہِ سلوک میں پیش آتی ہیں۔ ۳۳۷
سکر و صحو۔ ۱۹۸۔ ۲۴۲
سیر و طیر میں فرق اور سیر کی اقسام۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸
سیرِ انفسی اور سیرِ آفاقی۔ ۶۵۔ ۶۶
سیرِ اطوارِ وجودی اور سیرِ اطوارِ آفاقی۔ ۵۵
شیخ کی ضرورت۔ ۹۷۔ ۱۰۲
صبر۔ ۲۴۱
صوتِ سرمدی۔ ۱۲۶
طہارت۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵
فکر یعنی تصوّرِ عقلی سے مقصودِ اصلی کی جانب بڑھنا۔ ۱۷۰۔ ۲۷۶
فنا و بقا کی تفصیل۔ ۲۷۷
فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس میں فرق۔ ۲۷۷

Marfat.com

قبض و بسط کی مختلف صورتیں ۔ ۲۷۸

قرب و بُعد کی تفصیل ۔ ۲۷۹-۲۸۰

قناعت کے صحیح معنے ۔ ۲۸۳

گیارہ مصطلحات حضرات نقشبندیہ ۔ ۲۰۱-۲۰۲

لطائف کی تفصیل ۔ ۲۹۸-۲۹۹

لوائح ۔ لوامع ۔ طوالع ۔ لوادہ ۔ اور ہجوم کی شرح ۔ ۲۴۵-۳۰۰

مجاہدہ ۔ ۱۹۹-۳۰۳

موانعات سلوک ۔ ۳۰۷

نامرادی ۔ ۳۱۱

وصال و فراق ۔ ۲۷۴-۳۳۴

ہمت ۔ ۳۳۷

سماع :- ۲۰۳

آواز کی اہمیت اور اس کی دل کشی ۔ ۲۰۴

آواز کی تاثیر ۔ ۲۰۴

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا واقعہ ۔ ۲۰۵-۲۰۶

سماع کے متعلق اختلافات پر بحث ۔ ۲۰۹

صوفیا میں سماع کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ۔ ۲۱۶

حضرات نقشبندیہ کے نزدیک بھی سماع حرام نہیں اُن کے یا اُن میں سے بعض کے نہ سُننے کی وجہ ۔ ۲۱۶

سماع کے مسنون و مباح ہونے کی تائید میں متعدد احادیث ۔ ۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲ -

امام نوویؒ ۔ امام سخاویؒ ۔ ابنِ حجر عسقلانیؒ ۔ ابنِ عربی مالکیؒ ۔ ابنِ طاہرؒ ۔ اور دیگر ائمہ

Marfat.com

مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کہ جن احادیث سے فقہا حرمتِ سماع پر دلیل لاتے ہیں وہ تمام روایات بے بنیاد اور موضوع ہیں۔ ۲۱۲

سماعِ صوفیہ۔ ۲۰۶

شرائطِ سماع۔ ۲۰۶

اخوت کی اقسام۔ ۲۰۷۔۲۰۸

سماع میں واردات۔ ۲۲۱۔۲۲۲

وجد و تواجد و وجود میں فرق۔ ۱۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳

کیفیاتِ وجد و سماع۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶

حضراتِ چشتیہ کا ذوقِ سماع۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱

کوئی سالک مقامِ نورِ اسود تک بجز سماع کے نہیں پہونچ سکتا۔ ۲۲۰

عارف و عالِم:۔ ۲۵۰

صفاتِ باری تعالیٰ کا پہچاننے والا بطریق حال و مکاشفہ نہ کہ بطریق مجرد علم عارف ہے۔ ۵۲۔ ۲۵۰

ذاتِ باری تعالیٰ کے عارف کو موحد کہتے ہیں جو خدا کی مطلق عبادت کرتا ہے برعکس مشرک کے جو خدا کو مقید کرکے اُس کی عبادت کرتا ہے۔ ۲۵۰

عرفان کی کمی و بیشی پر ایک بحث۔ ۲۴۸

عارف و عالِم میں فرق۔ ۲۵۰

کسی چیز کے کما حقہٗ جاننے کا نام علم ہے۔ ۲۶۹

ہر چند کا علم جو لوگوں کو دیا گیا ہے قلیل ہے۔ ۱۷۹

علم دراصل وہی ہے جو وسیلہ قربِ حق ہے۔ ورنہ وہ صورتاً علم ہے مگر معناً علم نہیں۔ ۱۶۴

علمِ حقائق اُس علم کو کہتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ اسی کو علمِ حکمت بھی

Marfat.com

کہتے ہیں۔ ۱۴۵

وہ حکمت جو صوفیائے کرام کی نگاہ میں مذموم ہے۔ ۱۴۵

صرف و نحو میں مقید ہو کر رہ جانا چھلکہ میں مقید ہو جانا اور مغز سے محروم رہنا ہے۔ ۱۶۴

علم لدنی جن قلوب میں داخل ہوتا ہے۔ ۱۶۵

علم کی نوعیتیں اور یقین کے مراتب۔ ۲۶۹۔۲۷۰

حصول علم کے طریقے۔ ۷۱

بصارت و بصیرت میں فرق۔ ۹۰

احساس ظاہری اور ادراک باطنی میں تقابل۔ ۴۲

ادراک باطنی ہی کی قوتوں کی تہذیب پر کشف حقائق کا دارومدار ہے۔ ۴۲

ادراک بسیط سے سب کو حصہ ملا ہے گو اس ادراک سے لوگوں کو غفلت اور ذہول ہو جاوے اور شدت ظہور اُن کے لئے حجاب بن گیا ہو۔ ۴۳۔۴۴

القاء۔ الہام۔ وحی۔ ۶۷

القاء اور الہام میں کسب کو کسی قدر دخل ہے مگر وحی میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔ ۷۲

وحی کے مراتب۔ ۶۹

کشف کی تعریف۔ ۲۸۶

کشف کی اقسام۔ ۲۸۶

کشف و استدراج میں فرق۔ ۲۸۷

مدارج مکاشفات اور ان کی تدریجی ترقی۔ ۲۸۷

مراتب کشف معنوی اور اقسام فتوح۔ ۲۸۹۔۲۹۰

کشف کبھی غلط نہیں ہوتا۔ غلط فہمی کا ہو جانا اور بات ہے۔ ۲۹۰

کشف سے مراد یہ ہوتی ہے کہ صاحب کشف کو بعض امور خاص پر اطلاع ہو جاوے نہ یہ کہ جملہ

Marfat.com

امور اس پر ظاہر ہو جاویں۔ ۲۹۰
خطرہ ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔ ۱۵۶
خطرات کی اقسام۔ ۱۵۶
خطراتِ شیطانی میں قیام نہیں ہوتا خطراتِ نفسانی کسی قدر دیر پا ہوتے ہیں خطرۂ ملکی بھی دیرپا نہیں ہوتا۔ خطرۂ رحمانی البتہ آتا ہے تو جانے کا نام نہیں لیتا۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷
داعی الی اللہ ایک حالت ہے جو مومن و کافر سب پر کبھی نہ کبھی ضرور وارد ہوتی ہے اور ذاتِ الٰہی کی جانب اس میں میلان پیدا کرتی ہے۔ ۱۶۲
خواب کی اصلیت۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷
رویا ایک تجلی صوری ہے جو عالمِ خیال میں وارد ہوتی ہے۔ ۱۱۴
رویائے صادقہ ایک زبان ہے جس میں حق تعالیٰ اپنے بندہ سے کلام فرماتا ہے۔ ایک روزن ہے جس کے ذریعہ عالمِ غیب کی خبریں انسان تک پہنچائی جاتی ہیں۔ ایک کشف ہے الہام ہے مگر کشف و الہام کی سب سے کمزور قسم۔ ۱۸۶
رویاء کی اقسام۔ ۱۸۷
رویائے صالحہ کے اسباب۔ ۱۸۹
معبّر میں اوصافِ ضروری۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰
اس دنیا کی زندگی بھی ایک خواب ہے اور اس خواب کی بھی تعبیر ہے۔ ۱۹۰
عالم و عارف کی نیند کو جاہل کی بیداری پر کیوں فضیلت ہے۔ ۱۸۷
تصوف میں جاہل کسے کہتے ہیں؟۔ ۱۲۶

عالم :۔ ۲۵۰
اصطلاحِ صوفیہ میں ماسوی اللہ کو عالم کہتے ہیں۔ ۲۵۰
عالم جس پر کہ غیرِ حق کا اطلاق کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ظل ہے۔ ۲۴۷

Marfat.com

عالم کا وجود اصلی نہیں بلکہ ظلی وہمی اور اعتباری ہے۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۵۱
وجود ظلی کے معنی۔ ۲۵۱
عالم کے اعتباری ہونے کی تفہیم میں ممد ایک تمثیل۔ ۵۷
عالم کا حادث ہونا صحیح ہے۔ ۳۷۶
عالم صورت حق ہے اور حق تعالیٰ روح عالم۔ ۲۵۱
کائنات سے حق تعالیٰ کے تعلق کی نوعیت۔ ۶۷
عالم کو حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو سایہ کو اس سے جس کا کہ سایہ ہے۔ ۲۴۷
عالم غیب و شہادت کس لحاظ سے کتاب حق تعالیٰ ہے؟۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲
عالم نعمائے ظاہری و باطنی کا مجموعہ ہے۔ ۶۵
اختلافات کے مجموعہ ہی کا نام عالم ہے۔ ان اختلافات میں حکمت الٰہیہ مخفی ہیں۔ ۲۵
عالم محسوس فرع ہے عالم ملکوت کی۔ ۱۸۴
انسان کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ ۲۹۳
عالم ظہور تفصیلی ہے حقیقت انسانی کا۔ ۶۶
تخلیق ابتدائی کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷
تخلیق کائنات میں فعل و انفعال۔ ۳۷۸
عالم امر و عالم خلق اور عالم لطیف و کثیف میں فرق۔ ۷۶۔ ۲۵۱۔ ۲۷۳۔ ۳۵۴
عالم مثال برزخ ہے درمیان ملکوت و ناسوت کے اور عرش و کرسی اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں اور ان میں کی تمام چیزوں پر محیط ہے۔ ۸۹۔ ۲۵۱
برزخ۔ عالم برزخ دو ہیں۔ ایک وہ جہاں ارواح اس دنیا میں آنے سے قبل ہوتی ہیں۔ دوسرا وہ جہاں بعد مفارقت بدن جاتی ہیں۔ ۸۹۔ ۱۲۵
مقید مثالیں جنھیں خیالات کہتے ہیں عالم مثال ہی کے نمونے اور ظل ہیں جو عالم روحانی

Marfat.com

کے وجود پر دلیل ہیں۔ ۲۵۲

عالمِ مثال کی سیر کب ممکن ہوتی ہے؟۔ ۲۵۲

ہژدہ ہزار عالم۔ ۲۵۱

عالم ہر لحظہ نیست و نابود ہوتا ہے اور ہر لحظہ فیضانِ وجود سے نوازا جاتا ہے تیزیِ تسلسل اس کے ادراک میں مانع ہوتی ہے۔ ۱۱۱۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۲۴۴

اجسام موجودات میں خسیس ترین چیزیں ہیں۔ ۵۳

عِشق و محبّت :۔ ۲۵۴

عِشق و محبّت کی عامیانہ تعریف۔ ۲۵۴

عِشق و محبّت کی صُوفیانہ تعریف۔ ۲۶۰

انواع و کیفیاتِ محبّت۔ ۲۵۶۔ ۲۵۹

مراتبِ محبّت۔ ۲۶۴

یہ دُنیا بزمِ عُشّاق ہے اور اس جہان پر عِشق کی حکمرانی ہے۔ ۱۳۵۔ ۲۵۵

ظہورِ حیات کے اِختلاف مدارج کی مناسبت سے ظہورِ محبّت کے مراتب میں بھی اختلاف۔ ۲۵۵

مطلوب کی عزّت و ذِلّت پر طالب کی عزّت و ذلّت کا انحصار۔ ۲۵۵

محبّت کی انتہائی اور اکمل ترین صُورت کا نام عِشق ہے تو اکمل ترین ہستی ہی عِشق کا جائز محل ہوسکتی ہے۔ ۲۵۵۔ ۲۵۷۔ ۲۶۰

حقیقتِ محبّت اپنی ذات میں تعیّد و تنزہ سے مبّرا و منزہ ہے۔ ۲۵۸

محبّ و محبُوب میں مناسبتیں اور یگانگتِ محبّ و محبُوب۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸

محبّتِ حقیقی کی راہیں۔ ۲۶۳

حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان مناسبتِ ذاتی کی جہتیں۔ ۲۵۷

Marfat.com

عشقِ ذات اور عشقِ صفات میں فرق ۔ ۲۶۳
سلوک کا دارومدار عشق پر ہے ۔ ۲۵۹
محبت معرفت کی اور معرفت محبت کی محتاج ہے ۔ ۲۵۸
عبادت بلا عشق بیکار ۔ اور عشق بلا عبادت ناتمام ۔ ۲۵۹
بلا عشق انسان بے لطف اور مزدوروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے ۔ ۲۵۹
زہدِ خشک سے بدتر دنیا میں کوئی آزار نہیں ۔ ۲۵۹
درد ۔ ۲۵۸
درد صرف انسان ہی کو عطا ہوا ہے ۔ فرشتے تک اس سے محروم ہیں ۔ ۲۵۸
انسان کے لئے درد و عشق باہم لازم و ملزوم ہیں ۔ ۲۵۹
موجبِ ترقی درد ہے ۔ ۲۵۹
عشق بدون درد موصل بہ مطلوب نہیں ۔ ۲۵۹
عشق و محبت کو شراب سے کیوں تشبیہ دی جاتی ہے؟ ۔ ۲۳۰
آتش دوزخ بیگانوں کو اور آتشِ عشق یگانوں کو جلاتی ہے ۔ ۲۵۹

عقل :- ۱۸۲-۲۶۸-۲۶۹
عقل جوہرِ فرد ہے جس میں تعدد نہیں ۔ ۲۶۸
عقلِ اول اور عقلِ کلی اور عقلِ معاش میں فرق ۔ ۲۶۸-۲۶۹
عقلِ اول اور قلم اعلیٰ اور روحِ محمدی میں فرق ۔ ۲۸۲-۲۸۳
جس طرح کہ حِس معقولات کے ادراک سے عاجز ہے اسی طرح عقلِ معاش مکشوفات کے ادراک سے قاصر ہے ۔ ۲۶۹
نورِ ایمان کے بغیر عقلِ معاش خدا کو نہیں پہچان سکتی ۔ ۲۶۹
عقلی معرفت اور ایمانی معرفت میں فرق ۔ ۲۶۹

Marfat.com

عقلِ کلی سے کبھی اہلِ شقاوت کو بھی استدراج حاصل ہو جاتا ہے۔ ۲۶۹

عقل و نقل اصل ہیں فکر کی۔ اور فکر ایک نور ہے جو ہوشیاروں کو صواب کی جانب لے جاتا ہے اور مقررہ اصولوں کی کماحقہٗ رعایت نہ کرنے والا ہلاکت کی جانب ڈھکیلا جاتا ہے۔ ۲۷۶

قلب :- ۲۸۰

صوفیائے کرام کے نزدیک قلب کی حقیقت۔ ۲۸۰

مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ ۱۸۳- ۲۸۰

ولی عرش سے بزرگ تر ہے۔ ۲۸۲

قلب اصل ہے اور عالم اس کی فرع۔ ۲۸۱

قلب کی وسعتیں۔ ۲۸۱

قلب کو عرش سے وہ نسبت ہے جو مرکز کو محیط سے ہوتی ہے۔ ۲۸۲

جملہ اسماء و صفات قلب کے لئے مثل قوالب کے ہیں۔ ۲۸۱

قلبِ انسانی اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوقات و موجودات کا خلاصہ ہے۔ ۲۸۱

انسانیت کا دار و مدار قلب پر ہے۔ ۲۸۰

شرحِ صدر پر ہدایت کا دار و مدار ہے۔ ۱۶

قلبِ انسانی کے مقابل ہزاروں لاکھوں مشارق و مغارب درپیش آتے رہتے ہیں۔ ۳۰۵

قلبِ انسانی کو بیتِ معمور سے کیا تشبیہ ہے؟ ۹۲

نفس کا قلب اور قلب کا روح میں منتقل ہونا کب واقع ہوتا ہے؟ ۱۸۳

قلب بھی سمع و بصر و دیگر حواس سے آراستہ ہے۔ ۲۸۸

قلب کے دو دروازے۔ ۱۶۰

قلب کا انتہائی مقام افقِ مبین ہے۔ ۶۷

Marfat.com

قلب کی بیماریاں اور اُن سے بچنے کی یا ان کے علاج کی ضرورت ۔ ۲۸۲
قلب کی جب تک صفائی نہ کی جائے علومِ حقائق اس میں داخل نہیں ہوسکتے ۔ ۱۶۵

نفس :- ۱۸۲ - ۳۲۳
کسی چیز کی ذات کو اس کا نفس کہتے ہیں۔ نفس کی حقیقت رُوح اور رُوح کی حقیقت حق تعالیٰ ہے ۔ ۳۲۳
نفس رُوح کی اُس جہت کو کہتے ہیں جو بدن اور بدن کی تدبیر سے متعلق ہے ۔ ۱۸۲
نفس کے خواص اور اس کی مختلف حالتیں ۔ ۳۲۴ - ۳۲۵
نفسانی خواہشات کی پیروی بڑا حجاب ہے ۔ ۸۵
نفس کب قلب میں منتقل ہوجاتا ہے ؟ ۱۸۳
نفس کی کمزوریاں اور نفس کے کمالات ۔ ۱۸۴
نفسِ ناطقۂ انسانی اِس دُنیا میں مسافر ہے اور بدنِ انسانی میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکمِ الٰہی سے مقید کردیا گیا ہے ۔ لیکن وہ اپنے وطنِ اصلی کو کلیتہً فراموش نہیں کرتا ۔ ۱۸۶
نفس کو اخبارِ الٰہی کے مقابلہ میں بالذات اپنے علم پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے ۔ ۳۲۳
نفس کی جہتِ جلال و گمراہی کا مظہر ابلیس ہے اور اسے نفس ہی کے وسیلہ سے اِنسان پر کامیابی حاصل ہوتی ہے ۔ ۳۲۵
ابلیس اور نفس کی روش میں فرق ۔ ۳۲۶
وہ صورتیں جن سے ابلیس گمراہ کرتا ہے ۔ ۳۲۵
شیاطین اولادہیں ابلیس کی ۔ شیاطین الانس بمقابلہ شیاطین الجن کے زیادہ قوی اور زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں ۔ ۳۲۵
نفسِ کُلیہ ایک نفس ہے مُدبّرِ کُلیہ اور وہ ہر ظاہر و پوشیدہ شئے میں ساری ہے اور صُورتوں کے تغیّر سے متغیر نہیں ہوتا ۔ نفسِ ناطقہ کی حقیقت بھی نفسِ کُلیہ ہے ۔ ۳۲۷

Marfat.com

خناس دل میں وساوس پیدا کرنے والا شیطان ہے اس سے نجات کی کیا کیا صورتیں ہیں ؟ ۱۶۰

وجود :۔ ۳۴۱ ۔ ۳۳۱ ۔ ۳۴۱

اقسامِ وجود ۔ ۳۳۲

مراتبِ وجود ۔ ۳۴۰

کان اللہ ولم یکن معہ شیئا ۔ ۳۴۱-۴۶

الآن کما کان ۔ ۳۴۱

وجودک ذنبٌ لایقاس بہ ذنب ۔ ۲۳۶

عینیت و غیریت کی بحث ۔ ۳۵۱

وحدتِ حقیقی اور وحدتِ مجازی میں فرق ۔ ۳۳۳

وحدتِ وجود و وحدتِ شہود ۔ ۳۳۳ ۔ ۳۵۴

تصوف میں تنزلات کے معنیٰ خاص ہیں ۔ ۳۴۲ ۔ ۳۵۱

جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے نہ کہ وجود میں ۔ ۳۴۲

اطلاق کے بھی دو اعتبارات ہیں ۔ ۳۵۰

تعینّاتِ داخلی و خارجی ۔ ۱۲۰

اسمائے الٰہی کُلّی اٹھائیس (۲۸) ہیں ۔ ان کے ماتحت اسمائے کونی بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں ۔

حروفِ ملفوظی بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں ۔ منازلِ قمر بھی اٹھائیس (۲۸) ہیں ۔ یہ سب علی الترتیب ایک دوسرے سے متعلق اور ایک دوسرے سے پرورش پاتے ہیں یہ حروف بھی روحانیت لئے ہوئے ہیں اور تاثیرات رکھتے ہیں ۔ ۳۵۰ ۔ ۳۶۵

ہمّت :۔ ۳۳۷

ہمّت ایک براق العارفین ہے جس کی بدولت طالبانِ حق کو معراج نصیب ہوتی ہے ۔ ۳۳۷

Marfat.com

جب تک قلب میں یقینِ کامل راسخ نہ ہو اور حرکات وسکنات وعمل وکوشش سے حصولِ مقصد کیلئے جی توڑ کوشش نہ کی جائے اِنسان کو صاحبِ ہمّت نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ جھُوٹی اُمید اور بے کار آرزوؤں والا ہوتا ہے۔ ۳۳۷

ہمّت اور ہمّ میں فرق۔ ۳۳۸

پہلے دل میں خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر قوی ہو کر وہ ارادہ بن جاتا ہے پھر ہمّت پھر عزم پھر قصد۔ پھر نیّت کی صُورت اختیار کرلیتا ہے۔ ۳۳۸

Marfat.com

ضمیمہ نمبر (۴)

فہرست آیاتِ قرآنی

جن پر "سرِ دلبراں" میں چند اشارات ہیں

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی		حوالہ قرآنی
(۱)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔	۲۹۲ - ۳۶۸	
(۲)	سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ ۔	۲۹۲ - ۳۶۸	
(۳)	خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۔	۲۸۸	البقرۃ ع ۱
(۴)	يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔		البقرۃ ع ۳
(۵)	وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ۔	۳۵ - ۳۶۲	البقرۃ ع ۴
(۶)	اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔	۹۷	البقرۃ ع ۱۰
(۷)	بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔	۱۳	البقرۃ ع ۱۳
(۸)	فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔	۱۸۰	البقرۃ ع ۱۴
(۹)	صِبْغَةَ اللّٰهِ ۔	۱۳	البقرۃ ع ۱۶
(۱۰)	وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ ھُوَ مُوَلِّيْهَا ۔	۱۸۰ - ۳۱۶	البقرۃ ع ۱۸

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۱۱)	آیۃ الکرسی۔ ۲۸۵-۲۱۹-۲۹۲	البقرۃ۔ع ۳۴
(۱۲)	اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۳۱۶	البقرۃ۔ع ۳۴
(۱۳)	وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۱۴۵	البقرۃ۔ع ۳۷
(۱۴)	لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ ۳۹	البقرۃ۔ع ۴۰
(۱۵)	کَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ ۱۸۱	آل عمران۔ع ۴
(۱۶)	اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۲۴	آل عمران۔ع ۲۰
(۱۷)	فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْآ اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ۔ ۱۴۰	النساء۔ع ۱
(۱۸)	اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ ۱۵۸	النساء۔ع ۸
(۱۹)	وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۶۸-۶۹	النساء۔ع ۲۳
(۲۰)	اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۴۴-۶۱	المائدہ۔ع ۱
(۲۱)	وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْآ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۱۲۳	المائدہ۔ع ۴
(۲۲)	یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۹۳	المائدہ۔ع ۶
(۲۳)	وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا۔ ۹۸	الانعام۔ع ۱
(۲۴)	وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ۔ ۶۳	الانعام۔ع ۲-۸
(۲۵)	وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۶۵-۲۸۶	الانعام۔ع ۹
(۲۶)	اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ ۱۴-۴۰	الانعام۔ع ۱۵
(۲۷)	فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔ ۱۶۔	الانعام۔ع ۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۲۸)	قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۱۳-۱۳۶	الانعام۔ع ۲۰
(۲۹)	یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیْرٌ ؕ ۱۵۲	الاعراف۔ع ۳
(۳۰)	اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۱۳-۶۷	الاعراف۔ع ۷
(۳۱)	فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج ۱۱۳	الاعراف۔ع [illegible]
(۳۲)	اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ ۲۰۴	الاعراف۔ع ۲
(۳۳)	وَتَرٰىہُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ ۳۷	الاعراف۔ع ۷
(۳۴)	اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۚ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَہُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ ۱۴-۶۵	الانفال۔ع [illegible]
(۳۵)	اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ ۶۶	الانفال۔ع [illegible]
(۳۶)	اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ؕ ۹۳	التوبہ۔ع [illegible]
(۳۷)	لَہُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ؕ ۱۸۷	یونس۔ع [illegible]
(۳۸)	وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ۳۸۰	ھود۔ع [illegible]
(۳۹)	اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔	ھود۔ع [illegible]
(۴۰)	اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ ۳۲۴	یوسف۔ع [illegible]
(۴۱)	قُلْ ہٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ ؕ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ ۱۷-۱۰۵	یوسف۔ع [illegible]

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۴۲)	اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۳۲۴	الرعد۔ع ۴
(۴۳)	وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ط ۶۴	ابراھیم۔ع ۵
(۴۴)	فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔ ۳۴-۱۸۰-۲۹۸	الحجر۔ع ۳
(۴۵)	وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ٥ لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ ٥ ۲۰۸	الحجر۔ع ۴
(۴۶)	لَعَمْرُکَ ۔ ۳۷	الحجر۔ع ۵
(۴۷)	فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ ۹۷	النحل۔ع ۶
(۴۸)	وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا ۶۸-۷۰	النحل۔ع ۹
(۴۹)	اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ ۔ ۹۴	بنی اسرائیل۔ع ۶
(۵۰)	وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ٥ ۷۷-۱۷۹-۱۸۱	بنی اسرائیل۔ع ۱۰
(۵۱)	وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ٥ ۱۴-۱۰۴	الکھف۔ع ۴
(۵۲)	وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۔ ۷۰	الکھف۔ع ۹
(۵۳)	قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ٥ ۲۹۲	الکھف۔ع ۱۲
(۵۴)	قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۳۸	الکھف۔ع ۱۲
(۵۵)	فَنَادٰھَا مِنْ تَحْتِھَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا ٥ ۷۰	مریم۔ع ۲
(۵۶)	وَنَادَیْنٰہُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰہُ نَجِیًّا ٥ ۲۴۶	مریم۔ع ۴

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۵۷)	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ۝ ۳۸۰	مریم۔ع ۶
(۵۸)	الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ۝ ۲۹۲	طٰہٰ۔ع ۱
(۵۹)	فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ۝ ۱۸۱	طٰہٰ۔ع ۱
(۶۰)	إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ۝ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ ۷۰	طٰہٰ۔ع ۲
(۶۱)	وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۳۶۴	الانبیاء۔ع ۳
(۶۲)	يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۴۴۔۶۱	الحج۔ع ۲
(۶۳)	فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ ۲۸۸	الحج۔ع ۶
(۶۴)	قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ ۲۱۵	المومنون۔ع ۱
(۶۵)	فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ۶۳	المومنون۔ع ۱
(۶۶)	فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ ۴۵	المومنون۔ع ۶
(۶۷)	اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۲۸۰۔ ۳۱۶۔ ۳۲۸	النور۔ع ۵
(۶۸)	رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۱۵۹۔۱۷۲	النور۔ع ۵
(۶۹)	أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ ۳۷۲	النور۔ع ۶
(۷۰)	أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ	

Marfat.com

نمبر شمار	آیات قرآنی	حوالہ قرآنی
	عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ ۲۴۷ - ۳۴۲	الفرقان۔ع ۵
(۷۱)	نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ ۷۳	الشعراء۔ع ۱۱
(۷۲)	وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ ۳۰	الشعراء۔ع ۱۱
(۷۳)	سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بلقیس کا قصہ۔ ۶۰	النمل۔ع ۲-۳
(۷۴)	اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ ۶۰	النمل۔ع ۳
(۷۵)	صُنْعَ اللّٰهِ۔ ۶۳	النمل۔ع ۷
(۷۶)	اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ۔ ۲۳۸	القصص۔ع ۴
(۷۷)	اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ ۳۸	القصص۔ع ۶
(۷۸)	وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ ۱۶-۶۷-۲۰۰	العنکبوت۔ع ۷
(۷۹)	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ ۲۵	الروم۔ع ۳
(۸۰)	وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔ ۱۰۴	لقمٰن۔ع ۲
(۸۱)	اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ ۶۵	لقمٰن۔ع ۳
(۸۲)	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ ۳۸	الاحزاب۔ع ۵

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۸۳)	وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ ۱۰۵	الاحزاب۔ع ۶
(۸۴)	إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ ۷۳	الاحزاب۔ع ۹
(۸۵)	يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ ۲۰۴	الفاطر۔ ع ۱
(۸۶)	إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ ۷۶	یٰسین۔ع ۵
(۸۷)	إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ ۲۴۱	صٓ۔ع ۲
(۸۸)	وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۝ ۳۰۷	صٓ۔ع ۳
(۸۹)	مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ ۳۵	صٓ۔ع ۵
(۹۰)	أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ ۱۲	الزمر۔ع ۱
(۹۱)	أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ ۚ ۱۶	الزمر۔ ع ۳
(۹۲)	إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ۝ ۳۸	الزمر۔ ع ۳
(۹۳)	وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۖ ۲۸۴	الزمر۔ع ۷
(۹۴)	لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ ۲۸۴ - ۳۴۲	المومن۔ع ۲
(۹۵)	لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ ۱۰۹ - ۳۴۱ - ۳۸۰	الشوریٰ۔ع ۲
(۹۶)	وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ۳۷ - ۶۸ - ۶۹	الشوریٰ۔ع ۵

Marfat.com

نمبر شمار	آیات قرآنی	حوالہ قرآنی
(۹۷)	أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۸۵	الجاثیہ۔ ع ۳
(۹۸)	مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ط ۲۹۰	الاحقاف۔ ع ۱
(۹۹)	لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۔ ۳۸۰	محمد۔ ع ۴
(۱۰۰)	هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط ۱۹۸	الفتح۔ ع ۱
(۱۰۱)	اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ۹۴	الفتح۔ ع ۱
(۱۰۲)	سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ۲۵۲	الفتح۔ ع ۴
(۱۰۳)	بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ۱۱۱	قٓ۔ ع ۱
(۱۰۴)	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ ۱۸۱	قٓ۔ ع ۳
(۱۰۵)	وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ ۸۹-۹۲-۱۹۸-۳۵۴-۳۶۰	الطور۔ ع ۱
(۱۰۶)	فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ ۶۹-۱۸۱	النجم۔ ع ۱
(۱۰۷)	مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ ۲۴۳	الرحمٰن۔ ع ۱
(۱۰۸)	كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ ۵۴-۸۱-۱۱۱-۲۲۵	الرحمٰن۔ ع ۲
(۱۰۹)	يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ ۲۵۲	الرحمٰن۔ ع ۲
(۱۱۰)	لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ ۱۰۰	الواقعہ۔ ع ۳

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۱۱۱)	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ٥ ۱۲۳	الحدید ۔ ع ۱
(۱۱۲)	اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ط وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ٥ ۱۶۶	الحدید ۔ ع ۳
(۱۱۳)	هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ ۹۸	الجمعۃ ع ۱
(۱۱۴)	وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ط قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ٥ ۱۲۳	اَلطّلاق ۔ ع ۱
(۱۱۵)	نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ٥ ۳۷۱	القلم ۔ ع ۱
(۱۱۶)	وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ٥ ۵۵	نوح ۔ ع ۱
(۱۱۷)	وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ٥ ۱۲	المزمل ۔ ع ۱
(۱۱۸)	وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ٥ ۳۲۴	القیٰمہ ۔ ع ۱
(۱۱۹)	عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ ۲۷۲	الجن ۔ ع ۲
(۱۲۰)	وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ٥ ۱۹۷	الدہر ۔ ع ۱
(۱۲۱)	وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ٥ ۱۰۴	الدہر ۔ ع
(۱۲۲)	اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ٥ ۱۷۵	النبا ۔ ع
(۱۲۳)	وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ٥ ۱۳	النزعٰت

Marfat.com

نمبر شمار	آیاتِ قرآنی	حوالہ قرآنی
(۱۲۴)	اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ ۱۲	النّٰزِعٰت ع ۲
(۱۲۵)	اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۔ ۱۲	الانشقاق ع ۱
(۱۲۶)	اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ ۲۳۳	البروج ع ۱
(۱۲۷)	اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ ۶۳	الغاشیہ ع ۱
(۱۲۸)	يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ ۱۳-۳۲۴	الفجر ۔
(۱۲۹)	وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ ۱۸۱	الشمس ۔
(۱۳۰)	قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ ۱۳	الشمس ۔
(۱۳۱)	اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ ۱۸۱	الانشراح ۔
(۱۳۲)	لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ ۱۳۸	التین ۔
(۱۳۳)	سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ ۔ ۶۰	
(۱۳۴)	فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ۲۱۵	الماعون ۔

Marfat.com

ضمیمہ نمبر (۵)

فہرست بعض احادیث نبوی

جن کا حوالہ "سرِّ دلبراں" میں آیا ہے!

قَالَ فَاَخْبِرْنِي عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ (بخاری ومسلم) ۱۱-۴۲-۲۷۴

ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ۔

(بخاری ومسلم) ۲۷۴

اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَلَبَتْ غَضَبِيْ۔ (بخاری ومسلم) ۱۲۷

لَا تَدْخُلُوا الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَالتَّصَاوِيْرُ۔ (بخاری ومسلم) ۵۹

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ

(بخاری ومسلم) ۱۸۹

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (بخاری ومسلم) ۱۱۹

مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَسَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالرَّبِّ تَرْجُمَانٌ وَّلَا وَاسِطَةٌ۔
(بخاری ومسلم) ۴۲

Marfat.com

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً	(بخاری)	۲۰۵
اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ	(بخاری)	۳۸
اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ	(بخاری وترمذی)	۵۱
قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ ھٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ قَالَ ھٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔	(مسلم)	۳۶۹
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ	(مسلم)	۱۵
اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ۔	(مسلم)	۲۶۰
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔	(مسلم و زرقانی و عبدالرزاق)	۳۶۔۳۲۰۔۳۷۶
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔	(مسلم وترمذی واحمد و زرقانی)	۳۷۶
اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔	(مسلم و زرقانی)	۳۷۶
اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔	(مسلم)	۳۸
اَلْمُؤْمِنُوْنَ ھَیِّنُوْنَ لَیِّنُوْنَ کَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِیْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِیْخَ عَلٰی صَخْرَۃٍ اِسْتَنَاخَ۔	(ترمذی)	۶۴
یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔	(ترمذی)	۱۰۰

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا
دِيْنَهَا۔ (ابوداؤد) ۱۰۱

إِنَّ لِلّٰهِ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ عِبَادًا مُحَدَّثُوْنَ وَفِيْ أُمَّتِيْ مُحَدَّثُوْنَ وَأَشَارَ إِلٰى
بَعْضِ أَصْحَابِهٖ۔ (یہ اشارہ تھا حضرت عمرؓ کی طرف اور اسی معنیٰ کی حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے) ۷۰

مَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ
الْأَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ إِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَإِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ
يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ
(ابن ماجہ۔ البیہقی فی شعب الایمان) ۱۵

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ
يُّرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النُّوْرَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ تُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمِ التَّجَافِيْ
مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْإِنَابَةُ إِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْإِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ
نُزُوْلِهٖ۔ (الحاکم والبیہقی فی شعب الایمان) ۱۶

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَؓ وَأَبِيْ خَلَّادٍؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ
فَإِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔ (ابن ماجہ و البیہقی فی شعب الایمان) ۱۶

مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ أُوْحِيَ
إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى
يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (شرح السنہ وابو نعیم فی الحلیہ) ۱۶

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ

Marfat.com

رزقها۔ (شرح السنۃ بغوی) ۱۸۱

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ التَّقِیِّ۔ ۱۵۴-۱۸۳-۲۸۱

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ ۲۷۷-۳۵۰

اُبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا۔ (ابن ماجہ) ۲۲۳

کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْئٌ۔ (حاکم) ۴۶-۳۴۱

(بخاری شریف میں اس طرح ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْئٌ غَیْرُہٗ)

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ (عبد الرزاق) ۴۱-۲۵۲

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ ۳۸-۲۲۵-۲۸۸-۳۰۱

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (ترمذی، احمد، حاکم، زرقانی، طبقات ابن سعد) ۳۶-۳۲۰

(دوسری روایت میں بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ہے)

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَّسُوْقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ ۳۲۹

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَفِرُّ عَنْ ظِلِّ عُمَرَ (فردوس دیلمی) ۱۵۱

(اس مفہوم کی ایک حدیث متفق علیہ بھی ہے)

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ۲۳۷

عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ ۳۲۰

Marfat.com

ضمیمہ نمبر (۶)

فہرستِ اشعار

مع عنوانات جن کے تحت میں وہ آئے ہیں

صفحات	اشعار
	سرِّ دلبراں :۔
سرورق	خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں ٭ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں (رومیؒ)
	اللہ ۔ اسماء وصفات :۔
	از ذاتِ اوست اینہمہ اسماء عیاں شدہ ٭ از نورِ اوست اینہمہ انوار آمدہ
	ایں نقشہا کہ ہست سراسر نمائش است ٭ اندر نظر چو صورتِ بسیار آمدہ
	ایں کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ ٭ ویں وحدتیست لیک باطوار آمدہ
۵۰	عالم مثالِ ذات وظلال و صفاتِ اوست ٭ نقشِ دوئی چو صورتِ پندار آمدہ (مغربیؒ)
۵۲	الٰہی دیدۂ تحقیق دِہ ہریک مقلّد را ٭ چو عینک تا بکے ہر سُو بچشمِ دیگراں بیند (دردؒ)
	انسانِ کامل :۔
	ما جامِ جہاں نمائے ذاتیم ٭ ما مظہرِ جملۂ صفاتیم
	ما نسخۂ نامۂ الٰہیم ٭ ما گنجِ طلسمِ کائناتیم
	ہم صورتِ واجب الوجودیم ٭ ہم معنیٔ جانِ ممکناتیم
	برتر ز مکان و در مکانیم ٭ بیرون ز جہات و در جہاتیم

Marfat.com

اشعار	صفحات
ہرچند کہ مجملِ دو کونیم ؁ تفصیلِ جمیع مجملا تیم (مغربیؒ)	۳۴
بادہ از ما مست شد نے ما ازو ؁ قالب از ما ہست شد نے ما ازو (رومیؒ)	۳۵
مرا ہیچ کتابے مکن حوالہ دگر ؁ کہ من حقیقتِ خود را کتاب می بینم (مغربیؒ)	۱۳-۳۶
شاہدِ ما بجز از خال و خط و غبغبِ خویش ؁ خال و خطِ دگر و غبغبِ دیگر دارد (مغربیؒ)	۳۹
لباسِ بوالبشر پوشیدہ مسجودِ ملک گشتم ؁ بتصویرِ محمّد حامد و محمود بودستم	
گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہ یونس ؁ گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم	
گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحٰق گہ یحیٰی ؁ گہے عیسٰی گہے موسٰی گہے داؤد بودستم	
برائے میکشاں امروز نقدِ وقتِ شاں گشتم ؁ زبہرِ دیگراں روزِ جزا موعود بودستم	
بدریائے حقیقت بہرِ غوّاصانِ دریا دل ؁ بہر عہدے و عصرے گوہرِ مقصود بودستم (نیازؒ)	۳۹
نازل ہے زمین پر کبریائی ؁ بندہ کے لباس میں خدائی	۴۰
اتّصال :-	
اتّصالِ بے تکیّف بے قیاس ؁ ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس (رومیؒ)	۴۱
ادراکِ بسیط :-	
ہر کس نہ شناسندۂ راز ست وگرنہ ؁ اینہا ہمہ راز ست کہ معلومِ عوام است	۴۴
ارتقاء :-	
بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی ؁ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست	۴۵
استقامت :-	
براہلِ استقامت فیض نازل میشود مظہر ؁ نمی دانی تجلّی گردِ کوہِ طور میگردد	۳-۴۷
اسراف :-	
چو از حد در گذشتن شرطِ رہ نیست ؁ اگرچہ طاعت آمد جز گنہ نیست	

Marfat.com

اشعار	صفحات
باسراف آنکہ گفتارش بلندست ؛ اگرچہ دُر فشاند ناپسند است	۵۴
اعتبار :-	
تو یقینی وجہاں جملہ گمان من بیقیں ؛ مدتے شد کہ یقیں را بہ گمان می بینم (مغربیؒ)	۵۵
وجود اندر کمالِ خویش سار لیست ؛ تعینہا امورِ اعتبار لیست	
امورِ اعتباری نیست موجود ؛ عدد بسیار ویک چیزاست معدود	
جہاں را نیست ہستی جز مجازی ؛ سراسر حال او لہوست و بازی (گلشن راز)	۵۵
آنچہ دانا کند، کند ناداں ؛ لیک بعد از خرابیٔ بسیار	۵۶
ہستیم جملہ خیالست کامثالِ سراب ؛ بالیقیں من نیم و وہم وگمانم باقیست (نیازؒ)	۵۷
ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک	۵۸
دریں دریا کہ من ہستم نہ من ہستم نہ دریاہم ؛ نداند ہیچکس این سر مگر آں کو چنیں باشد	۵۹
امانت :-	
آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ؛ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند (حافظؒ)	۷۴
لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ؛ چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا (غالب)	۷۴
ظلومی وجہولی ضدِ نوراند ؛ ولیکن مظہرِ عینِ ظہوراند	
چو پشتِ آئینہ باشد مکدّر ؛ نماید روئے شخص از عکس دیگر	
شعاعِ آفتاب از چارم افلاک ؛ نگردد منعکس جز بر سرِ خاک	
تو بودی عکسِ معبودِ ملائک ؛ وزاں گشتی تو مسجودِ ملائک	
تو مغزِ عالمے زاں درمیانے ؛ بداں خود را کہ تو جانِ جہانے	
جہان وعقل وجان سرمایۂ تست ؛ زمین وآسمان از سایۂ تست	
بزرگاں اندریں گشتند حیراں ؛ فروماندند از تشریحِ انساں	

Marfat.com

اشعار	صفحات
نبردہ ہیچکس رہ سوئے ایں کار ❊ بعجزِ خویش ہریک کردہ اقرار	
ازاں دانستہ تو جملہ اسماء ❊ کہ ہستی صورتِ عکسِ مسماء	
ظہورِ قدرت و علم و ارادت ❊ بہ تست آئندۂ صاحب سعادت	
سمیعی و بصیری حیّ و گویا ❊ بقا داری نہ از خود بل از آنجا	
زہے اوّل کہ عینِ آخر آمد ❊ زہے باطن کہ عینِ ظاہر آمد	
تو از خود روز و شب اندر گمانی ❊ ہماں بہتر کہ تو خود را بدانی (گلشن راز)	۷۵
جو بار آسمان و زمیں سے نہ اٹھ سکا ❊ تو نے غضب کیا دلِ شیدا اٹھا لیا	۷۳

امر و خلق :۔

اوست ایجادِ جہاں را واسطہ ❊ درمیانِ خلق و خالق رابطہ	
شاہبازِ لامکانی جانِ او ❊ رحمۃ للعالمین در شانِ او	
عارفِ اطوارِ سرِ جز و کل ❊ خلقِ اوّل روحِ اعظم عقلِ کل	
علّتِ غائی ز امرِ کن فکاں ❊ نیست غیر از ذاتِ آں صاحبقراں	
رہنمائے خلق و ہادیِ سبل ❊ مقتدائے انبیاء ختمِ رسل	۷۸

انا :۔

ز مہرش سینہ ہا جولانگہِ برق ❊ دلِ ہر ذرہ در جوشِ انا الشرق (گلشن راز)	۷۸
حقیقت کز تعیّن شد معیّن ❊ تو او را در عبارت گفتۂ من	
من و تو عارضِ ذاتِ وجودیم ❊ مشبکہائے مشکوٰۃِ وجودیم	
ہمہ یک نور داں اشباح و ارواح ❊ گہ از آئینہ پیدا گہ ز مصباح (گلشن راز)	۷۹
منِ و تو برتر از جان و تن آمد ❊ کہ ایں ہر دو ز اجزائے منِ آمد	
بلفظِ من نہ انسان است مخصوص ❊ کہ تا گوئی بداں جان است مخصوص	

Marfat.com

صفحات	اشعار	
۷۹	یکے رہ برتر از کون و مکاں شو ؛ جہاں بگذار و خود در خود جہاں شو (گلشن راز)	
۷۹	قم باذنی و قم باذن اللہ ؛ ہر دو یک نغمہ آمد از لب یار (عطار رح)	
	روا در وادیِ ایمن کہ ناگاہ ؛ درختے گویدت اِنّیْ اَنَا اللہ	
	روا باشد انا اللہ از درختے ؛ چرا نبود روا از نیک بختے	
	ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست ؛ یقین داند کہ ہستی جز یکے نیست	
	انانیّت بود حق را سزاوار ؛ کہ ھُو غیب است و غائب وہم و پندار	
	جنابِ حضرتِ حق را دوئی نیست ؛ دراں حضرت من و ما و توئی نیست	
	من و ما و تو و او ہست یک چیز ؛ کہ در وحدت نباشد ہیچ تمییز	
	ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد ؛ انا الحق اندر او صوت و صدا شد	
۷۹	شود با وجہ باقی غیر ہالک ؛ یکے گردد سلوک و سیر و سالک (گلشن راز)	
		آہ :-
۸۰	زشوقِ عشقِ محبوبِ الٰہی آنچناں گشتم ؛ کہ تصویرم مصوّر در کشد بر صورتِ آہے (نیاز رح)	
		ایامِ الٰہی :-
۸۱	ہر لحظہ جمالِ خود لونِ دگر آرائی ؛ شورِ دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی (جامی رح)	
		بُت :-
	قبلہ شاہاں بود تاج و گہر ؛ قبلہ اربابِ دنیا سیم و زر	
	قبلہ صورت پرستاں۔ آب و گِل ؛ قبلہ معنی شناساں۔ جان و دل	
	قبلہ زہّاد۔ محرابِ قبول ؛ قبلہ بدسیرتاں۔ کارِ فضول	
	قبلہ تن پروراں خواب و خورش ؛ قبلہ انساں۔ بدانش پرورش	
۸۵	قبلہ عاشق۔ وصالِ بے زوال ؛ قبلہ عارف۔ جمالِ ذوالجلال	

Marfat.com

اشعار	صفحات
چوں دور شد نقاب جلال از جمال دوست ⁂ گردد عیاں کہ عابد حق بود بُت پرست	۸۵
فقیہاں دفترے را می پرستند ⁂ حرم جویاں درے را می پرستند	
برافگن پردہ تا معلوم گردد ⁂ کہ یاراں دیگرے را می پرستند (عرفیؒ)	۸۶
چوں ترا صد بُت بود در زیر دلق ⁂ چوں نمائی خویش را صوفی بخلق (عطارؒ)	۸۶
خُدا زاں خرقہ بیزار ست صد بار ⁂ کہ صد بُت باشدش در آستینے (حافظؒ)	۸۶
درونِ ہر بتے جانیست پنہاں ⁂ بزیر کفر ایمانیست پنہاں (گلشنِ راز)	۸۶
ہست در ہر صورتش صد بتکدہ ⁂ ہر طرف صد کعبہ و صد معبدہ	
گہ بلطوفِ عالم علوی رود ⁂ گہ مقامش عالم سفلی بود	
گہ مجرد می شود گہ منطبع ⁂ گاہ واصل گردد و گہ منقطع	
گہ ملک میگردد و گہ دیو خس ⁂ گاہ محضِ عقل باشد گاہ نفس (گلشنِ راز)	۸۶
ہر طاقِ ابروئے او محرابِ بُت پرستی ⁂ ہر تارِ موز زلفش زنارِ پارسائی	۸۷
آں بُت نمود عکسِ رُخ خود در آئینہ ⁂ من بُت پرست گشتم و او خود پرست شد (جامیؒ)	۸۷
چو اشیا ہست ہستی را مظاہر ⁂ ازاں جُملہ یکے بُت باشد آخر (گلشنِ راز)	۸۷
تو آں بتے کہ بُتاں جملہ پائے بندِ تواند ⁂ سہی قداں ہمہ محوِ قدِ بلندِ تواند (فروغی)	۸۷
چو کفر و دیں بود قائم بہ ہستی ⁂ شود توحید عینِ بُت پرستی (گلشنِ راز)	۸۸
عاشق و عشق و بُت و بتگر و عیار یکیست ⁂ کعبہ و دَیر و مساجد ہمہ جا یار یکیست	
گر در آئی بہ چمن وحدت و یکرنگی بیں ⁂ کہ دراں عاشق و معشوق و گل و خار یکیست	۸۸
در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور ⁂ ظاہر شدہ آں نور بانواعِ ظہور	
حق نور و تنوعِ ظہورش عالم ⁂ توحید ہمیں است دگر وہم و غرور (جامیؒ)	۳۴۲،۸۸
ما بُت پرست و ہر رگِ ما تارِ کافریست ⁂ زُنّار اگر ہزار بود آں صنم یکیست (خسروؒ)	۸۸

Marfat.com

اشعار	صفحات
ہرچہ گیرد علتی علت شود ؛ کفر گیرد کاملے ملت شود (رومیؒ)	۸۸
چو مستِ خلوتش گشتی فلک را خیمہ برہم زن ؛ ستونِ عرش در جنباں طنابِ آسماں درکش	
طریقش بے قدم می رو حدیثش بے زباں میگو ؛ حجابش بے بصر می بیں شرابش بے دہاں درکش	۸۹
بیعت :۔	
قطعِ ایں مرحلہ بے ہمرہیِ خضر مکن ؛ ظلمات است بترس از خطرِ گمراہی (حافظؒ)	۱۰۳
یک زمانے صحبتِ با اولیاء ؛ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا (رومیؒ)	۱۰۳
نماز را بحقیقت قضا بود لیکن ؛ نمازِ صحبتِ ما را قضا نخواہد بود (خواجہ عبید اللہ احرارؒ)	۱۰۳
نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند ؛ نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند	
نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست ؛ کلاہ داری و آئینِ سروری داند	
ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجاست ؛ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند (حافظؒ)	۱۰۶
دوئی بمذہبِ عشاقِ معنوی کفرست ؛ خدا یکے و پیمبر یکے و پیر یکے	۱۰۶
دُور بیٹھا غبارِ میرؔ اُس سے ؛ عشق بِن یہ اَدب نہیں آتا	۱۰۷
بے مثالی :۔	
خوبانِ دُنیا گو ہمہ خوب انداز سراپا ؛ نامِ خدا آں دلربا دارد سراپائے دِگر	۱۰۹
پیالہ :۔	
ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم ؛ اے بیخبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما (حافظؒ)	۱۱۰
تجددِ مثال :۔	
ہر نفس نو می شود دُنیا و ما ؛ بے خبر از نو شدن اندر بقا (رومیؒ)	۱۱۲
تجرید و تفرید :	
خرد و ضمیر و ہوش و دل و جان و چشمِ من شد ؛ ز ہمہ خیال خالی بجز از خیالِ رویت (خسروؒ)	۱۱۳

Marfat.com

اشعار	صفحات
جان و دلِ تو حافظا بستۂ دامِ آرزوست ؛ اے متعلّق خجل دم مزن از مجرّدی	۱۱۲
تو زِ تو گم شو کہ تفرید این بود ؛ گم شدن گم کن کہ تجرید این بود (عطارؒ)	۱۱۲
تجلّی :-	
اے ترا بر طورِ دل ہر دم تجلّاے دگر ؛ طالبِ دیدارِ تو ہر لحظہ موسائے دگر (معینیؒ)	۱۱۳
ہمہ را بستۂ گیسوئے پریشاں داری ؛ غمزۂ خاص بہر گبر و مسلماں داری	
مثلے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل ؛ بہرِ دل بردنِ من صورتِ انساں داری	۱۱۴-۳۰
تجلّی جمالش را مظاہر در وجود آرد ؛ ولے چوں پردہ بکشاید عدم بر مظہر اندازد	۱۱۵
تدبّر و تفکّر :-	
تفکّر رفتن از باطل سوئے حق ؛ بجزو اندر بدیدن کل مطلق (گلشنِ راز)	۱۱۷
ترقّی :-	
رفتم کہ خارا از پا کشم محمل نہاں شد از نظر ؛ یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد (فیضیؒ)	۱۱۸
ترکتاز :-	
مژدگانے کہ مرا یار سوئے خویش کشید ؛ دست در گردنِ من کرد و مرا پیش کشید (معینیؒ)	۱۱۸
تصوّف :-	
صاف شو با حق نہان و آشکار ؛ صوفیانِ صاف را این ست کار	۱۰
زمین و آسمان ہر دو شریف اند ؛ قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست	
نظر در دیدہا ناقص فتادہ ؛ وگرنہ یارِ من از کس نہاں نیست (بندہ نوازؒ)	۱۹
قلندر پرتوِ نورِ الٰہیست ؛ قلندر مطلعِ انوارِ شاہیست	
قلندر را مقامِ کبریائیست ؛ قلندر دُرّ بحر آشنائیست	
قلندر موجِ بحرِ لایزالیست ؛ قلندر نورِ شمعِ ذوالجلالیست	
قلندر ذرّۂ صحرائے عشق است ؛ قلندر قطرۂ دریائے عشق است (احمد النامی الجامیؒ)	۱۹

Marfat.com

اشعار	صفحات
مازِ دریاییم و دریا ہم زماست ؎ این سخن داند کسے کو آشناست (محمد قلندرؒ)	19
گر بوعلی نوائے قلندر نواختے ؎ صوفی بدے ہر آنکہ بعالم قلندرست (بوعلیشاہ قلندرؒ)	19
اندرہِ عشق سرسری نتوان رفت ؎ بے دیدہ رہِ قلندری نتوان رفت	
خواہی کہ پس از کفر بیابی ایمان ؎ تا جاں ندہی بکافری نتوان رفت (محمد مکیؒ)	۲۰
مجرّد شد از دین و دُنیا قلندر ؎ کہ راہِ حقیقت ازیں ہردو برتر (مسعود بکؒ)	۲۰
من مستِ مئے عشقم ہوشیار نخواہم شد ؎ از رندی و قلّاشی بزار نخواہم شد (سُلطان جلال الدّین قتر شیؒ)	۲۰
وقت آں شیریں قلندر خوش کہ دَر اطوارِ سیر ؎ ذکرِ تسبیح و ملک در حلقۂ زنّار داشت (شاہ گلشنؒ)	۲۰
قلندر کے بیاید در عبارت ؎ قلندر کے بگنجد در اشارت (شاہ حُسین بلخیؒ)	۲۰
قلندر آنکہ فوق الوصل جوید	۲۰

اِصطلاحاتِ صُوفیہ :-

اشعار	صفحات
در تنگنائے صُورت معنی چگونہ گنجد ؎ در کلبۂ گدایان سُلطان چہ کار دارد	۲۳
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اُفتد راز ؎ ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست (حافظؒ)	۲۴
توچہ دانی زبانِ مُرغاں را ؎ کہ ندیدی گہے سُلیماں را	۲۶
نالۂ زنجیرِ مجنوں ارغنونِ عاشقاں ؎ ذوقِ آں اندازۂ گوش اولوالالباب نیست (خسروؒ)	۲۶
فلسفی را چشمِ حق بیں سخت نابینا بود ؎ گرچہ بیکن باشد و بابوعلی سینا بود	۲۶
مجازی نیست احوالِ حقیقت ؎ نہ ہرکس یابد اسرارِ طریقت (گلشنِ راز)	۲۷
بخاطر ہیچ مضمون بہ زلب بستن نمی آید ؎ خموشی معنئ دارد کہ درگفتن نمی آید	۲۸
بفکرت خواستم از سِرِ وحدیایم آگاہی ؎ خطاب آمد کہ از پیرِ مغاں خواہ انچہ می خواہی	۲۷
بر لبش قفل است و در دل رازہاست ؎ لب خموش و دل پُراز آوازہاست (رومیؒ)	۲۸

Marfat.com

اشعار	صفحات
ہر آن چیزے کہ در عالم عیان است ؛ چو عکسے ز آفتاب آن جہان است	
جہان چون خط و خال و چشم و ابروست ؛ کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکوست	
تجلّی گہ جمال و گہ جلال است ؛ رخ و زلف آن معانی را مثال ست	
صفات حق تعالیٰ لطف و قہر ست ؛ رخ و زلف بتاں را زان دو بحر ست	
ہر آن معنی کہ شد از ذوق پیدا ؛ کجا تفسیر لفظی یابد او را (گلشن راز)	۲۹
از برائے فریب خود خود گشت ؛ جلوہ در قد و در قدم رفتار	
تاب در زلف و وسمہ بر ابرو ؛ سرمہ در چشم و غازہ بر رخسار	
رنگ در آب و آب در یا قوت ؛ بوئے در مشک و مشک در تاتار (عطارؒ)	۳۰-۲۹
...وین و تمکین :-	
گہے گریاں گہے خنداں گہے حیراں گہے نالاں ؛ بجز ایں شغل یک لحظہ نبودی روزگار من (امدادؒ)	۱۲۰
مردماں در من و بیہوشی من حیراں اند ؛ من در آنکس کہ ترا بیند و حیراں نشود (خسروؒ)	۱۲۱
...بہ :-	
سبحہ در کف توبہ بر لب دل پُر از ذوق گناہ ؛ معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما	۱۲۲
...س :-	
خبرم نیست کہ منزلگہ مقصود کجاست ؛ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید (حافظؒ)	۱۲۶
صدائے شہپر جبریل عشق ہر ساعت ؛ ز جنبش دل پُر اضطراب می شنوم (حافظؒ)	۱۲۶
در راہ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست ؛ ہشدار گوش دل بہ پیام سروش را (حافظؒ)	۱۲۶
دلیل کارواں بانگ جرس ہے ؛ گواہ درد دل اک نالہ بس ہے (ترابؒ)	۱۲۶
...الجمع :-	
کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزہ ؛ کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں (کاظمؒ)	۱۲۸

Marfat.com

اشعار	صفحات
چشم :-	
مست گشتم از دو چشمِ ساقیِ پیمانہ نوش ؛ الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش (نیازؔ)	۱۲۹-۱۳۲
اُدھر ان کی نگہ کا ناز سے آکر پلٹ جانا ؛ اِدھر مرنا تڑپنا غش میں آنا دم اُلٹ جانا	۱۲۹
کس مُنہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا ؛ پُرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں	۱۳۰
دیکھ کر چشمِ مست جی ڈوبا ؛ غوطے کھائے شراب میں ہم نے	۱۳۰
تمھیں غمزوں میں آساں ہے معانی کا ادا کرنا ؛ مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدعا کرنا	۱۳۰
ہمہ اسماء مظاہرِ ذات اند ؛ ہمہ اشیاء مظاہرِ اسماء	۱۳۰
حج :-	
من از بوسِ حجر در کعبہ دل را شاد می کردم ؛ مسی مالیدہ دندانِ کسے را یاد می کردم	
دریں دار الاماں مشتاقِ تیغِ قاتلے بودم ؛ زبیتابی طوافِ خانۂ صیاد می کردم	۱۳۵
ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست	۱۳۶
برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ؛ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار (سعدیؔ)	۱۳۶
غرض ز مسجد و میخانہ ام وصالِ شماست ؛ جز ایں خیال ندارم خدا گواہِ منست (حافظؔ)	۱۴۱
حجاب :-	
حجابِ چہرۂ جاں می شود غبارِ تنت ؛ تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز	۱۴۱
حُسن و جمال :-	
اے جملہ جہاں حسنت آخر چہ جمال است ایں ؛ پیدائی و پنہائی آخر چہ کمال است ایں	
در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمی بینم ؛ غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجال است ایں	۱۴۲-۶۰
حُسنِ خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ ؛ پس بچشمِ عاشقاں خود را تماشہ کردۂ (جامیؔ)	۱۴۳-۶۰
حضور :-	
مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کردست ؛ بطبعِ من بکس کم ساختن بسیار می سازد	۱۴۴

Marfat.com

اشعار	صفحات
خرابات :	
خرابات از جہانِ بے مثالیست ÷ مقامِ عاشقانِ لا ابالیست (گلشنِ راز)	۱۵۰
در خرابات ماگذر نکند ÷ ہرکہ از خویشتن سفر نکند	۱۵۰
خرقہ :-	
سیاہی گر بہ بینی نورِ ذاتست ÷ بتاریکی درون آبِ حیاتست	
سیہ جز قابضِ نورِ بصر نیست ÷ نظر بگذار کاین جائے نظر نیست	
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ÷ کہ ادراک است عجز از درکِ ادراک	
سیہ روئی ز ممکن در دو عالم ÷ جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم	
سواد الوجہ فی الدارین درویش ÷ سوادِ اعظم آمد بے کم و کیف (گلشنِ راز)	۱۵۴
شفیع آوردہ ام پیشِ تو اینک ÷ رُخِ زردے و چشمِ اشکبارے (جامیؒ)	۱۵۵
خط :-	
اے خطِ سبز بر لبِ جانان خضر توئی ÷ مارا بکش کہ آبِ حیات آشنائے تست (خسروؒ)	۱۵۵
خلوت :-	
غیر را از خانہ بیرون کن درا باحق نشین ÷ رازِ خود با حق بگوی و روئے غیرِ حق مبین	۱۵۹
از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش ÷ اینچنین زیبا روش کم می بود اندر جہان	۱۵۹
دریا و ساحل :-	
علم نبود غیرِ علمِ عاشقی ÷ مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی (بہاؤالدین آملی)	۱۶۵، ۲۷۰
دُنیا :-	
چیست دُنیا از خدا غافل بدن !! ÷ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن !! (رومیؒ)	۱۶۶
اہلِ دُنیا کافرانِ مطلق اند !! ÷ روز و شب در زق زق و در بق بق اند (رومیؒ)	۱۶۶

Marfat.com

اشعار	صفحات
دہن :-	
آں دہاں راسرّ غیب الغیب داں کز شرحِ آں ؛ ہم اشارت ماندہ عاجز ہم عبارت قاصر است (جامیؒ)	۱۹۶
کارسازانِ ازل نیستی و ہستی را !! ؛ باہم آمیختہ و را دہنے ساختہ اند (مظہر جان جاناںؒ)	۱۹۶
روح :-	
جملہ یک نور است اما رنگہائے مختلف ؛ اختلافے درمیانِ ایں و آں انداختہ	۱۸۱
رُوح شمع و شعاعِ اوست حیات ؛ خانہ روشن ازو و او از ذات	۱۸۱
یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ؛ ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند	۱۸۱
روزہ نماز :-	
روزہ حفظِ دل است از خطرات ؛ بعد ازاں از مشاہدہ افطار (عطارؒ)	۱۸۵
زلف :-	
عاشقِ دیوانہ چوں خواہد کہ بیند روئے یار ؛ زُلفِ او آشفتہ گشت و پیچ و تابی میکند	۱۹۳
زنار :-	
خسروا زنار بند اوّل پس آنگہ سجدہ کن! ؛ پیشِ آں ابرو کہ بتخانہ است آں محراب نیست	۱۹۵
سماع :-	
جاں بریں یک بیت دادست آں بزرگ ؛ آرے ایں گوہر ز کانے دیگر است } خسروؒ	
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ! ؛ ہر زماں از غیب جانے دیگر است } احمد جامؒ	۲۰۵
ع ۔ قدرِ ایں مے نشناسی بخدا تانہ چشی	۲۰۵
منعِ سماع و نغمہ و نے میکند فقیہ!! ؛ بیچارہ پے نہ بُرد بسرِ نفخت فیہ	
مے دہ ببانگِ نے کہ ندارم بفرِ عشق ؛ پروائے ریشِ محتسب و سلبتِ فقیہ	
واعظ بلعنِ بادہ پرستاں زبان کشاد ؛ یارب توئی پناہِ من از شرِ آں سفیہ!	

Marfat.com

اشعار	صفحات
تشبیہ می کنند رخت راہمہ ولے ؎ با او بہ ہیچ وجہ نمی بنیت شبیہ	
حبا می حریم کوے مغان کعبہ صفاست ؎ طوبیٰ لساکنیہ و بشریٰ لزائریہ	۲۱۷
اگر تو یار نداری چرا طلب نہ کنی ؎ اگر بیار رسیدی چرا طرب نکنی	۲۲۴
بلبلے برگِ گلِ خوش رنگ در منقار داشت ؎ وان دران برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت	
گفتمش در عینِ وصل این نالہ وفریاد چیست ؎ گفت مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت (حافظ؟)	۲۲۴
ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد!!! ؎ چہ شور است این کہ در سر دارم امشب	۲۲۴
شراب :-	
مگر آں ساقیِ وحدت نقاب از رخ برافگندہ ؎ کہ جام و بادہ یکساں گشت بحر و قطرہ درہم شد	
چو بحرِ عشق موجے زد سحابِ جود باراں شد ؎ وجودِ واجب و ممکن مثالِ بحر و شبنم شد	
زہستی چوں جدا گشتم حریمِ کبریا گشتم ؎ چو من از خود فنا گشتم چہ گویم ہر چہ گویم شد	۲۳۱
مستم امانہ ازاں بادہ کہ سازند فرنگ ؎ مستم امانہ ازاں بادہ کہ سازند مغاں	
للہ الحمد کہ در ساغرِ من ریختہ اند ؎ مئے بے رنگ زمیخانۂ بے نام ونشاں (غالب)	۲۳۱-۹
شطحیات :-	
چوں زند دیوانۂ زیں شیوہ لاف ؎ تو ز سر کوری مکن با او مصاف	
تو زباں از شیوۂ او دور دار!! ؎ عاشقِ دیوانہ را معذور دار!!	
عاقلاں را شرع تکلیف آمداست ؎ بیدلاں را عشق تشریف آمداست	
لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست ؎ ہر چہ میگوید بگستاخی رواست (عطار؟)	۲۳۲
ازآں مادر کہ زائیدم دگر بارش شدم جفتش ؎ ازاں رو گبر خواندم کہ با مادر زنا کردم (رومی؟)	۲۳۴
مادرے دارم کہ آں جفتِ خداست! ؎ من ازاں مادر زنار آزادہ ام!!! (شیخ جمال دہلوی؟)	۲۳۵
دلبرِ من کودک است ناز نداند ہنوز ؎ دستِ چپ از دستِ راست باز نداند ہنوز	۲۳۶

Marfat.com

اشعار	صفحات
ترسم ز گنہ نیست کہ او غفار است ؛ از سابقۂ حکمِ ازل می ترسم !	۲۳۷
صبا:-	
میرسد بادِ صبا رقص کناں می آید ؛ خوش نسیمے است کہ از مشرقِ جاں می آید	۲۴۱
طور الامین:-	
میں نے ارنی کہا تو یوں بولا!! ؛ جب تلک تو ہے لن ترانی ہے	۲۴۶
عدم:-	
عدم آئینۂ ہستی ست مطلق ؛ کزو پیداست عکسِ تابشِ حق!! (گلشنِ راز)	۲۵۳
عشق و محبّت:-	
عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن!! ؛ دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن	۲۵۴
سرِّ حبِ ازلی در ہمہ اشیاء ساریست ؛ ورنہ بر گل نہ زدے بلبلِ نالاں فریاد!	۲۵۵
قدسیاں را عشق ہست و درد نیست ؛ درد را جز آدمی در خورد نیست! (عطارؒ)	۲۵۸
ع من برنگِ یار گشتم یار رنگِ من گرفت	۲۵۷
مرحبا اے عشقِ خوش سودائے ما ؛ اے طبیبِ جملہ علتہائے ما	
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما ؛ اے تو افلاطون و جالینوسِ ما	
جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد ؛ کوہ در رقص آمد و چالاک شد	
عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ؛ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت	
در نگنجد عشق در گفت و شنید ؛ عشق دریا نیست قعرش ناپدید	
شرحِ عشق از من بگویم بر دوام ؛ صد قیامت بگذرد آں نا تمام	
عاشقی پیداست از زاریِ دل!!! ؛ نیست بیماری چو بیماریِ دل	
ملتِ عشق از ہمہ دینہا جداست ؛ عاشقاں را مذہب و ملت خداست (رومیؒ)	۲۵۹

Marfat.com

اشعار	صفحات
درد حاصل کن کہ درمان دردِ تست ؛ دردو عالم داروے جان دردِ تست	
ذرّهٔ دردت ده اے درمانِ من ! ؛ زانکہ بے دردت بمیرد جانِ من	
کفر کافر را و دین دیندار را ! ؛ ذرّهٔ دردت دلِ عطّار را	۲۵۹
ہرچہ بینی یار ہست اغیار نیست ؛ غیرِ او جز وہم و جز پندار نیست	۲۶۰
ہست بے صورت جنابِ قدسِ عشق ؛ لیک در ہر صورتے خود را نمود ! (جامیؒ)	۲۶۱
التفاتم سوے خوبان نیست بے وجہے تراب ؛ در رخِ ایشان ہمی بینم تماشائے دگر (ترابؒ)	۲۶۱
ہر کہ شد در عشقِ صورت مبتلا ؛ ہم ازاں صورت فتد در صد بلا	
اصلِ صورت نقشِ شہوانیِ تست ؛ اصلِ معنی جانِ روحانیِ تست	
ترکِ صورت گیر در عشقِ صفت ؛ تا بتابد آفتابِ معرفت	
صورتت جز خلط و خونے بیش نیست ؛ مردِ صورت مردِ دور اندیش نیست	
ہرچہ او از خلط و خوں زیبا بود ! ؛ ہر کہ دل بندد برو رسوا شود ! (عطارؒ)	۲۶۲
عشقِ صورت نیست عشقِ معرفت ؛ عشقِ شہوت بازیِ حیوان صفت (عطارؒ)	۲۶۲
تا تو باشی نیک و بد آنجا بود ! ؛ چون تو گم گشتی ہمہ سودا بود	
ہر کہ او در آفتابِ خود رسید ؛ تو یقیں میداں کہ نیک و بد ندید (عطارؒ)	۲۶۳
خاصیتِ سیماب بود عاشق را ؛ تا کشتہ نگردد اضطرابش نرود	۲۶۳
قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز و دم درکش ؛ حمید ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد	۲۶۷
غلبہ :-	
ادب از من چہ می جوئی چو میدانی کہ مدہوشم ؛ طریق از من چہ می پرسی چو میدانی کہ حیرانم (مغربیؒ)	۲۷۱
غمزہ :-	
گہ گہ بیامدی سوے ما کاروانِ صبر ؛ لیکن بلائے غمزۂ تو راہ من زدست (خسروؒ)	۲۷۱

Marfat.com

اشعار	صفحات
غیبت وحضوری:-	
در نگنجی باخود اندر گوے او ! ÷ گم شو از خود تا بیابی بوے او	
تا تو نزدیکِ خودی زیں حرف دور ÷ غیبتے باید اگر خواہی حضور !! (میر سید حسینیؒ)	۲۷۴
فراق:-	
فراقِ روے تو بسیار شد چہ چارہ کنم ÷ مگر لباسِ حیاتے کہ ہست پارہ کنم (امیر حسنؒ)	۲۷۵
فنا و بقا:-	
ہستیِ من رفت و خیالش بماند ÷ اینکہ تو بینی نہ منم بلکہ اوست (خسروؒ)	۲۷۷
قلم:-	
محمد کش قلم چوں نامور ساخت ÷ زمیمش حلقۂ طوقِ کمر ساخت (جامیؒ)	۲۸۳
قلب:-	
درحقیقت داں کہ دل شد جامِ جم ! ÷ مینماید اندرو صد بیش وکم !	
دل بود مرآتِ ذاتِ ذوالجلال ÷ در دلِ صافی نماید حق جمال	
حق نگنجد در زمین و آسماں ÷ در دلِ مومن بگنجد این و آں !	
مظہرِ شانِ الٰہی دل بود ÷ مظہرِ شانش کماہی دل بود (رومیؒ)	۲۸۲
کشف:-	
ہرچہ آید در نظر غیرِ تو نیست ÷ یا توئی یا بوے تو یا خوے تو (خسروؒ)	۲۸۷-۳۲[illegible] ۳۶۶
کفر:-	
لبِ دریا ہمہ کفر است و دریا جملہ دینداری ÷ ولیکن گوہرِ دریا ورای کفر و دیں باشد (عطارؒ)	۲۹۰
لب:-	
چشمت کشد و لبت دہد جاں !! ÷ مرگ آید و در میاں نگنجد	۲۹۷

Marfat.com

اشعار	صفحات
چشمت بغمزہ لب بشکرخندہ میکند ÷ تفسیرِ آیتِ "خلق الموت والحیات"	۲۹۸
لہو :-	
غائب ز حق است لہوازاں میگوید ÷ گم کردہ ہویّت بہ ہوا می جوید	۳۰۱
لی مع اللہ :-	
فرشتہ گرچہ دارد قربِ درگاہ ÷ نگنجد در مقامِ لی مع اللہ (رومیؒ)	۳۰۱
مسامرت :-	
فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید ÷ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد (حافظؒ)	۳۰۵
میخانہ :-	
درمیکدۂ وحدت ہشیار نمی گنجد ÷ درعالمِ بیرنگی جز یار نمی گنجد	۳۰۹
نامرادی :-	
گر مرادِ خویش خواہی نامرادی پیشہ گیر ÷ ما مرادِ خویش را در نامرادی یافتیم	۳۱۱
عاشقی کانِ نامُرادی ہے ÷ عشق دو کانِ نامرادی ہے	
اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد! ÷ ہم سے فرمانِ نامرادی ہے	
نامُرادی کی بھی طلب نہ رہی! ÷ یہی پایانِ نامُرادی ہے (تراب؟)	۳۱۲
سرمد غمِ عشق را بشادی ندہی ÷ دردے اگرت رسد منادی ندہی	
صدبار اگر شود مرادت حاصل! ÷ زنہار ز دست نامُرادی ندہی (سرمدؒ)	۳۱۲
ہوائے نیکواں عیش است و شادی ÷ مرادِ عشق بازاں نامرادی!! (جامیؒ)	۳۱۲
گم شدن در گم شدن دینِ منست ÷ نیستی در ہست آئینِ منست	۳۱۲
…وّت، رسالت، ولایت :-	
تو ز تو گم شو وصال اینست و بس! ÷ تو مباش اصلا کمال اینست و بس	۳۲۰

Marfat.com

اشعار	صفحات
نقطۂ جوالہ :۔	
نیست در دائرہ یک نکتہ خلاف از کم و بیش ∴ کہ من این مسئلہ بے چون و چرا می بینم (حافظ)	۳۲۷
زھر یک نقطہ زین دورِ مسلسل! ∴ ھزاران شکل می گردد مکمّل ! (گلشنِ راز)	۳۲۸
نَے :۔	
کیست نے آنکس کہ گوید دم بدم! ∴ من نیم جز موجِ دریائے قدم (جامی)	۳۳۰
وحدتِ وجود و شہود :۔	
مجموعۂ کونین بقانونِ سبق!! ∴ کردیم تفحّص ورقاً بعد ورق!!!	
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درو ! ∴ جز ذاتِ حق و شیونِ ذاتیہ حق! (جامی)	۳۳۳
ہر مرتبہ ز وجود حکمے دارد ∴ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی (جامی)	۳۳۴
وصال :۔	
تو مباش اصلا کمال این است و بس ∴ تو ز تو گم شو وصال اینست و بس (عطّار)	۳۳۴
وقت :۔	
چون بوقت آئینہ صافی شد ز شک ∴ رہ نیابد صورتِ انس و ملک	
اہلِ وقت از وقت بیرون ننگرند ∴ کے غمِ ماضی و مستقبل خورند !	
تا تو با وقتی ز کار افتادہ ! ! ! ∴ وقت اگر با تو بود آزادہ ! !	
وقت اگر با تو بماند حالِ تست ∴ بازیابی نقدِ وقتِ خود درست	
نیست وقتِ حال را چندیں درنگ ∴ زین سبب گیرد دلت ہر گونہ رنگ (رومی)	۳۳۵
مراتبِ وجود :۔	
زین سبب شد خلیفہ اش انسان ∴ دیگرے کس نبود لائقِ آن !	
اوست آئینہ صاحب الوجہین!! ∴ گر بہ بینی تو با حقیقتِ عین	

Marfat.com

اشعار	صفحات
روے سوے خصائصِ ربّی! ٭ وجہ طرفِ نقائصِ عبدی	
سجدہ اش بانقائصِ عبدی ٭ جانبِ آں خصائصِ ربّی!!	
پس ہموں ساجد است وہم مسجود ٭ نیست در دہر غیرِ او موجود	
جز عدم نیست غیرِ ذاتِ خدا ٭ پس بود عینِ او ہمہ اشیاء	
مجملے ہست انچہ گفت نیاز ٭ کردہ کوتاہ قصّہ ہائے دراز	۳۷۲
لامکاں اندر مکاں کردہ مکاں ٭ بے نشاں گشتہ مقیّد در نشاں	۳۷۴

مدرسۃ العلم جامعہ مجددیہ
نور آباد۔ فتح گڑھ سیالکوٹ

Marfat.com

فہرستِ مطبوعات

تربیۃ العشاق : (حصّہ اوّل و دوّم)

یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو کئی خصوصیات کا حامل ہے۔ وہ حضرات جو کسی سلسلہ سے منسلک ہیں ان کے لئے اِنشاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ حبِّ شیخ وحبِّ رسولؐ کی زیادتی کا باعث ہوگا۔ اور بے شمار رُوحانی فوائد کے علاوہ توحیدِ وجودی کی چاشنی بھی میسّر آئے گی۔ اور وہ حضرات جنھیں کسی شیخِ مکمّل کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ہے ان کے لئے اِس کتاب کی رفاقت بلا شبہ بطرزِ "جمالِ ہم نشیں" اثر انداز ہوگی نیز اس دَورِ الحاد میں علمِ دین کی کمی یا مذہب سے بیگانگی یا کج فہمی کی وجہ سے دینی امور میں بعض لوگوں کی جانب سے جو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں ان کے مدلّل و مسکت جوابات آپ اس کتاب میں پائیں گے۔ حصّہ اوّل مکمل اور حصّہ دوم کا کچھ حصّہ طبع ہوکر ختم ہو چکا ہے۔ طبعِ ثانی کے لئے کتابت ہو رہی ہے، اللہ نے چاہا تو بہت جلد شائع کرنے کی کوشِش کی جائے گی۔

(مرتبہ : کیپٹن واحد بخش سیال)

مضامینِ ذوقی : (اُردو)

حضرت ممدوح کے سیاسی، اِصلاحی، تاریخی اور رُوحانی مضامین کا مجموعہ جس کے بیشتر مضامین مختلف مقامات کے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اِس کتاب میں وہ خط و کتابت بھی درج ہے جو بعض اہم مسائل سے متعلق یورپ کے بعض نامور مسلمانوں کے ساتھ رہی ہے اور چند مکتوبات جو غیر مسلموں کے نام ہیں وہ بھی اس میں شامل کئے گئے ہیں۔

تقطیع $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ - ضخامت : ۶۵۰ صفحات - قیمت : ۵ روپے (مرتبہ : کیپٹن واحد بخش سیال)

مضامینِ ذوقی : (انگریزی)

یہ وہ مضامین ہیں جو حضرت شاہ صاحبؒ نے انگریزی ہی میں تحریر فرمائے تھے۔

تقطیع $\frac{۲۳\times۳۶}{۸}$ - ضخامت : ۹۶ صفحات - قیمت : ۲ روپے ۵۰ پیسے

صُوفی ازم : (انگریزی)

رسالہ ـــ قیمت : ۵۰ پیسے

حجِّ ذوقی :

یہ نہ صرف شاہ صاحبؒ کا سفرنامہ حج ہے بلکہ حج سے متعلق شرعی معلومات کے علاوہ آپ رُوحانی حقائق سے بھی فیض یاب ہونگے۔ اِس میں آپ دیکھیں گے کہ اہل اللہ کی نظر میں حج کیا ہے اور ان حضرات کے نظریہ پر عمل پیرا ہونے سے سفرِ حج اور زیارتِ روضۂ پاک سے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ قیمت : ۷۵ پیسے (از کیپٹن واحد بخش سیال)

بادۂ وساغر :

ایک رُوحانی ناول۔ شاہ صاحبؒ کے ابتدائی دَور کی یادگار۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے کیف و مستی کے عالم میں رُومانی ناول کے انداز میں سلوک کے رازہائے سربستہ کی جانب کچھ ایسے اشارات و کنایات کئے ہیں کہ اس کے مسودہ کو پڑھ کر لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم اتنے متاثر ہوئے کہ بے ساختہ فرمایا،

"شاہ صاحب آپ نے تو سوڈا واٹر کی بوتل میں آبِ زمزم بھر دیا ہے!" تقطیع $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ - ضخامت ۲۹۴ صفحات۔ قیمت ۲ روپے ۲۵ پیسے

Marfat.com